

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔



# دَوَائِ شَانِی

ترجمہ

الجواب الکافی

لہن سأل عن الدواء الشانی

مصنف

شیخ الاسلام امام محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ  
(۶۹۱ھ — ۷۵۱ھ)

مترجم

ابوالعلاء محمد اسماعیل گودھروی  
(المتوفی ۱۳۸۳ھ)

تصحیح و تحقیق

مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی

ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد  
(پاکستان)

ب  
DATA ENTERED

۲۹۷۶۷

لائی ۱۲۹

۲۰۰۷

سلسلہ مطبوعاتِ ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی (۲۰)

ناشر:- ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی اسلام آباد  
(پاکستان)

اشاعت اول ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء

تعداد — ایک ہزار

قیمت — دس روپے



مطبع:- نور آرٹ پریس راولپنڈی



## پیش لفظ

شیخ الاسلام علامہ ابن قیم متوفی ۷۵۰ھ کی کتاب الجواب الکافی کا ترجمہ دوائے شافی کے نام سے عالی جناب ڈاکٹر اشتیاق حسین صاحب قریشی سابق ڈائریکٹر ادارہ ہڈانے اپنے ندیں عہد میں اشاعت کے لئے منظور کیا تھا، جیسا کہ ان کے بیان سے ظاہر ہے کتاب کا ترجمہ مولانا ابوالعلاء محمد اسمعیل گودھروی مرحوم نے کیا تھا۔ اور اس پر نظر ثانی اور تصحیح و تحقیق کے فرائض مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی ناظم کتب خانہ ادارہ ہڈانے انجام دیئے۔ تقریباً سات سال کے بعد جب ادارہ اسلام آباد میں منتقل ہوا اور کتب خانے کے نئے معاون مولوی احمد فاروق ایم اے نے مخطوطات کی الماریوں کی صفائی اور نوادرات کا جائزہ لینا شروع کیا تو اس کتاب کا کثابت شدہ نسخہ بحفاظت تمام دستیاب ہوا۔

سات آٹھ سال کے بعد کاپیاں بے کار ہو چکی تھیں، اس لئے دوبارہ کثابت ہوئی مجھے بے حد مسرت ہے کہ محترم و کرم فرمایم جناب ڈاکٹر قریشی صاحب کی انتخاب کردہ کتاب آج اشاعت پذیر ہوئی اور اب یہ بے بہا ترجمہ زیور طبع سے آراستہ ہو کر شائقین کے ہاتھوں میں پہنچا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کتاب سے مستفید ہونے کی توفیق عطا کرے اور تالیف سے لے کر اشاعت تک سارے سعی کرنے والوں کو اپنے جوار رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین

محمد صغیر حسن معصومی

مدیر

ادارہ تحقیقات اسلامی

اسلام آباد۔ (پاکستان)

یکم مارچ ۱۹۷۱ء



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، آٹھویں صدی ہجری کے مشہور عالم دین اور صاحب قلم بزرگ امام محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ المولود ۶۹۱ھ والمتوفی ۷۵۱ھ کی ایک مختصر مگر نہایت ہی مقبول کتاب ہے۔ کتاب کا موضوع یہ ہے کہ ایک انسان کیوں دینی و اخلاقی خرابیوں میں گرفتار ہو جاتا ہے اور پھر اس کے نفسی و خارجی اثرات اس کی زندگی پر کس طرح اثر انداز ہوتے رہتے ہیں۔ اس موضوع کو امام ابن قیم نے ایک مسلمان عالم کے نقطہ نظر سے پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور تزکیہ نفس اصلاح اخلاق ردیہ اور تصحیح اعمال و عادات کے عملی طریقے بڑے دل نشین انداز میں بیان کئے ہیں۔

امام ابن قیم حضرت شیخ الاسلام امام احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ الحرانی المتوفی ۷۲۸ھ کے سب سے زیادہ مشہور شاگرد ہیں جنہوں نے امام ابن تیمیہ کا ساتھ دمشق کے جیل خانہ میں بھی نہ چھوڑا۔ طرح طرح کی توہین و تعذیب سے گزرے۔ مگر حق گوئی سے کبھی باز نہ آئے اور اپنی سادگی عمر اپنے استاذ بزرگ کی طرح اصلاح عقاید و اعمال میں صرف کر دی۔ ان کی بہت سی تصنیفات ہیں اور آج تک ساری دنیا میں مقبول ہیں۔ خصوصاً زاد المعاد۔ وأعلام الموقعین اور مدارج السالکین وغیرہ تو اپنے موضوعات پر اہم ترین کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔

امام ابن قیم کے بہت سے رسالوں کے تراجم اردو میں بھی کئے جا چکے ہیں۔ اس کتاب الجواب الکافی کا اردو ترجمہ بھی ایک مدت ہوئی کہ ہوا تھا لیکن رد و وجوہ کی بنا پر ایک جدید ترجمہ کی ضرورت سمجھی گئی۔ اول تو اس لئے کہ سابق ترجمہ کی زبان سے اس ترجمہ کی زبان زیادہ سلیس اور سہل ہو دوم اس لئے کہ ایک مفصل فہرست مضامین بھی اس کے ساتھ شامل کر دی جائے تاکہ کتاب سے استفادہ آسان تر ہو جائے۔

یہ ترجمہ تجربہ کار مترجم مولانا ابوالعلاء محمد اسماعیل صاحب گودھری نے کیا ہے جو مولانا شبلی و حالی کے معاصر ایک پرانے بزرگ تھے۔ یہ مختلف عربی کتابوں کے



مترجم ہیں۔ ترجمہ انھوں نے اپنے شوق سے کبھی کیا تھا۔ ادارہ نے مسودہ ان سے خرید لیا۔ اس کے بعد اصل عربی سے حرفاً حرفاً ملا کر اس کی تصحیح و تکمیل وغیرہ مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی نے کی۔ حوالوں اور ذیلی ملاحظات کا اضافہ بھی انھوں نے ہی کیا ہے اور فہرست وغیرہ بھی ان ہی نے تیار کی ہیں، حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ کتاب کو صحیح تر، مکمل تر اور بہترین صورت میں پیش کیا جائے۔  
والا تمام من اللہ۔

ہم امید کرتے ہیں کہ لوگ اس کتاب سے فائدہ حاصل کریں گے۔ دین کسی نظری فلسفہ کا ہی نام نہیں ہوتا ہے۔ یہ فکر و نظر کی صحت اور اعمال و افعال کی درستگی کا ایک مربوط نظام ہے اس لئے ایک اچھے مسلمان کو دین و عقیدہ کے ساتھ ساتھ اعمال و افعال میں بھی صحیح طریقہ پر کاربند ہونا چاہیئے۔

اشتیاق حسین قریشی

(سابق) ڈائریکٹر

مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی

کراچی



دوائے شافی ترجمہ الجواب الکافی



## فہرست مضامین

۳	پیش لفظ
۴	تعارف کتاب
۹	مقدمہ مترجم
۱۷	علاج امراض، دعاء کی فیروز مندیاں
۲۳	دعاء ایک نافع ترین دوا اور مومن کا زبردست حربہ ہے۔
۲۴	دعاء میں الحاح و زاری مفید ہے۔
۲۵	دعاء کی تاثیر کیوں نہیں ہوتی۔
۲۶	اوقات اجابت دعاء اور ادعیہ ماثورہ۔
۳۳	دعاء کے ساتھ دوسرے اسباب کا ہونا بھی ضروری ہے۔
۳۴	دعاء اور تعوذات بمنزلہ اسلحہ کے ہیں۔
۳۴	اسباب ترک کر کے صرف تقدیر پر تکیہ کر لینا مذموم ہے۔
۴۴	زبانی توبہ و استغفار کے بھروسہ پر گناہوں کا ارتکاب قطعاً درست نہیں۔
۵۵	اللہ تعالیٰ سے ڈرنا عقل مندی ہے
۷۱	فتنہ دنیا و امر و نواہی حکمت الہی کا اقتضاء ہے۔
۷۵	حسن ظن وہ ہے جو انسان کو عمل صالح پر آمادہ کرے
۷۷	امید و رجاء کے لئے تین باتیں ضروری ہیں۔
۸۳	دنیا اور آخرت کی تمام مصیبتوں کی جڑ گناہ ہیں۔
۱۰۲	گناہوں کے بے شمار قبیح و مذموم اثرات ہیں جو قلب و جسم اور دنیا و آخرت دونوں کے حق میں مضر ہیں۔



- ۱۰۷ ایک گناہ دوسرے گناہ کا سبب ہو جاتا ہے۔
- ۱۰۹ گناہ قلب کو کمزور کرتے ہیں اور بندہ کو توبہ و انابت سے بھٹکا دیتے ہیں۔
- ۱۰۹ بار بار گناہ کرنے سے اس کی برائی کا تصور ختم ہو جاتا ہے اور انسان گناہوں پر فخر کرنے لگتا ہے۔
- ۱۱۱ معصیت بندے کو پروردگار کی نظر میں ذلیل کر دیتی ہے۔
- ۱۱۲ گناہگار پر جانور، چوپائے، پرندے اور کیڑے مکوڑے بھی لعنت بھیجتے ہیں۔
- ۱۱۳ معصیت سے انسان ذلیل ہو جاتا ہے، اور طاعت سے عزت بڑھتی ہے
- ۱۱۴ معصیت سے نور عقل فنا ہو جاتا ہے۔
- ۱۱۴ معصیت اور گناہوں سے قلب پر مہر لگ جاتی ہے۔
- ۱۱۵ معاصی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے۔
- معصیت کرنے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں کی دعائے
- ۱۱۶ محروم ہو جاتا ہے۔
- ۱۱۷ گناہگار ان امت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا۔
- ۱۱۹ معاصی سے پانی، ہوا، زراعت، پھلوں اور گھروں پر آفت آتی ہے۔
- ۱۲۲ معاصی سے غیرت کا نور کچھ جاتا ہے۔
- ۱۲۷ معاصی اور گناہوں سے حیا و شرم کا جوہر فنا ہو جاتا ہے۔
- ۱۲۸ معاصی سے بندہ کے دل میں پروردگار عالم کی عظمت و جلالت کم ہو جاتی ہے
- بندہ نافرمانی کرتا ہے تو پروردگار عالم اسے مبتلا و تباہ ہے اور اس کو نفس اور
- ۱۳۰ شیطان کے حوالہ کر دیتا ہے۔
- ۱۳۲ عاصی اور نافرمان بندہ خود اپنی جان کو بھول جاتا ہے۔
- جب کوئی بندہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے تو ایمان کے ساتھ جو بھلائیاں
- ۱۳۳ وابستہ ہیں، ان سب سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔
- ۱۳۴ معاصی سیرالی اللہ اور سلوک آخرت کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کر دیتے ہیں۔
- ۱۳۷ گناہ بندے کو انعامات الہیہ سے محروم کر دیتے ہیں۔
- ۱۴۰ معاصی قلب کے اندر خوف و ہراس، دہشت و وحشت پیدا کر دیتے ہیں۔



معاصی سے قلب مرلین ہو جاتا ہے۔

۱۳۱

معاصی سے قلب کی بصارت اور نور فنا ہو جاتا ہے۔

۱۳۲

گناہ نفس کو ذلیل، نجس، تنگد اور حقیر کر دیتے ہیں۔

۱۳۵

عاصی شیطان کا اسیر ہے، وہ شہوات و خواہشات کے جیل خانہ میں قید ہو جاتا ہے۔

۱۳۶

معاصی سے بندہ خدا اور مخلوق کی نگاہوں سے گر جاتا ہے۔

۱۳۸

گناہ گار کی نیک نامی اور شہرت و شرافت بدنامی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

۱۳۹

معاصی عقل کو غارت کر دیتے ہیں۔

۱۵۰

معاصی اور گناہوں کے سبب پروردگار عالم سے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔

۱۵۳

معاصی اور گناہوں سے عمر، رزق، علم بلکہ دین و دنیا کی ساری برکتیں سلب ہو جاتی ہیں۔

۱۵۶

معاصی انسان کو مفلح اور پست کر دیتے ہیں۔

۱۵۹

خداوند تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا تو بندوں کے گناہوں کی وجہ سے آسمان و زمین تہ و بالا ہو جاتے۔

۱۶۳

معاصی سے ہر چیز انسان کی دشمن ہو جاتی ہے۔

۱۶۵

معاصی کی زد انسان کے معاد و معاش دونوں پر پڑتی ہے۔

۱۶۷

معاصی سے قلب کی بصیرت ختم ہو جاتی ہے۔

۱۶۲

معاصی شیطان کے اسلحہ ہیں، گناہ گار آدمی اپنے دشمن کو یہ اسلحہ مہیا کر دیتا ہے۔

۱۷۸

شیطان اور اس کا کنبہ کس طرح حق کو باطل اور باطل کو حق بنا کر پیش کرتا ہے۔

۱۸۶

شیطان انسان پر ہر راستہ روک کر بیٹھا رہتا ہے۔

۱۸۸

عاصی اپنی جان کو ذلیل کرتا ہے اور اپنی آخرت کے حصہ سے محروم ہو جاتا ہے۔

۱۹۵

معاصی حاضر و مستقبل کی نعمتوں کو زائل کر دیتے ہیں۔

۲۰۱

گناہوں سے وہ فرشتہ جو آدمی کے لئے مامور و موکل ہیں، دور ہجاک جاتے ہیں۔

۲۰۴

حیات قلب، صحت قلب، امر اعزہ قلب اور موت قلب کے اسباب

۲۰۷

شرعیات میں جو عزائم مقرر ہیں وہ پوری طرح قرین عقل ہیں۔

۲۰۸



- ۲۱۰ عقوبات دو قسم کی ہیں۔ شرعی اور قدری۔
- ۲۱۳ معاصی تین قسم کے ہیں۔
- ۲۱۶ عقوبات قدریہ کی دو قسمیں ہیں۔
- ۲۱۷ عقوبات ابدان کی دو قسمیں ہیں۔
- ۲۲۱ معاصی قلب کو بہرا، گونگا، اندھا اور مسخ کر دیتی ہیں۔
- ۲۲۳ گناہ چار قسم کے ہیں، ملکیہ، شیطانیہ، سبعیہ، بہیمیہ۔
- ۲۲۵ حسد، کینہ، ظلم و جور، غل و غش اور مکر و خدع۔
- ۲۲۵ سبعی (درندہ صفتی) گناہ
- ۲۲۶ گناہ صغیرہ اور گناہ کبیرہ
- ۲۲۱ زمین و آسمان پیدا کرنے، پیغمبروں کو بھیجنے اور آسمان سے کتابیں نازل کرنے کا مقصد کیا ہے۔
- ۲۲۶ نصاریٰ، مجوس، قدریہ اور فرقہ صائبیہ کا کفر کس قسم کا تھا۔ غرور کے مقابلہ میں حضرت ابراہیمؑ کی دلیل مرجحت اور شرک کرتے ہوئے بھی خدا کو معبود حقیقی ماننے والے گروہ۔
- ۲۲۶ ذات معبود کے ساتھ شرک بہت بڑا گناہ ہے۔
- ۲۳۷ اقوال، افعال، نیت اور ارادہ کا شرک۔
- ۲۴۲ غیر اللہ کی قسم کھانا "خدا چاہے اور تم چاہو" کہنا شرک ہے۔
- ۲۴۵ ارادہ اور نیت کا شرک۔
- ۲۴۶ شرک کی حقیقت یہ ہے کہ خالق کو مخلوق کے مشابہہ اور مخلوق کو خالق کے مشابہہ کر دیا جائے۔
- ۲۶۰ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سوء عطن اکبر الکبائر ہے۔
- ۲۷۱ خدا نے جس مقصد سے مخلوق کو پیدا کیا ہے، شرک اس کے بالکل برخلاف ہے۔
- ۲۷۱ بغیر علم کے صفات خداوندی اور اس کے احکام پر گفتگو کرنا سب سے بڑا ظلم ہے۔
- ۲۷۳ قتل کی برائیوں کے مختلف درجات۔
- ۲۷۸ ایک انسان کا قتل گویا بنی نوع انسان کا قتل ہے۔

۲۸۳ زنا عظیم ترین مفاسد کا منبع ہے۔

۲۸۸ معاصی اور گناہ کی راہیں کس طرح بند کی جائیں۔

۲۹۱ خطرات قلب خیر و شر کا مبداء اور منبع ہیں۔

۳۰۰ جہنم میں جانے والے اکثر زبان کی وجہ سے جائیں گے۔

۳۰۷ خطوات یعنی قدم، چلنا پھرنا اور اس میں حزم و احتیاط برتنا۔

زنا کے مفاسد قلب، روح، جوارح اور انسان کے تمام امور پر طاری

۳۰۸ ہو جاتے ہیں۔

۳۲۱ لواطت کی خرابیاں اور سزا

ان لوگوں کے جوابات جو لواطت کی عقوبت کو زنا کی عقوبت سے

۳۳۱ کم بتاتے ہیں۔

۳۳۳ چوپائے کے ساتھ بد فعلی کرنے سے حد لازم ہوگی یا گامسی و تعزیر۔

مرد سے مرد کی وطی اور دخول کو دو عورتوں کی باہمی مساحت پر

۳۳۶ قیاس کرنا غلط ہے۔

۳۳۷ مرض عشق کی دوا۔

۳۳۸ اس مرض کی مدافعت کا دوسرا طریقہ۔

محبوب سے سچی محبت ہو تو اس میں غیر کی شرکت ممکن نہیں۔

۳۳۸ محبت کے درجات اور مراتب

تعبد کی حقیقت یہ ہے کہ محبوب کے سامنے اپنے آپ کو انتہا درجہ ذلیل اور

۳۵۹ خاکسار کر دیا جائے۔

۳۶۵ محبت کے اقسام۔

۳۶۶ محبت کا بلند ترین مقام یعنی مقام خلّت۔

۳۶۸ محبت عام ہے اور خلّت محبت کے ایک خاص درجہ کا نام ہے۔

۳۶۸ بندہ دو محبوب چیزوں میں سے اعلیٰ محبوب کو اور دو مکروہ چیزوں میں

۳۷۰ سے آسان مکروہ کو کیوں اختیار کرتا ہے۔

✓ آدمی کے لئے انبیاء و مرسلین کا طریقہ زیادہ مفید اور زیادہ آسان ہے۔



- ۳۷۲ محبوب کی دو قسمیں ہیں، محبوب لذاتہ اور محبوب لغیرہ۔
- ۳۷۵ اعمال دینیہ کی اصل اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت ہے۔
- ۳۸۳ جو شخص خدا کی محبت کو فوت کر دیتا ہے، اس سے ہر چیز فوت ہو جاتی ہے۔
- ۳۸۶ عالم علوی اور عالم سفلی کی تمام تر حرکتوں کا اصل موجب محبت ہے۔
- موجودات کی صلاح و فلاح اسی میں ہے کہ اس کی تمام تر حرکات اور تمام تر محبتیں صرف خالق حقیقی کے لئے ہوں۔
- ۳۹۰ محبت محمودہ اور محبت مذمومہ۔
- ۳۹۳ دین کے معنی میں خشوع، خضوع اور خاکساری داخل ہیں۔
- ۳۹۴ صورتوں سے عشق اور حسن پرستی کے دنیوی و اخروی مفاسد۔
- ۴۰۸ عشاق و حسن پرستوں کا دوسرا گروہ لوطی ہے۔ یہ فحش ترین عشق ہے۔
- ۴۱۰ عشق اور حسن پرستی کے مفاسد اور ان کا علاج۔
- ۴۱۶ عاشق خود اپنے معشوق پر ظلم کرتا ہے۔
- ۴۲۱ لذت کا کمال محبوب کے کمال سے وابستہ ہے۔
- ۴۲۸ قرآن حکیم سے محبت کرتا، خدا کی محبت کا معیار ہے۔
- ۴۵۹ عشاق کی قسمیں، عشق کی تحقیق۔
- ۴۶۰ سعید بن سعید کی روایت پر تنقید و تبصرہ۔







## مقدمہ مترجم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهر على الدين كله، ارسله بشيرا ونذيرا، صلوات الله وسلامه عليه وعلى آله واصحابه ومن تبعه الى يوم الدين۔

اما بعد۔ کسی کتاب کی اہمیت اور عظمت اس کے مصنف کی جلالت و عظمت سے معلوم ہوتی ہے۔ یہ کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے شیخ الاسلام علامہ ابن قیم جوزی المستوفی السامی کی کتاب الجواب الکافی کا ترجمہ ہے۔ شیخ موصوف اور آپ کے استاد شیخ ابن تیمیہؒ کی عظیم شخصیتوں اور علمی منزلتوں سے آج کون واقف نہیں؟ ان کی علمی قابلیتوں، عریانہ صلاحیتوں سے کون باخبر نہیں ہے؟

شیخ الاسلام ابن قیمؒ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ جیسی ہستیاں قرون وسطیٰ اور قرون اخیرہ میں بہت کم پیدا ہوتی ہیں۔ دین کے ہر گوشہ میں مختلف عہدوں اور زمانوں کے وقتی، سیاسی، وضعی، صناعی اثرات اثر انداز ہو چکے تھے۔ دین خالص پر ان تاثرات کے نوبہ نو خلاف چڑھ چکے تھے۔ ایسے وقت میں شیخ الاسلام ابن قیمؒ اور آپ کے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ پیدا ہوئے ہیں اور دین خالص کو تمام تاثرات اور وضعی، صناعی غلافوں سے نکال کر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اپنی عریانہ طاقتوں سے تجدید ملت و دین کی وہ خدمت انجام دی جو کوئی انجام نہ دے سکا۔

یہ وہ زمانہ ہے کہ حجاز، عراق، مصر و شام، نجد و یمن وغیرہ میں بڑی بڑی درسگاہیں تھیں، بڑے بڑے مشاہیر وقت کتاب و سنت علوم دین کی خدمات انجام دے رہے تھے، مفسر بھی تھے، محدث بھی تھے، اصولی بھی تھے اور فقیہ بھی تھے، متکلم بھی تھے اور صوفی بھی تھے۔ لیکن جو شان شیخ الاسلام ابن قیمؒ کی تھی وہ کسی کو نصیب نہ ہو سکی۔ اور دور سے بڑے بڑے علما، فضلا کسب فیض، اور اکتساب علم کی غرض سے آتے اور آپ کے حلقہ درس سے سیراب

ہوتے، جس نے ایک مرتبہ بھی آپ کے حلقہ درس کا مژہ چکھ لیا، وہ کبھی بھی آپ کا حلقہ چھوڑ کر دوسری چوکھٹ کا نام نہ لیتا۔

سید نعمان آلوسی بغدادی نے اپنی کتاب جلال العینین کے اندر شیخ الاسلام ابن قیمؒ کے حالات لکھے ہیں جسے شیخ موصوف کی کتاب "زاد المعاد" اور "مدارج السالکین" اور "الجواب الکافی" کے سرورق پر نقل کیا گیا ہے۔ مہمسم اس کا ترجمہ بعینہ ذیل میں درج کر دیتے ہیں۔ گو سید نعمان کا بیان مختصر ہے لیکن شیخ موصوف کی پوری زندگی کا خلاصہ اس میں درج ہے۔ سید نعمان آلوسی لکھتے ہیں :-

"علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن بکر بن ایوب بن سعد الزرعی ثم الدمشقی، حنبلی مذہب کے فقیہ تھے، مفسر اور نحوی تھے، اصولی اور مکمل تھے۔ ابن قیم جوزی کے نام سے مشہور ہیں۔ شذرات میں لکھتے ہیں :-

"بلکہ ابن قیم ایک مجتہد مطلق تھے، ابن رجب حنبلی کہتے ہیں میرے شیخ ابن قیمؒ ۷۹۹ھ میں پیدا ہوئے اور زمانہ تک اپنے استاد شیخ تقی الدین ابن تیمیہؒ کی خدمت میں رہے اور ان سے کسب علم کرتے رہے، اور اسلامی علوم کی، نیز ہر فن کی ان سے تحصیل کی، قرآن کی تفسیر کے پورے عارف اور علوم القرآن کے اس قدر ماہر تھے کہ کوئی ان کی براہری نہیں کر سکتا تھا۔ اصول دین سے پورے باخبر تھے اور ایسے باخبر تھے کہ تمام کا مرجع اور منتہی تھے۔ حدیث، معانی حدیث، فقہ حدیث اور وفائق و استنباط کے کامل ترین ماہر تھے اور اس قدر ماہر تھے کہ ان کے درجہ کو کوئی دوسرا پا نہ سکا، فقہ اصول اور عربیت کے اس قدر جاننے والے تھے کہ ان جیسا کوئی ان علوم سے باخبر نہ تھا، علم کلام اور تصوف میں کافی دستگاہ رکھتے تھے۔

شذراہیل الی قبر الخلیل کے انکار کی وجہ سے عرصہ دراز تک جیل خانہ کی کوٹھری میں بند رکھے گئے بڑے زبردست عابد تھے، تہجد گزار تھے، نماز نہایت متانت کے ساتھ لمبی قرات اور لمبے رکوع و سجود سے پڑھا کرتے تھے۔ عبادت کرنے میں، قرآن حکیم کے علوم سمجھنے میں اور "علم حدیث اور حدیث کے حقائق سمجھنے میں نے ان کا کوئی مثیل و ہمسر نہیں پایا، البتہ وہ معصوم نہیں تھے، لیکن جن معنی میں وہ تھے یکتائے روزگار تھے ان کا کوئی نظیر و ہمسر نہیں تھا انواع و اقسام کے امتحانات میں مبتلا کئے گئے، طرح طرح کی تکلیفیں اور ایسی چیزیں انہیں پہنچائی گئیں اور پھر آخری مرتبہ اپنے استاد شیخ ابن تیمیہؒ کے ساتھ قلعہ میں ان سے الگ مقید



رکھے گئے، تا آنکہ شیخ ابن قیمؒ نے قید کی حالت میں ہی وفات پائی، ان کی وفات کے بعد شیخ ابن قیمؒ کو قید سے رہائی میسر آئی۔ قید کی حالت میں انکا مشغلہ تلاوت قرآن اور اس پر غور و تدبر تھا۔ نہایت گہری فکر سے انہوں نے قرآن کا مطالعہ کیا اور اپنا سارا وقت اسی کے لئے وقف کر دیا جس سے آپ کے لئے خیر و برکت کی بے شمار راہیں کھل گئیں، صحیح ذوق و وجد کی ان کے اندر فراوانی ہو گئی اور اس کی وجہ سے ان کے معارف و صدقائے سیر و سلوک کے مقامات و معارف اور غنائم و اسرار پر قابو پا گئے۔ اس بارے میں پورے زور سے بحث و کلام کرنے لگے ان علوم پر پوری طرح حادی اور مسلط ہو گئے شیخ کی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ ان کی تصانیف ان علوم سے پر اور لبریز ہیں۔ شیخ موصوف نے بہت سے حج کئے، مکہ مکرمہ میں عرصہ تک بیت اللہ کی عبادت کی۔ اس قدر کثرت سے خانہ کعبہ کا طواف اور حرم میں عبادت کیا کرتے تھے کہ مکہ مکرمہ کے لوگ بھی ان پر تعجب کرتے تھے اور میں نے ان سے ان کا قصیدہ نوینہ اور ان کی بہت سی تصانیف سنی اور پڑھی ہیں اور ان سے بہت کچھ حاصل کیا ہے۔

قاضی برہان الدین الزرقانی کا قول ہے آسمان کے نیچے میں نے ابن قیمؒ سے زیادہ وسیع العلم آدمی نہیں دیکھا۔ صدیہ میں درس و تدریس کا کام کرتے تھے اور جو زیہ میں امامت کرتے تھے اور انہوں نے خود اپنے قلم سے بہت سی تصانیف لکھی ہیں اور مختلف علوم و فنون میں کتابیں تصنیف کی ہیں اور ان کو اس قدر کتابیں میسر ہوئیں کہ کسی اور کو نصیب نہیں ہو سکیں۔

### تصانیف

شیخ الاسلام ابن قیمؒ کی تصانیف و تالیفات۔

کتاب تہذیب سنن ابی داؤد و ایضاح مشکلات

کتاب ہجرتین

کتاب الوابل الصیب شرح الکلم الطیب

کتاب زاد المسافرین

کتاب زاد المعاد

اس کتاب کا احقر نے کئی بار مطالعہ کیا ہے اور ابوزیہ

کی تلخیص کی ہے۔ اس کا ترجمہ بھی اردو میں کیا ہے۔

کتاب نقد المنقول

کتاب اعلام الموقعین عن رب العالمین

اس کتاب کا احقر نے مطالعہ ہی نہیں کیا بلکہ اس کی یادداشتیں بطور کچکول لکھی ہیں۔

کتاب بدائع الفوائد

اس کا مطالعہ بھی احقر نے کیا ہے، بڑی عمدہ اور نفیس کتاب ہے۔ کچکول کی شکل ہے۔

کتاب التونیہ

کتاب الصواعق المرسلہ علی الجہمیہ والمطلہ

اس کتاب کا بڑا حصہ مطالعہ میں رہا ہے۔

کتاب حاوی الارواح الی بلاد الافراح

کتاب نزہۃ المشتاقین

کتاب الکافی لمن سئل عن الدوار الشافی

آپ کے ہاتھ میں جو کتاب ہے، ملاحظہ کتاب کا ترجمہ احقر نے اس کتاب کا کافی مطالعہ کیا ہے۔

کتاب مفتاح دار السعادة

کتاب تحفۃ الوعد فی احکام المولود

یہ کتاب احقر کے مطالعہ میں رہی ہے۔

کتاب الطرق الحکیہ فی السیاسة الشرعیہ

کتاب عمدۃ الصابین

پوری کتاب کئی بار مطالعہ میں آچکی ہے۔

کتاب اغاثۃ اللہفان

یہ کتاب اکثر مطالعہ میں رہی ہے۔

کتاب الروح

یہ کتاب بھی احقر کے مطالعہ میں رہی ہے۔

کتاب الفتح القدسی

کتاب التحفۃ المکیہ

کتاب الصراط المستقیم

کتاب مدارج السالکین شرح منازل السائین

تصوف و سلوک میں بہترین کتاب ہے۔

کتاب اقسام القرآن المسمی بالتبیان

احقر کے مطالعہ میں رہی ہے۔

قرآن حکیم کی قسموں کے متعلق بہترین کتاب ہے احقر کے مطالعہ میں رہی ہے۔

فتاویٰ وغیرہ۔

مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ چھوٹی بڑی اور بہت سی کتابیں شیخ ابن قیمؒ نے لکھی ہیں

ان میں ہر کتاب بلند پایہ رکھتی ہے۔



قاضی برہان الدین الزاہی نے آپ کی وفات کی تاریخ یہ لکھی ہے ۱۳ رجب ۷۵۱ھ میں آپ نے وفات پائی اور مقبرہ باب الصغیر میں مدفون ہوئے۔ بہت سے مقامات میں آپ کے جنازہ کی نماز پڑھی گئی اور بار بار پڑھی گئی۔

یہ کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے شیخ موصوف کی کتاب الجواب الکافی کا ترجمہ ہے۔ یہ کتاب گو ایک مخصوص سوال یعنی مرض عشق کی دوا کے استفسار کے جواب میں لکھی گئی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ بڑی بڑی معرکہ الارادہ اور اہم بحثیں اس میں زیر بحث آگئی ہیں۔ یہ بحثیں آپ دوسری کتابوں میں بہت کم پائیں گے۔

کتاب کی عظمت کے بارے میں ہم وہی جملے دہرا دیتے ہیں جو الجواب الکافی کے ناشر علامہ ابو السمع عبد النظار بن محمد حرم مکرمہ کے امام، خطیب اور مدرس نے اس کتاب کے متعلق لکھے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے :-

من اہم الكتب النافعة في تقويم الاخلاق  
وتشقیف العقول وشفاء النفوس من  
امراض الجہالت و شبہات الضلالت  
التي تھلك بها کثیر من الناس، کمسائل  
القضاء والقدر والاغتراء والازکال  
بغیر عمل علی رحمة اللہ

یہ کتاب تقویم اخلاق، صفائی عقول اور امراض  
جہالت اور شبہات ضلالت سے کہ جن سے بشیاء  
مخلوق ہلاک ہوئی ہے نفوس کو شفا  
بخشنے میں نہایت اہم ہے مثلاً قضا و قدر کے  
مسائل اور بغیر عمل کے رحمت خداوندی پر  
ملکیہ اور بھروسہ کرنا اور دھوکہ کھانا وغیرہ

آگے چل کر علامہ موصوف اپنے وہ تاثرات بیان کرتے ہیں جو اس کتاب کے مطالعہ سے ان کے قلب پر وارد ہوتے ہیں۔

وکان هذا الكتاب اول کتاب ہدائی  
اللہ بہ و انقذنی من الضلال باسلوہ

یہ پہلی کتاب ہے جس کے ذریعہ خدا نے مجھے ہدایت دی  
اور کتاب کے مخصوص اسلوب کے ذریعہ مجھے  
ضلالت و گمراہی سے نکالا۔

واقعہ یہ ہے کہ اصلاح اخلاق کے بارے میں علماء دین اور صوفیاء کرام نے بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب اپنے مخصوص انداز، مخصوص طرز بیان، اور ممتاز طریق استدلال میں ایک انوکھی اور نرالی کتاب ہے۔

ہم نے اس کتاب کو مطالعہ کیا تو اپنے اند ایک عجیب و غریب کیفیت پائی۔ ہم نے ارادہ

کیا کہ اگر اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کر دیا جائے تو دین و ملت کی ایک اہم خدمت ہوگی۔ چنانچہ ہم نے پوری محنت و کوشش سے اس کا ترجمہ شروع کر دیا، اور الحمد للہ یہ ترجمہ آج آپ کے ہاتھ میں ہے۔

ترجمہ میں ہم نے تحت اللفظ ترجمہ کرنے کی کوشش نہیں کی جیسا کہ بعض علماء کا قاعدہ ہے اس سے مصنف کی کتاب کی اہمیت اور اس کے مطالب بالکل واضح ہونے نہیں پاتے۔ بلکہ بسا اوقات مطلب بالکل خبط ہو جاتا ہے۔ ہم نے یہ کوشش کی ہے کہ مصنف کا مطلب اور مقصد پوری طرح واضح ہو جائے کہ مصنف کیا کہہ رہا ہے؟ لیکن پھر بھی ہماری کوشش یہ رہی کہ الفاظ و عبارت سے کلیتہً الگ بھی نہ ہوں اور یہ بھی کوشش رہی کہ ترجمہ نہایت سلیس اور بامحاورہ ہو۔

خدا نے قدوس اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے اور اپنے صالح اور نیک بندوں کے طفیل میں احقر کو اپنی مغفرت و رحمت سے نوازے کہ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔

سبقت رحمتی علی غضبی و میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے اس کا ارشاد ہے۔

قارئین کتاب کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ اس کتاب سے مستفیض ہوں تو احقر کو اپنی مخصوص دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں

## شیخ الاسلام کی وفات

شیخ الاسلام ابن قیمؒ ۷۵۱ھ میں پیدا ہوئے۔ عمر کا بڑا حصہ اپنے شیخ علامہ ابن تیمیہؒ کی خدمت میں گزارا۔ علوم دین میں کامل مہارت حاصل کی اور علم دین کی بڑی بڑی خدمات انجام دیں۔ بے شمار تصانیف و تالیفات اپنے پیچھے چھوڑیں۔ ۸۵۱ھ المرجب المرجب ۸۵۱ھ میں وفات پائی۔ بہت سے مقامات پر آپ کے جنازہ کی نماز پڑھی گئی وہ سپرد خاک کر دیئے گئے مگر خداوند قدوس ان کے علمی آثار سے ملت اسلام کو مستفیض فرمائے۔

اللہم! انت ولی فی الدنیا والاخرۃ توفی مسلمانا والمحقق بالصلالحین۔



وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و علیؑ آلہ و اصحابہ و من تبعہ الی یوم  
الدين - آمین یا رب العالمین -

العید المذنب  
ابو العلاء محمد اسماعیل گودروی کان اللہ





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مقدمہ

(علاج امراض۔ دعا کی فیروز منیاں)

امام متقن، حافظ و ناقد شیخ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن شیخ صالح ابو بکر العروسیہ  
ابن القیم الجوزی رضی اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا۔

سوال

کیا فرماتے ہیں سادۃ العلماء آئمہ دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس مسئلہ میں کہ ایک  
شخص مصیبت میں گرفتار ہو چکا ہے اس کی مایوسی اور ناامیدی اس درجہ بڑھ چکی ہے کہ  
وہ سمجھ رہا ہے کہ اگر یہ مصیبت اور ابتلاء اس کے لئے یونہی رہی تو اس کی دنیا اور  
آخرت دونوں تباہ ہو جائیں گے۔ اس مصیبت و ابتلاء کے دفعیہ کے لئے وہ ہمہ قسم کی  
کوشش کر چکا، ہمہ قسم کے طریقے عمل میں لا چکا۔ لیکن اس کی مصیبت و ابتلاء کسی طرح دور  
ہوتی نظر نہیں آتی۔ بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے۔ اس قسم کی مصیبت و ابتلاء کے  
دفعیہ کے لئے کیا تدبیر اور کیا علاج کیا جائے۔ اور کونسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ  
اپنے اس بندے پر رحم فرماتا ہے جو کسی بندے پر رحم کرتا ہے اور مصیبت میں اس  
کی اعانت و امداد کرتا ہے۔ جو بندہ اپنے بھائی کی امداد کرتا ہے خدا اس کی اعانت  
کرتا ہے افتونا ما جورین

الجواب

حضرت شیخ ابن القیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مذکورہ بالا سوال کے جواب میں فرماتے  
ہیں۔ الحمد للہ! اما بعد! صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاءً اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا مرض نہیں پیدا کیا جس کے

لئے شفا نہ پیدا کی ہو۔

صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا  
 نکل داء دواؤنا اذا اصاب دواء الداء ہر مرض کی دوا ہے جب کسی مرض کی صحیح طریقہ پر  
 دوا کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مریض اچھا  
 ہو جاتا ہے۔

مسند امام احمد میں حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان الله لم ينزل داء الا انزل له شفاءً اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کے لئے دوا اور شفا اتاری  
 علمه من علمه وجعله من جهله ہے۔ جاننے والا اسے جانتا ہے اور جو نہیں  
 جانتا وہ نہیں جانتا۔

اور ایک دوسری حدیث میں یہ الفاظ مروی ہیں

ان الله لم يضع داء الا وضع لهُ شفاءً — او — دواء الا داءً اللہ تعالیٰ نے سوائے ایک مرض کے تمام  
 بیماریوں کی شفا۔ یا دوا پیدا کی ہے۔

صحابہؓ نے عرض کیا وہ ایک مرض کون سا ہے ؟ آپؐ نے فرمایا۔

الهمم

پھوس بوڑھا یا

امام ابو عبیدہؓ نے ترمذی اس حدیث کی توثیق اس طرح کرتے ہیں۔

یہ حدیث صحیح ہے۔

یہ حدیث امراض قلب و روح، امراض اجسام و ابدان اور اس کے علاج و دوا پر مشتمل ہے۔

آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ جہالت بیماری ہے اور علماء سے دریافت کرنا اس کی دوا اور علاج ہے جیسا کہ  
 امام ابو داؤدؓ اپنی سنن میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں ایک مرتبہ ہم  
 سفر میں تھے ہم میں سے ایک شخص کو پتھر سے چوٹ لگ گئی اور اس کا سر زخمی ہو گیا اس کے بعد  
 ایک بار اسے احلام ہو گیا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا کیا اس حالت میں مجھے تیمم کرنے  
 کی اجازت ہے ؟ ساتھیوں نے کہا تمہیں پانی پر قدرت حاصل ہے اس لئے ہم نہیں پاتے کہ تمہیں  
 تیمم کرنے کی رخصت و اجازت ہے۔ چنانچہ اس شخص نے غسل کیا جس سے وہ شخص مر گیا۔ جب ہم



لوگ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور آنحضرتؐ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپؐ نے فرمایا  
 قتلوا قتلہم اللہ الا سئلوا  
 اذا لم یعلموا فانما شفاء العی  
 السوال انما یکفیہ ان تیمم ولعصر  
 او یعصب علی جرحہ خرقۃ  
 ثم یمسح علیہا ویغسل سائر  
 حبیلہ  
 دے جب وہ خود مستند نہیں جانتے تھے تو  
 کسی دوسرے سے کیوں نہیں پوچھ لیا؟ پریشان حال  
 کی شفا یہ ہے کہ دوسرے سے پوچھ لے اس کے  
 لئے صرف یہ کافی تھا کہ وہ تیمم کر لیتا اور غسل  
 نہ کرتا یا پھر اپنے زخم پر پٹی باندھ لیتا اور اس  
 پر مسح کر لیتا اور بقیہ جسم کو دھو لیتا۔

آنحضرتؐ نے اس حدیث کے اندر یہ واضح کر دیا ہے کہ جہالت ایک بیماری ہے اور پوچھ لینا  
 اس کا علاج ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ قرآن حکیم کے متعلق فرماتا ہے قرآن شفا ہے۔ چنانچہ ارشاد  
 فرماتا ہے۔

ولو جعلناہ فتوانا انجیالنا لولا  
 فصلت آیاتہ العجی وعربی  
 قل هو للذین امنوا ہدی  
 و شفاء  
 اور اگر ہم اسکو عربی کے سوا دوسری زبان کا  
 قرآن بناتے تو یہ لوگ کہتے اسکی آیتیں کیوں واضح  
 نہیں کی گئیں، جلا بھی قرآن اور عربی آدمی، اے  
 نبی ان سے کہہ دو وہ تو مومنوں کیلئے شفا اور ہدایت ہے

اور ارشاد فرماتا ہے۔

ومنزل من القرآن ما هو شفاء  
 ورحمة للمومنین  
 اور ہم قرآن کی وہ آیتیں نازل کرتے ہیں جو ایماذ اور  
 کے لئے شفا اور رحمت ہے۔

اس آیت میں لفظ ”من“ آیا ہے۔ یہ ”من“ بیان جنس کے لئے ہے یعنی جنس قرآن شفاء  
 اور رحمت ہے۔ یہ ”من“ تبصیضہ نہیں ہے کیونکہ قرآن حکیم سب کا سب شفا اور رحمت ہے  
 جیسا کہ ماسبق آیت سے معلوم ہوتا ہے یقیناً قرآن حکیم ہر جہالت، ہر شک و شبہ اور ہر  
 ریب و تردد سے قلوب کو شفا دیتا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ نے ازالہ امراض کے لئے قرآن حکیم سے  
 زیادہ عام، نفع بخش اور اعظم ترین اور زیادہ بہتر کوئی دوا نہیں پیدا کی چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح  
 مسلم کے اندر حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 بعض صحابہ کسی سفر میں تھے اثنا سفر میں غریب کے ایک قبیلہ میں ان کا قیام ہوا انہوں نے وہاں کے

لوگوں سے صیافت اور کھانے پینے کی خواہش کی۔ قبیلہ والوں نے ان کو کھانا کھلانے سے انکار کر دیا  
 اتفاق سے اسی روز قبیلہ کے سردار کو سانپ نے ڈکس لیا۔ قبیلہ والوں نے اس کے لئے  
 ہر قسم کا علاج کیا اور اس باسے میں کوئی سعی اٹھا نہ رکھی لیکن کسی دوا سے اس کو آرام نہ ہوا  
 آخر قبیلہ کے کسی آدمی نے کہا ان نو وارد آدمیوں کے پاس جاؤ اور دریافت کرو ممکن ہے ان  
 کے پاس اس کا کچھ علاج ہو، چنانچہ یہ لوگ صحابہؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہمارے سردار کو سانپ  
 نے ڈکس لیا ہے، ہم نے ساری تدبیر کر دی ہے مگر کچھ نہ ہوا۔ کیا تم میں سے کسی کے پاس اس کا کوئی  
 علاج ہے؟ صحابہؓ میں سے ایک نے کہا ہاں میں جھاڑ پھونک کرتا ہوں لیکن تم نے ہماری ہمان  
 نوازی نہیں کی اور باوجود کھانا طلب کرنے کے تم نے کھانا کھلانے سے انکار کر دیا اس لئے جب  
 تک تم اس کا معاوضہ مقرر نہ کرو گے ہم قطعاً اس پر اپنا "منتر" نہیں پڑھیں گے۔ چنانچہ بکریوں کا  
 ایک ریڈ معاوضہ میں ملے ہوا اور ایک صحابیؓ وہاں تشریف لے گئے اور الحمد للہ رب العالمین  
 یعنی سورۃ فاتحہ پڑھ کر اس پر دم کرنا شروع کر دیا۔ پھر کیا تھا گویا گرہ کھل گئی اور اسے کوئی دکھ  
 تھا ہی نہیں۔ اسی وقت وہ اٹھ بیٹھا اور اضطراب و بے چینی اور دل کی بے قراری ختم ہو گئی اور  
 چلنے پھرنے لگ گیا اور جس قدر بکریاں معاوضہ میں ملے پائی تھیں ان کے حوالہ کر دی گئیں، صحابہؓ نے کہا  
 لاؤ اب یہ بکریاں ہم آپس میں بانٹ لیں۔ وہ صحابیؓ جنہوں نے "منتر" پڑھا تھا کہنے لگے جب تک  
 بارگاہ نبوتؐ میں حاضر ہو کر اصل واقعہ پیش کر کے آنحضرتؐ صلعم کا فیصلہ نہ لے میں ہم کو نہیں بانٹنا  
 چاہیے۔ آپؐ کے حکم کا ہمیں ضرور انتظار کرنا چاہیے۔ یہ صحابہؓ بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہوئے اور  
 اصل واقعہ پیش کیا۔ آنحضرتؐ صلعم نے فرمایا یہ تمہیں کہاں سے معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ منتر کا بھی کام  
 دیتی ہے؟ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا۔

قد اصبتم اقساموا واضر لوالی معکم تم نے خوب کیا۔ بکریاں تقسیم کرو تو اس میں میرا  
 سہما۔ فضلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حصہ بھی لگا لینا۔ اسکے بعد آنحضرتؐ صلعم نے فرمایا  
 غور کرو۔ یہاں دوا کی تاثیر کس طرح کام کر گئی مرض اس طرح دفع ہو گیا جیسے کسی تھا ہی نہیں  
 سورۃ فاتحہ ایک ایسی آسان اور سہل ترین دوا ہے کہ اس کے سہل و آسان اور بہترین دوا ممکن  
 نہیں اگر کوئی بندہ خدا اچھے طریقہ سے سورۃ فاتحہ کے ذریعہ علاج معالجہ کرے تو شفا مرافق کے  
 لئے سورۃ فاتحہ کے اندر عجیب و غریب تاثیر پائے گا۔ چنانچہ ایک مدت مدید تک میں "مگر معظمہ"  
 میں رہا اور اس اثناء میں بہت سی بیماریاں مجھ پر مسلط ہوتی رہیں مجھے یہاں نہ کوئی طبیب میسر



آیا نہ دوا، میں صرف سورۃ فاتحہ سے اپنا علاج کرتا رہا اور اسکے اند میں نے عجیب و غریب  
تاثیر دیکھی۔ میں اکثر مریضوں کو سورۃ فاتحہ سے علاج کرنے کی ترغیب دیتا تھا۔ اور لوگ اکثر اس  
سے صحت یاب ہو جاتے تھے۔

یہاں یہ بات سمجھ لینا ضروری ہے اور وہ یہ کہ جو اذکار، آیات، دعائیں پڑھی جاتی ہیں  
اور جن سے شفا مطلوب ہوتی ہے یقیناً نافع اور شفا بخش ہوتی ہیں لیکن اس کے لئے یہ ضروری  
ہے کہ محل اس کی قبولیت کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اور قائل و عامل کی قوت و ہمت اور اس کی  
تاثیر بھی قبولیت محل کی مقتضی ہو۔ جب تم دیکھو کہ اذکار، آیات، دعائیں اور شفا نہ ہو تو سمجھ  
لینا چاہیے کہ پڑھنے اور دعا کرنے والے کی تاثیر و توجہ کمزور ہے یا اثر قبول کرنے والے میں قبول  
تاثیر کی صلاحیت نہیں ہے یا کوئی اور ایسی شدید و سخت رکاوٹ موجود ہے جو دوا کی تاثیر کو  
روک رہی ہے جس طرح کہ عموماً ظاہری اور حسی امراض میں دواؤں کا حال ہوا کرتا ہے۔ اور کبھی  
ایسا اس وجہ سے بھی ہوتا ہے کہ دوا کے اقتضا اور تاثیر کے درمیان کوئی قوی رکاوٹ مزاحم ہو جاتی  
ہے۔ جب طبیعت کسی دوا کو کامل طور پر قبول کر لیتی ہے تو جس درجہ طبیعت دوا کو قبول کرے گی  
اسی درجہ بدن اور جسم کو نفع پہنچے گا۔ اسی طرح جب آدمی کا قلب کسی دعا۔ تعویذ کو قبول کر  
لیتا ہے اور دعا پڑھنے والے کے اندر ازالہ مرض کے لئے نفس فعالہ اور ہمت موثرہ ہوتی  
ہے تو یہ دعا۔ مکروہ و ناگوار امر کی مدافعت۔ اور حصول مطلوب و مقصود کا ایک قوی ترین سبب  
بن جاتا ہے لیکن بسا اوقات دعا اور منتر کی تاثیر اس لئے نہیں ہوتی کہ کسی ایسی چیز کی دعا کی  
جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے اور اس میں کسی پر ظلم ہو رہا ہے یا اس لئے اثر نہیں  
ہوتا کہ دعا کے وقت قلب پوری طرح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اور کامل طور پر جمعیت  
خاطر نہیں پائی جاتی۔ اور اس لئے اس کا حال ایک ڈھیل کمان کا سا ہوتا ہے، ڈھیل کمان سے  
جو تیر پھینکا جاتا ہے وہ کمزور رفتار ہی سے جاتا ہے یا پھر اس لئے تاثیر نہیں ہوتی کہ اجابت دعائیں  
کوئی اور چیز رکاوٹ پیدا کر رہی ہے مثلاً حرام غذا کھائی جاتی ہے یا کسی پر ظلم کیا جا رہا ہے یا دلوں  
پر گناہوں کا میل چڑھا ہوا ہے اور قلوب پر غفلت سہویا لہو و لعب کی تاریکیاں چھائی ہوئی ہیں  
جیسا کہ مستدک حاکم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے: ان حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا  
ادعوا للہ وانتم موقنون بالاجابۃ بارگاہ الہی میں اس طرح تم دعا کرو کہ تمہارے اندر  
واعلموا ان اللہ لا یقبل دعائکم

قلب غافل لا ۴۔ کہ غافل بے خبر قلب کی دعا اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا

دعا ایک ایسی پر تاثیر دوا ہے جو یقیناً نفع دیتی ہے اور مرض کو دفع کرتی ہے لیکن جب قلب غافل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے بے خبر ہوتا ہے تو دعا کی قوت بیکار ہو جاتی ہے جیسا کہ صحیح مسلم کے اندر ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا

ایہا الناس ان الله طيب لا يقبل الا طيباً وان الله امر المومنین بما امر المرسلين فقال يا ايها الرسول كلوا من الطيبات واعلموا صالحا اني بما تعملون عليّم فقال يا ايها الذين امنوا كلوا من طيبات ما رزقناكم ۵

لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاک چیز ہی کو قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اسی چیز کا حکم دیتا ہے جس کا حکم اس نے انبیاء کرام کو دیا ہے اسکے ثبوت میں آپ نے یہ آیت پڑھی یا ایہا الرسول ۶ اور پھر یہ آیت پڑھی یا ایہا الذين امنوا ۷

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ اسکے بعد آنحضرت صلعم نے ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو ایک طویل سفر کرتا ہے اور دعا کرتا ہے۔ فرمایا

الرجل يطيل السفر اشعث ا غبر يديده الى السماء يارب رب - ومطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذي بالحرام فاني ليستجاب لذالك

ایک آدمی طویل و طویل سفر کرتا ہے اور اس حال میں بچے کی خستہ حال، اور گرد و غبار سے اٹا ہوا ہے۔ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر خدا سے ملتا ہے۔ اسے پھر درگاہ اسے پھر درگاہ، اور حال یہ ہے کہ اس کی غذا حرام ہے پینا حرام ہے، اسکے کپڑے حرام ہیں حرام غذا کھاتی ہے اس کی دعا کس طرح قبول ہوگی؟

اور عبد اللہ بن امام احمد اپنے والد کی کتاب التزید کے اندر روایت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل پر ایک بہت بڑی آفت نازل ہوئی تھی اس آفت اور مصیبت کو دفع کرنے کیلئے بنی اسرائیل شہر سے باہر نکلے کہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کریں اسوقت اللہ عزوجل نے بنی اسرائیل کے پیغمبر کو وحی کے ذریعہ آگاہ کیا کہ ان لوگوں کو کہہ دو کہ تم لوگ اپنے ناپاک جسم بیکر صحرا میں آئے ہو۔ اور جن ہاتھوں سے تم نے بندوں کے خون بہائے اور جن ہاتھوں کے ذریعہ تم نے گھروں میں حرام و ناجائز مال جمع کیا ہے

۱۱ سورہ مومنون - ترجمہ: اے رسول! اچھی چیزیں کھاؤ۔ اور اچھے عمل کو جو تم لوگ کرتے ہو اس سے میں بڑا باخبر ہوں

۱۲ سورہ بقرہ - ترجمہ: اے ایمان والو! اچھی چیزیں جو تم نے تم کو کھانے کو دی ہیں کھاؤ۔

وہ ہاتھ تم میری طرف اٹھاتے ہو۔ اور اب جبکہ میرا غضب اور عذاب تمہارے لئے سخت سے سخت ہو چکا ہے اور تمہاری بد اعمالیوں، بد کرداریوں کی وجہ سے تم مجھ سے حد سے زیادہ دُور ہو چکے ہو میرے سامنے دعا کرتے ہو؟ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

یعنی من الدعاء البراءة ما يشفى الطعام  
تھوڑی دعا بھی اسی طرح کافی دانی ہو جاتی ہے جس طرح  
من الملح۔  
تھوڑا سا نمک کھانے کے لئے کافی دانی ہو جاتا ہے۔

## فصل

(دعا ایک نافع ترین دوا، اور مومن کا زبردست حربہ ہے)

دعا ایک نافع ترین دوا۔ اور بلا و مصیبت کا مد مقابل ہے۔ دعا بلا و مصیبت کی مدافعت کرتی ہے اور اس کی دوا اور علاج کا کام کرتی ہے، ہر بلا و مصیبت کو آنے سے روکتی ہے اور اسے دفع کرتی ہے۔ اور اگر بلا و مصیبت اتر چکی ہے تو اسے پست اور ہلکا کر دیتی ہے اور دعا مومن کا ایک زبردست حربہ اور ہتھیار ہے جیسا کہ صحیح حاکم میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الدعاء سلاح المؤمن۔ وعاد الدین ونور السموات والارض اور زمین کا نور ہے۔

مصیبت و بلا کے مقابلہ میں مومن کی دعا کے تین درجے ہیں۔

اولے :- یہ کہ دعا مصیبت کے مقابلہ میں قوی تر، اور زور دار ہو۔ ایسی دعا مصیبت کو قطعاً ہٹا دیتی ہے

دوم :- یہ کہ دعا مصیبت کے مقابلہ میں کمزور ہو۔ اس صورت میں مصیبت قوی ہو جاتی ہے اور بند کو یہ مصیبت خواہ مخواہ جگہتی ہی پڑتی ہے لیکن پھر بھی یہ ضروری ہے کہ دعا اگرچہ کمزور ہی کیوں نہ ہو مصیبت کو کچھ نہ کچھ ہلکا ضرور کر دیتی ہے۔

سوم :- یہ کہ دعا اور مصیبت برابر درجے کی ہیں اور یہ دونوں آپس میں مقاومت اور مقابلہ کرتی ہیں جیسا کہ صحیح حاکم کے اندر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یغنی حدس من قدس والدعاء ینفع ما نزل وما لم یُنزل وان مصیبت میں بھی۔ اور جواب تک نہیں آئی



البلاء لينزل فيلقاه الدعاء  
فيعتلجان الى يوم القيامة

نفع دیتی ہے اور مصیبت جب اترتی ہے تو دعا اس  
کا مقابلہ کرتی رہتی ہے روز قیامت تک دعا اور  
مصیبت آپس میں جنگ کرتی رہتی ہیں۔

اور اسی صحیح حاکم کے اندر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا  
الدعاء ينفع ما نزل وما لم ينزل  
فعليكم عباد الله بالدعاء  
دعا آئی ہوئی مصیبت میں اور آئندہ آنی والی  
مصیبت میں نفع دیتی ہے پس اے خدا کے بند تم دعا  
کو لازم پکڑو۔

اسی صحیح حاکم کے اندر حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا  
لا يرد الله الدعاء ولا يزيد  
في العمر الا البر وان الرجل يحرم  
الرزق بالذنوب يصيبه  
قدر و تقاضا کو کوئی چیز رو نہیں کر سکتی سوا دعا کے اور  
کوئی چیز عمر کو بڑھا نہیں سکتی سوا نیکی کے اور آدمی گناہوں  
کی وجہ سے رزق و روزی سے محروم ہو جاتا ہے  
گناہ روزی کو تباہ کر دیتا ہے

## فصل

(دعا میں الحاج و زاری مفید ترین دوا ہے)

نافع اور مفید ترین دوا یہ ہے کہ دعا میں الحاج و زاری کی جائے چنانچہ سنن ابن ماجہ کے اندر حضرت  
ابو ہریرہ سے مروی ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا

من لم يستل الله فيغضب عليه  
اور مستدرک حاکم کے اندر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا  
لا تجز عوافي الدعاء فاستل لا يهلك  
مع الدعاء احد  
جو آدمی اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس پر غضب کرتا ہے  
دعا کرو تو بے تابی نہ آنے دو کیونکہ دعا کرنے کے  
بعد کوئی شخص ہلاک نہیں ہو سکتا۔

اور امام اورتا علی، امام زہری سے اور وہ حضرت عروہ سے اور وہ حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت  
کرتے ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ان الله يحب المحييت في الدعاء  
ام احمد کی کتاب الزہد کے اندر حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں حضرت مورتی فرماتے تھے۔  
اللہ تعالیٰ دعا میں الحاج و زاری کرنے والوں کو محبوب کہتا ہے

ما وجدت للمؤمنين مثلاً الا رجل في  
البحر على خشبة فهو يدعوا يا رب  
يا رب لعل الله عز وجل ان  
ينجيه۔  
مومن کی مثال میں اس سے بہتر یا تا کہ ایک آدمی دریا  
کے آٹھ ایک لکڑی پر سوار ہے اور وہ خدا کو پکارتا  
ہے اے پروردگار۔ اے پروردگار۔ غایا اللہ  
تعالیٰ اس مصیبت سے اسے بخش دیوے۔

## فصل

(دعا کی تاثیر کیوں نہیں ہوتی ؟)

وہ آفت جو دعا کا اثر مرتب ہونے سے روکتی ہے۔ یہ ہے کہ بندہ جلد بازی کر جاتا ہے دعا  
کی مقبولیت میں تاخیر اور ڈھیل ہو جاتی ہے تو بندہ مایوس ہو کر دعا ترک کر دیتا ہے اور اس شخص کا  
حال اس آدمی جیسا ہو جاتا ہے جس نے کھیت میں دانے ڈالے یا باغ میں درختوں کے پوسے لگائے  
کھیتی اور درختوں کی خدمت کرتا رہا، ان کو پانی دیتا رہا لیکن جب اس کے کمال کا وقت آیا اور پھل  
لگنے کا زمانہ قریب آگیا تو اس نے کھیتی اور درختوں کو چھوڑ دیا۔ اور اس سے بالکل غافل اور خبر  
ہو گیا۔ چنانچہ تجارتی کے اندر حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے آنحضرت صلعہ نے فرمایا۔  
يستجاب لاحدكم ما لم يعجل يقول  
دعوت فلم يستجب لي۔  
تم میں سے ہر ایک کی دعا قبول ہوتی ہے اگر تم جلد بازی  
نہ کرو، دعا کنو والا کہنے لگتا ہے میں نے دعا کی مگر  
میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

صحیح مسلم کے اندر انہی حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلعہ نے ارشاد فرمایا۔  
لا يزال يستجاب للعبد ما لم يدع باثم  
او قطيعته رحم ما لم يستعجل  
بندے کی دعا قبول ہوتی ہے جبکہ وہ گناہ اور قطع  
رحم کی دعا نہ کرے اور جلد بازی نہ کرے۔

کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! جلد بازی کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا۔  
يقول قد دعوت۔ وقد دعوت فلم ان  
يستجاب لي۔ فيستحسر عند ذلك و  
يدع الدعاء  
جلد بازی یہ ہے کہ بندہ کہنے لگتا ہے میں نے دعا کی  
اور بہت ہی دعا کی لیکن میری دعا قبول ہوتی نظر  
نہیں آتی اسی حالت کو پہنچ کر وہ مایوس ہو جاتا ہے  
اور دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔

اور مستند احمد کے اندر حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلعہ نے ارشاد فرمایا۔



لا ینزال العید بخیر ما لم یستعجل  
بندے کی ہمیشہ خیر پہنچاتی ہے جب تک کہ وہ جلد بازی نہیں کرتا  
صحابہ نے عرض کیا -  
یا رسول اللہ کیف یستعجل ؟  
یارسول اللہ بندہ جلد بازی کس طرح کرتا ہے ؟  
آپ نے فرمایا

یقول قدام عوت لولی قلہ یستجب لی  
میں نے رب سے بہت دعا مانگی لیکن میری دعا اس نے قبول نہیں کی

## فصل

### اوقات اجابت اور ادعیہ ماثورہ

کسی مقصد کے لئے جب دعا کی جائے۔ اور دعا کے ساتھ حضور قلب اور جمعیت خاطر موجود ہو اور  
اجابت دعا کے چھ مخصوص اوقات میں سے کوئی وقت میں پایا جائے تو دعا ضرور قبول ہوتی ہے اور وہ چھ  
اوقات یہ ہیں -

۱۔ رات کا آخری تہائی حصہ -

۲۔ اذان کے وقت -

۳۔ اذان و اقامت کے درمیان کا وقت -

۴۔ فرض نماز کے بعد -

۵۔ جمعہ کے دن جب امام منبر پر بیٹھے تاکہ نماز جمعہ ختم ہو جائے -

۶۔ جمعہ ہی کے دن نماز عصر کے بعد کی آخری ساعت -

ان اوقات کے ساتھ ہی ساتھ قلب کے اندر خضوع و خشوع ہی پایا جائے اور بارگاہ رب العالمین  
میں بجز وانکساری، ذلت و خاکساری، تضرع و الحاح اور رقت قلب بھی موجود ہو، اور دعا کر نیوالے  
کار خ بھی قبلہ کی طرف ہو۔ اور کمال طہارت کے ساتھ ہو، اور اپنے دونوں ہاتھ پارہہ الہی میں  
اٹھائے۔ اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجا لائے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
خاص بندے ہیں۔ وود و شریف بھیجے اور اپنی حاجت پیش کرنے سے قبل توبہ و استغفار کرے۔  
پھر پوری ہمت اور توجہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔ اور نہایت الحاح و ناری، تعلق و خاکساری  
کے ساتھ بارگاہ الہی میں اپنا سوال پیش کرے۔ اور تضرع و ترہیب، امید و خوف کے ساتھ اس  
کی جذبہ میں دعا کرے اور اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ حسن اور اس کی مقدس صفات اور اس کی توحید



کا وسیلہ پڑے۔ دعا سے پہلے کچھ صدقہ و خیرات کرے تو امید ہے کہ یہ دعا مسترد نہ ہوگی، خصوصاً جبکہ وہ دعائیں پڑھی جاتیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان کے قبول ہونے کی امید کی جاسکتی ہے۔ یا وہ دعائیں پڑھنے جن کے اندر اسم اعظم موجود ہے۔

اسم اعظم والی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی ہے جو سنن احادیث اور صحیح ابن حبان میں حضرت عبداللہ بن بریدہ عن ابیہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا۔  
 اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِالْحَقِّ اَشْهَدُ  
 اَنْکَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ  
 الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ  
 یُولَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ کُفُوًا اَحَدًا  
 اس کی یہ دعا سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَقَدْ سَأَلَ اللّٰہَ بِالْاَسْمِ الَّذِیْ اِذَا  
 سُئِلَ بِہٖ اَعْطٰی وَاِذَا دُعِیْ بِہٖ اُجِبَ  
 یہ آدمی اللہ تعالیٰ کے اس نام سے مانگتا ہے کہ جب  
 اس کے وسیلہ سے سوال کیا جائے تو وہ دیتا ہے اور جب  
 اس کے ذریعہ دعا کی جائے تو وہ قبول کرتا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے :-

لَقَدْ سَأَلْتُ اللّٰہَ بِاسْمِہِ الْاَعْظَمِ  
 سنن احادیث اور صحیح ابی حاتم بن حبان میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک بار وہ  
 بارگاہ رسالت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک آدمی نے نماز پڑھی، نماز کے بعد اس نے یہ دعا پڑھی۔  
 اے اللہ! اس وسیلے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں  
 کہ تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں، تیرے سوا کوئی عبادت  
 کے لائق نہیں تو ہی بڑا احسان کرنے والا ہے تو ہی  
 آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا والا ہے۔ اے صاحب  
 عزت و بکبشتی! اے زندہ جاوید۔ اے سب  
 کو قائم رکھنے والا۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَقَدْ دَعَا اللّٰہَ بِاسْمِ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ

یہ آدمی اللہ تعالیٰ سے اسم اعظم کے ذریعہ مانگ

اذا دعی بہ اجاب و اذا سئل بہ رہا ہے کہ جس کے ذریعہ دعا کی جاتی ہے تو وہ قبول کرتا  
اعطی۔ ہے اور جب سوال کیا جاتا ہے تو وہ دیتا ہے۔

یہ دونوں حدیثیں امام احمد بن حنبلہ نے اپنی مسند میں بھی روایت کی ہیں۔ اور جامع ترمذی کے  
اندر حضرت اسماعیل بن زید سے مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اسم اللہ الاعظم فی ہاتین الآیتین اسم اعظم ان دو آیتوں کے اندر ہے الھکم اللہ  
الھکم اللہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم وقاحۃ ال عمران  
الما للہ لا الہ الا ھو الی الی الی القیوم  
الما للہ لا الہ الا ھو الی الی الی القیوم

امام ترمذی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں۔

هذا حدیث صحیح

یہ حدیث صحیح ہے

اور مسند احمد اور صحیح حاکم کے اندر حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت انس بن مالکؓ اور ربیعہ  
بن عمارؓ سے مروی ہے، اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا  
انظروا بیاد الجلال والاکرام یا ذا الجلال والاکرام کہہ کر الحاح کرو۔  
یعنی اس سے اچھی طرح تعلق قائم کرو اور اپنے لئے اسے لازم و ضروری گردان لو اور اسکو  
ہمیشہ قائم رکھو

اور جامع ترمذی کے اندر حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے

ان التبی صلعم کان اذا اہم الامر رسول اللہ صلعم کوجیب کوئی اہم امر پیش  
وقع راسہ الی السماء واذا اجتہد آتا تو آپ اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاتے اور  
فی السماء قال یا حی ویا قیوم جیب آپ دعائیں پوری طرح سماعی فرماتے  
تو یا حی یا قیوم پڑھا کرتے

اسی طرح جامع الترمذی کے اندر حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے

کان التبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا احکمہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی

(۱) سورہ بقرہ - توجیہ - تمہارا خدا وہی ایک اللہ ہے

(۲) سورہ آل عمران - اس پر ایمان نہ ہو دست رحم دانی کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔

امرو قال یا حی یا قیوم برحمتک استغیث  
 دشوار امر پیش آتا تو آپ "یا حی یا قیوم برحمتک  
 استغیث" پڑھا کرتے۔

اور صحیح حاکم کے اندر حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔  
 اسم الله الاعظم فی ثلاث سور من القرآن البقرة وال عمران وطہ  
 اسم اعظم قرآن حکیم کی تین سورتوں میں ہے، سورہ  
 البقرہ، سورہ آل عمران اور طہ میں  
 حضرت قاسمؒ فرماتے ہیں میں نے ان تین سورتوں میں اسم اعظم تلاش کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اسم  
 اعظم یہ آیت ہے الْحی الْقیوم

اور جامع الترمذی اور صحیح حاکم میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت  
 صلعم نے ارشاد فرمایا۔

دعوة ذی النون اذ دعا وهو فی بطن  
 الحوت لا اله الا انت سبحانک  
 انی کنت من الظالمین "اتھ لم  
 یدع بها مسلم فی شیئ قط الا استجاب  
 له (قال الترمذی حدیث صحیح)  
 حضرت ذوالنون (یونسؑ) نے مچھلی کے پیٹ میں  
 جو دعا کی تھی وہ یہ ہے لا اله الا انت  
 سبحانک انی کنت من الظالمین جس مسلمان  
 نے کسی بات کے لئے اس دعا کو پڑھا اللہ تعالیٰ  
 نے اس کی دعا قبول فرمائی

نیز صحیح حاکم میں حضرت سعدؓ ہی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔  
 الا اخرجکم بشیئ اذ انزل بوجہ  
 متکم امرهم فدعا به یفرح  
 الله عنه و دعا ذی النون  
 کیا میں تم کو ایک ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ تم میں  
 سے کسی کو جب کوئی مشکل پیش آئے تو یہ دعا  
 پڑھے اللہ تعالیٰ اسکی مشکل کو آسان کر دے گا؟  
 اور وہ حضرت ذوالنون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا ہے

نیز صحیح حاکم میں ان ہی حضرت سعدؓ سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا۔  
 هل اذ لکم علی اسم الله الاعظم؟  
 دعاء یونس  
 کیا میں تمہیں اسم اعظم نہ بتلاؤں؟ اسم اعظم  
 حضرت یونسؑ کی دعا ہے

کسی نے کہا  
 یا رسول الله هل کان لیو شفا صفة؟  
 یا رسول الله کیا یہ دعا حضرت یونسؑ کیلئے خاص تھی؟



آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

الاصح قولہ تعالیٰ فاستجبالہ  
ونجیناہ من الغم وكذلك  
ننبی المومنین فایما مسلم دعا یہا  
فی مرضہ اربعین مرۃ اقامت فی  
مرضہ ذلک اعطی اجر شہید  
وان بری بری مغفور الہ

کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا؟  
ہم نے یونسؑ کی دعا قبول کی اور اسے  
ہم نے غم سے نجات دی اور ہم ایمان والوں  
کو اسی طرح نجات دیتے رہیں گے۔ پس جو  
مسلمان بھی اپنی بیماری میں اس آیت کو  
چالیس مرتبہ پڑھے گا تو اگر وہ اس بیماری  
میں مر گیا تو اسے شہید کا اجر دیا جائے گا۔  
اور اگر شفا یاب ہو گیا تو اس کے سارے  
گناہ بھی بخش دیئے گئے۔

اور صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کان یقول عند الکرب لا الہ الا  
اللہ العظیم المحلیم لا الہ الا اللہ  
رب العرش العظیم لا الہ الا اللہ  
رب السموات والارض رب العرش  
الکریم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عینی کے وقت یہ دعا  
پڑھا کرتے تھے لا الہ الا اللہ العظیم  
المحلیم لا الہ الا اللہ رب العرش  
العظیم لا الہ الا اللہ رب السموات  
والارض رب العرش الکریم

مسند امام احمد میں حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ

علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
سما اذا نزل کرب ان اقول  
لا الہ الا اللہ المحلیم الکریم  
سبحان اللہ وتبارک اللہ رب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصیبت کے  
وقت مجھے یہ دعا پڑھنے کی تعلیم فرمائی لا الہ  
الا اللہ المحلیم الکریم سبحان  
اللہ وتبارک اللہ رب

ترجمہ :- کوئی لائق عبادت نہیں سوا اللہ بڑائی والے اور تحمل والے کے۔ کوئی لائق عبادت

نہیں سوا اللہ کے جو صاحب عرش عظیم ہے، کوئی لائق عبادت نہیں سوا اللہ کے جو آسمانوں اور  
زمین اور عزت والے عرش کا مالک ہے

العرش العظیم والحمد للہ رب العالمین  
العرش العظیم والحمد للہ رب العالمین

نیز اسی مسند امام احمد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی عنہ سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا  
ما اصاب احداً قط هم ولا حقون فقال اللهم انی عبدک ابن امتک ناصیتی بیدک ماض فی حکمک عدل فی قضائک استلک اللهم بکل اسم هولک سمیت بہ نفسک او علمتہ احداً من خلقک او انزلتہ فی کتابک او استاثرت بہ فی علم الغیب عندک ان تجعل القرآن ربيع قلبی ونور صدری وجلاء حزنی وذهاب همی وعنی (۱)  
جب کسی کو کوئی مصیبت اور رنج پہنچے اور وہ یہ دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت اور رنج و غم کو ضرور دفع کرے گا یا اس کی جگہ کوئی دوسری فرحت و خوشی عطا فرمائے گا۔  
اللهم انی عبدک ابن امتک ناصیتی بیدک ماض فی حکمک عدل فی قضائک استلک اللهم بکل اسم هولک سمیت بہ نفسک او علمتہ احداً من خلقک او استاثرت بہ فی علم الغیب عندک ان تجعل القرآن ربيع قلبی ونور صدری وجلاء حزنی وذهاب همی وعنی (۱)

کسی نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم اسے یاد نہ کر لیں؟ آپ نے فرمایا  
بل ینبغی لمن سمعہا ان یتعلمہا ، اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں۔  
ما کوب نبی من الانبیاء الا استغاث

انبیاء کرام میں سے جس پیغمبر کو بھی کوئی بے چینی

(۱) اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں تیرے بندے کا بیٹا ہوں، تیری بندی کا بیٹا ہوں میری چوٹی تیرے ہاتھ میں ہے، میرے حق میں تیرا حکم جاوے گا ہے، میرے حق میں تیرا فیصلہ بین انصاف ہے، اے اللہ! مانگتا ہوں میں تجھ سے جس نام کی برکت سے وہ نام خاص تیری ذات کا ہے، اتنا رہے تو نے اس کو اپنی کتاب میں یا کہ اس کو سکھایا ہے تو نے کسی کو اپنی مخلوق میں سے پسند کیا ہے تو نے اس کو علم غیب میں جو شخص ہے تیرے نزدیک یہ کہے تو قرآن کو بہار میرے دل کی اور نور میرے سینہ کا اور سبب دور ہونے میری فکر اور غم کا۔ ۱۲



بالتسبیح - درپیش ہوئی انہوں نے تسبیح (سبحان اللہ) کے ذریعہ  
خدا سے فریاد کی۔

اور کتاب المجاہدین میں ابن ابی الدنیا نے حسن بھری سے سلسلہ دعا یہ قصہ بیان کیا ہے کہ انصار صحابہ  
میں ابو معلق نامی ایک صحابی تھے۔ یہ بہت بڑے تاجر تھے اپنے اور دوسروں کے مال لے کر تجارت  
کھا کرتے تھے۔ مال لے کر وہ دور دور جاتے تھے، یہ ایک عبادت گزار و پرہیزگار آدمی تھے۔  
ایک مرتبہ انہوں نے سفر کیا۔ دوران سفر میں ایک مسلح ڈاکو سے پالا پڑا۔ ڈاکو نے ان کو کہا جو کچھ  
تمہارے پاس ہے یہاں رکھ دو میں تمہیں قتل کرتا ہوں۔ ابو معلق انصاری نے کہا کیا تم مجھے قتل ہی  
کرنا چاہتے ہو۔ اگر صرف مال چاہتے ہو تو یہ مال ہے لے لو اور مجھے چھوڑ دو۔ ڈاکو نے کہا یہ مال تو  
اب میرا ہو ہی چکا ہے میں تمہیں قتل بھی ضرور کروں گا۔ ابو معلق انصاری بولے اگر مجھے تم چھوڑ نہیں  
سکتے تو مجھے اتنی جہالت تو دو کہ میں چار رکعت نماز پڑھ لوں۔ ڈاکو نے کہا اچھا تم جتنی نماز پڑھنا چاہو  
پڑھ لو۔ ابو معلق انصاری نے وضو کیا اور چار رکعت نماز پڑھی۔ نماز کے آخری سجدے میں انہوں نے یہ  
دعا پڑھی۔

یا ورود۔ یا ذا العرش المجید۔  
یا فعال لما ترید۔ استلک بعزاک  
الذی لا یموت و بملک الذی  
لا ینام و بنورک الذی ملأ  
ارکان عرشک ان تعفینى شر  
هذا اللی۔ یا مغیث اغثنی۔ یا  
مغیث اغثنی۔ یا مغیث اغثنی۔  
اے محبت کرنے والے۔ اے شاندار عرش کے مالک  
اے اپنے ارادہ سے سب کچھ کرنے والے۔ میں  
تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری عزت کا واسطہ دے  
کہ جسے کوئی چھین نہیں سکتا، تیری مالکیت کا  
واسطہ دے کہ جس میں کوئی مزاحم نہیں ہو سکتا۔  
اور تیرے نور کا واسطہ دے کہ جس سے تیرے عرش  
کا چادوں کھونٹا بھرا ہوا ہے اس چور کے شر سے  
تو مجھے بچائے۔ اے فریاد رس میری مدد کر۔ اے  
فریاد رس میری مدد کر۔ اے فریاد رس میری مدد کر۔

تین مرتبہ انہوں نے یہ دعا پڑھی اسی وقت ایک سوار نمودار ہوا جس کے ہاتھ میں نیزہ تھا  
جو گھوڑے کے سر پر دو کالوں کے بیچ میں رکھے ہوئے تھا۔ ڈاکو سوار کی طرف دیکھ رہا ہے۔ سوار  
فوراً اس کی طرف پکا اور اسے نیزے میں پرو دیا۔ اس کے بعد سوار نے ابو معلق انصاری سے  
کہا اٹھو۔ سراسٹاؤ۔ ابو معلق انصاری بولے میرے ماں باپ تم پر قربان، تم ہو کون؟ آج تمہارا



ذریعہ اللہ تعالیٰ نے میری کار بر آری فرمائی ہے۔ سوار نے کہا میں چوتھے آسمان کا ایک فرشتہ ہوں۔ جس وقت تم نے بارگاہ الہی میں دعا کی تو اس دعا نے آسمان کے دیوارے بلا دیئے جب تم نے دوسری مرتبہ دعا کی تو آسمان والوں میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ جب تم نے تیسری مرتبہ دعا کی تو مجھے حکم ہوا کہ یہ ایک ستم رسیدہ آدمی کی دعا ہے پس میں نے بارگاہ الہی میں درخواست کی کہ اس کام پر مجھے مامور کیا جائے چنانچہ میں تمہاری مدد کیلئے یہاں پہنچا ہوں۔

حضرت حسن بصری کہتے ہیں جو شخص وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھے اور مذکورہ دعا پڑھے تو اس کی دعا ضرور قبول ہوگی۔ وہ ستم رسیدہ ہو یا نہیں۔

## فصل

(دعا کے ساتھ دوسرے اسباب کا ہونا بھی ضروری ہے)

بہا اوقات بعض لوگوں کی دعا بہت جلد قبول ہو جاتی ہے اور اس لئے قبول ہو جاتی ہے کہ وہ سخت ضرورت مند ہوتے ہیں اور ضرورت کی وجہ سے ان کے اندر اضطراری کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور کامل اضطراب کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں متوجہ ہو جاتے ہیں یا یہ کہ دعا کرنے سے پیشتر دعا کرنے والے سے کوئی بڑی نیکی وجود میں آچکی ہے۔ یا اس قسم کی کوئی اور بھلائی اس سے دقوا میں آچکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی دعا جلد قبول ہو جاتی ہے اور اس کی نیکی کا اسے بدلہ دیا جاتا ہے۔ یا دعا کسی ایسے وقت میں کی گئی کہ وہ اجابت دعا کا وقت تھا یا اس قسم کا کوئی اور سبب موجود ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کی دعا بہت جلد قبول ہو جاتی ہے یہ دیکھ کر بعض لوگ یہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ اجابت دعا کا سبب صرف دعا کے الفاظ اور کلمات ہیں اور ان الفاظ و کلمات ہی پر دہ نیکہ کر لیتے ہیں اور وہ اسباب اور باتیں چھوڑ دیتے ہیں جن کی وجہ سے اس کی دعا قبول ہوئی تھی۔ اس کی مثال بعینہ ایسی ہے کہ ایک شخص ایک مفید دوا کسی مناسب وقت اور مناسب موقع پر استعمال کرتا ہے اور وہ اس کے فن میں مفید ثابت ہوتی ہے۔ دیکھنے والا یہ سمجھ لیتا ہے کہ صرف اس دوا کے استعمال سے اسے شفا ملی ہے کسی دوسرے اسباب کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس کا یہ سمجھنا قطعاً غلط ہے۔ دعا کے افادہ کے لئے دوا کے علاوہ دیگر امور کی بھی ضرورت ہوا کرتی ہے۔

یہ وہ غلط فہمی ہے کہ بہت سے لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں۔ اور اس قسم

کی غلط فہمیوں میں سے یہ بھی ایک زبردست غلط فہمی ہے کہ ایک شخص اپنی اضطرابی کیفیت کے ساتھ کسی قبر پر پہنچتا ہے اور وہاں پہنچ کر بارگاہِ الہی میں مضطربانہ حالت میں دعا کرتا ہے اور روتا گڑگڑاتا ہے اس کی مضطربانہ حالت کی بنا پر اس کی وہ دعا قبول ہو جاتی ہے۔ جاہل لوگ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ مقبولیت دعا کا سبب اور راز یہ قبر ہے۔ حالانکہ ان کا یہ سمجھنا سراسر غلط ہے۔ مقبولیت دعا کا سبب اور راز اس کا اضطراب اور بارگاہِ الہی میں اس کی مضطربانہ التجا اور اس کی عجز و انکساری ہے۔ اگر یہی باتیں اس سے سرزد ہوتیں اور کسی مسجد میں ہوتیں تو زیادہ بہتر ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ قربات ہوتی۔

## فصل

(دعا اور تعوذات بمنزلہ اسلحہ کے ہیں)

دعا اور تعوذات (خدا سے پناہ چاہنا) اسلحہ کی طرح ہیں اور اسلحہ بھی صرف تیز دھار والے نہیں بلکہ اسلحہ مع سپاہی۔ جب تلووار تیز دھار ہوگی اور اس میں کوئی نقص نہیں ہوگا اور بازو بھی قوی اور مضبوط ہوں گے اور کوئی رکاوٹ بھی نہ ہوگی تو وہ ضرور دشمن کا کام تمام کر دے گی۔ اور اگر ان تین باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی (مقصود) ہوگی تو ہتھیار یقیناً ناکام ہوگا۔ ہتھیار کی عمدگی اور تیزی کا کوئی اثر مرتب نہ ہوگا۔ اگر دعائیہ نفسہ اچھی نہیں ہے یا دعا کرنے والے کا دل اور زبان ایک نہیں ہے یا اجابت دعائیں کوئی دوسری چیز مانع ہے تو یقیناً دعا کا اثر نہ ہوگا

## فصل

(اسباب ترک کر کے صرف تقدیر پر تکیہ کر لینا مذموم ہے)

یہاں ایک مشہور سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ جس امر کے لئے دعا کی جاتی ہے اگر وہ مفقود ہو چکا ہے تو بندہ دعا کرے یا نہ کرے اس کا دقت تو اس میں آتا لایم اور ضروری ہے اور اگر وہ مفقود نہیں ہے تو بندہ سوال کرے یا نہ کرے دقت تو اس میں نہیں آئے گا۔

اس مشہور مغالطہ کو ایک گروہ نے صحیح نتیجہ لیا اور دعا و التجا کو بالکل چھوڑ بیٹھا ہے، اس مشہور مغالطہ کی بنا پر یہ گروہ اس امر کا قائل ہو گیا کہ سوال، دعا، التجا سے کوئی فائدہ حاصل

نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ان کی انتہائی جہالت اور ضلالت و گمراہی ہے۔ علاوہ انہی اپنے مسلک میں یہ خود متناقض ہیں۔ ان کے مسلک میں باہمی تضاد و تخالف پایا جاتا ہے کیونکہ اگر یہ لوگ اپنے اس مسلک کو بطور کلی مان لیتے ہیں تو دنیا جہاں کے تمام اسباب کا تعطل واجب و ضروری ہو جاتا ہے اس مسلک کے قائل سے کہا جائے اگر سیری و سیرابی تیرے لئے مقدر ہو چکی ہے تو وہ ہو کر رہے گی تو کھائے یا نہ کھائے، پانی پئے یا نہ پئے۔ اور اگر مقدر نہیں ہے تو تجھے ہرگز ہرگز سیری و سیرابی حاصل نہ ہوگی تو کھائے یا نہ کھائے، اسی طرح اگر اولاد تمہارے لئے مقدر ہو چکی ہے تو وہ یقیناً ہو کر رہے گی، اپنی بی بی، باندی سے خلوت و ہمبستری کرو یا نہ کرو۔ اور اگر مقدر نہیں ہے تو ہرگز ہرگز اولاد نہ ہوگی، خلوت و ہمبستری کرو یا نہ کرو، پھر تمہیں نکاح کی یا باندی کی کیا ضرورت ہے؟ دنیا کے سارے اسباب اور اسباب کے سارے سلسلہ کو اسی طرح سمجھ لو۔ پس کیا اس خیال کے آدمی کو عقلمند۔ اور عقلمند تو کیا انسان بھی کیا جاسکتا ہے؟ بلکہ حیوانات اور چوپائے تک یہ اسباب کو فطرۃً ہیا کرتے ہیں جن سے ان کی بقا اور جن سے ان کی زندگی وابستہ ہے، پس ان لوگوں سے تو حیوانات چوپائے زیادہ عقلمند اور سمجھ دار کہے جائیں گے۔ یہ لوگ تو حیوانات سے بھی گئے گزرے ہیں۔

بعض نے تو اپنی فطانت و زیرکی کا ثبوت یہاں تک دیدیا تو یہ کہہ دیا کہ دعا کرنا محض ایک تعبدی امر ہے۔ اللہ تعالیٰ دعا کرنے والے کو صرف اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔ حصول مطلب میں دعا کا کوئی اثر و دخل نہیں۔ ان زیرک طبع انسانوں کے نزدیک قلب و زبان سے دعا، التجا کرنے نہ کرنے میں حصول مطلب کے لئے کوئی فرق نہیں۔

ایک گروہ جو اس سے بھی زیادہ زیرکی اور دانائی کا مدعی ہے کہتا ہے نہیں بلکہ حصول مطلب و دعا، اور قضا حاجت کے بارے میں دعا ایک علامت و نشانی کا حکم رکھتی ہے کسی بندے کو دعا کی توفیق میسر آئی تو یہ اس کی حاجت روائی اور حصول دعا کی علامت ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ موسم برسات میں تم سیاہ بادلوں کی گھٹائیں اور سر ہوائیں دیکھتے ہو تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ برسات ضرور ہوگی، ان لوگوں کے نزدیک طاعات، عبادات کے اجر و ثواب اور کفر و معاصی کے عقاب و عذاب کا بھی یہی حکم ہے کہ طاعات و عبادات، کفر و معاصی محض اجر و ثواب، عقاب و عذاب کی علامتیں ہیں اور کچھ نہیں کیونکہ یہ چیزیں ثواب و عذاب کے اسباب نہیں ہیں ان لوگوں کے نزدیک کسی چیز کو توڑنے سے ٹوٹ جانے جلانے سے جل



جانے، قتل کرنے سے قتل ہو جانے کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ یہ چیزیں ان امور کے لئے حتمی اسباب نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ان چیزوں میں اور ان امور میں کوئی ترتیب و تعلق نہیں ہے محض ایک عادت و ربط و تعلق ہے۔ کوئی ایسا اثر اور ایسا تعلق در ربط نہیں جو بطور سبب و علت کے ہو۔ ان کا یہ قول جس ظاہر، عقل، شرع، فطرت اور تمام اہل عقل و بصیرت کے خلاف ہے بلکہ دنیا جہان کے عقلمند ارباب بصیرت ان کا مضحکہ اڑاتے ہیں۔

مسائل کے بیان کردہ دونوں مسئلوں کے علاوہ اس باب میں ایک تیسرا مسلک بھی ہے اور وہی صحیح مسلک ہے اور وہ یہ کہ امر مقدر و مقدر اسباب کے ساتھ مقدر و مقدر ہوا ہے اور انہی اسباب میں سے ایک سبب دعا بھی ہے۔ کوئی امر مقدر و مقدر محض بلا سبب مقدر و مقدر نہیں ہوا بلکہ اسباب کے ساتھ مقدر و مقدر ہوا ہے۔ پس ہر چیز کوئی سبب عمل میں لاتا ہے تو اس سبب کے ساتھ جو امر مقدر و مقدر ہے وہ بھی وقوع میں آ جاتا ہے۔ اور سبب عمل میں نہیں لاتا تو اس سبب کے ساتھ جو امر مقدر و مقدر ہے وہ بھی وقوع میں نہیں آتا مثلاً سیری و سیرابی کھانے پینے کے ساتھ، اولاد ہمبستری کے ساتھ، کھیتی اناج زمین پر دانے بونے کے ساتھ اور جانور کی جان کا کھنا ذبح کرنے کے ساتھ مقدر و مقدر ہے۔ اور یہی تیسری قسم صحیح اور سچی ہے۔ اور اس تیسری قسم کے سمجھنے سے سائل محروم ہے اور اسے اس کے سمجھنے کی توفیق ہی میسر نہیں ہوئی اس تیسری قسم کے لحاظ سے دعا، التجا ایک قوی ترین، اور زبردست سبب ہے پس جبکہ کسی امر مقدر کا وقوع دعا کے ساتھ مقدر ہے تو پھر یہ کہنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کہ دعا سے کوئی فائدہ نہیں جس طرح کہ یہ کہنا صحیح نہیں کہ کھانے، پینے اور دیگر حرکات اور اعمال سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ یقیناً حصول مطلب کے لئے دعا، التجا سے زیادہ کوئی چیز مؤثر، مفید اور نفع بخش نہیں اور اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا سبب نہیں چونکہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اللہ، اللہ کے رسول اور کتاب و سنت کو سب سے زیادہ جانتے والے اور دین کو سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے اس لئے اس سبب ادعا، کو تمام اسباب سے زیادہ اہمیت دیتے تھے اور نہایت اہتمام کے ساتھ اس پر عمل کرتے تھے۔ وہ دعا اور التجا کے شرائط و آداب کے پابند تھے۔

خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظمؓ اسلام کے مقابلہ میں دعائی کے ذریعہ بارگاہ الہی میں نصرت و امداد اور فتح و ظفر کی التجائیں کرتے تھے اور اکثر اوقات صحابہ کرامؓ کو فرمایا

کرتے تھے کہ

لستم تنصرون بکثرة وانما تنصرون من السماء  
اور فرمایا کرتے تھے۔

ان لا اهل هم الا حياية ولكن هم الدعاء فاذا اُلهمت الدعاء فان الا حياية معي  
مجھے اجابت دعا کی فکر نہیں، فکر ہے تو دعا کی جب دعا کی تو فیتق دی گئی تو اجابت تو اسکے ساتھ ہی ہے۔

کسی شاعر نے اس معنی کو اپنے شعر میں ادا کیا ہے۔

لو لم تود نبل ما ارجو واطلب ما علمتني الطلب  
من جود كفيل ما علمتني الطلب  
اگر اپنے دست سخا سے میری طلب کو پوری کرے گا تو ارادہ نہ کرنا تو مانگنا مجھے نہ سکھائے ہوتا۔ پس جس شخص کو دعا القا کی گئی، دعا، التجا کی توفیق عطا کی گئی تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس نے ضرور اجابت دعا کا ارادہ فرمایا ہے چنانچہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے  
ادعونی استجب لكم (سورہ غافر)  
تم مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ اور ارشاد ہے

واذا سئلك عبادي عني فاني قريب اجيب دعوة الداع اذا دعان (بقرہ)  
جب میرا بندہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کے قریب ہوتا ہوں، دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔ اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا  
من لم يسئل الله يغضب عليه  
جو آدمی اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس پر خفا ہوتا ہے۔

یہ آیتیں اور حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اسی میں ہے کہ اس سے دعا کی جائے، اس سے سوال کیا جائے، اس سے بندے مانگیں، اس کی اطاعت و عبادت کی جائے اور ظاہر ہے کہ جب اللہ رب تبارک و تعالیٰ راضی ہوتا ہے تو ہمہ قسم کی خیر، بھلائی اسی کی رضامندی اور خوشنودی ہی میں ہے۔ جس طرح کہ ہر قسم کی آفتیں اور مصیبتیں اس کے غضب، خفگی اور ناراضگی میں ہیں

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی کتاب ”کتاب الزہد“ میں ایک حدیث قدسی نقل کی ہے۔



اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا - اِذَا رَضِيتْ  
بَارَكْتَ وَلَيْسَ لِبَرَكَّتِي مَنْتَهٰی  
وَ اِذَا غَضِبْتَ لَعَنْتَ وَلَعْنَتِيْ  
تَبْلُغُ السَّابِغَ مِنَ الْوَلَدِ

میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، جب میں  
کسی سے راضی ہوتا ہوں تو اس کو میں اپنی برکت  
سے نوازتا ہوں اور میری برکت کی کوئی انتہاء  
نہیں ہے اور جب میں کسی سے خفا ہوتا ہوں تو میں  
اس پر لعنت بھیجتا ہوں اور میری لعنت اس  
کی ساتویں اولاد تک پہنچتی ہے

عقل و قفل فطرت اور تمام اعلیٰ و اقوام اور پرستار ان مذاہب کا تجربہ رہنمائی کرتا ہے کہ اللہ  
رب العالمین کا تقرب اس کی رضا مندی اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کے بندوں کے  
ساتھ نیکی، بھلائی اور احسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر قسم کے خیر اور بھلائی حاصل کرنے کا سب سے  
بڑا سبب ہے اور اس کے خلاف عمل کرنا ہمہ قسم کے شر اور برائی کا سبب ہے۔ پس تم انعامات الہیہ  
اور اس کی نوازشات سے اسی قدر بہرہ ور ہو سکتے ہو۔ اور اسی قدر اس کی خفگی و ناراضگی سے دور  
رہ سکتے ہو جس قدر تم اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرو گے اور اس کا تقرب حاصل کرو گے اور اس  
کی مخلوق اور بندوں کے ساتھ احسان اور صلہ رحمی کرو گے۔

حق سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن حکیم کے اندر ہمہ قسم کی خیر و بھلائی، فلاح و بہبود، سرور و بہجت  
کو اعمال ہی سے وابستہ فرمایا ہے اور اس طرح وابستہ فرمایا ہے جس طرح جزائے شرط۔ یا معلول علت  
یا مسبب سبب سے وابستہ ہوتا ہے اور یہ تلازم ایک ہزار سے زیادہ مواقع میں قرآن حکیم کے  
اندر موجود ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی تنکوینی حکم یا تشریحی حکم کو کسی ایسے مناسب وصف پر  
مترتب فرماتا ہے جو مسبب و سبب۔ معلول و علت کا صاف صاف ثبوت پیش کرتا ہے۔ مثلاً  
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَلَا تَعْتُوا عَمَانَهُمْ لَعْنَتِيْ قُلْنَا لَهُمْ كُتِبَ  
قِرْدَةٌ خَاسِتِيْنَ (اعراف)

اور ارشاد فرماتا ہے۔

فَلَا اَسْفَوْا اَنْتُمْ مِّنْهُمْ (زحرف)

پھر جب ان لوگوں نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان  
سے بدلہ لیا۔



اور ارشاد فرماتا ہے

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا  
جِزَاءً بِمَا كَسَبَا - (مائده)  
اور ارشاد فرماتا ہے -

ان المسلمين والمسلمات - الى قولہ -  
والذاکرين اللہ کثیرا والذاکرات  
اعد اللہ لہم مغفرة واجرا عظيما -  
(احزاب)  
بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں - الی قولہ -  
کثرت سے خدا کو یاد کرنے والے مرد اور کثرت  
سے یاد کرنے والی عورتیں ان کے لئے بدلہ میں اللہ  
تعالیٰ نے گناہوں کی معافی اور بڑے بڑے اجر  
تیار کر رکھے ہیں -

اس قسم کی آیتیں قرآن حکیم کے اندر بکثرت موجود ہیں -

اور کبھی اللہ تعالیٰ اس قسم کے حکم کو صیغہ شرط و جزا سے مربوط و مرتب فرماتا ہے - ارشاد فرماتا ہے  
ان تتقوا اللہ یجعل لکم فوقانا ویغفر  
عنکم سیئاتکم ویغفر لکم  
لے لے ایک امتیاز پیدا کر دے گا اور تمہارے گناہ  
تم سے دور کر دے گا - اور تم کو بخش دے گا  
(انفال)

اور ارشاد فرماتا ہے

وان لو استقاموا علی الطریقت  
لاستقیناھم ماء عندنا (جن)  
اور ارشاد فرماتا ہے -  
اور اگر یہ لوگ سیدھے راستے پر قائم رہتے تو ہم  
ان کو پانی کی ریل پیل سے سیراب کر دیتے -

فان تالیوا و اقاموا الصلوة واتوا  
الزکوۃ فاخوانکم فی الدین (توبہ)  
اگر یہ لوگ توبہ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں  
توبہ تمہارے دینی بھائی ہیں -

اس قسم کی آیتیں بھی قرآن حکیم میں بکثرت موجود ہیں -

اور کبھی لام تعلیل کے ساتھ اس قسم کے حکم کو نتیجہ و معلول قرار دیتا ہے - مثلاً ارشاد فرماتا ہے  
لیدبروا آیاتہ ولیتزعزوا ولوا الالباب  
تا کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور کریں اور تا کہ عقلمند  
لوگ اس سے نصیحت پکڑ لیں -  
(ص)

اور مثلاً

لتكونوا شهداء على الناس ويحون الرسول عليكم شهيداً ريقه، تاکہ لوگوں کے مقابلہ میں تم گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ بنیں۔

اور کبھی حرف ”کئے“ سے جو تعلیل کے لئے آتا ہے حکم کی ترتیب کا اظہار فرماتا ہے مثلاً۔  
کیلا یحون دولتی بین الاغنیاء منکم ر حشر یہ حکم اس لئے دیا گیا کہ جو لوگ تم میں مالدار ہیں یہ مال ان ہی میں دائم نہ رہے

اور کبھی ”باء سبب کے ساتھ مثلاً“  
ذالک بما قدمت ایدیکم ر آل عمران اور یہ تمہارے ہاتھوں نے پہلے کیا اس کا نتیجہ ہے اور مثلاً

بما کنتم تعملون ر یونس، تمہارے عمل کا بدلہ ہے۔

اور  
بما کنتم تکسبون اور  
تمہارے کسب کا نتیجہ ہے

ذالک بانهم یغفرون بایات اللہ یہ اس کا بدلہ ہے جو یہ لوگ خدا کی آیتوں کا انکار کرتے رہے

اور کبھی صریح۔ یا محذوف مفعول کے ذریعہ علت و معلول کو واضح فرماتا ہے مثلاً  
فرجل وامراتان من ترضون من الشہداء ان تفضل احداهما فتذر احداهما الاخری تو ایک مرد اور دو عورتیں جو تمہیں پسندیدہ ہوں انکو گواہ بنا لو تاکہ اگر کوئی ایک بھول جائے تو دوسرا اسے یاد دلا دیوے۔

ان تقولوا یوم القیامت انا كنا عن هذا غافلين ر اعراف، قیامت کے دن تم یہ کہو گے کہ بے شک ہم اس چیز سے غافل تھے۔  
ان تقولوا انما انزل الكتاب علی طائفتین من قبلنا ر انعام، تم یہ کہو کہ یہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہ پر ہی اتاری گئی تھی۔

اور کبھی اللہ تعالیٰ فاء سیمیہ کے ساتھ حکم کو ماقبل کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔  
فلذبوة فحقیرھا۔ فلذمدم علیہم ربہم بذنبہم فسواھا ر شمس اس پر بھی ان لوگوں نے پیغمبر کو جھٹلایا اور انہی کو مار ڈالا تو ان کے پروردگار نے ان کے گناہ

کے بدلے میں ان پر بلاکت لا ڈالی اور سب کا  
ٹیڑا کر دیا۔

اور مثلاً

فَعَصُوا رَسُولَ رَبِّهِمْ فَاْخَذْنَاهُمْ  
اِخْذَةً رَّايِمَةً (الحاقة)  
فَكَذَّبُوهُمَا فَكَانُوا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ  
(مومنون)

پس ان لوگوں نے اپنے پروردگار کے پیغمبر کی نافرمانی  
کی تو اس نے بھی ان کو بڑا سخت پکڑا  
غرض یہ ان لوگوں نے موسیٰ اور ہارونؑ دونوں کو  
ٹھٹھایا تو یہ ہلاک کر دیئے گئے۔

یہ اور اسکی مثل دوسری آیتیں

اور کبھی حرف ”لما“ سے جو شرط و جزا پر دلالت کرتا ہے مثلاً

فَلَمَّا اَسْفَوْنا اَنْتَقَمْنَا مِنْهُمْ  
(ذہر حرف)  
پھر جب ان لوگوں نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے  
ان سے بدل لیا۔

اور کبھی حرف ”ان“ کے ساتھ۔ مثلاً

اِنَّهُمْ يَسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ (انبیاء)  
اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا سَوْءًا غَرَقْنَاهُمْ  
اجمیعین (انبیاء)  
اسلئے کہ یہ لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے  
یہ نافرمان بڑے بڑے لوگ تھے ہم نے ان  
سب کو غرق کر دیا۔

اور کبھی حرف ”لولا“ کے ساتھ جو اپنے ماقبل کو اپنے مابعد سے مربوط کرتا ہے یہ حکم ظاہر  
فرماتا ہے مثلاً

فَلَوْلَا اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ اللَّيْلِ  
فِيْ بَطْنِهَا اِلٰى يَوْمٍ يَّبْعَثُوْنَ  
(صافات)  
تو اگر یونس خدا کی تسبیح و تقدیس کرنے والوں  
میں نہ ہوتے تو اس دن تک کہ لوگ اٹھنا  
کھڑے کیے جا ئیں گے مچھل رہی کے پیٹ میں رہتے

اور کبھی حرف ”لو“ سے جو شرط و جزا پر دلالت کرتا ہے مثلاً

فَلَوْ اَنَّهٗمْ فَعَلُوْا مَا يُوعَدُوْنَ لَیْسَ  
خَيْرًا لَّهٖمْ (النساء)  
اور جو کچھ ان کو بھجایا جاتا اگر ان کی تعمیل کرتے تو  
ان کے حق میں بہتر ہوتا۔

حاصل کلام یہ کہ قرآن حکیم اول سے آخر تک خیر و شر اور احکام و تنبیہ اور امر و نہی کا ریلوے اسٹیشن  
پر بصراحت فرماتا ہے بلکہ دنیا اور آخرت کے تمام احکام۔ اور مصالح و مفاسد کو اسباب و



اعمال ہی پر مرتب فرمایا ہے جو شخص اس مسئلہ پر پوری عقلمندی اور تفقہ سے کام لے گا اور اس پر کامل طور پر غور و تامل کرے گا اسے اس سے انتہا درجہ کا نفع پہنچے گا اور اس قدر نفع پہنچے گا کہ اس کا اندازہ لگانا دشوار ہے اور اپنی جہالت و بے علمی، غرور و کاہلی، بے عملی، افراط و تفریط کی وجہ سے ساری طاقتیں ضائع کرنے اور قوت عمل برباد کرنے کے لئے صرف اس تقدیر پر کبھی ٹیکہ اور بھروسہ نہیں کرے گا کہ جس کے معنی یہ ہیں کہ عاجزی، کاہلی، بے عملی کو توکل سمجھ لیا گیا ہے اور توکل اسی عاجزی، کاہلی، بے عملی کا نام رکھ لیا ہے بلکہ کامل ترین فقیہ "عقلمند" اور سمجھدار انسان وہی ہے جو تقدیر کو تقدیر سے ٹوڑے اور تقدیر کی تقدیر سے مدافعت کرے۔ تقدیر کے مقابلہ میں تقدیر کو لاکھڑا کر دے بلکہ واقعہ اور حقیقت یہ ہے کہ انسان اس اصول پر عمل کیے بغیر اس دنیا میں زندہ ہی نہیں رہ سکتا، بھوک، پیاس، مرضی، گرمی اور ہمہ قسم کے خوف سے نجات پانے اور بچنے کے اسباب تقدیر ہی کی جانب سے ہیں اور دنیا جہاں کی ساری مخلوق ان چیزوں کی مدافعت اسی طرح کر رہی ہے کہ تقدیر سے تقدیر کی مدافعت کی جاتی ہے اسی طرح وہ انسان جسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے توفیق میسر آتی ہے۔ اور جسے اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت عطا فرمائی ہے وہ ہمیشہ مقدس شدہ اخروی عقوبت و عذاب کی مدافعت مقدس شدہ توبہ و انابت سے اور ایمان و اعمالِ صالحہ کے ذریعہ کرتا ہے اور یہی وہ تقدیر ہے جس سے دنیا اور آخرت کے تمام خطرات اور تکالیف و مصائب کا مقابلہ اور مدافعت کی جاتی ہے، دونوں جہاں کا مالک، رب، پروردگار ایک ہی ہے۔ اس کی حکمت بھی ایک ہی طریقہ پر کام کرتی ہے۔ اس کی حکمتوں اور مصلحتوں میں باہم تضاد اور تناقض نہیں ہے۔ اس کی ایک حکمت و مصلحت دوسری حکمت و مصلحت سے کبھی ٹکراتی نہیں۔ ایک مصلحت دوسری مصلحت کو کبھی باطل اور لغو نہیں قرار دیتی۔ پس تقدیر کا یہ مسئلہ درحقیقت اس شخص کے حق میں جو اس کی قدر و عظمت کر سکتا ہے اور اس کے حقوق کی کما حقہ رعایت کر سکتا ہے۔ بڑا ہی اہم ہے اور بڑے سے بڑے مسائل سے بھی زیادہ شریف اور بزرگ ترین مسئلہ ہے۔ واللہ المستعان۔

لیکن یہاں اسکے لئے دو اہم امور بحث طلب باقی رہ گئے ہیں جن سے اس کی سعادت و فلاح وابستہ ہے۔

اولیٰ یہ کہ انسان خیر و شر کے اسباب اور اس کی تفصیلات سے پوری طرح آگاہ اور باخبر ہو جائے پس انسان اس باب سے میں اپنے مشاہدات کو جو دنیا میں اس کے سامنے آچکے ہیں اور اپنے اندر دباہر کے تجربات کو اور قدیم و حدیث، اگلی پچھلی قوموں کے حالات و واقعات کو جو اس نے

تاریخ میں پڑھے اور سنے ہیں۔ اپنا نصیر و مددگار بنائے اور اس بارے میں سب سے زیادہ مفید و نفع بخش قرآن حکیم ہے اگر پوسے غور و تدبر سے قرآن حکیم کا مطالعہ کیا جائے تو قرآن حکیم ان تمام امور کا مجموعہ و جوہ کفیل و ضامن ہے۔ اس کے اندر خیر و شر کے تمام اسباب پوری تفصیل اور پوری وضاحت کے ساتھ موجود ہیں۔

قرآن حکیم کے بعد سنت نبوی کا درجہ ہے۔ سنت نبوی قرآن کی رفیقہ بہن ہے، کیونکہ یہ درجہ دوم کی وحی الہی ہے۔ جو شخص ان دو چیزوں کے اندر اپنی توجہ کرے گا تو یہ اس کے لئے کافی ہو جائیں گی اور دوسری تمام چوکھٹوں سے مستغنی اور بے پروا کر دیں گی۔ یہ دونوں چیزیں تمہاری راہنمائی، راہبری اس طرح کو رہی گی کہ خیر و شر اور ان کے اسباب اس طرح تمہارے ہواشنہ آجائیں گے کہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اس کے بعد تم دنیا کی قوموں اور ملتوں کی تاریخ، اور اطاعت گزاروں اور نافرمانوں کے حالات و واقعات پر غور کرو گے تو تمہیں اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ قرآن حکیم اور سنت نبوی نے جو کچھ بیان کیا ہے بالکل صحیح اور ٹھیک ٹھیک ہے۔ تاریخ و حالات کا ہر ہر واقعہ کتاب و سنت کے عین مطابق ہے اور ان تمام تاریخی واقعات و حالات کو اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں اور وعیدوں کی تفصیل پاؤ گے جن کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ اور آفاق و عالم میں اللہ تعالیٰ کی جس قدر نشانیاں ہیں وہ بھی تمہاری راہ نمائی اور راہ برسی کریں گی کہ قرآن حکیم بالکل برحق ہے اور آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برحق پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے ضرور پورے فرمائیں گے۔ پس تاریخ ان جزئیات و واقعات کی تفصیل ہے جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اسباب خیر و شر کے ضمن میں پیش فرمائے ہیں اور یہ ان اسباب خیر و شر کے کلیات و اصول کی تفصیل ہے جس کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے وضاحت فرمائی اور اس کی تفصیل کی ہے۔

## فصل

زبانی توبہ استغفار کے مجروح و سرپرگنا ہوں گا اگر کہیں  
قطعا درست نہیں۔ خدا کا رسول اس بات سے باخبر  
ہوتا ہے جس سے خدا راضی ہے۔ حسن ظن، کفارہ و توبہ  
خوف و رجاء کی حقیقت



امردوم یہ ہے کہ اسباب کے باسے میں بندہ اپنے نفس کے مغالطہ اور دھوکہ سے بہت ہوشیار رہے۔ اور اس سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرے کہ یہ ایک اہم معاملہ اور نازک ترین امر ہے۔ کیونکہ ہر بندہ اس امر کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ معصیت و نافرمانی، غفلت اور خدا فرموشی اس کے حق میں ایک خطرناک امر ہے اس کی ہلاکت و تباہی کا موجب اور سبب ہے جس سے اس کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ ہو جاتے ہیں لیکن پھر بھی بندے کا نفس اسے دھوکہ اور فریب دیتا رہتا ہے اور یہ دھوکہ اور فریب کبھی خدا کے عفو و درگزر اور مغفرت و بخشش کی امید پر ہوتا ہے اور کبھی زبانی توبہ و استغفار کے بھروسہ پر اور کبھی ادنیٰ درجے کے مستحبات کے بھروسہ پر اور کبھی علم و منزلت کے غرہ پر۔ کبھی تقدیر کی اڑنے کر، کبھی اپنے جیسے لوگوں کے اعمال و کردار کو دلیل کی راہ بنا کر، کبھی ان لوگوں کی اقتدار کی بنا پر جو ریاست و امارت، جاہ و منزلت کے فتنہ میں پڑ کر دنیا کے عوض اپنا دین برباد کر چکے ہیں اور بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ابھی تیرہ چار سو گنہگار ہیں۔ استغفر اللہ۔ استغفر اللہ کہہ کر معاف کرا لیں گے۔

ایک فقیہ جسے فقہ سے خاص نسبت ہے ایک روز مجھ سے کہنے لگے میں تو سارے کام کر گزرتا ہوں اس کے بعد سو مرتبہ سبحان اللہ پچھرا پڑھ لیا کرتا ہوں سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور استدلال میں یہ حدیث بیان کر دی

من قال فی یوم سبحان اللہ و بحمدہ  
مائتہ مرتۃ حطت خطایاہ و لوحاتہ  
جو آدمی ایک دن میں سو مرتبہ سبحان اللہ  
و بحمدہ پڑھ لیا کرے گا اسکے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے  
مثلاً عبد الجبار۔

ایک گناہ کا باشندہ مجھ سے کہنے لگا ہم سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو غسل کر کے خانہ کعبہ کا طواف کر لیتے ہیں اس سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

ایک اور صاحب کہنے لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صحیح حدیث ہے۔

اذنب عبدی ذنبا فقال اے رب  
اصبت فاغفر لی فغفر اللہ ذنبہ ثم  
مکث ما شاء اللہ، ثم اذنب ذنبا  
اخری فقال ای رب اصبت ذنبا  
فاغفر لی فقال اللہ عز وجل قد علم  
بندہ گناہ کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ کہتا ہے، اے  
پروردگار مجھ سے گناہ ہو گیا معاف فرما۔ خدا اس کا  
گناہ معاف کر دیتا ہے پھر کچھ عرصہ رک کر پھر گناہ  
کرتا ہے، پھر بارگاہ الہی میں رجوع کرتا ہے اور  
کہتا ہے اے پروردگار مجھ سے خطا ہو گئی تو



عبدی ان لہ ربنا یعفر الذنب و  
یاخذ ، قد عفرت لعبدی  
فلیصنع ما شاء

معاف فرما، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا یہ بندہ جانتا ہے  
کہ اسکا کوئی رب ہے جو گناہ کو معاف بھی کر سکتا ہے  
اور گرفت بھی کر سکتا ہے اس بندے کا گناہ میں نے  
معاف کر دیا اب اسکا جو جہا چاہے کرے۔

یہ حدیث بیان کرنے کے بعد وہ کہنے لگا مجھے اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ میرا پروردگار  
ہے جو گناہوں کی مغفرت کر سکتا ہے اور گرفت بھی کر سکتا ہے اس قسم کے لوگ بسا اوقات اس قسم  
کی امید ورجاء کی نصوص سے چٹے رہتے ہیں، انہی پر تکیہ کر لیتے ہیں اور دونوں ہاتھوں سے اس قسم  
کی نصوص کو تمام لیتے ہیں اگر اس قسم کے لوگوں پر گناہوں اور گناہوں کے انہماک پر ملامت و سرزنش  
کی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت، وسعت عفو و مغفرت اور امید ورجاء کی ساری  
نصوص اور اس بارے میں ان کے پاس جس قدر بھی اندوختہ ہوتا ہے پیش کرنا شروع کر  
دیتے ہیں اور پھر جاہل بے علم لوگ تو کچھ عجیب و غریب ہی باتیں کہا کرتے ہیں چنانچہ کسی نے  
کہا ہے ۷

و کثر ما استطعت من المخطایا  
اذا کان المقدم علی کریم

جب تمہیں کریم و بخشش کرنے والے کی بارگاہ میں  
حاضری دینی ہے تو پھر مستعد بھی ہو سکے گناہ کر لو۔

اور مثلاً بعض کہتے ہیں گناہوں سے اجتناب کرنا اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت اور وسعت عفو  
عفو و کرم، اور وسعت مغفرت و بخشش سے بے خبر ہے۔

اور کوئی کہتا ہے گناہوں سے باز رہنا اللہ تعالیٰ کی مغفرت و بخشش کی خلاف ورزی اور اسکی  
شان کرہی کی توہین ہے۔

اور محمد بن حزم کہتے ہیں میں نے کچھ لوگوں کو دعائیں یہ کہتے سنا ہے۔ اے اللہ میں عصمت بے گناہی  
سے تیری پناہ پاتا ہوں اور پھر تمہیں بہت سے لوگ ملیں گے جو مسئلہ حیر و قد سے اپنا تعلق و رشتہ  
جوڑ بیٹھے ہیں اور صاف صاف کہتے ہیں بندہ اپنے افعال و اعمال میں بالکل بے اختیار اور معافی و  
گناہ کے ارتکاب میں مجبور محض ہے۔ اور اہم لوگوں میں سے بعض مسئلہ ارجاء کے قریب میں مبتلا ہیں  
کہتے ہیں ایمان صرف تصدیق قلب کا نام ہے، اعمال کو ایمان سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں فاسق  
سے فاسق ترین آدمی کا ایمان اور جبریل و میکائیل کا ایمان برابر ہے انہی میں بہت سے لوگ ہیں جو فقراء  
مشائخ اور صالح، نیک بخت بندوں کی محبت، ان کی قبروں کی زیارت، انکے سامنے تفرغ و زاری کرنے ان

کی شفاعت و سفارش حاصل کرنے اور بارگاہِ الہی میں ان کا وسیلہ لینے اور ان کے حقوق و حرمت کا واسطہ دے کر مانگنے کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں، کچھ لوگ اپنے آباؤ و اجداد، اسلاف و بزرگوں کی عظمت و تقدیس کے فریب میں مبتلا ہیں کہ ان کے اسلاف بارگاہِ الہی میں بلند و بالا مقام اور عظیم ارشاد و درجہ رکھتے تھے۔ یہ انہیں ہر مصیبت و بلا سے نجات دلا دیں گے۔ کبھی انہیں عذاب میں مبتلا نہ ہونے دیں گے جس طرح کہ سلاطین کی بارگاہ میں ہوا کرتا ہے، سلاطین و ملوک اپنے خواص و مقربین کی اولاد و فرزندان کے حسبِ اہم گناہ اور لغزشیں معاف کر دیا کرتے ہیں، خواص و مقربین کے عزیزوں اور قریبوں میں سے جب کوئی کسی خطرناک جرم کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کا باپ یا دادا اپنی جاہ و منزلت اور قربتِ مرتبت کے زور سے اسے چھڑا لیتا ہے۔

بعض فریب خوردہ اس چکر میں پڑے ہوئے ہیں کہ بندہ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ بالکل مستغنی ہے، بندہ کو عذاب دیتے ہیں اس کے ملک اور خدائی میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا اور بندے پر جرم و کرم کرنے سے اس کے ملک اور خدائی میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اور پھر کہتا ہے اس کی رحمت کا میں محتاج ہوں۔ اور وہ بہت بڑا غنی ہے۔ اگر کوئی فقیر و مسکین محتاج کسی ایسے آدمی کے در پر پہنچتا ہے جس کے در پر پانی کی نہر بہ رہی ہو اور اپنی پیاس بجھانا چاہتا ہے تو وہ ہرگز اسے منع نہیں کرے گا، پس اللہ تعالیٰ تو سب سے بڑا کریم اور سب سے زیادہ وسیع الرحمۃ ہے، مغفرت و بخشش سے اس کے ملک و خدائی میں کوئی کمی نہیں ہوتی اور عذاب دینے سے اس کے ملک میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ پھر وہ اپنے بندوں کی مغفرت کی بھول نہیں کرے گا؟

بعض ناقص العقل، فاسد الذہن تو اپنی غلط فہمی کی بنا پر قرآن و سنت کی بعض خصوصیات پر تکیہ لگاتے بیٹھے ہیں۔ مثلاً کچھ لوگ اس ریت پر تکیہ کر کے از کتاب حسبِ اہم پر جری و نڈر ہو بیٹھے ہیں۔ ولسوف یطیبت دیکھنا فاضلی (اور ایسے پیغمبروں) تمہارا پروردگار آگے چل کر تم کو اتار دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔

یہ آیت پیش کرنے کے بعد کہتے ہیں آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اس بات سے راضی نہ ہوں گے کہ آپ کی امت میں سے ایک آدمی بھی جہنم میں جائے۔ ان لوگوں کا یہ کہنا اور ایسا سمجھنا بدترین قسم کی جہالت اور ایک رسوا کذب و بہتان ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اسی بات سے راضی ہوں گے جس سے اللہ عز و جل راضی اور خوش ہو گا اور جب اللہ تعالیٰ کا غامد ہی ایسا نہیں ہے کہ وہ ظالموں، فاسقوں، خائنوں، بدکرداروں اور کبیرہ گناہوں پر اصرار کرنے والوں کو



عذاب میں مبتلا کرے تو پھر حاشا للہ۔ یہ کیس طرح ہو سکتا ہے کہ اس کا رسول اس بات سے راضی اور خوش ہو جس سے رب تبارک و تعالیٰ راضی نہیں ہے۔

کچھ لوگ اس آیت پر تکیہ کر بیٹھتے ہیں

ان الله يغفر الذنوب جميعا رزق۔ کیونکہ اللہ تمام گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔

لیکن یہ ایک بدترین قسم کی جہالت ہے کیونکہ آیت کے اندر شرک بھی داخل ہے ”جميعا“ کے اندر شرک بھی آجاتا ہے جو تمام گناہوں کا سرچشمہ اور اصل جڑ ہے اور بلا خلاف یہ مسلم امر ہے کہ یہ آیت توبہ کرنے والوں کے حق میں وارد ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کے تمام گناہ معاف کر دے گا، اگر یہ آیت توبہ نہ کرنے والوں کے حق میں وارد ہوتی ہے تو پھر وعید و عذاب کی ساری نصوص اور اہل توحید کو شفاعت کے ذریعہ جہنم سے نجات ملنے کی تمام احادیث و روایات باطل اور بے کار ہو جاتی ہیں۔ پس یہ بالکل واضح ہے کہ جو آدمی ایسا کہتا ہے محض اپنے علم و فہم کی کوتاہی کی وجہ سے کہتا ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس جگہ آیت کے اندر عموم و اطلاق اختیار فرمایا ہے جس میں شرک اور تمام گناہ شامل ہیں اور اس کا مقصد یہی ہے کہ یہ آیت توبہ کرنے والوں کے حق میں وارد ہے توبہ کرنے سے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے اور وہ شرک ہو یا دوسرے گناہ۔ اور سورہ النساء کے اندر اللہ تعالیٰ تخصیص و تقید کے ساتھ بیان فرماتا ہے۔

ان الله لا يعف عن الشراكه ويعف ما دون ذالك لمن يشاء (نساء)

اس آیت میں خدا نے یہ خبر دی کہ وہ شرک کو معاف نہیں کرے گا نیز یہ بھی خبر دی ہے کہ شرک کے علاوہ دوسرے گناہ وہ چاہے گا تو بخش دے گا اگر یہ آیت توبہ کرنے والوں کے حق میں وارد ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ شرک اور دوسرے گناہوں میں فرق نہ فرماتا اور مثلاً بعض فریب خوردہ جاہل اس آیت سے دھوکہ کھا رہے ہیں۔

يا ايها الانسان ما غرك بربك الكريم اے آدم زاد تجھ کو کس چیز نے اپنے پروردگار کریم کی جناب میں گستاخ کر دیا؟

اور پھر یہ جاہل آیت کا جواب بھی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کریم اور اس کی مغفرت و بخشش نے ہم کو فریب خوردہ کر دیا ہے اور پھر اس سے بھی زیادہ جرات کر بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں ہم فریب خوردگان



دہر کے لئے خود اللہ تعالیٰ نے یہ حجت و دلیل پیش کر دی ہے ان کا یہ سمجھنا بدترین قسم کی جہالت و بے وقوفی ہے اللہ تعالیٰ کہیں فریب و دھوکہ کی تلقین نہیں فرماتا بلکہ بندہ کا غرور بندے کو دھوکہ دیتا ہے، شیطان اور اس کا نفس اما وہ اسے دھوکہ دیتا ہے اور عصیان و نافرمانی پر آمادہ کرتا ہے اس کی جہالت، نفس پرستی اور خواہشات اسے دھوکہ دیتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے آیت میں لفظ "کریم" ارشاد فرمایا ہے اور "کریم" کے معنی ہیں سید عظیم بہت بڑا سردار کہ جس کی اطاعت و فرمانبرداری لازم و ضروری ہو جس کے ساتھ کسی حال میں فریب و دھوکہ درست نہیں جس کا کوئی حق قابل و اگر انہیں۔ یہ غلط کیش، غلط رو، مغرور و فریب خوردہ آدمی آیت کو بالکل غلط بے عمل، خلاف مقصد معنی میں استعمال کرتا ہے اور اللہ کریم کے ساتھ دھوکہ کر رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ فریب و دھوکہ کسی حال میں بھی جائز نہیں۔

اور مثلاً کچھ لوگ اس آیت

لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى الَّذِي كَذَبَ  
وَلَوَّى (واللیل)

سے دھوکہ کھا رہے ہیں نیز اس آیت سے دھوکہ کھا رہے ہیں جو جہنم کے متعلق وارد ہے کہ  
أَعَدْتُ لِلْكَافِرِينَ (بقرة)

یہ مغرور فریب خوردہ آدمی اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ آیت کے اندر شعلوں والی آگ کا ذکر ہے اور یہ جہنم کے بہت سے طبقوں میں سے ایک مخصوص طبقہ ہے اور آیت کے اندر نفی وارد ہے وہ اسی طبقہ میں داخل ہونے کی نفی ہے کہ بیعت ہی اس طبقہ جہنم میں داخل ہوگا، دوسرے نہیں، اگر اس سے مطلق جہنم مراد ہوتی تو "لَا يَصْلَاهَا" (اس تک نہیں پہنچتا) نہ فرماتا بلکہ "لَا يَدْخُلُهَا" فرماتا۔ آیت "صَلَّى" (پہنچنے) کی نفی کی گئی ہے۔ نہ "دخول" کی اور "صلی" دخول سے اخض ہے۔ اور اخض کی نفی سے عام کی نفی لازم نہیں آتی۔ علاوہ ازیں اگر یہ فریب خوردہ آدمی اس آیت کے مابعد کی آیت پر غور کرتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اگر جہنم میں داخل نہ ہوگا تو یہ بھی تو نہ ہوگا کہ وہ اس سے بالکل بچ جائیگا اور کسی اور طریقہ پر اسے دوزخ کا عذاب نہ ہوگا۔

اب رہی آیت "أَعَدْتُ لِلْكَافِرِينَ" (دو دنیا کا فساد کیلئے تیار کی گئی ہے) تو سمجھ لینا چاہیے کہ جنت کے متعلق بھی یہ وارد ہے "أَعَدْتُ لِلْمُتَّقِينَ" (جنت متقی پر ہیزگاروں کے لئے بنائی گئی ہے) پس کفار کے لئے جہنم تیار کرنا۔ اس کے متنافی نہیں ہے کہ اس میں فاسق و فاجر، ظالم و بدکار

لوگ بھی داخل کئے جائیں۔ جس طرح کہ جنت متقی پر مینر گاروں کے لئے بنائی گئی۔ لیکن یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اس میں ایسے لوگ بھی داخل ہوں گے جن کے دلوں میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا۔ اور انہوں نے قطعاً کوئی ٹنیک عمل نہیں ہوگا۔

کچھ لوگ عاشورہ اور عرفہ کے دن روزہ رکھ کر غزہ میں گمراہ ہو رہے ہیں حتیٰ کہ بعض تو یہاں تک کہنے لگتے ہیں کہ عاشورہ کا روزہ سال بھر کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور عرفہ کے دن کے روزے کا اجر و ثواب بطور ذخیرہ جمع رہتا ہے۔ مگر افسوس یہ فریب خوردگان تمنا یہ نہیں سمجھ سکتے کہ رمضان المبارک کے روزے اور یگانہ نماز عاشورہ اور یوم عرفہ کے روزوں سے کہیں زیادہ عظیم المرتبہ اور عظیم القدر ہیں لیکن یہ بھی ایک رمضان سے دوسرے رمضان اور ایک نماز سے دوسری نماز کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ اسی وقت ہے جبکہ بندہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے رمضان المبارک کے روزے اور جمعہ کی نماز بھی صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے اور یہ بھی اسی وقت جبکہ کبائر سے اجتناب کیا جائے۔ رمضان المبارک اور نماز جمعہ کی عظمت و تقدیس اور کبائر سے اجتناب یہ دو قوتیں مل کر صغیرہ گناہوں کے کفارہ کی قوت پیدا کر لیتی ہیں۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ یہ نقل روزے ان کبائر کا کفارہ ثابت ہوں جن کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ جن پر اصرار کیا جا رہا ہے اور جن سے توبہ نہیں کی گئی۔ یقیناً یہ امر محال و ناممکن ہے

علاوہ ازیں یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ عاشورہ اور عرفہ کے روزے ہمہ قسم کے گناہوں کا کفارہ ہوں اور حدیث کے الفاظ عمومی کو اس کے عموم ہی پر رکھا جائے لیکن یہ وعدہ ان نفوس میں سے ہو جن کے پورا ہونے کے لئے کچھ شرائط اور موانع ہوتی ہیں اور کبائر پر اصرار کفارہ گناہ کے موانع میں سے ہے۔ جب بندہ کبائر پر اصرار نہ کرے تو روزہ کی قوت اور اصرار نہ کرنے کی قوت دونوں کی باہمی مساعدت گناہوں کے کفارہ میں معین و مددگار بن جاتی ہیں جس طرح کہ رمضان کے روزے اور بنجوقتہ نماز اور کبائر سے اجتناب یہ دونوں باہم مل کر گناہوں کے کفارہ کے لئے معاون و مددگار بناتے ہیں اور پھر حق سبحانہ و تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے

مَنْ كَفَرَ عَنْكَ سَيَأْتِكُمْ  
نَكْفُرُ عَنْكُمْ سَيَأْتِكُمْ  
(نساء)

جن کبائر سے تمہیں منع کیا گیا ہے اگر تم اس سے اجتناب کرتے رہے تو ہم تمہارے گناہوں کا کفارہ کر دیں گے۔

پس یہ بات صاف واضح ہے کہ کسی ایک چیز کو گناہ کے کفارہ کا سبب گردانا اس امر کے



مانع نہیں کہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا سبب بھی ہو، اور یہ دونوں مل کر گناہوں کے کفارہ کا موجب ہوں اور کفارہ گناہ کے ایک سبب کے مقابلہ میں دو سببوں کی قوت زیادہ موثر اور مکمل ہوتی ہے اور جس قدر بھی اسباب کی کثرت و فراوانی ہوگی قوت کفارہ قوی تر مستحکم تر اور مکمل و اتم اور ہمہ گیر ہوگی۔

اور مثلاً بعض لوگ اس حدیث قدسی پر تنکبہ کر لیتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پروردگار عالم سے نقل فرمائی ہے کہ

انا عند حسن ظنی عیدی بی فلیظن میں اپنے بندے کے حسن ظن کے ساتھ ہوں جیسا ما شاء وہ چاہے مجھ سے گمان رکھے۔

یعنی میرے ساتھ اس کا جیسا گمان ہوگا ویسا ہی میں اس کے ساتھ پیش آؤں گا اور یہ امر یقینی ہے کسی شبہ کی اس میں گنجائش نہیں کہ حسن ظن اسی صورت میں پیدا ہوتا ہے جبکہ بندہ احسان اور نیکی کا پابند ہو، محسن، نیک عمل، نیک کردار کا بندہ ہی یہ حسن ظن رکھ سکتا ہے کہ اس کا پروردگار اس کی نیکی و نیک کرداری کی وجہ سے اس کے ساتھ احسان کرے گا اور اپنے وعدہ کو پورا فرمائے گا وعدہ خلافی نہیں کرے گا، اس کی توبہ قبول فرمائے گا، وہ انسان جو مجرم، گنہگار ہے اور جو کھانڈ کا ارتکاب کرتا ہے ظلم و جور کا خوگر ہے۔ پروردگار عالم کے احکام و اوامر کی خلاف ورزی کرتا ہے اور اس پر اصرار کرتا رہتا ہے۔ ایسے انسان کے اندر تو اس کے معاصی اور جرائم، اس کا ظلم و جور ایسی خطرناک وحشت پیدا کر دیتے ہیں جو پروردگار عالم کے ساتھ حسن ظن پیدا ہونے میں سخت رکاوٹ بن جاتی ہے۔ اور یہ ایک روزمرہ کے مشاہدہ کی چیز ہے کہ ایک بھاکا ہوا غلام جو اپنے سید و آقا کا مجرم ہے اور اپنے آقا کی اطاعت و فرمانبرداری سے نکل چکا ہے اپنے سید و آقا کے ساتھ کبھی حسن ظن نہیں رکھ سکتا گناہوں کی وحشت اور حسن ظن کبھی ایک جامع نہیں ہو سکتے۔ گنہگار، مجرم اس قدر متوحش ہوگا جس قدر اس کے جرائم اور گناہ ہوں گے پروردگار عالم کے ساتھ وہی آدمی حسن ظن اور زیادہ سے زیادہ نیک گمان رکھ سکتا ہے جو اس کا زیادہ سے زیادہ مطیع و فرمانبردار ہو جیسا کہ حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے

ان المومن احسن الظن بربہم المؤمن اپنے پروردگار کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے  
فاحسن العمل، وان الفاجر اساء اسی لئے وہ اچھا عمل کرتا ہے اور فاسق و فاجر



الظن بوجه قاساء العمل  
 آدمی اپنے پروردگار کے ساتھ برا گمان رکھتا ہے  
 اسی لئے وہ بد عمل کا ارتکاب کرتا ہے۔

ہیں وہ شخص جو خدا سے بھاگا بھاگا پھرتا ہے خدا کی خلق کے مواقع میں دوڑا دوڑا پھرتا ہے  
 اور اس کے غضب کے مواقع پر ڈیرے ڈالے رہتا ہے، ذلت و رسوائی کے میدانوں میں مارا  
 مارا پھرتا ہے، حقوق الہی کی توہین و ناقدی کرتا ہے اس کے فرامین کو ٹھکرا رہا ہے، اس کی  
 محرمات و نواہی کو معمولی چیز سمجھ کر اس کا ارتکاب کرتا ہے اور اس پر اصرار کرتا ہے کس طرح  
 اپنے پروردگار کی جناب میں حسن ظن رکھ سکتا ہے؟ وہ شخص جو پروردگار عالم کے مقابلہ میں علان جنگ  
 کر رہا ہے، اولیاء الہی اور خدا کے دوستوں سے دشمنی کر رہا ہے اس کے دشمنوں سے دوستی کی گز بانہ  
 ہے، اللہ تعالیٰ کی ان صفات کمالیہ کا انکار کر رہا ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بیان کی ہیں۔  
 اور اس کے رسول نے پیش کی ہیں۔ اور اس طرح اس نے ذات خداوندی کے ساتھ سوء ظنی  
 پیدا کر رکھی ہے اور اپنی چہالت کی وجہ سے ان صفات کمالیہ کے متعلق یہ خیال باندھ رکھا ہے کہ ان  
 کے ظاہری معنی ضلالت اور کفر ہے۔ بتلاؤ ایسا شخص پُروردگار عالم کے ساتھ حسن ظن کیونکر اور کس  
 طرح رکھ سکتا ہے؟ بھلا وہ شخص کیونکر اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھ سکتا ہے جو یہ سمجھتا ہو کہ اللہ  
 تعالیٰ کلام نہیں کرتا، نہ کسی چیز کا حکم دیتا ہے۔ نہ کسی بات کی ممانعت کرتا ہے۔ نہ وہ کسی بات  
 سے راضی ہوتا ہے۔ نہ کسی بات سے خفا ہوتا ہے اور حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے  
 حق میں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ غشی باتوں کو وہ نہیں سنتا، فرماتا ہے

وَذَٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ  
 اِرْءَاكُمْ فَاَصْحَبْتُمْ مِنْ اَلْحٰسِرِیْنَ

اور یہ بدگمانی جو تم نے اپنے پروردگار کے حق میں  
 کی ہے تمہاری ہی بدگمانی نے تو تم کو تباہ کیا ہے۔  
 جب یہ لوگ یہ خیال کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے بہت سے اعمال و افعال میں بے خبر ہے تو  
 یہ پُروردگار عالم کے ساتھ سوء ظن نہیں ہے تو کیا ہے؟ یقیناً یہ ایک بدترین قسم کی بدگمانی ہے  
 اور اس شخص کا یہی حال ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ اور اوصاف جلالی کا انکار کر  
 رہا ہے اور ایسی صفات سے ذات الہی کو مستصفیٰ گردانتا ہے جو اس کی شان کے شایان نہیں ہے اس  
 قسم کے لوگ جب یہ خیال کرنے لگیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت عطا کرے گا تو یہ سراسر غرور و دھوکہ نہیں  
 ہے تو اور کیا ہے؟ یقیناً یہ لوگ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور یہ یقیناً شیطان کی جانب سے ایک  
 زبردست دھوکہ اور فریب ہے۔ اس کو پُروردگار عالم کے ساتھ حسن ظن نہیں کہا جاسکتا۔

اس مسئلہ پر پوری طرح غور کرو، اور یہ بھی سوچو کہ لوگوں کو اس مسئلہ کے سمجھنے کی کیسی شدید ضرورت ہے، کسی بندے کے دل میں یہ دونوں باتیں یکجا کیسے ہو سکتی ہیں، آدمی کو اس کا یقین ہو کہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں اسکو حاضری دینی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ساری باتیں سنتا ہے اور یہ اسکی حضور میں کھڑا ہے۔ اس کے ہر عمل کی وہ باز پرس کرے گا۔ اور وہ ہے کہ غضب الہی کے مواقع پر ڈیرے ڈالے ہوئے ہے اس کے احکام و ادا کر کو ٹھکرا رہا ہے اس کے حقوق کو روند رہا ہے اور پھر یہ تمام باتیں ہوتے ہوئے بھی یہ شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا اور بہترین صلہ دے گا، کیا یہ نفس کا دھوکہ اور غلط آرزوؤں کا فریب نہیں ہے؟ حضرت ابو امامتہ سہل بن حنیف فرماتے ہیں میں اور حضرت عروہ بن زبیر، حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت عائشہؓ فرماتے لگیں ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں میسر پاس چھ سات دینار تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے ڈالو۔ میں آنحضرتؐ کی تکلیف اور آپ کی تیمارداری کی وجہ سے ایسا نہ کر سکی تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحت عطا فرمائی، صحت و عافیت کے بعد آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے وہ دینار خدا کی راہ میں دے ڈالے تھے میں نے کہا نہیں۔ آپ کی بیماری اور تیمارداری کی وجہ سے میں ایسا نہیں کر سکی آپ کچھ ناراضی سے ہوئے اور فرمایا۔

ما ظن نبی اللہ لولقی اللہ وھذہ اللہ تعالیٰ کے ایک نبی کا گمان کیسا ہوتا اگر وہ عندک؟ اس حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتا؟

ایک دوسری روایت میں نبی اللہ کی جگہ محمدؐ کا لفظ ہے۔ ذرا سوچو تو؟ پھر یہ اصحاب کہاں اور اب ظلم و جور اللہ تعالیٰ کے حضور میں کیسے حسن ظن رکھ سکتے ہیں؟ جبکہ مظالم عباد کا بارگراں ان کے کندھوں پر لدا ہوا ہے؟ اور خدا کے بندوں پر ظلم و جور کے پہاڑ توڑ رکھے ہیں؟ اگر ان کا یہ صرف زبانی دعوئے کہ اے پروردگار ہم تجھ سے حسن ظن رکھتے ہیں انہیں نفع پہنچا سکتا ہے تو پھر نہ کسی ظالم کو سزا ہو سکتی ہے نہ کسی فاسق و فاحشہ کو اس کے اعمال بد کا بدلہ مل سکتا ہے۔ بندوں کو چاہیے کہ جو جی چاہے کرتے رہیں اور منہیات و محرمات کا بے خوف و خطر ارتکاب کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ حسن ظن لگاٹے رہیں کہ جہنم کی آگ انہیں چھوٹے گناہ نہیں۔ سبحان اللہ، یہ فریب و دھوکہ بندوں کو کہاں سے کہاں پہنچا دیے گا؟

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں۔



أَفَكَا اللَّهُ دُونَ اللَّهِ تَرِيدُونَ؟ کیا جھوٹ موٹ، خدا کے سوا دوسرے معبودوں کے  
فاظنکم رب العالمین؟

(صفات) سمجھ رکھا ہے؟

یعنی تمہارا ظن اور گمان اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسا ہوگا جبکہ تم آخرت میں اس کی بارگاہ میں  
حاضر ہو گے اور تمہارا حال یہ رہا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی عبادت و پرستش کرتے رہے  
پس جو شخص اس مقام کو سمجھے گا اور اس پر پوری طرح غور و تامل کرے گا اس پر پوری طرح  
واضح ہو جائے گا کہ "حسن ظن باللہ" حسن عمل ہی کا دوسرا نام ہے کیونکہ بندے کو حسن ظن پیدا کرنے پر  
اس کا یہ عقیدہ ہی آمادہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال و افعال کا بدلہ دے گا، نیک اعمال کا اجر و  
ثواب عطا فرمائے گا، اس کے اعمال صالحہ قبول فرمائے گا۔ اس کا یہ حسن ظن ہی اس کو عمل صالح پر  
آمادہ کرتا ہے۔ جب یہ حسن ظن اسے حاصل ہوگا تو اسے حسن عمل کی برکتیں بھی حاصل ہوں گی۔ اگر ایسا نہیں  
ہے اور صرف نفس و خواہشات کی پیروی کی جاتی ہے اور حسن ظن رکھا جاتا ہے تو یہ بالکل واضح  
ہے کہ یہ سراسر حایت اور ایمان کی کمزوری ہے، جیسا کہ ترمذی میں حضرت شاذان اوس سے مروی  
ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا

الکیس من دان نفسه و عمل لما بعد  
الموت، والعاجز من اتبع نفسه  
هواها وتمنى على الله  
تخلد وہ ہے جو اپنے کو حقیر سمجھے اور مرنے کے  
بعد کے لئے عمل کرے وہ عاجز (اور بے وقوف)  
ہے جو اپنی خواہشات کے پیچھے مارا مارا پھرے  
اور اللہ تعالیٰ سے بڑی بڑی تمنائیں رکھے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حسن ظن تب ہی پیدا ہو سکتا ہے جبکہ نجات کے اسباب پائے جائیں  
اور ہلاکت و بربادی کے اسباب پیدا کئے جائیں تو حسن ظن پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔  
اگر یہ کہا جائے کہ نہیں حسن ظن تو ہر حال میں رکھا جاسکتا ہے، حسن ظن رکھنے کی قوی ترین وجہ  
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت، اس کی رحمت، اس کا عفو و کرم، اس کا جو دو سخا بہت  
وسیع ہے۔ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ بندوں کو عذاب دینے میں اس کا  
کوئی نفع نہیں۔ اگر اس کو بخش دے تو اس کی خدائی میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بات تو یہی ہے اور ذات الہی تو اس سے بھی زیادہ ارفع و بلند ہے۔  
اس کی جلالت شان بہت بلند و بالا ہے، وہ اکرم الاکرمین، ارحم الراحمین ہے، جو دو سخا کے تمام



خزانے اس کے ہاتھ میں ہیں۔ وہی مالک الملک اور قادر مطلق ہے۔ لیکن خدائے قدوس ان تمام چیزوں کو اپنے محل و مقام ہی میں صرف کرتا ہے اور ان ہی مقامات پر صرف فرماتا ہے جہاں ان کا صرف مناسب ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ حکمت والا ہے، عزت و غلبہ، انتقام و بدلہ، قوی البطش، مضبوط گرفت اور مستحق عذاب کو عذاب دینے کی صفات سے بھی تو موصوف و متصف ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے اسماء و صفات صرف حسن ظن ہی کا مرجع ہو سکتی ہیں تو نیک و بد، فاسق، فاجر، موئن، کافر، دوست و دشمن سبھی اس میں شریک ہو سکتے ہیں۔ پس یقینی امر یہ ہے کہ مجرم کے لئے اسماء الہی اور صفات خداوندی سود مند نہیں ہو سکتیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی خفگی اور اس کے غضب کا بار اپنے کندھوں پر لادنے ہوئے ہے، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے کاموں میں اپنا وقت برباد کر چکا ہے، محرمات و منہیات کا ارتکاب کرتا رہا ہے اور اس کی محرم چیزوں کی حقارت و توہین کرتا رہا ہے بلکہ حسن ظن اس شخص کے لئے سود مند ہوگا جس نے توبہ و انابت، ندامت و پشیمانی کے آنسو بہائے اور گناہوں کی جڑیں اپنے اندر سے اکھاڑ پھینکیں، اور گناہوں کو نیکیوں سے دھویا اور اپنی بقیہ عمر خیر و طاعت اور نیک اعمال میں صرف کی، اور پھر حسن ظن قائم رکھا، حسن ظن کی صحیح ترین صورت اور واقعی حقیقت یہی ہے پہلی صورت سراسر دھوکہ اور فریب ہے واللہ المستعان

یہ فصل اگرچہ کچھ طویل ہو گئی، لیکن تم اسے طویل نہ سمجھنا، ہر شخص کو اس کی ضرورت بلکہ شدید ضرورت ہے۔ اسکو پڑھنے کے بعد تم حسن ظن باللہ اور فریب حسن ظن میں باسانی فرق و امتیاز کر سکتے ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان الذین امنوا والذین ہاجرنا  
وجاہدوا فی سبیل اللہ۔ اولئک  
یرجون رحمۃ اللہ

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کی راہ  
میں ہجرتیں کیں، اور جہاد بھی کئے۔ یہی ہیں جو  
خدا کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ بڑا  
بخشنے والا مہربان ہے

(بقرہ)

اللہ تعالیٰ ان صفات کے لوگوں کو امید ورجا کا حقدار قرار دیتا ہے نہ کہ ظالموں، فاسقوں اور  
بدکاروں کو اور ارشاد فرماتا ہے۔

ثم ان ربک للذین ہاجرنا من  
بعد ما فتنوا ثم جاہدوا وصبروا

پھر جن لوگوں نے مبتلائے مصیبت میں پیچھے  
گھربار چھوڑ دئے، پھر خدا کی راہ میں جہاد کئے اور

ان ربك من بعدها لعفور رحيم  
تکلیفوں پر جو ان کو ترک وطن اور جہاد میں پہنچیں  
صبر کیا تو تمہارا پروردگار ان کے بعد قیامت  
کے دن بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ ان چیزوں پر عمل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ان کے  
حق میں عفور رحیم ہے۔ پس حقیقت یہ ہے کہ عالم و عقلمند امیدور جا کو اپنے محل و مقام پر  
رکھتا ہے۔ اور جاہل، احمق اسے بے محل بے موقع استعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

## فصل

اللہ تعالیٰ سے ڈرنا عقلمندی ہے، حالات قبر، موت کے  
بعد کا خوف امید رجاء پر محکیہ کر کے گمراہ نہ ہونا چاہیے،

بہت سے جاہل صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے عفود و کرم اور فضل کے اعتماد پر  
اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو پامال کر دیتے ہیں اور یہ بات بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شدید  
العقاب بھی ہے۔ مجرموں کو اس کے عذاب سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ جو شخص گناہوں پر اصرار کرتا  
ہے۔ اور صرف عفو الہی پر اعتماد و تکیہ کرتا ہے وہ درحقیقت معاند، منکر اور گمراہ ہے۔ حضرت  
معروف کرجیؒ فرماتے ہیں تم جس کی اطاعت و فرمانبرداری نہیں کرتے اس سے رحمت و فضل  
کی امید، ذلت و رسوائی اور حماقت ہے۔

بعض علما کہتے ہیں جو ذات صرف تین درہم کی چوری پر دنیا میں تہا سے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتی  
ہے، اس سے بے خوف نہ رہنا چاہیے کہ وہ آخرت میں تمہیں اسی قسم کا عذاب نہیں دے گا۔  
کسی نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ ہم تمہیں ہمیشہ روتا ہوا ہی دیکھتے ہیں؟ انہوں  
نے جواب دیا، مجھے خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کہیں مجھے آگ میں نہ جھونک دے اور پرواہ بھی  
نہ کرے۔

کسی نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا، ابوسعیدؓ ایسے لوگوں کے پاس بیٹھا کرتے  
ہیں جو ہمیں سخت خوف زدہ کر دیتے ہیں۔ ہمارے دلوں کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ ہم اس قسم  
کے خوف کا کیا علاج کریں؟ انہوں نے جواب دیا۔ تمہارا ان لوگوں کے پاس بیٹھنا بہت ہی  
اچھا ہے جو تمہیں ڈرا ڈرا کر امن و راحت کی جگہ پہنچا دیں۔ ان لوگوں کے مقابلہ میں جو تمہیں امن و



سلامتی کی باتیں سنا کر خوف و ہلاکت کی منزل کو لے جائیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے آنحضرتؐ کی زبان مبارک سے سنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا، قیامت کے دن ایک آدمی کو بلایا جائیگا اور اسے آگ میں جھونک دیا جائے گا، اس کی آتیں تمام الٹ پلٹ ہو جائیں گی اور وہ اس طرح جہنم میں گھومتا پھرے گا جس طرح چکی کے گرد گدھا گھونکتا ہے۔ یہ دیکھ کر جہنمی لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو جائیں گے اور پوچھیں گے اے شخص یہ مصیبت تجھ پر کیوں آئی؟ تو تو ہمیں نیکی اور بھلائی کا حکم دیا کرتا تھا۔ برائیوں سے ہمیں روکتا تھا۔ وہ جواب دے گا میں اوروں کو نیکی اور بھلائی کا حکم ضرور دیتا تھا لیکن میں اس پر عمل نہیں کرتا تھا، لوگوں کو برائیوں سے روکتا تھا۔ لیکن خود میں باز نہیں رہتا تھا۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ حضرت ابو رافعؓ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ایک مرتبہ آنحضرتؐ قبرستان بقیع سے گزرے تو فرمانے لگے افسوس تجھ پر افسوس تجھ پر میں سمجھا غالباً آنحضرتؐ مجھے فرما رہے ہیں۔ آپؐ فرمایا، نہیں تم سے نہیں کہہ رہا ہوں، بلکہ یہ اس شخص کی قبر ہے جس کو میں نے فلاں قبیلہ کی اصلاح کے لئے بھیجا تھا اس نے غنیمت کے مال میں سے ایک کمل اٹھالیا تھا اس وقت اس کو اسی کمل کے برابر آگ کی چادر پہنائی گئی ہے۔

مسند احمد میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا معراج کی شب مجھے ایسے لوگوں پر سے گزرا گیا جن کے لب آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ میں نے فرشتوں سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرشتوں نے کہا یہ آپؐ کی امت کے خطیب و اعطاء ہیں، دوسروں کو نیک کاموں کا حکم دیتے تھے، اور خود عمل نہیں کرتے تھے۔ افسوس یہ لوگ اتنی بھی سمجھ نہیں رکھتے تھے۔

اسی مسند میں حضرت انسؓ سے مروی ہے، آنحضرتؐ نے فرمایا جب مجھے معراج کرائی گئی تو اس وقت میں نے ایسے لوگ دیکھے جن کی انگلیوں پر بڑے بڑے تانبے کے ناخن لگے ہوئے تھے جن سے وہ اپنے چہرے اور گال اور سینے نوچ رہے تھے اور کھرچ رہے تھے۔ میں نے حضرت جبریلؑ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھا کرتے تھے (غیبت کیا کرتے تھے) اور ان کی بے آبروئی کرتے تھے۔

اسی مسند میں حضرت انسؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ اکثر اوقات یہ دعا پڑھا کرتے تھے  
یا مقلب القلوب والابصار ثبت اے دلوں اور آنکھوں کے لوٹ پھیر کرنے والے



قلبی علی دینک

میرے قلب کو تو اپنے دین پر قائم رکھ

ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم آپ پر ایمان لے آئے۔ اور جو کچھ آپ نے لاکر ہمیں دیا اس پر بھی ایمان لے آئے کیا پھر بھی ہمارے لئے اس کا خوف و خطر ہے؟ آپ نے فرمایا۔ انسانوں کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں میں ہیں جدھر چاہے پھیر دے۔

اسی مسند احمد کے اندر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ایک مرتبہ حضرت جبریلؑ سے پوچھا، کیا وجہ ہے جو میں نے کبھی حضرت میکائیلؑ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا؟ حضرت جبریلؑ نے فرمایا جب سے جہنم پیدا کی گئی ہے وہ کبھی نہیں ہنستے

اور صحیح مسلم کے اندر حضرت انسؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ وہ لوگ جن پر دنیا میں اللہ تعالیٰ بڑے بڑے انعامات کئے تھے اور وہ جہنم کے حقدار تھے ان کو بلایا جائے گا اور انہیں جہنم کے اندر ایک چکر دیا جائے گا۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا اے آدم کے بیٹو! تم نے کوئی بھی خیر و بہتری اور کوئی بھی نعمت آج تک دیکھی ہے؟ وہ جواب دیں گے۔ اے پروردگار قسم تیری ذات کی ہم نے کبھی کوئی نعمت نہیں دیکھی۔ اس کے بعد ان جنتیوں کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ نامراد تھے۔ اور تکالیف میں دن گزار رہے تھے اور انہیں جنت میں ایک چکر دیا جائے گا پھر پوچھا جائے گا۔ اے آدم کے بیٹو! کیا تم نے کبھی کوئی تکلیف اٹھائی ہے؟ وہ جواب دیں گے پروردگار ہم پر کوئی مصیبت نہیں آئی۔ نہ ہم نے کبھی تکلیف دیکھی ہے۔

اسی مسند میں حضرت برآء بن عازبؓ سے مروی ہے ایک مرتبہ ہم آنحضرتؐ کے ہمراہ ایک ایسے مکان کے جنازہ میں گئے جب ہم قبر پر پہنچے ابھی اس کو قبر میں اتارا نہیں تھا کہ آنحضرتؐ وہاں ایک بگڑ بیٹھ گئے اور ہم لوگ آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے اور اس طرح موڈب اور خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ گویا ہمارے سروں پر پرند بیٹھے ہیں۔ آنحضرتؐ کے دست مبارک میں ایک تیلی سی لکڑی تھی جس سے آپ زمین کو پکڑ رہے تھے لیکر آپ نے سر مبارک اونچا کیا اور فرمانے لگے۔

استعیدوا باللہ من عذاب القبر

لوگو! بارگاہ الہی میں قبر کے عذاب سے پناہ مانگو

یہ کلمات زبان مبارک سے دو یا تین بار نکلے۔ پھر ارشاد فرمایا۔ بندہ جب دنیا سے رشتہ

ٹوٹتا ہے اور آخرت کی طرف جانے لگتا ہے۔ تو آسمان سے فرشتے اترتے ہیں جن کے چہرے اس قدر

نورانی اور روشن ہوتے ہیں گویا سورج چمک رہا ہے۔ ان کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے اور مرنے کی لگا ہوں کے سامنے فاصلہ پر بیٹھ جاتے ہیں اس کے بعد موت کا فرشتہ

آتا ہے اور اس کے سر پر بیٹھ جاتا ہے، اور کہتا ہے اے نفس مطمئنہ خدا کی مغفرت و رضامندی کی طرف نکل چل۔ چنانچہ اس کی جان اس طرح نکلتی ہے جس طرح مشکیزے سے پانی، یا دودھ کا قطرہ ٹپک جاتا ہے۔ ملک الموت اسے اٹھا لیتا ہے اسی وقت وہ فرشتے دوڑ پڑتے ہیں جو دور بیٹھے ہوئے تھے ایک لمحہ بھی ملک الموت کے پاس نہیں رہنے دیتے۔ وہ فرشتے جنت سے لایا ہوا کفن پہنا دیتے ہیں اور جنت کی خوشبو جو مشک سے بھی زیادہ بہتر ہوتی ہے اسے لگا دیتے ہیں۔ اور پھر اسے لے کر وہ آسمان کی طرف جاتے ہیں۔ جہاں جہاں سے وہ گزرتے ہیں فرشتے دریافت کرتے ہیں کون سی بہترین روح ہے؟ فرشتے کہتے ہیں فلاں ابن فلاں، اور دنیا میں جو اس کا بہترین نام تھا وہ بتلاتے ہیں۔ فرشتے اسے لے کر آسمان دنیا تک لے جاتے ہیں اور آسمان کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں اسی طرح ہر آسمان کے فرشتے اس کی متابعت کے لئے اوپر کے آسمان تک جاتے ہیں۔ اسی طرح اسے ساتویں آسمان تک لے جاتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے اس بندے کا نام دفتر علیین میں لکھ دو۔ اور اسے زمین پر واپس بھیج دو۔ کیونکہ میں نے اس کو اسی زمین سے پیدا کیا ہے اور اسی کی طرف میں ان کو لوٹاؤں گا۔ اور اسی سے ان کو دوبارہ اٹھاؤں گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اس کی روح واپس لوٹائی جاتی ہے، پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا دیتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے، میرا رب پروردگار عالم ہے۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ پھر پوچھتے ہیں کون سے پیغمبر تہا کی طرف بھیجے گئے تھے؟ وہ کہتا ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف بھیجے گئے تھے۔ پھر پوچھتے ہیں۔ تہا سے پاس کونسا علم ہے؟ جواب دے گا میں نے قرآن مجید پڑھا ہے۔ اور میں اس پر ایمان لایا ہوں اور اس کی تصدیق کی ہے۔ اس وقت آسمان سے ندا آئے گی میرا بندہ سچ کہتا ہے۔ اسے جنت کا فرش بچھا دو، جنت کا لباس پہنا دو۔ اور اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دو۔ اس کے بعد جنت کی خوشگوار بوئیں اور خوشبوئیں اس کے پاس آنے لگتی ہیں اور اس کی قبر اس کی حد نظر تک وسیع کر دی جائے گی اس کے بعد ایک خوبصورت حسین آدمی اس کے پاس آئے گا جس کا لباس نہایت خوبصورت اور خوشبو سے ہمک رہا ہو گا اور اس کے سامنے اکھڑا ہو جائے گا اور کہے گا میں تجھے مسرت و آرام کی خوشخبری سنانا ہوں۔ اسی دن کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ وہ پوچھے گا تم کون ہو، تہا سے چہرے سے خیر و برکت ٹپک رہی ہے؟ وہ جواب دے گا میں تیرا نیک عمل ہوں، اس کے بعد میت کہنے لگے گی۔ اے پروردگار تو تیار مت جلد قائم کر دے تاکہ میں



اپنی بی بی اور بچوں سے جلد مل سکوں۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا جب کافر مرجاتا ہے اور آخرت کی طرف جاتا ہے تو اس کے پاس سیاہ فام دو فرشتے آتے ہیں جن کے جسم پر سیاہ غلیظ کپڑے ہوتے ہیں اور انکی نگاہوں کے سامنے فاصلہ پر بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت آکر اس کے سر پر ہاتھ پڑھتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ اے خبیث روح چل۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اور اس کے غضب کی طرف چل۔ یہ سنکر اس کی روح جسم کے اندر ادھر ادھر بھاگنے لگتی ہے لیکن فرشتہ اسے اس طرح پکڑتا ہے اور بھینچتا ہے جس طرح وہاں چھریوں سے گوشت کاٹا کرتے ہیں اس کے بعد وہ دور بیٹھے ہوئے فرشتے آکر اس روح کو اپنے قابو میں کر لیتے ہیں اور ایک لمحہ کے لئے بھی اسے ہلکت نہیں دیتے اور اسے ایک سیاہ بدبو دار کپڑے میں لپیٹتے ہیں اس کی بدبو اس قدر خراب ہوتی ہے کہ مردار جانور سے بدتر۔ فرشتے اس روح کو لے کر اوپر کی طرف جاتے ہیں، جہاں جہاں سے یہ فرشتے اسے لے کر گزرتے ہیں، دوسرے فرشتے ان سے دریافت کریں گے یہ کس کی خبیث روح ہے جس سے اس قدر خراب بدبو آرہی ہے؟ فرشتے اس کا بڑے سے بڑا نام لے کر کہتے ہیں فلاں ابن فلاں اس کے بعد آسمان کے دروازے کھولنے کی درخواست کرتے ہیں لیکن وہ اس کے لئے نہیں کھولے جاتے اس موقع پر آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

لا تفتح لہم ابواب السماء ولا یدخلون  
الجنة حتی یلبی الجمل فی سم الخیاط  
اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہونے پائیں گے  
یہاں تک کہ سوئی کے ناکے سے اونٹ گزر جائے  
(اعراف)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ حکم دے گا اس کا نام دفتر سمجھیں میں سب سے نیچے کی زمین میں بکھڑ۔ اس کے بعد اس روح کو وہیں سے نیچے پھینک دیا جائے گا جہاں آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔  
ومن یشاء بالله فیکانہا خیر من السماء  
فتخطفہ العاصی اور تھوڑی دیر میں وہ اریح  
فی مکان سمیع

اور جس نے کسی کو خدا کا شریک گردانا تو اس کا حال ایسا ہوگا جیسے وہ آسمان پر سے گر پڑا پھر اسکو راہ میں سے لشکاری پرندے اچک کرے جائیں گے اس کو ہوا کسی دور جگہ جاکر ڈال دیگی

اس کے بعد روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور وہ فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں تمہارا رب کون ہے؟ وہ گھبراہٹ کے ماتھے پر ہاتھ کرے گا اور کہے گا مجھے معلوم نہیں، پھر پوچھیں گے تمہارا دین کیا ہے؟ اس کا بھی وہ یہی جواب دے گا۔ اس کے بعد اس سے پوچھیں گے تمہارے پاس کون سے پیغمبر آئے تھے؟ اس کا بھی وہ یہی جواب دے گا، آسمان سے

آواز آئے گی یہ بندہ جھوٹ بولتا ہے اس کے لئے جہنم کا فرش لگا دو، اور جہنم کے دروازے اس کے لئے کھول دو تاکہ جہنم کے شعلے اس تک پہنچتے رہیں، اس کے بعد اس کی قبر اس قدر تنگ کر دی جائیگی اور وہ اسے دبوچے گی کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف نکل جائیں گی اس کے بعد ایک شکل آدمی گندے غلیظ لباس میں اس کے سامنے آکھڑا ہوگا اور اسے کہے گا میں تجھے عذاب کی خبر سناتا ہوں یہی وہ دن ہے جس کے متعلق تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ وہ کہے گا تو کون ہے؟ تیرے چہرے سے مجھے ڈر لگتا ہے، وہ کہے گا میں تیرا خبیث عمل ہوں۔ اس کے بعد وہ کہے گا، پروردگار عالم تو قیامت قائم کرے گا، امام احمدؒ کی روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس کے بعد اس پر ایک ایسا فرشتہ مسلط کر دیا جائیگا جو اندھا، بہرہ اور گونگا ہوگا۔ اس کے ہاتھ میں پہاڑی سے بھاری گدڑ ہوگا کہ اگر پہاڑ پر مارا جائے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو کر ریت ہو جائے۔ فرشتہ اسے یہ گدڑ مائے گاجس سے وہ پھینکے گا اور اس کی چیخ و پکار جن اور انسان کے سوا خدا کی ساری مخلوق سنے گی۔ حضرت برآء بن عازب فرماتے ہیں اس کے لئے جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اسکے لئے جہنم کا فرش بچھا دیا جائے گا۔ اسی مسند احمد میں حضرت انسؓ سے مروی ہے ہم ایک مرتبہ آنحضرتؐ کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے، لیک ایک آپ کی نگاہ ایک مجمع پر پڑی۔ آپؐ نے فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ کیوں جمع ہوئے ہیں؟ جواب دیا گیا قبر کھود رہے ہیں یہ سن کر آپؐ گھبراٹے اور نہایت تیز رفتاری سے صحابہ سے آگے ہو گئے، اور قبر تک پہنچے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے، یہ آپؐ کے سامنے کھڑا ہو گیا کہ دیکھو آپؐ کیا کرتے ہیں۔ آپؐ وہاں اس قدر روئے کہ آنسو سے زمین تہ ہو گئی اس کے بعد آپؐ ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمائیے گئے اخوانی مثل هذا اليوم فاعلوا میرے بھائیو! ایسے دن کے لئے تیاری کیا کرو،

اسی مسند احمد میں حضرت بکر بن عبد ربیعؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں ایک دن آنحضرتؐ ہم لوگوں کے پاس تشریف لائے اور آواز بلند فرمانے لگے۔ لوگو! میری اور تمہاری مثال کیسی ہے تم جانتے ہو؟ صحابہؓ نے جواب دیا اللہ اور اللہ کا رسولؐ خوب جانتے ہیں۔ فرمانے لگے میری اور تمہاری مثال اس قوم کی سی ہے جو کسی آنے والے دشمن سے ڈر رہی ہو اور اس کی تعقیب کے لئے انہوں نے کسی آدمی کو بھیجا ہو۔ یہ آدمی دشمن کو دیکھ کر ڈرتا ہوا آیا تاکہ قوم کو ڈرائے اور دشمن سر پر آگیا۔ اس سے لوگوں کو آگاہ کرنے، لوگوں کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی اس نے کپڑا کر یہ خبر دی کہ لوگو! دشمن آگیا سر پر پہنچ گیا ہے۔



اور صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

کل ما اسکر حرام وان علی اللہ عز و  
جل عقد لمن شرب المسکر ان سقیہ  
من طینة الخبال۔ قبل و ما طینة  
الخبال ۛ قال عرق اهل النار او  
عصارة اهل النار

ہر نشہ اور چیز حرام ہے۔ شراب پینے  
والے کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ نختہ مہر ہے  
کہ وہ اسے دوزخیوں کا پسینہ یا ان کا  
نچوڑ پلائے گا۔

اسی مستند میں حضرت ابو ذرؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

انی اری مالا ترون و اسمع مالا  
تسمعون۔ اطت السماء و حق  
لها ان تنط۔ ما فیہا موضع اربع  
اصابع الا و علیہ ملک یسبح اللہ  
ساجدا لو تعلمون ما اعلم لضحکتم  
قلیلا و بکیتم کثیرا۔ ما تلذذتم  
بالنساء علی الفروش و لمخرجتم الی  
الععدات تجثرون الی اللہ تعالیٰ

جو میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے، جو میں سنتا  
ہوں تم نہیں سنتے، آسمان فرشتوں کے بوجھ  
سے گر رہا ہے۔ اور اس کا کراہنا حق بجانب  
ہے، کوئی چار انگلی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں  
فرشتے سجدے میں گر کر خدا کی تسبیح و تقدیس  
نہ کرتے ہوں۔ لوگو! جو میں جانتا ہوں اگر  
تم جان لو تو تم ہنسا چھوڑ دو اور بہت زیادہ  
روتے ہی رہو، اور عورتوں کے ساتھ بستروں  
پر لذت اندوز ہونا ترک کر دو۔ اور گھروں سے  
باہر نکل کر راستوں اور میدانوں میں بیٹھا گئے  
پھرو۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف جھک پڑو

اور اسی مستند میں حضرت مزینہؓ سے مروی ہے۔ ہم آنحضرتؐ کے ہمراہ ایک جنازے  
میں شریک تھے۔ جب ہم قبر پر پہنچے تو آپؐ اس قبر کی ایک جانب بیٹھ گئے اور آنکھیں پھرا پھرا  
کر قبر کے اندر نگاہ ڈالی اس کے بعد آپؐ نے فرمایا

یضغط المؤمن فیہ منخبطت تزول  
منہا حائلتنا و یبلا علی الکفار  
ناراً۔

مومن کو قبر میں بھیجا جاتا ہے جس سے اس کے سینے  
کی ہڈیاں ادھر سے ادھر ہو جاتی ہیں، اور کافر کی قبر  
اگ سے بھردی جاتی ہے

اسی مستند کے اندر حضرت جابرؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں حضرت سعد بن معاذؓ کا انتقال

ہوا تو ہم آنحضرتؐ کے ہمراہ جنازہ میں شریک ہوئے، جب آنحضرتؐ نے جنازہ کی نماز پڑھ لی اور انہیں قبر میں اتارا گیا اور قبر برابر کر دی گئی تو آپؐ دیر تک سبحان اللہ - سبحان اللہ پڑھتے رہے آپ کے ساتھ ہم بھی یہی پڑھتے رہے، پھر آپؐ نے اللہ اکبر - اللہ اکبر کہنا شروع کر دیا۔ ہم بھی آپ کے ساتھ یہی کہتے رہے۔ بعد میں آنحضرتؐ سے دریافت کیا گیا کہ آپؐ نے پہلے سبحان اللہ پڑھا پھر اللہ اکبر پڑھا، کیا وجہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔

نقد تضایق علیٰ هذا العبد الصالح خدا کے اس بندے پر قبر تنگ ہو گئی تھی، بعد میں قبر کو حتیٰ فرخ اللہ عنہ اللہ تعالیٰ نے اس کو فراخ کر دیا۔

اور صحیح بخاری میں حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: ”جب مردے کو جنازہ میں رکھ کر لوگ کندھوں پر اٹھا کر چلنے لگتے ہیں تو اگر مردہ صالح اور نیک ہے تو کہتا ہے مجھے جلد سے جلد بے چلو، اور اگر صالح اور نیک نہیں ہے تو کہتا ہے افسوس تم لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ اور اس کی یہ آواز انسانوں کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے، اگر انسان اسے سن لیں تو ہیبت اور وحشت کے مارے بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔“

اور مسند احمد میں حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا: ”قیامت کے دن سورج اسی قدر قریب ہو جائے گا کہ قریب ایک میل کا فاصلہ رہ جائے گا۔ اس کی گرمی اس قدر ہوگی کہ اس سے لوگوں کے دماغ کھولنے لگیں گے۔ اس طرح کھولنے لگیں گے جس طرح چوہے پتھریا کھولتی ہے، اور لوگ اپنے اپنے گناہوں کے مطابق پسینے میں غرق ہوں گے، کسی کے گھٹنوں تک کسی کے پتھریوں تک، اور کچھ ایسے بھی ہوں گے جو کر تک ڈوبے ہوئے ہوں گے اور کچھ ایسے ہوں گے جو منہ تک ڈوبے ہوئے ہوں گے۔“

اس مسند احمد میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔  
 قُولُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ  
 علی اللہ توکلنا  
 لوگو! تم پر بڑھا کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ اچھا وکیل ہے اور ہم اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں

اس مسند احمد میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔  
 مَنْ تَعَظَّمَ فِي نَفْسِهِ أَوْ اخْتَالَ فِي مَشْيِهِ لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضَبَانِ  
 جو شخص اپنے آپ کو بڑا سمجھے گا، یا فخر و غرور سے چلے گا تو قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کے حضور



ہیں اس طرح آئے گا کہ وہ اس پر سخت غضبناک ہوگا۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان المصورین یعدون یوم القیامت  
ویقال لہم احيوا ما خلقتم !  
قیامت کے دن تصویریں بنانے والوں کو خدا  
دیا جائے گا اور کہا جائے گا جو تم نے بنائی ہیں  
ان میں جان ڈالو۔

اور صحیح بخاری کے اندر مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان احدکم اذا مات عرض علیہ  
مقعدا من العداۃ والعشی ان  
کان من اهل الجنة فمن الجنة  
وان کان من اهل النار فمن اهل النار  
فیقال ہذا مقعدک حتی یبعثک  
اللہ عز وجل  
جب تم میں سے کوئی مر جاتا ہے تو صبح و شام  
اس کا ٹھکانہ اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے  
اگر جنتی ہے تو جنت کا، اور دوزخی ہے تو دوزخ  
کا۔ اور اسے کہا جاتا ہے یہ قیامت تک کا تمہارا  
ٹھکانا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ تمہیں دوبارہ  
اٹھائے گا۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

اذا صار اهل الجنة فی الجنة و اهل  
النار فی النار، حیثی بالموت یوقف  
بین الجنة والنار، ثم یدفع۔ ثم  
ینادی مناد، یا اهل الجنة خلود و  
لا موت۔ و یا اهل النار خلود و لا  
موت۔ فیزداد اهل الجنة فرحاً الی  
فرحہم۔ ویزداد اهل النار حزناً  
الی حزنہم

جب جنتی لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اور  
جہنمی لوگ جہنم میں تو موت کو جنت و دوزخ کے  
درمیان لاٹھڑا کر دیا جائے گا، اور اسے ذبح کر  
دیا جائے گا۔ اس کے بعد خدا کا منادی پکارے گا  
اے جنت والو! تمہارے لئے ہمیشہ ہمیش کے لئے  
جنت ہے، اور موت نہیں ہے۔ اے دوزخ والو!  
تمہارے لئے ہمیشہ ہمیش کیلئے جہنم ہے، اب موت نہیں  
ہے، پس اگر جنتی لوگوں کی مسرت اور بڑھ جائے گی  
اور دوزخیوں کا رنج و غم اور زیادہ ہو جائے گا۔

اور مسند احمد میں ہے

جس نے دس درہم میں کوئی کپڑا خریدا، اور اس  
میں ایک درہم بھی حرام کا تھا تو جب تک یہ کپڑا

من اشتری ثوباً بعشر درہم  
فیہا درہم حرام، لم یقبل اللہ

لَمْ صَلَّوْهُ مَا دَامَ عَلَيْهِ ، ثُمَّ ادْخَلَ  
اَضْبَعًا فِي اُذُنِهِ ، ثُمَّ قَالَ صَمْنَا  
لَمْ اَكُنْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس کے جسم پر ہوگا، خدا اس کی نماز قبول نہیں  
فرمائے گا۔ راوی نے بیان اپنے دونوں کانوں  
میں انگلیاں ڈال لیں۔ اور کہا اگر یہ حدیث میں  
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنی ہو تو  
میں بہرہ ہو جاؤں

اسی مسند کے اندر حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، آنحضرتؐ نے فرمایا

مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ سَكْرًا مَرَّةً وَاحِدَةً  
فَكَانَ مَا كَانَتْ لَهُ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا  
فَسَلْبَهَا ، وَمَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ سَكْرًا اَرْبَعَ  
مَرَّاتٍ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يَقْبِلَ مِنْ  
طِينَةِ النَّجَالِ

جس نے نشہ پی کر ایک وقت کی نماز ترک کر دی  
تو گویا دنیا و ما فیہا سب اس کی ملکیت تھی جو  
اس سے چھین لی گئی۔ اور جس نے نشہ کی وجہ سے  
چار وقت کی نماز ترک کر دی تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق  
ہوگا کہ اسے وہ دوزخیوں کا نچوڑا ہوا عصا رہ  
اسے پلائے۔

اسی مسند احمد میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا

مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ شَرْبَةً لَمْ يَقْبَلْ لَيْلًا  
صَلَاةَ اَرْبَعِينَ صَبَاحًا . فَاِنْ قَابَ  
قَابَ اللَّهُ عَلَيْهِ . فَلَا اَدْوَى فِي  
الثَّلَاثَةِ اَوْ الرَّابِعَةِ قَالَ فَاِنْ عَادَ  
كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يَقْبِلَ مِنْ  
رَدْنَةِ النَّجَالِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

جس نے شراب کی ایک گھونٹ بھی پی تو چالیس  
دن تک اس کی نماز قبول نہیں جائے گی اگر وہ  
توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول  
فرمائے گا، راوی کہتے ہیں، تیسری مرتبہ یا چوتھی  
مرتبہ آپؐ نے فرمایا اگر اس نے پھر یہ گناہ کیا تو  
اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہوگا کہ وہ اسے دوزخیوں کا  
نچوڑا ہوا خون اور پیپ پلائے۔

اسی مسند میں حضرت ابو موسیٰؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ مَاتَ مَدْمًا لِلْخَمْرِ سَقَا اللَّهُ  
مِنْ نَهْرِ الْغَوْطَةِ ، قَبْلَ وَمَا نَهْرُ  
الْغَوْطَةِ ؟ قَالَ نَهْرٌ يَجْرِي مِنْ  
فُرُوجِ الْمُؤْمِسَاتِ يُؤْذِي أَهْلَ النَّارِ

جو شخص شراب کی مداوت کرتے ہوئے مر گیا  
تو اللہ تعالیٰ اسے نہر غوطہ سے پانی پلائے گا  
کسی نے پوچھا نہر غوطہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا  
یہ نہر بدکار عورتوں کی شرمگاہ سے نکل ہے۔ اور



ریح فروجہن - یہ ایسی خراب ہے کہ خود دوزخی لوگوں کو بھی

اس سے سخت تکلیف ہوگی۔

اور اسی مسئلہ کے اندر مروی ہے، آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

یعرض الناس یوم القیامت ثلاث عرضات فاما عرضتان فبدال و معاذیر و اما الثالث فعند ذالک تطیر الصحف فی الایدی فاحذ بیمینہ و اخذ بشمالہ

قیامت کے دن تین مرتبہ لوگوں کی پیشی ہوگی۔ دو پیشیوں میں توجہ و معذرت ہوگی تیسری پیشی پر اعمال نامے اڑا کر لوگوں کے ہاتھوں میں چلے جائیں گے، کوئی دائیں ہاتھ میں لے گا اور کوئی بائیں ہاتھ میں۔

اسی مسئلہ میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا۔

ایاکم و محقرات الذنوب فانہن یجتمعن علی الرجل حتی تہلکنا

چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی تم اپنے کو بچاؤ کیونکہ جب چھوٹے چھوٹے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں تو انسان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے اس کی مثال ارشاد فرمائی کہ جب لوگ کسی صحرا میں منزل کرتے ہیں اور کھانے پکانے کا وقت آتا ہے تو کوئی بکری لے آتا ہے، کوئی اونٹ کی میٹگیاں لے آتا ہے تاکہ ڈھیر لگ جاتا ہے اور پھر آگ جلائی جاتی ہے اور پھر جو کچھ اس میں ڈالتے ہیں سب جل جاتا ہے اور صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ ”جہنم پھل کھڑا کیا جسٹا گا۔ اور سب سے پہلے اس پر سے میں گزروں گا، اس روز تمام پیغمبروں کی دعا یہ ہوگی۔ اللہم سلم۔ سلم دے اللہ! سلامتی دے، اے اللہ! سلامتی دے، پل کے دونوں جانب ببول کے کانٹوں کی مانند کانٹے ہوں گے۔ اور لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق ان سے ابھیں گے۔ بعض صحیح سالم نکل جائیں گے۔ بعض زخمی ہو کر پار ہوں گے، اور نجات پائیں گے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ بندوں کے فیصلہ سے فارغ ہوں گے اور ان بندوں کو جن پر وہرم کرنا چاہتا ہے اور وہ کلمہ شہادت ”لا الہ الا اللہ“ کی شہادت دینے والوں میں سے ہیں تو فرشتوں کو حکم دے گا کہ ان لوگوں کو جہنم سے نکالو۔ فرشتے ان کو سجدوں کے نشانوں سے پہچانیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سجدوں کے اثر کو جلانا آگ پر حرام کر دیا ہے۔ یہ نشانیاں دیکھ دیکھ کر فرشتے ان کو باہر نکالیں گے، اس وقت ان کا حال یہ ہوگا کہ ان کی کھالیں جل چکی ہوں گی، فرشتے ان پر ”مار الحیات“ ڈالیں گے جس سے ان

کو دوبارہ زندگی حاصل ہوگی۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، قیامت کے دن سب سے پہلے تین قسم کے لوگوں کا فیصلہ کیا جائے گا، سب سے پہلے شہید کو لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسکو اپنی نعمتیں گنوائے گا۔ اور وہ ان نعمتوں کا اعتراف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے یہ نعمتیں کہاں خرچ کیں؟ وہ جواب دے گا میں تیری راہ میں لڑتا رہا تا آنکہ میں تیری راہ میں شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ بولتا ہے، تو اس لئے لڑا ہے کہ لوگ تجھے بہادر کہیں۔ اور دنیا میں لوگوں نے تجھے بہادر کہا۔ اس کے بعد حکم دیا جائے گا کہ اسے سر کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ، اور جہنم میں ڈال دو، چنانچہ اسے جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اس کے بعد عالم اور قرآن سیکھے ہوئے لوگوں کو بلایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے انعامات یاد دلائے گا۔ وہ اس کا اعتراف کرے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے اسے کہاں خرچ کیا؟ وہ کہے گا میں نے لوگوں کو علم اور ستر آن پڑھایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ کہتا ہے، تو نے اس سے پڑھا تھا کہ لوگ تجھے عالم حافظ، قاری کہیں۔ اور یہ بات تجھے دنیا میں حاصل ہو گئی، حکم دیا جائے گا کہ اسے بھی سر کے بل گھسیٹ کر جہنم میں جھونک دو۔ چنانچہ وہ اسی طرح جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کو بلائے گا جس کو رزق کی فراوانی اور مال و دولت اور قسم قسم کی نعمتیں دنیا میں دی گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں یاد دلائے گا۔ جب وہ اس کا اعتراف کرے گا تو فرمائے گا تو نے میری نعمتوں کو کہاں صرف کیا؟ وہ جواب دے گا تیری مرضی کی راہ میں میں نے خرچ کیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ کہتا ہے تو نے اس سے خرچ کیا ہے کہ لوگ تجھے سخی کہیں اور دنیا میں یہ ہو چکا۔ اس کے بعد حکم دیا جائے گا کہ اسے بھی سر کے بل جہنم میں جھونک دو، چنانچہ اسے جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ ایک حدیث میں یہ الفاظ زیادہ ہیں ”یہی لوگ سب سے پہلے جہنم میں ڈالے جائیں گے، اور انہی سے جہنم سلگائی جائے گی“

اس روایت کے متعلق حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے میں نے سنا ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے، تمام سے بہترین لوگ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور وہ شریعہ تہذیب لوگ ہیں جو اپنے کو انبیاء کرام کا جانشین کہتے ہیں لیکن وہ کذاب اور جھوٹے دعویدار ہیں۔ انبیاء کرام کے بعد تمام سے بہتر لوگ علماء کرام، شہداء اور صدیقین اور مخلصین ہیں لیکن جو لوگ ایسے نہیں ہیں اور ان جیسے بنا کر لوگوں کو دھوکہ اور فیسہ دیتے ہیں اور یہ شریعہ تہذیب لوگ ہیں



صحیح بخاری کے اندر حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا

من كانت عنده لا خيه مظلم في مال او عرض فليأته - فليستحلها من قبل ان يوخذ وليس عنده دينار ولا درهم ، فان كانت له حسنات اخذ من حسناته فاعطيها والا اخذ من سيئاته فطرحته عليه ثم طرح في النار

جس شخص نے اپنے کسی بھائی پر ظلم کیا ہو وہ ظلم مال کا ظلم ہو، یا اسباب و متاع کا یا آبرو کا اسے چاہیے کہ وہ اپنے بھائی کے پاس جائے، اور قبل اس کے کہ اس سے مواخذہ ہو۔ اور بھلائی کے لئے اس کے پاس دینار و درہم نہ ہوں، اس سے معاف کرنا کہ اپنے لئے جائز گردانے، کیونکہ اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو اس سے بے کر اس کو دیدی جائیگی اور اگر نیکیاں نہیں ہیں تو اس کے گناہ اس پر لادے جائیں گے اور پھر اسے جہنم میں جھونک دیا جائیگا

اور صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا

من اخذ مشبرا من الارض بغير حقه خسف به يوم القيامة الى سبع ارضين

کسی نے ایک بالشت زمین بھی کسی کی ناحق لے لی ہے تو قیامت کے دن سات زمینوں تک اسے دھنسا دیا جائے گا۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں انہی سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا

ناركم هذه التي توفدون جزء من سبعين جزءا من نار جهنم صحابه نے عرض کیا قسم خدا کی عذاب کے لئے تو یہی آگ کافی وافی ہے۔ آپؐ نے فرمایا جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انتہائی حصہ زیادہ ہے اور جس کا ایک ایک حصہ اس کے برابر اور ہم مثل ہے۔

اور مسند احمد کے اندر حضرت معاذ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

او صاتی رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لا تشرك بالله شيئا وان قتلت - اذ حرقت ولا تعقن

آنحضرتؐ نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ گردانا اگرچہ تم قتل کر دیتے جاؤ، یا تمہیں جلا دیا جائے اور آگ

والديك وان امراك ان تخرج  
من مالك واهلك ولا تترك  
صلوة مكتوبة متعمدا فان من ترك  
صلوة مكتوبة متعمدا فقد برئت منه  
ذمة الله، ولا تشرب خمرًا فانه راس  
كل فاحشة - واياك والمعصية فان  
المعصية سخط الله

ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو، اگرچہ وہ تمہیں تہار  
مال اور تہاری بی بی کو تم سے علیحدہ کرنے کا  
حکم دیں۔ فرض نماز کبھی قصداً ترک نہ کرو، کیونکہ  
جو شخص قصداً فرض نماز ترک کرے گا اسکی  
جانب سے میں اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری سے بری  
ہوں۔ اور کبھی شراب نہ پینا، کیونکہ شراب تمام  
گناہوں کی جڑ ہے، اور گناہوں سے بہت دور  
رہو کیونکہ گناہ اللہ تعالیٰ کی خلق کا موجب ہیں۔

مذکورہ بالا احادیث کے علاوہ بے شمار احادیث اس باب سے میں موجود ہیں، جو شخص  
نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ ان احادیث کی طرف سے ناپائیدار بن جائے اور  
نفس کو خود سر اور آزاد نہ کرے، اور صرف حسن ظن اور حسن رجاء پر تکیہ کر کے نہ بیٹھ جائے۔  
حضرت ابو آلفا بن عقیل کہتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، عیسید و معالطہ کا شکار نہ  
بنو، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو صرف تین درجہ کی چوری میں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا ہے اور سوئی کے ناکے  
کے برابر شراب پینے پر حد جاری کرنے کا حکم دیتا ہے، اور ایک بلی سے معمولی غفلت کی بنا پر اس  
نے ایک عورت کو جہنم میں ڈال دیا اور مال غنیمت میں سے ایک علامہ اٹھا لینے کے بدلہ میں یہی عام  
آگ کا شعلہ بن کر عذاب کا موجب ہوا، حالانکہ یہ شخص شہید ہو کر مرا تھا۔

حضرت امام احمد نے ایک مرفوع حدیث روایت کی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
دخل رجل الجنة في ذباب ودخل  
رجل النار في ذباب  
ایک مکھی کے سبب سے ایک آدمی جنت میں  
داخل ہوا اور ایک مکھی کے سبب ایک جہنم  
میں گیا۔

صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیونکر؟ آپ نے فرمایا۔ دو آدمی ایک جگہ سے گزرے  
جہاں کے باشندوں کا ایک بت تھا۔ کسی آنے جانے والے آدمی کو بت پر بھیٹ چڑھائے  
بغیر وہاں سے جانے نہیں دیتے تھے۔ ان میں سے ایک کو کہا اس بت پر بھیٹ چڑھاؤ، تو آگے  
جا سکے ہو ورنہ نہیں۔ اس نے کہا میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ ان لوگوں نے کہا ایک مکھی ہی  
بھیٹ چڑھاؤ۔ اس نے مکھی کی بھیٹ دیدی۔ ان لوگوں نے اسے چھوڑ دیا یہ شخص جہنم



میں داخل کیا گیا۔ دوسرے کہاتم بھی بھینٹ چڑھاؤ، اس نے کہا میں خدا کے سوا کسی پر بھینٹ نہیں چڑھاتا۔ ان لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔ یہ شخص جنت میں داخل کیا گیا۔

اور بندہ کبھی منہ سے ایسا کلمہ بولدیتا ہے جس سے وہ جہنم کا اندھن بن جاتا ہے اور بہت سے فیسر خوردہ لوگ مال و دولت اور اللہ تعالیٰ کے دنیوی انعامات کے مغالطہ میں آجاتے ہیں اور یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہے اور مجھے دوست رکھتا ہے۔ اور آخرت میں وہ مجھے اس سے بھی زیادہ انعامات سے نوازیگا لیکن یہ تمام باتیں محض اوہام اور دھوکہ ہیں چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

اذا رثیت الله عز وجل يعطى العبد من الدنيا على معاصية ما يحب فانما هو استدراج  
جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے بندے کو دنیا دیتا ہے جو گناہوں میں ڈوبا ہوا ہے تو سمجھ لو یہ استدراج ہے۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

فلا تسوا ما ذكروا به فتحنا عليهم ابواب كل شئ اذا فرحوا بما اولوا اخذناهم بغتة فاذا هم مبسورون  
پھر جس سے ان کو آگاہ کیا گیا تھا جب اس کو بھول بسر بیٹھے تو ہم نے بھی ان کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے ان پر طرح طرح کی نعمتوں کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جو نعمتیں ان کو دی گئی تھیں جیب ان کو پا کر خوش ہوئے لیکر ایک ہم نے ان کو دھڑکڑا دیا اور عذاب کا آنا تھا کہ وہ بے آس ہو کر رہ گئے۔

بعض سلف صالحین فرماتے ہیں اگر تم گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہو پھر بھی اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں سے تمہیں نواز رہا ہے تو تمہیں اللہ تعالیٰ سے بہت ہی ڈرنا چاہیے کیونکہ یہ استدراج ہے اور خدا کا امتحان ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

ولولا ان يكون الناس امة واحدة لجعلنا لمن يكثر بالرحمن لبيوتهم سققا من فطنة ومعارج عليها  
اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقے کے ہو جائیں گے تو دنیا کے ساز و سامان ہمارے ہاں اس قدر حقیر ہیں کہ جو لوگ منکر جن

يُظْهِرُونَ وَلِبِئْسَ أَهْلُ الْبُيُوتِ هُمُ الْبُورَاءُ  
عَلَيْهَا يَتَكَثَّرُونَ وَزُخْرُفًا - وَانْ كَلْ  
ذَالِكْ لَمَّا مَتَاعَ الْحَيَاتِ الدُّنْيَا وَ  
الْآخِرَةِ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ  
(زخرف)

ہیں ان کے لئے ان کے گھروں کی چھتیں ہم  
چاندی کی کر دیتے اور چاندی کے زینے کہ ان  
پر چڑھتے اترتے اور چاندی ہی کے ان کے  
گھروں کے دروازے اور چاندی ہی کے تخت  
کہ ان پر تکیے لگا لگا کر بیٹھتے اور چاندی کے  
نہیں بلکہ سونے کے بھی یہ تمام اسی دنیا کا زندگی  
کے فائدے ہیں اور آخرت کے فائدے پر رگزار  
کے ہاں پر ہیزگاروں ہی کے لئے ہے

اور اس قسم کے خیالات کی تردید اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتا ہے۔

فَاِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ  
فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّيْ اَكْرَمَنِ  
وَ اِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ  
رِزْقَهٗ فَيَقُولُ رَبِّيْ اِهَانَنِ - كَلَّا  
(دُجْر)

لیکن انسان کا یہ خیال ہے کہ جب اس کا  
پُروردگار اسے آزماتا ہے کہ لے عزت و نعمت  
دیتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے میرا پروردگار میری  
تکرمیم کرتا ہے اور جب وہ اسے آزماتا ہے  
کہ اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ  
بڑبڑاتا ہے، میرا پروردگار مجھے ذلیل کرتا ہے  
مگر یہ خیال غلط ہے۔

یعنی یہ بات ہرگز ہرگز نہیں ہے کہ جن کو میں اپنی نعمتوں سے دنیا میں نوازتا ہوں اور  
رزق کی وسعتیں دیتا ہوں۔ انکو میں عزت و کرامت سے نوازتا ہوں۔ اور جن کو مصائب و  
آلام میں مبتلا کرتا ہوں اور رزق میں تنگی دیتا ہوں اس کی میں توہین و بے عزتی کرتا ہوں۔  
بلکہ ایک کا انعامات کے ذریعہ امتحان کر رہا ہوں اور دوسرے کو مصائب میں مبتلا کر کے  
اسی آزمائش سے اسے محکوم بنا رہا ہوں اور جامع تفسیر میں روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ يُعْطِي الدُّنْيَا مَنْ يَّحِبُّ وَمَنْ  
لَّا يَّحِبُّ - وَلَا يُعْطِي الْاِيْمَانَ اِلَّا مَنْ  
يَّحِبُّ -

اللہ تعالیٰ دنیا اسے بھی دیتا ہے جسے وہ دوست  
رکھتا ہے اور اسے بھی جسے وہ دوست نہیں رکھتا  
لیکن ایمان تو اسی کو دیتا ہے جسے وہ دوست رکھتا

بعض سلف کا قول ہے بہت سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے انعامات سے نوازتا ہے لیکن



وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے استدراج اور امتحان ہوا کرتا ہے۔ اور انہیں اس کی خبر نہیں ہوتی، لوگوں کے منہ سے اس کی تعریف بھی کرائی جاتی ہے لیکن حقیقت میں خدا کی جانب سے آزمائش ہوتی ہے اور ان کو خبر تک نہیں ہوتی۔ بہت سے لوگوں کی پردہ داری کی جاتی ہے جس سے وہ مغالطہ میں پڑ جاتے ہیں لیکن ان کے حق میں یہ ایک فریب اور دھوکہ ہوتا ہے۔

## فصل

(فتنہ دنیا، اوامر و نواہی حکمت الہی کا اقتضا ہے)

دنیا میں سب سے بڑا فتنہ۔ اور سب سے بڑا دھوکہ یہ ہے کہ انسان دنیا کے فوری فوائد کے فریب میں پھنس جاتا ہے اور وہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے فوری فوائد کو ترجیح دے دیتا ہے اور دنیا کے قلیل سے قلیل فائدے سے خوش ہو ہو جاتا ہے اور اس قسم کے فریب خوردہ لوگوں کی باتیں بھی کچھ عجیب و غریب ہوا کرتی ہیں۔ بعض تو یہاں تک کہنے لگتے ہیں کہ دنیا نقد ہے اور آخرت ادھار اور ادھار کے مقابلہ میں نقد زیادہ سود مند ہوا کرتا ہے بعض اس سے بھی چند قدم آگے ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں نقد ذرا ادھار مورتی سے بہتر تو نقد نہ تیرہ ادھار، اور کچھ لوگ تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ دنیا کی لذتیں یقینی ہیں آخرت مشکوک و مشتبہ، اور مشکوک و مشتبہ چیز کے لئے یقینی چیز نہیں چھوڑی جاسکتی لیکن یہ تمام باتیں شیطان کا دھوکہ اور فریب ہے۔ اس سمجھ کے انسانوں سے تو جانور زیادہ عقلمند اور سمجھدار ہوتے ہیں، مصرت رساں چیز سے تو جانور تک دُور بھاگتے ہیں، اسے مارا اور پیٹا جائے گا تب بھی وہ مصرت رساں چیز کی طرف نہیں بڑھتا، لیکن انسان ہے جان بوجھ کے انسان ایسی چیزوں کی طرف بھی اقدام کرتے ہیں جو ان کے حق میں سخت مضر اور نقصان دہ ہو کر رہتی ہیں اور ان چیزوں کا انجام وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ پھر بھی اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ نہ تو ان باتوں کی تصدیق کرتا ہے نہ تکذیب، اس قسم کے لوگ اگر اللہ اور اللہ کے رسول پر۔ اور بارگاہِ الہی میں حاضری، اور قیامت کی جزاء و سزا پر ایمان رکھتے، بھٹے ایسا سمجھ رہے ہیں تو مانٹے کہ ان سے زیادہ کوئی محروم و بد نصیب نہیں، ان سے زیادہ حسرت و پاپ کا کون مستحق ہو سکتا ہے؟ کہ باوجود علم و ایمان کے وہ ایسا کر رہے ہیں۔ اور اگر اللہ، اور اللہ کے رسول پر ایمان ہی نہیں رکھتے تو پھر ان سے زیادہ تو کوئی محروم اور بد نصیب ہو ہی نہیں سکتا۔

یہ شخص یہ کہتا ہے کہ ادھار سے نقد بہتر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس وقت ہے جبکہ نقد اور ادھار مساوی اور برابر کی حیثیت رکھتے ہوں لیکن اگر نقد اور ادھار مساوی اور برابر نہیں ہیں بلکہ ادھار زیادہ۔ اور زیادہ نقد بخش ہے تو یقیناً ادھار ہی افضل و بہتر ہے اور جب حقیقت یہ ہے تو پھر دنیا کے نقد کو آخرت کے ادھار سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ جب کہ ساری کئی ساری دنیا از ابتدا تا انتہا آخرت کے مقابلہ میں ایک سانس کے برابر بھی نہیں ہے۔ جیسا کہ مسند احمد اور ترمذی شریف میں حضرت مستورد بن شداد سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے

ما الدنیا فی الاخرۃ الا کما یدخل احدکم اصبعہ فی الیم فلینظر بہ یرجع ؟  
آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی حیثیت اتنی ہی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص سمندر میں اپنی انگلی ڈالے اور پھر دیکھے کہ انگلی کیسا تھکنا پانی آتا ہے؟

اور حقیقت تو یہ ہے کہ آخرت ہی نقد ہے اور دنیا ادھار۔ اور اس نقد کو ایسے ادھار کے عوض تباہ و برباد کر دینا ایک عظیم ترین خسارہ اور بدترین جہالت و بے وقوفی نہیں تو اور کیا ہے؟ اور جبکہ پوری دنیا کی حیثیت آخرت کے مقابلہ میں یہ ہے تو پھر ایک انسان کی عمر کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔ اب تباہ و بربادوں کے نزدیک دونوں میں سے کونسی چیز افضل و بہتر ہے؟ کیا اس مختصر سی مدت کی قلیل ترین چیز کو اختیار کرنا، اور آخرت کی دائمی خیر و بھلائی کو ٹھکرا دینا بہتر ہے؟ یا ایک حقیر اور کمتر اور جلد سے جلد ختم ہو جانے والی چیز کو اس لئے ترک کر دینا کہ اس کے عوض وہ بیش بہا، بیش قیمت چیز حاصل کی جائے جس کی قیمت کا کوئی اندازہ ہی نہیں ہو سکتا۔ اور جو کبھی انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتی جس کی بہتات کا کوئی شمار نہیں ہو سکتا۔ اور جس کے ختم ہونے کی کوئی میعاد و مدت ہی نہیں ہے۔؟

دوسرے شخص کا قول کہ ”یقینی چیز کو مشکوک و مشتبہ چیز کے مقابلہ میں ترک نہیں کیا جاسکتا“ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے اور وعید اور اس کے پیغمبروں کی صداقت پر تمہیں شک ہے یا یقین؟ اگر تمہیں یقین ہے تو جو کچھ دنیا کا نقد تم چھوڑ رہے ہو۔ اس کی حیثیت ادنیٰ سے ادنیٰ ذرہ سے زیادہ نہیں ہے اور وہ جلد سے جلد آنا فنا ختم ہونے والا ہے اور آخرت یقینی چیز ہے جس میں شک کی گنجائش ہی نہیں ہے اور وہ کبھی منقطع ہونے والی بھی نہیں ہے اور اگر تمہیں اس کے اندر شک و شبہ ہے تو تمہیں پُرہنگار



عالم کی آیات اور نشانیوں پر غور کرنا چاہیے جو اسکے وجود، اسکی قدرت، مشیت و عدانیت، پیغمبروں کی حقانیت و صداقت اور پیغمبروں کے پیش کردہ صراطِ مستقیم کی صداقت پر دلالت کرتی ہیں پورے پورے تجربہ و مکیونی کے ساتھ آیاتِ الہیہ کو سوچو، ہمت و عزت کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ غور و تدبر کرو۔ بحث و مناظرہ کرو تا آنکہ تم پر اچھی طرح واضح ہو جائے کہ انبیاء کرام نے خدا کی جانب سے جو کچھ پیش کیا ہے وہ بالکل حق اور صحیح ہے۔ اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اس دنیا کا خالق بھی وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا خالق اور پروردگار ہے۔ اس کی شان نہایت بلند و بالا ہے۔ ہر قسم کے نقائص سے منزہ اور پاک ہے اور انبیاء کرام نے اس ذاتِ مقدس کے متعلق جو خبریں پہنچائی ہیں وہ بالکل حق ہیں۔ اس کے خلاف اگر کوئی شخص ذاتِ الہی کے متعلق کہتا ہے تو وہ خدا کو گالی دے رہا ہے، اسے جھٹلا رہا ہے اس کی الوہیت و ربوبیت۔ اس کے ملک و مملکت، اور اس کی شہنشاہی کا انکار کر رہا ہے۔ کیونکہ ہر صاحبِ فطرت سلیمہ کے نزدیک یہ امر محال و مستعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ مالکِ الملک احکم الحاکمین کسی طرح بھی عاجز و بے بس ہو۔ یا وہ بھال و بے خبر ہے کہ اس کے علم سے کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی چھوٹی ہوئی ہے، یا وہ ستا نہیں، دیکھتا نہیں، کلام نہیں کرتا، بندوں کو مامور نہیں کرتا، بری چیزوں کی ممانعت نہیں کرتا، نیکی کا بدلہ ثواب اور بدی کا بدلہ عذاب نہیں دیتا۔ عزت و ذلت کا مالک نہیں کہ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔ اپنے ملک و مملکت میں۔ اور مملکت کے اطراف و جوانب میں اپنے پیغمبروں کو نہیں بھیج سکتا۔ اپنی مخلوق اور دیبا کی پر وائیں نہیں کرتا۔ ان کے حالات، اطوار کی خبر نہیں رکھتا۔ ان کو بیکار و لاعینی چھوڑ دیا ہے۔ ان کو مہمل اور آزاد پیدا کیا ہے۔ یہ باتیں تو دنیا کے بادشاہوں کی بھی شان کے خلاف ہے۔ چہ جائیکہ مالکِ الملک، بادشاہِ حقیقی، احکم الحاکمین کی ذاتِ مقدس کی طرف ایسی باتیں منسوب کی جائیں۔

انسان ابتداً ابتدائی خلقت، لطف سے لے کر پیدائش، شیر خوارگی، بچپن، جوانی کے حالات پر غور کرے تو اسے اپنی طرح معلوم ہو جائے گا کہ وہ ذاتِ جس نے انسان کی تخلیق و تربیت کا یہ نظام قائم کیا جس نے اس کو ان مختلف حالات سے گزارتے ہوئے اس منزل تک پہنچایا، مختلف اخلاق و اطوار سے اسے نوازا، اس کے لئے کیا یہ سزاوار ہے کہ انسان کو بالکل مہمل اور بیکار چھوڑ دے؟ کسی قسم کے حکم سے اسے مامور نہ کرے، کسی چیز سے اس کو نہ روکے

اور اس پر جو حقوق و فرائض عائد ہوتے ہیں، ان سے اسکو آشنانہ کرے کسی چیز کا اجر و ثواب نہ دے، کسی جرم کی سزا نہ دے، اگر بندہ پوری طرح ان چیزوں پر غور کرے تو اس کی آنکھوں کے سامنے جو کچھ ہے اور اسکی آنکھوں سے ادھل جو کچھ ہے ان سب کو توحید و رسالت، معاد و آخرت کی کامل ترین دلیل پائے گا۔ نیز ہر چیز اس پر بھی دلالت کرے گی کہ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے، غرض دنیا کی ہر چیز ان امور کی طرف انسان کی راہنمائی کرے گی اور ہم اپنی کتاب "ایمان القرآن میں آیت فلا اقسم بما تبصرون وما لاتبصرون" لوگو! جو چیز تم کو دکھائی دیتی ہے، اور جو چیز تمہیں دکھائی نہیں دیتی ہم تم سب ہی قسم کھاتے ہیں کہ یہ قرآن بلاشبہ کلام الہی ہے، ایک معزز فرشتہ (الحاقہ)

کالا یا ہوا۔

کی تفسیر کے ضمن میں اس کی وجہ استدلال طریق دلالت کو پوری طرح واضح کر چکے ہیں نیز آیت و فی انفسکم افلا تبصرون خود تمہارے اندر بہت سی نشانیاں ہیں کیا تم کو سوجھتی نہیں (ذاریات)

کی تفسیر کے ضمن میں بھی ہم نے وجہ استدلال اور صورت دلالت پر بہت کچھ روشنی ڈالی ہے اگر کامل طور پر غور و تدبر کیا جائے تو خود انسان کا وجود ہی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ خالق حق سبحانہ و تعالیٰ موجود ہے، وہ وحدہ لا شریک ہے، رسالت و نبوت حق ہے اور اس کی صفات نکالیہ حق ہیں بہر حال! آخرت کو ضائع کرنے والا ہر دو صورت میں فریب دھوکہ کا شکار ہے، تصدیق و یقین کی صورت میں بھی، اور تکذیب و شک کی صورت میں بھی۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ معاد و آخرت، جنت و دوزخ کے متعلق تصدیق جازم، اور یقین کامل موجود ہو تو تو مختلف عمل کیونکر ممکن ہے؟ یہ دونوں باتیں ایک جگہ جمع ہو ہی نہیں سکتیں، کیا بشری طبائع میں یہ چیز ہے کہ کسی انسان کو بادشاہ وقت بلاتا ہے اور یہ خبر بھیجتا ہے کہ کل تم ہمارے دربار میں حاضر ہو جاؤ، تمہارے فرائض و اعمال کا جائزہ لیا جائے گا اگر تم اس میں ناکام ثابت ہوئے تو تمہیں سخت ترین سزا دی جائے گی۔ اور اگر کامیاب رہے تو تمہاری پوری پوری عزت افزائی کی جائے گی۔ کیا اس خبر کی اطلاع پانے کے بعد وہ غافل اور بے خبر ہو کر سو جائے گا کل حضور شاہی میں حاضر ہونی دینی ہے اسے فراموش کر جائے گا۔ کل کے لئے نہ وہ کسی قسم کی تیاری کرے گا نہ اسے کسی قسم کا خوف ہراس ہوگا؟



اس کا جواب یہ ہے کہ بخدا تمہارا اعتراض صحیح اور بالکل صحیح ہے۔ اور اکثر و بیشتر مخلوق پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے اور ان پر دو متضاد امور کا مجتمع ہو جانا نہایت تعجب انگیز بھی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ علم و یقین اور مختلف عمل کے بہت سے اسباب ہیں۔ منجملہ یہ کہ علم کی کمزوری اور یقین کی کمی بھی ایک اہم سبب ہے جو شخص یہ کہتا ہے کہ علم کے مدارج مختلف نہیں ہیں وہ سراسر غلط کہتا ہے۔ غور کرو۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم تھا کہ چرند و گاو عالم مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔ باوجود اس کے بارگاہ الہی میں استدعا کرتے ہیں کہ وہ مردہ زندہ کر کے دکھائے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ یقین و اطمینان میں استحکام فراوانی حاصل ہو جائے اور جو چیز بطور غیب معلوم ہے بطور حضور و شہود معلوم ہو جائے۔ چنانچہ مسند احمد میں روایت ہے، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: لیس الخیر کالمعانیہ رخیہ کی حیثیت معاینہ و مشاہدہ کی نہیں ہے، جب ضعف علم و یقین موجود ہو، اور آخرت کے متعلق جو چیزیں بیان کی جاتی ہیں وہ سامنے مستحضر نہ ہوں اور جو چیزیں کہ معاد آخرت کے غلاف میں قلب اکثر اوقات ان میں مشغول ہو۔ اور اس اشتغال کی وجہ سے آخرت کی چیزیں قلب سے محبوب و مستور ہو جائیں۔ نیز ان چیزوں کے ساتھ ساتھ طبی مقتضیات، خواہشات و شہوات کا استیلاء و غلبہ ہی ہو جانے نفس کی فریب کاری، شیطان کا دھوکہ، و بعد آخرت بدیر پورا ہونے کی امید، طویل امیدیں، غفلت کی نیند، موجود و حاضر کی قدر، تاویل کی رخصتیں، شب و روز کی مبالغہات سے دل ہلکی یہ تمام باتیں جب جمع ہو جائیں تو اس وقت قلب انسانی کے اندام ایمان کو وہی ذات قائم اور باقی رکھ سکتی ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو باقی اور قائم رکھا ہے اور یہی وہ اسباب ہیں۔ جن کی بنا پر ایمان و عمل میں لوگوں کے مدارج مختلف ہوا کرتے ہیں تا آنکہ کمزوری اور ضعف کی انتہا یہ ہوتی ہے کہ ایمان بقدر ذرہ ہنسکر رہ جاتا ہے۔ یہ تمام اسباب جب یکجا جمع ہو جاتے ہیں تو بصیرت و استقلال کی قوت کمزور ہو جاتی ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل صبر و استقلال و یقین کی مدد و توفیق فرمائی ہے، اور صبر و یقین والوں کو امامت فی الدین کا درجہ عطا فرمایا ہے چنانچہ ارشاد فرماتا ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اٰمَةً يَهْتَدُونَ بِهَا  
اور تم نے نبی اسرائیل میں پیشوا بنائے تھے جو ہمارے  
لما صبروا و صابروا بآياتنا يوقنون  
حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے اس لئے کہ وہ صبر  
کرتے تھے اور ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے۔ (منجملہ)

## فصل

(حسن ظن وہ ہے جو انسان کو عمل صالح پر آمادہ کرے)

(حسن ظن وہ نہیں جو انسان کو عصیان و نافرمانی پر ابھارے)

”حسن ظن“ اور فریب و مغالطہ کا فرق تمیز پہلے واضح ہو چکا ہے کہ حسن ظن وہ صحیح اور حق ہے جو بندے کو عمل صالح کیلئے آمادہ اور تیار کرے، عمل صالح کیلئے مساعد و مدد ہو، اعمال صالحہ کی طرف کھینچ لے جائے۔ اور اگر وہ بطلان اور بد عملی۔ انہماک معاصی کی طرف لے جاتا ہے، تو وہ حسن ظن نہیں بلکہ فریب اور دھوکہ ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ حسن ظن، رجاء و امید ہی کا نام ہے اور رجاء و امید وہی صحیح اور حق ہے جو انسان کو طاعت الہی کی طرف لے جائے۔ اور معاصی و نافرمانی سے باز رکھے۔ وہ رجاء و امید صحیح نہیں جو انسان کو بطلان و بد عملی پر ابھارے، اور بطلان و بد عملی اسکو خواہ مخواہ کی رجاء و امید پیدا کر دے۔ ایسی رجاء و امید سراسر فریب اور دھوکہ ہے اگر ایک شخص بہت سی زمین رکھتا ہے، اس کی شادابی اور پیداواری کی امید رکھتا ہے، اس سے مستفید ہونا چاہتا ہے، پھر بھی وہ زمین کو بیکار چھوڑ دیتا ہے، اس میں تخم ریزی نہیں کرتا، زمین کی خدمت نہیں کرتا، پانی نہیں دیتا تو ایسے شخص کو لوگ احمق اور پاگل ہی کہیں گے۔ یہ حسن ظن اور امید نہیں بلکہ حماقت ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ حسن ظن اور امید قائم کرے کہ بغیر ہمبستری کے اس کے گھر بچہ پیدا ہوگا، اور بلا طلب علم اور بلا تحصیل علم کی محنت و مشقت کے اپنے ہمعصروں سے آگے نکل جائے گا تو لوگ اسے احمق اور پاگل ہی کہیں گے۔ اسی وقت اسے ہذا اسی طرح جو شخص بغیر طاعت و بندگی، اور بلا اعمال صالحہ و مقربہ اور بلا امثال و اہل اور اجتناب منہیات و محرکات کے فوز و فلاح، بلندی درجہ اور جنت کی دائمی نعمتوں کی امیدیں قائم کرتا ہے اور ایسا حسن ظن رکھتا ہے تو وہ احمق اور پاگل ہی سمجھا جائے گا۔ اس بات پر میں خدائے قدوس کا ارشاد تو یہ ہے کہ

ان الذین امنوا والذین ہاجروا  
وجاہدوا فی سبیل اللہ او کتلوا  
یرحمنہم اللہ (بقرہ)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کی راہ  
میں ہجرت کی ہے کہیں اور جہاد بھی کئے، یہی لوگ  
خدا کی رحمت کی امید رکھائے بیٹھے ہیں۔

خود کو خدائے قدوس کی اس آیت میں ان لوگوں کو امید و رجاء کا مستحق قرار دیتا ہے جو



مذکورہ طاعات کو انجام دے، اور یہ فریب خوردہ انسان یہ کہتا ہے کہ رحمت الہی کا مستحق وہ ہے جو احکام الہی کی خلاف ورزی کرے، حقوق خداوندی کو ٹھکرا دے، بندگان الہی پر ظلم و جور روا رکھے، محرمات و منہیات کا بے خوف ارتکاب کرے۔

مسئلہ کا اصل راز یہ ہے کہ ”حسن ظن“ اور امید و رجاء اسی وقت ممکن ہے جبکہ ان اسباب و وسائل کو عمل میں لایا جائے جن کی حکمت الہی، شریعت الہیہ، اس کی تقدیر و قضاء، اس کا ثواب و کرامت مقتضی ہے۔ بندہ ان اسباب کو عمل میں لائے اس کے بعد پورے دگار عالم کی بارگاہ میں حسن ظن رکھے۔ اور اس کی جناب سے امیدیں وابستہ کرے۔ یہ امید قائم کرے کہ اللہ تعالیٰ ان اسباب و وسائل کو بیکار نہ کر دے۔ مطلوب و مقصود تک پہنچانے میں اسباب کو حمد گردانے، اسباب کا رنج دوسری طرف نہ پھیرے کہ اسباب ساقط ہو جائیں۔ اسباب کی تاثیرات معطل و بیکار ہو کر رہ جائیں۔

## فصل

(امید و رجاء کیلئے تین باتیں لازم و ضروری ہیں)

ساتھ ساتھ خوف و رجاء کا عامل ہوتے، صحابہ کرام تقاضے کرتے تھے)

یہ امر سمجھ لیا بہت ضروری ہے کہ کسی چیز کو امید و رجاء کے لئے تین چیزیں لازم اور ضروری ہیں۔

اولیٰ یہ کہ اس چیز کی محبت لازمی ہے

دوم یہ کہ اس کے فوت ہونے کا خوف و اندیشہ ہونا چاہیے

سوم یہ کہ اس کے حصول کی حتی الامکان کوشش کی جائے۔

جس امید و رجاء میں تین باتیں نہ ہوں، وہ امید و رجاء نہیں۔ بلکہ محض امانی، یعنی خالی آرزو ہے اور کچھ نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ امید و رجاء اور چیز ہے اور امانی و آرزو دوسری چیز ہر صاحب امید و رجاء اپنی مطلوب چیز کے فوت ہونے سے ڈرتا ہے اور خائف رہتا ہے۔ ایک مسافر جب سفر کا راستہ طے کرتا ہے تو اسے منزل تک پہنچنے کا خوف رہتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی رفتار تیز نہ کرتا ہے۔ چنانچہ جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

من خاف ادلج ومن ادلج بلغ المنزل جو شخص منزل تک نہ پہنچنے سے ڈرتا ہے وہ پہلی

الا ان سلعة الله غالية

الا ان سلعة الله الجنة

رات ہی سے سفر شروع کر دیتا ہے اور جو پہلی رات سے سفر شروع کر دیتا ہے منزل تک پہنچ جاتا ہے، آگاہ رہو اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا سامان بہت قیمتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا سامان جنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس طرح اعمال صالحہ والوں کیلئے امید ورجاء ضروری کر دانی ہے۔

اسی طرح ان کے لئے خوف و ڈر بھی ضروری کر دیا ہے۔ اور یہ خوب واضح رہے کہ خوف و رجاء وہی مفید ہے جس کے ساتھ عمل صالح موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان الذين هم من خشية ربهم

مشفقون والذين هم بايات ربهم

يؤمنون والذين هم بعلمهم لا

يشركون والذين يؤتون ما اتوا و

قلوبهم وجلت انهم الى ربهم

واحبون اولئک يسارعون في

الخيرات وهم اهما سابقون

(مومنون)

جو لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے ترسائے ہیں اور جو لوگ اپنے پروردگار کی آیتوں پر یقین رکھتے ہیں، اور جو اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور جو خدا کا علم انہیں خدا دیتا ہے اس میں خدا کی راہ میں جیتے ہیں اور پھر بھی ان کے دلوں کو اس بات کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ ان کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے یہی لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور ان کیلئے پکے ہیں اور جامع ترمذی میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں آنحضرتؐ سے میں اس آیت کے متعلق پوچھا یا رسول اللہ! ایسے لوگ کون ہیں۔ کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیا کریں، زنا اور چوری کیا کریں؟ آپ نے جواب دیا۔

لا يا ابنة الصديق، ولكنهم الذين

يصومون ويصلون ويتصدقون

ويخافون ان لا يقبل منهم

اولئک يسارعون في الخيرات

اے صدیق کی بیٹی نہیں۔ ایسے لوگ نہیں، بلکہ وہ لوگ جو روزے رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں صدقہ دیتے ہیں، اور پھر ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کے اعمال مقبول نہ ہوں یہی لوگ خیر و نیکی میں جلدی کیا کرتے ہیں۔

میر حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اہل سعادت کی توصیف و تعریف



فرماتا ہے تو ان کے احسان و نیکی، اور خوف الہی کا ذکر فرماتا ہے اور شقی و بد بخت لوگوں کا ذکر فرماتا ہے تو ان کے گناہ اور ان کی بے خوفی کا ذکر فرماتا ہے۔

اگر کوئی صاحب بصیرۃ صحابہ کرام کے حالات پر غور کرے تو اسے معلوم ہو گا صحابہ کرام کس درجہ اعمال صالحہ سے مزین تھے پھر بھی وہ کس درجہ خدا سے ڈرتے تھے اور ہم میں کہ باوجود اتنا درجہ کی تقصیر و کوتاہی کے بھی کس قدر بے خوف، اور نڈھال بنے ہوئے ہیں۔ یہ ہماری کس قدر غلط فہمی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالات پڑھو۔ آپ اکثر اوقات الہا کرتے تھے۔

ووددت انی شجرة فی جنب عبد مؤمن میں ایسے پسند کرتا ہوں کہ کسی ایماندار کے جسم کے ایک روئیں کے برابر ہی ہوتا۔ (ذکرہ احمد)

نیز انہی امام احمد سے مروی ہے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اکثر اپنا زبان پکڑ کر کہتے تھے۔

ہذا اور دینی الحوارد اس نے مجھے ملائمت کے مواقع میں ڈالا ہے۔

یہ کچھ کچھ سے زیادہ روتے۔ اور فرماتے

ابکوا، فان لم تقبکوا فتباکو خوب رو دیا کرو۔ اگر نہ رو سکو تو حکم ازکم روئی شکل تو بناؤ

جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو خوف الہی ایسا طاری ہو جاتا کہ لکڑی کی طرح کھڑے ہو جاتے ذرہ بھر جنبش نہیں ہونے پاتی تھی۔

ایک مرتبہ ایک پرندہ آپ کے سامنے لایا گیا۔ آپ نے ہاتھ میں پکڑا، اور الٹ پلٹ کر دیکھنے لگے اور فرمانے لگے اس وقت تک کوئی جانور شکار نہیں بننا، اور کوئی درخت کاٹا نہیں جانا جب تک کہ وہ تسبیح الہی کو ترک نہ کر دے۔

آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا تو حضرت عائشہ صدیقہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

یا بنیۃ ! انی اصبت من مال

یہ چیزیں ہیں۔ ایک عبا، ایک دودھ لکانے

کاپیالہ، اور ایک سلام تم اسے جلد سے جلد

خطاب کی بیٹے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا دو۔

اور آپ نے فرمایا۔

ووددت انی کنت هذه الشجرة کیا اچھا ہوتا میں درخت ہوتا کہ مجھے جانور کھانے

توکل و تعضد

اور پھر کاٹ دیا جاتا۔

حضرت قتادہؓ نے فرمایا کہ مجھ تک حضرت ابوبکر صدیقؓ کے یہ کلمات پہنچے ہیں، وہ فرماتے ہیں۔  
لیتني خضرة تا كلني الدواب۔  
کاش میں سبز گھاسس ہوتا تو چوپائے مجھے کھا لیتے۔  
حضرت فاروق اعظمؓ کے حالات پڑھو۔ ایک مرتبہ انہوں نے سورہ طہ پڑھنا شروع کی جب

آپ

ان عذاب دہک واقع (طور) تمہارے پڑدگار کا عذاب ضرور نازل ہو کر رہے گا  
پر پہنچے تو شدت سے رونا شروع کر دیا تا آنکہ آپ اس قدر بیمار نہ ہو گئے کہ لوگ عیادت  
کیلئے آنے لگے۔

جس وقت بستر مرگ پر تھے، اپنے بیٹے سے کہنے لگے۔ ”تیرا بھلا ہو۔ میرے رخصائے زمین  
پر دھرنے۔ شاید اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائے“ پھر فرمانے لگے ویل اھی ان لم یعف  
اللہ لی (اگر اللہ تعالیٰ میری مغفرت نہ فرمائے تو میں عارت ہی ہو گیا) یہ کلمات آپ نے تین مرتبہ  
فرمائے۔ اس کے بعد ہی آپ کی روح قبض ہو گئی۔

آپ معمولات شب کے مطابق روزانہ مسترآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ جب وعید کی  
آیتیں آجاتیں تو اس قدر روتے کہ ہچکی بندھ جاتی۔ اور دونوں تک گھر میں پڑے رہتے کہ لوگ  
بیمار سمجھ کر عیادت کے لئے دور آتے۔

خوف الہی سے آپ اس قدر روایا کرتے تھے کہ آنسو بہنے کی وجہ سے رخساروں پر دو  
سیاہ خط سے پڑ گئے تھے۔

موت سے کچھ پہلے حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما نے آپ سے کہا۔ امیر المؤمنین آپ کے ذریعہ  
اللہ تعالیٰ نے ملکی فتوحات عطا فرمائیں، بڑے بڑے شہر آباد کئے اور یہ کیا۔ وہ کیا۔ تمام چیزیں  
گنوائیں۔ آپ نے فرمایا۔

وددت انی انجولا اجر ولا وزر  
میں چاہتا ہوں کہ میری نجات ہو جائے۔ نہ مجھے اجر  
ملے، نہ بارگناہ مجھ پر لا دیا جائے۔

حضرت عثمان بن عفانؓ رضی اللہ عنہ کو دیکھو، جب وہ کسی قبر پر پہنچتے تو اتنا روتے کہ آپ کی  
داڑھی تر ہو جاتی اور کہتے کہ اگر مجھے جنت اور دوزخ کے مابین اختیار کا حکم دیا جاتا تو اس سے قبل  
ہی کہ میں اپنے متعلق یہ سچ سکوں کہ کس صورت کو میں زیادہ برداشت کر سکتا ہوں، راہ



ہو جانے کو پسند کروں گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حالات پڑھو، وہ ہمہ وقت رشتے رشتے رہتے، اور خوف الہی سے ڈھال ہو جاتے، خصوصاً دو باتوں سے ان کا خوف حد سے زیادہ متجاوز ہو جاتا تھا۔  
۱۔ طول امل۔ دنیا کی زلیست کی بڑی بڑی امیدیں۔

۲۔ خواہشات کی پیروی، فرمایا کرتے طول امل آخستہ سے غافل کر دیتا ہے اور خواہشات کی پیروی حق سے روک دیتی ہے۔

اور فرمایا کرتے دنیا پیٹھ دیکر بھاگ رہی ہے۔ اور آخرت نہایت تیزی سے قریب آرہی ہے اور لوگ ان دونوں کے بال بچے ہیں۔ دنیا کے بھی۔ اور آخرت کے بھی۔ تم آخرت والے بنو۔ دنیا والے نہیں۔ آج عمل کا دن ہے حساب نہیں، حساب کل ہوگا۔ کل عمل نہیں ہوگا۔

حضرت ابوالدرداءؓ کے حالات پڑھو۔ فرماتے تھے قیامت کے دن سب سے زیادہ مجھے اس امر کا خوف ہے کہ مجھ سے باز پرس ہوگی کہ تم نے جو کچھ علم سیکھا تھا اس پر تم نے کس قدر عمل کیا؟ اور کہا کرتے تھے، مرنے کے بعد جو کچھ پیش آنیوالا ہے اگر تمہیں معلوم ہو جسکے تو تم شوق سے کھانا پینا چھوڑ دو، اور گھروں میں نہ رہو۔ بلکہ گھروں سے نکل کر پہاڑوں کی طرف بھاگو، ماتم کرو، اور رشتے ہی رہو۔ اے کاش کہ میں درخت ہوتا۔ کاٹا جاتا کھا لیا جاتا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حالات پڑھو۔ آنسو کی کثرت کی وجہ سے انکی آنکھوں کے نیچے سیاہ نشان پڑ گئے تھے۔

حضرت ابوذرؓ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کاش میں درخت ہوتا۔ لوگ مجھے کاٹ ڈالتے۔ کاش میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ ان کی خدمت میں جب کچھ نان و نفقہ پیش کیا جاتا تو جواب دیتے ہماری بکریاں ہمارے پاس میں ہم انہیں دوہ کر پی لیا کرتے ہیں۔ گدھے ہیں سواری کی ضرورت ہو تو ان پر سواری کر لیا کرتے ہیں۔ آزاد کردہ غلام ہیں جو ہماری خدمت کر لیا کرتے ہیں۔ سیاہ کبل ہے جسے اوڑھ لیا کرتے ہیں۔ مجھے تو ان ہی چیزوں کے حساب و کتاب کا خوف کھائے جاتا اور نیکر کیا کروں گا۔

حضرت ابوالدرداءؓ نے ایک مرتبہ رات کو سورہ جاثیہ پڑھنا شروع کی جب وہ اس آیت پر پہنچے۔

ام حسب الذین اجترو السیات ان  
نحبلہم کا لذین آمنوا و عملوا  
جو لوگ بدکرداریوں کی فریب میں رہتے ہیں کیا  
انہوں کو غیرہ خیال کر رکھا ہے کہ ہم ان کو ان

الصالحات - (جاشیہ)

لوگوں جیسا کہ دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے

تو بار بار اسے پڑھتے اور روتے تا آنکہ اسی حالت میں صبح ہوگئی۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کہا کرتے تھے کاش میں بھیڑ ہوتا۔ میرے گھرواے مجھے ذبح کر کے میرا گوشت کھا لیتے اور میرا شور باپی جاتے۔

اس باب سے یہی آثار اس قدر موجود ہیں کہ یہاں پیش کردہ شواہد ہیں۔ صحیح البخاری میں ایک مستقل باب ہے۔

خوف المؤمن ان یحبط عمله و هو لا یشعشع۔ باب مومن کے خوف کا کہ کہیں اس کے اعمال اس طرح ساقط نہ ہو جائیں کہ وہ سمجھ بھی نہ سکے۔

حضرت ابراہیم تیمی فرماتے ہیں: جب کبھی میں نے اپنے قول و عمل کا جائزہ لیا تو یہی ڈر ہوا کہ میں جھوٹ تو نہیں بول رہا ہوں۔

حضرت ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں: میں تیس صحابہ سے مل چکا ہوں جو کثرت خوف الہی کی وجہ سے اپنے متعلق نفاق سے ڈرتے تھے۔ ان تمام کا حال دیکھو۔ پھر بھی ان میں سے کوئی یہ نہیں کہتا تھا کہ میرا ایمان جبریلؑ اور میکائیلؑ کے ایمان کے برابر ہے۔

حضرت حسنؓ فرمایا کرتے تھے: ”مومن ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، منافق نہیں ڈرتا۔“

حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت حذیفہؓ سے کہتے تھے: میں تمہیں خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں میں میرا نام گنوا یا تھا؟ وہ کہتے نہیں: لیکن تمہارے سوا کسی اور کی صفائی نہیں پیش کروں گا۔“

اس روایت کے متعلق حضرت استاذ شیخ ابن تیمیہؒ سے دریافت کیا گیا تو فرمانے لگے حضرت حذیفہؓ کا یہ مقصد نہیں تھا کہ حضرت عمرؓ کے سوا نفاق سے کسی اور کی برأت نہیں پیش کروں گا۔ بلکہ یہ مقصد تھا کہ یہ دروازہ تمہارے سوا میں کسی اور کے لئے نہیں کھولوں گا کہ ہر شخص اپنی نسبت دریافت کرنا ہے اور میں اس کی صفائی کر دیا کروں۔ اسی روایت کے قریب قریب آنحضرتؐ کی یہ حدیث بھی ہے: کسی نے آنحضرتؐ کی خدمت میں گزارش کی کہ میرے حق میں دعا فرمائیے کہ شہر ہزار آدمی تو بلا حساب و کتاب جنت میں داخل کئے جائیں ان میں میرا بھی نام ہو، آپؐ فرمایا: کاش تم سے سبقت کر گئے۔ اس سے آنحضرتؐ کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اس کے حقدار صرف تم کا شہد ہیں بلکہ یہ مقصد ہے کہ اگر اس کے لئے دعا کی جسٹے گی تو یکے بعد دیگرے بہت سے لوگ کھڑے ہو جائیں گے۔ اور



کہیں گے ہمارے لئے بھی دعا فرمائیے۔ اور جب یہ دروازہ کھل جاتا ہے تو ہو سکتا ہے ایسے لوگ بھی کھڑے ہو جائیں جو اس کے مستحق نہ ہوں اور کہنے لگیں کہ ہمارے لئے بھی دعا فرمائیے۔ اس لئے یہاں اس سلسلہ کو روک دینا ہی اونٹے اور بہتر تھا۔ واللہ اعلم۔

## فصل

دُنیا اور آخرت کی تمام مصیبتوں کی جڑ گناہ ہیں،  
حقیقت تو میں دُنیا میں ہلاک ہوئی شراائعِ الہیہ کی خلاف ورزی سے ہی ہلاک ہوئی،

اب ہم اصل مقصد کی طرف مراجعت کرتے ہیں جس کا ہم نے آغاز کتاب میں ذکر کیا ہے یعنی وہ مرض کہ اگر اس کا سلسلہ جاری رہا تو انسان کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ اسی مرض کا علاج ہم یہاں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ سمجھ لینا چاہیے کہ گناہ انسان کے حق میں نہایت مضرت رسال چیز ہے۔ اور یہ یقینی امر ہے۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اور یہ بھی یقینی امر ہے کہ گناہ کا زہر قلب میں اس طرح سرایت کر جاتا ہے جس طرح انسان کے جسم میں زہر سرایت کر جاتا ہے اور جس درجہ کا زہر ہوتا ہے اسی درجہ کی اس کی تاثیر ہوا کرتی ہے۔ کیا دنیا اور آخرت کی کوئی مصیبت، کوئی خرابی، کوئی تباہی اور بربادی۔ اور بیماری ایسی ہے جسکی اصل وجہ اور اصل سبب معاصی نہ ہوں؟ حضرت آدمؑ اور حضرت عیساؑ کو جنت سے کس چیز نے نکالا؟ اور کس چیز نے ان کو جنت اور جنت کی نعمتوں، لذتوں اور جنت کی مسرتوں سے محروم کیا؟ اور کس چیز نے ان کو جنت الخلد اور دارِ بہجت و سرور سے نکال کر دارِ محن اور دارِ مصائب و آلام میں ڈال دیا؟ اور کس چیز نے ان کو دنیا کے قید خانہ میں مقید کر دیا؟، ابلیس معلم الملکوت تھا اس کو ملکوتِ سموات سے کس چیز نے اس کو ملعون، مطرود اور مردود بنا کر رکھ دیا؟ اور کس چیز نے اس کا ظاہر و باطن مسخ کر کے رکھ دیا؟ اور ایسا مسخ کر دیا گیا کہ اس کی بدترین صورت کے برابر کوئی صورت نہ رہی، اور اس کے بدترین باطن کے برابر کوئی باطن نہ رہا۔ ایک وقت تھا کہ وہ مقربینِ بارگاہِ الہی میں بلند درجہ رکھتا تھا، لیکن سرکشی کی وجہ سے وہ سب بڑا ملعون اور مردودِ بارگاہِ شکر رہ گیا۔ "رحمت" "نعنت" سے تبدیل ہو گئی، خوبصورتی بد صورتی سے تبدیل ہو گئی۔ جنت کے بدلہ شعلہ فگن آگ کا ایندھن بن کر رہ گیا ایمان کفر سے بدل گیا۔ خدائے حمید کا دوست تھا لیکن وہ اس کا سب سے بڑا دشمن بن کر رہ گیا یا تو وہ تسبیح و تقدیس، تکبیر و تہلیل کے نعرے لگاتا تھا۔ یا اب وہ کفر و شرک، کذب و دروغ، فحش و یادہ کوئی

کا دل دادہ ہے۔ لباسِ ایمان، لباسِ کفر، لباسِ فسق و فجور، لباسِ عصیان سے تبدیل کر دیا گیا۔ اور نگاہِ خداوندی میں وہ انتہا درجہ ذلیل و خوار بن کر رہ گیا۔ رحمتِ الہی کی بلندیوں سے بالکل تحتِ اثری میں جاگرا۔ پروردگارِ عالم کا ہنر و غضب اس پر ایسا ٹوٹا کہ وہ سب سے نیچے جاگرا، فجار، فاسق بدکاروں اور حسدِ ائمِ پیشہ لوگوں کا بڑا سے بڑا قائد، اور سپہ سالار بن کر رہ گیا، یا تو وہ عبادات و طاعات میں سب سے پیش پیش تھا اور فرشتوں کی سیادت و قیادت کیا کرتا تھا، یا اب وہ خدا کی ساری مخلوق سے بدتر۔ اور سب سے بڑا منکر و کافر بن کر رہ گیا۔ اے خدائے قادر و توانا تیری نافرمانی سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ آہ وہ کونسی چیز تھی جس نے ساری زمین کے بسنے والوں کو طوفان کے ایسے پانی سے غرق کر دیا جس نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہنے والوں کو بھی نہ چھوڑا؟

وہ کونسی چیز ہے جس نے قوم عاد پر بادِ صرصر مسلط کر دی؟ یہ لوگ مر کھپ گئے۔ اور زمین پر ایسے مرے پڑے رہ گئے گویا درختوں کے بوٹے زمین پر گرے پڑے ہیں۔ یہ ہوا ایسی چلی کہ جہاں سے گزری شہروں، آبادیوں، باغوں اور کھیتوں، چوپایوں، جانوروں کو تباہ و برباد کرتی چلی گئی اور ایسی قیامت برپا کر دی کہ دنیا کی قوموں کے لئے عبرت کا سامان چھوڑ گئی۔

اور وہ کونسی چیز ہے جس نے قوم ثمود پر بادلوں کی گرنج بھیجی کہ جس کی آواز سے لوگوں کے دل اور شکم شوق ہو کر رہ گئے اور تمام کے تمام مر کھپ گئے؟

اور وہ کونسی چیز تھی جس نے قوم لوط کی آبادیوں کو اٹھا کر آسمان کے قریب تک پہنچا دیا۔ او اس قدر آسمان کے قریب پہنچا دیا کہ کتوں کے بھونکنے کی آواز فرشتے سننے لگ گئے اور پھر اس طرح اس طبقہ کو پلٹ دیا کہ اوپر کو تلے اور تلے کو اوپر کر دیا۔ اس طرح تمام کو ہلاک کر کے مارا۔ اور پھر ان کو جہنم کے پکائے ہوئے پتھر آسمان سے گرائے گئے۔ اور انہیں ایسی سخت سزا دی گئی کہ دنیا میں ایسی سزا کسی قوم کو نہیں دی گئی، کیا ایسا عذاب ظالموں سے دور رہ سکتا ہے؟ اور ظالم اس سے بچ سکتے ہیں۔ اور وہ کونسی چیز تھی جس نے قوم شعیب پر بادلوں کا عذاب بھیجا؟ یہ بادل چھری کی طرح چھا گئے اور جب ان کے سروں پر آ گئے تو ان پر آگ برسانے لگے۔

اور وہ کونسی چیز ہے جس نے فرعون کی قوم کو دریا برد کر دیا۔ اور انکی روحوں کو جہنم میں پہنچا دیا؟ حق اور واقعہ یہ ہے کہ ان کے جسم غرق ہوتے ہی ان کی روحوں جہنم میں جلتے ہی کے لئے تھیں۔

اور وہ کونسی چیز تھی جس نے قارون، قارون کا گھر، اس کا مال، اور اس کے اہل و عیال کو



زمین میں دھنسا دیا؟

اور وہ کونسی چیز تھی جس نے حضرت نوحؑ کے بعد مختلف اوقات میں بے شمار قوموں کو انواع و اقسام کے غذاؤں سے دوچار کر دیا اور قومیں کی قومیں تباہ و برباد کر دی گئیں؟  
اور وہ کونسی چیز تھی جس نے صاحب فطرت کی قوم کو بجلی کی کڑک سے ہلاک کر مارتا تاکہ ایک نفر بھی زندہ نہ بچے سکا؟

اور وہ کونسی چیز تھی جس نے بنی اسرائیل پر جابر و ظالم لوگوں کو بھیج کر انہیں تاراج و برباد کر دیا، اور ان کے سامان، گھر، مال و اسباب سب کا سب لوٹ لیا گیا۔ مرد قتل کئے گئے بچے اور عورتیں اسیر کر لی گئیں۔ شہر کے شہر جلا کر خاکستر کر دیئے گئے۔ اور مال و دولت، غارتگری کے نذر ہو گئے، بار بار جابر، ظالم لوگ ان پر بھیجے گئے اور بار بار تباہ و برباد کر دیئے گئے، کونسی چیز تھی جس نے ان کو انواع و اقسام کے غذاؤں میں مبتلا کر دیا؟ ان پر مصائب و آلام کے پہاڑ توڑے قتل و غارتگری کا نشانہ بنائے گئے۔ کبھی اسیر کئے گئے، کبھی ان کی آبادیاں کی آبادیاں تاراج کر دی گئیں۔ کبھی بادشاہوں کے جوہر و ستم کے نشانہ بنے اور کبھی ان کی صورتیں مسخ کر دی گئیں۔ اور بند اور خنزیر کی صورتیں بنا دی گئیں، اور آخری انجام یہ ہوا کہ خود پروردگار عالم نے قسم کھا کر ان کی قسمتوں پر مہر لگا دی۔

لیبعثن علیہم الی یوم القیامۃ قیامت تک ان لوگوں پر ایسے لوگوں کو خدا  
من یسومہم سوء العذاب مسلط کرتا رہے گا کہ ان کو برے عذاب کا مزہ  
چکھاتے رہیں۔

حضرت امام احمدؒ سے مروی ہے، حضرت عبدالرحمن بن جبیر بن نفیر اپنے والد جبیر سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں جب قبرس فتح ہوا، قبرس کے باشندے تباہ حال ہو کر تتر بتر ہو گئے، جگہ جگہ سے رونے دھونے، آہ و بکا کی آوازیں آرہی تھیں۔ اس وقت میں نے ابوالدرداءؓ کو دیکھا کہ وہ علیحدہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں۔ میں ان کے قریب گیا اور کہا۔ ابوالدرداءؓ آج خدا نے اسلام اور مسلمانوں کو فتح و نصرت، عزت و عظمت بخشی ہے اور آپ رو رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔ جبیر! خدا تیرا بھلا کرے۔ خدا کی نافرمانی کی وجہ سے آج اس مخلوق کا کیا حشر ہو رہا ہے؟ یہ لوگ کیسے ذلیل و خوار کر دیئے گئے؟ کل یہ قوم ایک قہار، زبردست طاقتور قوم تھی۔ بہت بڑا ملک ان کے قبضہ میں تھا لیکن اس نے احکام الہی کی خلاف ورزی تو آج اس کا حشر تمہارے سامنے ہے

اور ایک حدیث میں مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

لن يهلك الناس حتى يعذروا  
من انفسهم  
لوگ اس وقت تک ہرگز ہلاک نہیں کئے جاتے  
جب تک کہ وہ اپنے گناہوں کے لئے کوئی عذر  
پیش کر سکیں۔

اور مسند احمد میں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں آنحضرتؐ سے میں نے سنا ہے  
اذا ظهرت المعاصي في امتي عظم  
الله لعذاب من عنده  
جب میری امت میں گناہوں کی کثرت ہو  
جائے گی تو اللہ تعالیٰ خواص و عوام سب پر اپنا  
عذاب اتارے گا۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں یہ سن کر میں نے آنحضرتؐ سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا اس وقت  
صالح اور نیک بندے نہیں ہوں گے؟ آپؐ جواب دیا جلی کیوں نہیں ہوں گے۔ میں نے کہا۔ پھر ان  
لوگوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ آپؐ فرمایا۔

يصيبهم ما اصاب الناس، ثم  
يضيرون الى مغفرة من دون الله  
ورضوان۔  
اور جو لوگوں پر افتاد آئے گی ان پر بھی آئے گی  
پھر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کی بخشش ہو  
گی اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی آریگی۔

مرا سیل حسن میں ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

لا تزال هذه الامة تحت يد الله  
وفي كنفه مالم يمالئ قوائها امرئها  
وما لم يترك صلماؤها فجارها وما  
لم يهتن خيارها شرارها۔ فاذا  
فعلوا ذالك رفع الله حيده  
عنهم ثم سلط عليهم جبابرتهم  
فيومهم منهم سوء العذاب ثم  
ضربهم الله بالفاقة والفقر  
میری امت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے نیچے  
اور اس کی بغل میں رہے گی۔ جب تک کہ علما  
امت اور قاری امیروں کی بیجا حمایت نہیں کریں گے  
نیک لوگ فاسقوں، تاحسروں کی بیجا  
صفائی نہیں کریں گے اور شریر لوگ نیک لوگوں  
کی توہین و بے عزتی نہیں کریں گے۔ جب لوگ  
ایسا کرنے لگیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ ان  
پر سے اٹھائے گا۔ اور جابر۔ ظالم لوگوں کو ان  
پر مسلط کر دے گا جو ان پر سخت سے سخت عذاب کے  
پہاڑ توڑیں گے، اور پھر ان کو اللہ تعالیٰ فقر و



فاقہ میں مبتلا کر دے گا۔

اور مسند میں حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان الرجل یحرم الرزق بالذنب آدمی اپنے گناہوں کی وجہ سے رزق سے محروم یصیب

ایسی مسند کے اندر مروی ہے، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا

یوشک ان تداعی علیکم الامم ڈر ہے کہ دنیا کی قومیں تمپر ہر طرف سے ٹوٹ پڑیں گی۔ جس طرح کہ بھوکے کھانے کے پیالے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ علی قصعتها

صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہوگی؟ آپ نے فرمایا

انتم یومئذ کثیر و لکنکم عتاء گفتماء السیل۔ نزع المہابة من قلوب عدوکم و نجعل فی قلوبکم الوهن۔ اس وقت تمہاری کثرت ہوگی، لیکن تمہاری حالت اس وقت سیلاب کے خش و خاشاک جیسی ہوگی تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب اٹھ جائے گا۔ اور تمہارے دلوں میں بزدلی پیدا ہو جائے گی۔

صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ بزدلی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا

حب الحیات و کراهیت الموت زندگی سے محبت، اور موت کا ڈر

اس مسند کے اندر حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا

لما عزج بی مردت بقوم لہم اظہار من نحاس ینمشون وجوہہم و صدورہم فقلت من ہا اولاء یا جبریل؟ فقال ہا اولاء الذین یاکلون لحوم الناس و یقعون فی اعراضہم جب مجھے معراج کے لئے لے گئے تو مجھے ایسے لوگوں پر سے گزرا گیا جن کے ناخن تانبے کے تھے جن سے وہ اپنا منہ اور سینے بچ رہے تھے۔ میں نے جبریلؑ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو انسانوں کا گوشت کھایا کرتے تھے (غیبت کرتے تھے) اور ان کی

آبروریزی کیا کرتے تھے

اور جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

يُخْرِجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَحْقِرُونَ  
الدُّنْيَا بِالْدِينِ وَيَلْبَسُونَ لِلنَّاسِ  
مَسْوَكَ الصَّنَانِ مِنَ اللَّبَنِ السَّتَمِ  
أَحْلَى مِنَ الْمَكْرِ. وَقُلُوبُهُمْ قُلُوبُ  
الذَّنَابِ يَقُولُ اللَّهُ عَنْ وَجَلِ أَبِي  
تَغْتَرُونَ أَمْ عَلَيَّ تَجْتَرُونَ؟ فَسَبِي  
حَلَفْتُ لَا بَعَثَنِي عَلَى أَوْلَئِكَ فِتْنَةً  
مَدْعُ الْحَلِيمِ مِنْهُمْ حَبِيرَانَا

آخر زمانہ میں ایسے لوگ نکھر کھڑے ہوں گے جو  
دین کو فریب کا ذریعہ بنا کر دنیا کا نہیں گئے، لوگوں  
کو دکھانے کی غرض سے بکریوں کی نرم کھال اوڑھ  
لیں گے ان کی زبانیں شکر سے بھی زیادہ شیریں  
ہوں گی۔ لیکن ان کے دل بھیڑیوں کے سے  
ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں کبے گا کیا تم  
میسے کرنا پر اکر رہے ہو؟ تم نے میرے خلاف  
جرات کی؟ میں اپنی ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں  
ان لوگوں کو ایسے فتنہ اور عذاب میں ڈالوں گا  
کہ بردبار لوگ بھی حیران ہو کر رہ جائیں گے۔

اور ابن ابی الدنیا حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں، حضرت علیؑ فرماتے تھے۔

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى مِنْ  
الْإِسْلَامِ إِلَّا اسْمُهُ، وَلَا مِنَ الْقُرْآنِ  
إِلَّا رِسْمُهُ مَسْجِدُهُمْ يَوْمُئِذٍ عَامَةٌ  
وَهُيْ خَرَابٌ مِنَ الْهَدْيِ عُلَاؤُهُمْ  
أَشْرٌ مِنْ تَحْتَ أَدِيمِ السَّارِ مِنْهُمْ  
خَرَجَتْ الْفِتْنَةُ وَفِيهِمْ قَعُودٌ

لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا  
صرف نام رہ جائے گا۔ اور قرآن کے صرف  
حشر رہ جائیں گے، اس وقت مسجدیں ان  
کی بڑی عالی شان ہوں گی، مگر ہدایت سے  
خالی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے بنے والوں  
میں سب سے زیادہ برے لوگ ہوں گے انہی سے  
فتنہ کھڑے ہوں گے اور ان ہی میں گھوم کر  
لوٹ آئیں گے۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے  
إِذَا ظَهَرَ الرِّبَا وَالزُّنَا فِي قَرْيَةٍ  
أَذْنُ اللَّهِ عَنْ وَجَلِ بَهْلَا كَهَا

جب کسی آبادی میں سود اور زنا پھیل جاتا  
ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دینے کا حکم  
صادر فرماتا ہے۔

اور مرسل حسن میں ہے

إِذَا ظَهَرَ النَّاسُ الْعِلْمَ وَضَيَعُوا

جب علم کا مظاہر کرنے لگیں اور عمل کو چھوڑ



بیٹھیں اور زبان سے تو عجبت کا اظہار کریں  
اور دلوں میں بغض و کینہ رکھیں، اور  
رشتہ داریاں توڑ دیں تو اللہ تعالیٰ  
ان پر لعنت کرتا ہے اور ان کو ہر انداز  
بنا دیتا ہے۔

اور سن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ کی خدمت  
میں دس آدمیوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی ان میں سے ایک میں بھی، آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی خطاب کر کے فرمایا۔

۱۔ اے گروہ ہا جسریں! پانچ پتیزوں سے  
میں تمہارے حق میں بادگاہ الہی سے پناہ  
مانگتا ہوں ۱۔ جس قوم میں بدکاری پھیل  
جائے اور علانیہ بدکاری ہونے لگے تو اللہ  
تعالیٰ ان میں طاعون اور دوسری قسم کی  
بیماریاں بھیجتا ہے جو ان سے انگلیوں میں  
نہیں نکلیں ۲۔ جو لوگ ناپ تولی میں  
خیانت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان میں محط  
سالی اور تنگی معاش کی مصیبت بھیجتا  
ہے، اور ظالم بادشاہ ان پر مسلط کر دیتا  
ہے۔ ۳۔ جو لوگ مال کی زکوٰۃ دینا بند  
کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش  
روک دیتا ہے اور اگر چوپائے نہ ہوتے تو  
ان کے لئے پانی کہیں نہ برستا۔ ۴۔ جو  
لوگ عہد توڑ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر باہر  
کا دشمن مسلط کر دیتا ہے جو ان کی مملوک چیزوں  
میں سے بعض کو چھین لیتا ہے ۵۔ ان کے آئمہ

العل و تحابوا باللسن و بتاغضوا  
بالقلوب و تقاطعوا بالامرحام  
لعنہم اللہ عند ذلک  
فاصمہم و اعی ابصارہم

یا معشر المهاجرین! خمس خصال  
اعوذ باللہ ان تدرکھن ما  
ظہرت الفاحشة فی قوم حتی  
اعلنوا بها الا ابتلوا بالطوائین  
والا وجاع النی لم تکن فی  
اسلافہم الذین مضوا ولا نقض  
قوم المکیال الا ابتلوا بالسنان  
وشدة المؤنة وجور السلطان  
وما منع قوم زکوۃ اموالہم الا  
منعوا القطر من السماء ولولا  
البہائم لم یطروا ولا تحق  
قوم العهد الا سلط اللہ  
علیہم عدواً من غیرہم  
فاخذوا بعض ما فی ایدہم  
وما لم یعمل ائمتہم بما انزل  
اللہ فی کتابہ الا جعل اللہ  
باسمہم بینہم۔

اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی کتاب پر عمل کرنے والے  
 چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو لڑا مارتا ہے  
 اور مسند اور ستن میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: تم  
 سے پہلے لوگ ایسے تھے کہ جب ان میں کوئی گناہ کرتا تو روکنے والے دوڑ پڑتے۔ اور اسے کہتے تھے  
 سے ڈرو۔ لیکن دوسرے ہی دن وہ اس کے ساتھ خلا ملا کر لیتے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے  
 پیتے۔ گویا گزشتہ کل اس کا گناہ انہوں نے دیکھا ہی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب ان کی یہ حالت  
 دیکھی تو ان کے دلوں میں باہم عداوت پیدا کر دی اور پھر ان کے پیغمبر حضرت داؤدؑ، اور حضرت  
 عیسیٰؑ کی زبان سے ان پر لعنت کرائی اور یہ اس لئے کیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی  
 کی اور حد سے تجاوز کر گئے تھے۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے تم امر بالمعروف  
 اور نہی عن المنکر کا فرض انجام دو۔ ظالموں اور حق کے خلاف اقدام کرنے والوں کو روکو، ورنہ اللہ  
 تعالیٰ تمہارے دلوں میں بھی عداوت پیدا کر دے گا۔ اور تم ایک دوسرے پر لعنت بھیجے لگو گے جو  
 طرح کہ تم سے اگلے لوگ کیا کرتے تھے۔“

اور ابن ابی الدنیا نے ایک روایت نقل کی ہے۔ ”اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع  
 بن نونؑ کو بندہ دجی یہ خبر بھیجی تھی کہ تیری قوم میں سے چالیس ہزار اچھے لوگوں کو۔ اور  
 ساٹھ ہزار شریک بدکاروں کو ہلاک کرنے والا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا۔ پروردگار عالم  
 شریکوں کو ہلاک کرنا تو بجا ہے۔ لیکن بھلے لوگوں نے کیا خطا کی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جواب  
 دیا۔ یہ اس لئے کہ جب میں ان شریکوں پر خفا تھا تو یہ لوگ ان پر کیوں خفا نہ ہوئے۔ کیوں  
 یہ لوگ ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہے؟“

اور ابن عبد البر نے ابو عمران سے ایک روایت نقل کی ہے کہ ”کسی آبادی کیسے اللہ  
 تعالیٰ نے دو فرشتے بھیجے کہ اگل آبادی کو تباہ و برباد کر دو۔ جب یہ فرشتے وہاں پہنچے تو دیکھا  
 ایک شخص مسجد میں کھڑا نماز پڑھ رہا ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا۔ اے پروردگار اس آبادی پر  
 تیرا فلاں بندہ بھی تو ہے، جو نماز پڑھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ آبادی کو اور آبادی کے  
 اس کو بھی ہلاک کر دو۔ میں نے اس کی پیشانی پر کبھی بل نہیں پڑے کبھی نافرمانوں پر  
 ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔“

اور حمید بن مسعودؓ نے حضرت مسعودؓ کی روایت نقل کی ہے۔ ”اللہ تعالیٰ نے کسی آبادی کو ہلاک



کرنے کے لئے ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ نے کہا پروردگار عالم اس آبادی میں فلاں عابد موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ پہلے اس کو ہلاک کر دو۔ پھر آبادی کو ہلاک کرو۔ کیونکہ میکہ کے کعبہ کی پیشانی پر شکن نہیں پڑی۔“

اور ابن ابی الدنیا حضرت وہب ابن منبہ سے روایت کرتے ہیں: ”جب حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خطا ہو گئی تو بارگاہ الہی میں التجا کی۔ اسے پروردگار عالم ہمیں مغفرت فرما، اللہ تعالیٰ فرمایا تیرا گناہ میں معاف کرتا ہوں لیکن اس کی عاقبت کا بوجھ بنی اسرائیل پر ڈالتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا یہ کیسے ہو سکتا ہے، تو حاکم عادل ہے؟ تو کسی پر ظلم نہیں کیا کرتا، گناہ میں کروں اور میرا دوسرے بھگتیں۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ جب تم سے خطا ہوئی تو ان لوگوں نے جلد ہی اس سے انکار و مخالفت کیوں نہ کی۔“

اور ابن ابی الدنیا نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ میں اور ایک اور شخص حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ ام المؤمنین! زلزلہ کے بارے میں کوئی حدیث تو بیان فرمائیے۔ انہوں نے فرمایا ”لوگ جب زنا کاری کو جائز قرار دے لیں، شراب خواری کرنے لگیں۔ اور گانے بجانے کے آلات استعمال کرنے شروع کر دیتے ہیں تو آسمان پر غیرت الہی جوش میں آ جاتی ہے۔ پھر وہ زمین کو زلزلہ کا حکم دیتا ہے اگر لوگ جلد سے جلد توبہ کر لیں گے اور معاصی ترک کر دیں گے تو ٹھیک و گرنہ اللہ تعالیٰ ان کی آبادی کو منہدم اور مسمار کر دیتا ہے۔ حضرت انسؓ نے کہا۔ ام المؤمنین! کیا یہ ان کے حق میں عذاب ہوگا؟ انہوں نے فرمایا نہیں یہ ایمان والوں کے حق میں ہند و موعظت اور رحمت ہے اور کافروں کے حق میں عذاب اور خدا کا قہر و غضب۔“ حضرت انسؓ نے یہ سن کر کہا آنحضرتؐ کی وفات کے بعد میں نے ایسی خوش کن، فرحت انگین حدیث کوئی نہیں سنی۔

اور ابن ابی الدنیا نے ایک مرسل حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ کے عہد میں زمین کا زلزلہ ہوا تو آنحضرتؐ نے زمین پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ رک جا ابھی تیرے لئے اس کا وقت نہیں آیا۔ اس کے بعد آپؐ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

ان ربکم لیستبہم فاعتبوا  
تمہارا پروردگار تم کو گناہوں سے تائب ہونے کا حکم دیتا ہے، توبہ کرو

عہد فاروقی میں ایک مرتبہ زلزلہ آیا تو حضرت فاروقؓ نے لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا

لوگو! یہ زلزلہ تمہاری کسی غلطی اور گناہ کی وجہ سے ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر دوبارہ یہ زلزلہ آیا تو میں تم میں ہرگز ہرگز نہیں رہوں گا۔

اور ابن ابی الدنیا نے مناقب فاروقی میں لکھا ہے۔ عہدِ ساروقی میں زلزلہ آیا تو حضرت فاروقؓ نے زمین پر اپنا ہاتھ مارا اور کہا۔ اے زمین تجھے کیا ہوا؟ تجھے کیا ہوا؟ اگر قیامت آنے والی ہے تو اپنے احوال بیان کرتی۔ میں نے آنحضرت سے سنا ہے۔

اذا كان يوم القيامة فليس فيها  
ذراع ولا شبر الا وهو ينطق  
جب قیامت آنے گی تو ایک ہاتھ بھر اور  
ایک بالشت بھر زمین نہ ہوگی جو بول نہ اٹھے

اور امام احمدؒ نے حضرت صفیہؓ سے روایت کی ہے کہ عہدِ ساروقی میں مدینہ منورہ میں زلزلہ آیا۔ تو حضرت ساروقؓ نے فرمایا۔ لوگو! یہ کیا ہے؟ تم نے اتنی جلدی کیا کام کئے جو یہ زلزلہ آگیا! اگر اس کے بعد کوئی زلزلہ آیا تو مجھے مدینہ میں نہیں پاؤ گے۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں ”جب زمین پر گناہ ہونے لگتے ہیں تو زمین خوفِ الہی کے مارے لہزے لگتی ہے اور زلزلہ آجاتا ہے اور زمین پر بسنے والوں کو تنہہ کی جاتی ہے۔“

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد میں زلزلہ آیا تو انہوں نے ساری قلمرو میں یہ فرمان جاری کر دیا حمد و صلوة کے بعد لکھا۔ اما بعد! یہ ایک ایسا عذاب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اپنے بندوں کو عتاب فرماتا ہے۔ میں نے تمام شہروں اور آبادیوں میں یہ اعلان کر دیا ہے کہ فلاں فلاں مہینہ میں فلاں فلاں دن تم شہروں اور آبادیوں سے باہر نکلو، اور جس کے پاس کچھ ہے وہ صدقہ خیرات نکالے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قد افلح من تزكا و ذكر اسم ربه  
فصلی۔  
تحقیق جو پاک صاف رہا۔ اور اپنے پروردگار  
کا نام لیتا رہا، نماز پڑھتا رہا وہ اپنی مراد کو  
پہنچے گا۔ (اعلیٰ)

اور وہ پڑھا کہ وہ جو حضرت آدمؑ پڑھا کرتے تھے۔

دینا ظلمنا انفسنا وان لم تعفونا  
و ترجمہ ہم نے اپنے آپ کو ظلم کیا اور اگر تو ہم کو معاف نہیں کرے گا اور  
ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم یقیناً تیرے مرادوں میں  
سے ہوں گے۔ (اعراف)



اور وہ پڑھا کر وہ حضرت نوحؑ پڑھا کرتے تھے۔

والا تغفر لی و ترجمتی اکن من  
الخاسرین (مہر)  
پر رحم نہیں کرے گا تو میں نامرادوں میں سے ہوں گا  
اولادہ پڑھا کر وہ حضرت یونسؑ پڑھا کرتے تھے۔

لا الہ الا انت سبحانک انی کنت  
من الظالمین (انبیاء)  
اے خدا تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک  
ذات ہے میں ظلم کرنے والوں میں سے ہو گیا ہوں  
اور حضرت امام احمدؒ حضرت ابن عمرؓ کی ایک روایت نقل کرتے ہیں حضرت ابن عمرؓ کہتے  
ہیں میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے۔

اذا ضل الناس باللیلار والدرهم  
وتبایعوا بالعینۃ واتبعوا اذئاب  
البقرۃ و ترکوا الجہاد فی سبیل اللہ  
انزل اللہ بہم بلاءا فلا  
یرفعہ عنہم حتی یراجعوا دینہم  
جب لوگ دینار و درہم میں بخل کرنے میں لگ  
جائیں گے اور عینۃ کے طریقوں پر بیع و  
فروخت کرنے لگیں گے اور بیلوں کی دُموں  
کے پیچھے ہی لگے رہیں گے اور جہاد ترک کر  
دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر بلا اتارے گا اور  
جب تک وہ دین کی طرف رجوع نہیں کریں گے  
یہ بلا ان سے دور نہیں کی جائے گی

ابوداؤدؒ نے اس حدیث کو باسناد حسن روایت کیا ہے  
حضرت حسنؒ کہتے ہیں قسم خدا کی بیع "عینۃ" لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔  
بخت نصر کے عہد کے بعض پیغمبروں نے جب بخت نصر کا عذاب اور ظلم دیکھا تو فرمانے لگے  
"اے خدا! یہ ہماری ہامتوں کی کھائی ہے کہ تو نے ایسے شخص کو ہم پر مسلط کر دیا ہے جو تجھے پہچانتا

۱۔ "بیع عینۃ" کے معنی یہ ہیں کہ کوئی چیز مقررہ قیمت سے میعاد مقررہ کے وعدے سے اس شرط کے ساتھ فروخت کی جائے  
کہ مقررہ میعاد کے بعد اس سے کم قیمت پر واپس خریدے گا۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک قسم کا سود ہے، اور بیع عینۃ سود سے  
بچنے کا حیلہ، پہلے وہ اس قسم کا کاروبار کیا کرتے تھے اور مقصد یہ تھا کہ محراب الہیہ کو حلیوں کے ذریعہ حلال کر لیا جائے  
اور یہ سراسر بے ایمانی ہے، رضا الہی اور منشاء خداوندی کے خلاف ہے۔

۲۔ "بیلوں کی دُموں کے پیچھے لگے رہنے" کے معنی ہیں کہ صرف کھیتی پر تکیہ کر لیا جائے، ہستی، کاہلی اختیار  
کر لیں، اور جہاد کا سلسلہ بند کر دیں، یہ بات مصیبت کا موجب اور سبب بن جاتی ہے۔

نہیں۔ اور ہم پر رحم نہیں کرتا۔“

بخت نصر نے ایک مرتبہ حضرت دانیالؑ نبی سے پوچھا وہ کوئی چیز ہے جس نے مجھے تمہارا ہی قوم پر مسلط کر دیا؟ انہوں نے جواب دیا تیرے بڑے بڑے گناہوں نے اور میری قوم کے ظلم نے، جو خود انہوں نے اپنی جانوں پر کیا ہے۔

اور ابن ابی الدنیا نے حضرت عمار ابن یاسرؓ اور حضرت حذیفہؓ سے روایت کی ہے

انحضرتؓ نے فرمایا۔

اذا اراد الله بالعباد نقمة امات  
الاطفال واعقم ارحام النساء  
فتنزل النقة وليس فيهم  
مرحوم۔

جب اللہ تعالیٰ بندوں پر عذاب بھیجنا چاہتا ہے تو بچوں کو موت دے دیتا ہے اور عورتیں بالبحہ ہو جاتی ہیں، اس وقت ان پر عذاب اترتا ہے، ان میں ایک شخص بھی رحم کے قابل نہیں ہوتا

اور مالک ابن دینار فرماتے ہیں میں نے حکمت کی کتابوں میں دیکھا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں۔ جو لوگ میری اطاعت کریں گے ان پر بادشاہوں سے رحم کراؤں گا۔ اور جو لوگ میری نافرمانی کریں گے ان پر ان سے عذاب کراؤں گا۔ پس تم بادشاہوں کو گالیاں نہ دیا کرو، بلکہ خدا کی جناب میں توبہ کرو۔ تاکہ وہ بادشاہوں کو تم پر مہربان کر دے۔

مرا سیل حسن کے اندر مروی ہے۔

اذا اراد الله بقوم خيرا جعل  
امورهم الى حلالتهم وفيئهم  
عند سماعتهم واذا اراد الله  
بقوم شرا جعل امورهم الى سفهائهم  
وفيئهم عند بخلائهم

اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو اس کے اختیارات ان کے سمجھداروں کے ہاتھ میں دیدیتا ہے اور مال سخاوت کرنے والوں کو دیتا ہے۔ اور جب کسی قوم کے لئے برائی چاہتا ہے تو شریروں، احمقوں کو ان کا سرکار بنا دیتا ہے، اور مال بخیلوں کو دیتا ہے۔

اور حضرت امام احمدؒ وغیرہ حضرت قتادہؒ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت یونسؑ نے بارگاہ الہی میں دعا کی کہ اے پروردگار! تو آسمان پر ہے اور ہم زمین پر، تیرے غضب اور تیری



رضامندی کی نشانی کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا جب میں تم پر اچھے لوگوں کو حاکم بناؤں  
سردار بناؤں تو یہ میری رضامندی کی علامت ہے اور جب شریر بد معاشوں کو تم پر حاکم بناؤں  
تو یہ میری خفگی اور ناراضگی کی نشانی ہے

اور ابن ابی الدنیا نے فضیل بن عیاض سے روایت کی ہے۔

ادھی اللہ الی بعض الانبیاء اذا  
اعصانی من یعرفنی سلطت علیہ من  
لا یعرفنی  
بعض پیغمبروں پر اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل  
فرمائی ہے کہ مجھے پہچاننے والا جب میری  
نافرمانی کرتا ہے تو میں اس پر ایسے شخص کو  
مسلط کر دیتا ہوں جو مجھے نہیں پہچانتا۔

نیز حضرت ابن عمرؓ سے ایک مرفوع روایت بھی انہوں نے نقل کی ہے کہ ”قسم اس ذات  
کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ اللہ تعالیٰ  
جھوٹے امیروں اور بدکار و زبیروں، خائن اعوان و انصار و اہل کاروں اور قبیلوں، جماعتوں کے  
ظالم سرداروں، چودھریوں اور فاسق، بدکار قمار علماء کو جن کی پیشانیاں راہبوں کی سی ہونگی  
اور دل مروار جالوروں سے زیادہ متعفن و بدبودار، جن میں قسم کی خواہشات موجزن ہو چکی، دنیا  
میں بھیج نہیں دے گا جب ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے اور ایسے حالات پیدا ہو جائیں گے تو اللہ  
تعالیٰ ان کے لئے خطرناک تاریک فتنے کھڑے کر دے گا جن میں یہ لوگ ٹامک ٹوٹیاں مارتے رہیں گے  
قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے اسلام کی زنجیر بارہ پارہ کر دی جائے گی تا آنکہ  
کوئی اللہ اللہ کہنے والا بھی باقی نہیں رہے گا۔ لوگو! امر بالمعروف، نہی عن المنکر کا فرض  
انجام دیتے رہو، ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر اشرار کو مسلط کر دے گا، جو تمہیں بد سے بدتر عذاب  
میں مبتلا کر دیں گے، اس وقت جو اچھے لوگ ہوں گے تمہارے حق میں دعا کریں گے لیکن وہ مقبول  
نہ ہوگی۔ لوگو! امر بالمعروف نہی عن المنکر کرتے رہو۔ ورنہ وہ تم پر ایسے لوگوں کو بھیجے گا جو  
تمہارے چھوٹوں پر رحم نہیں کریں گے۔ تمہارے بڑوں کی توقیر و عزت نہیں کریں گے۔“

اور معجم طبرانی میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا: لوگ جب ناپ تول  
میں کمی کرنے لگیں گے تو اللہ تعالیٰ بارش روک لے گا، جب زنا کی کثرت ہو جائے گی تو موت  
عام ہو جائے گی۔ جب سود و خوار سی پھیل جائے گی تو ان پر جنون مسلط ہو جائے گا۔ جب قتل و  
غارتگری کی کثرت ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ دشمنوں کو ان پر مسلط کر دے گا۔ جب لواطت کی کثرت

ہو جائے گی تو لوگ زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے۔ جب امر بالمعروف نہی عن المنکر ترک کر دیں گے تو ان کے نیک اعمال اوپر کو نہیں جائیں گے اور ان کی دعاؤں کی شنوائی نہ ہوگی۔  
یہ حدیث ابن ابی الدنیا نے بھی حضرت سعید سے روایت کی ہے۔

اور مسند وغیرہ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں ایک مرتبہ آنحضرتؐ اس حالت میں میرے یہاں تشریف لائے کہ آپ کی سانس پھولی ہوئی تھی چہرے سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ آپ بہت ہی پریشان ہیں، آپ نے کسی سے بات چیت نہ کی اور وضو کر کے فوراً حجرے سے باہر تشریف لے گئے اور میں حجرے کے ایک کونے سے چپٹ کر کھڑی ہو گئی، آنحضرتؐ مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر کھڑے ہو گئے۔ حمد و ثنا کے بعد فرمایا ”لوگو! اپنے رب سے ڈرو، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تم امر بالمعروف نہی عن المنکر کیا کرو، قبل اس کے کہ تمہاری دعا قبول نہ کی جائے، تم نصرت و امداد چاہو اور تمہاری مدد نہ کی جائے، تم مانگو اور تمہارا سوال رد کر دیا جائے، اور تمہیں کچھ نہ دیا جائے۔“ اور حضرت عمرؓ الزاہد کا قول ہے ”تمہاری عقلت اور خدا سے روگردانی کی یہ دلیل ہے کہ تمہارے سامنے خدا کی مرضی کے خلاف کام ہو رہا ہو اور تم دیکھتے رہو اور چشم پوشی کر جاؤ۔ اور مخلوق کے ڈر سے جو تمہیں کسی قسم کا نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتی امر بالمعروف نہی عن المنکر ترک کر دو۔“

اور ان ہی کا قول ہے ”جو شخص مخلوق کے ڈر سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک کر دیتا ہے۔ اس سے طاعت کی قوت سلب کر لی جاتی ہے اور پھر اس کی اولاد، اس کے غلام اس کے حق پڑی، اور حق آقائی کا پاس نہیں کرتے۔“

اور حضرت امام احمدؒ اپنی مسند میں حضرت قیس بن ابی حازم کی روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا۔ لوگو! تم ہمیشہ اس آیت کی تلاوت کرتے ہو۔ اور بے محل اس کا حکم چلاتے ہو۔

یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم  
لا یضرکم من ضل اذا اہتدیتم  
ایمان والو! تم اپنی خبر رکھو۔ جب تم راہ راست  
پر ہو تو کوئی بھی گمراہ ہوا کرے تم کو نقصان  
نہیں پہنچائے گا۔ (مائدہ)

میں نے تو رسول اللہؐ کی زبان مبارک سے یہ سنا ہے۔

اذا رؤا الظالم۔ فلم یاخذوا  
جب لوگ دیکھیں کہ ظالم ظلم کر رہا ہے، پھر بھی



یٰ یٰدیه - وفی لفظ - اذا رؤا المنکر فلم یغیروہ او شک ان یعمہم بعقاب من عندہ وہ اس کا ہاتھ نہیں پکڑتے - دوسرے الفاظ یہ ہیں - جب لوگ منکر امر کو دیکھیں - اور اسے نہ روکیں تو ڈر ہے کہیں اللہ تعالیٰ اپنا عذاب سب پر عام نہ کرے۔

امام ابو زاعمی حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا اذا اخفیت الخطیئة فلا تقصی صاحبہا واذا ظهرت فلم تغیر تقیر العامة۔ گناہ جب چھپا رہتا ہے تو گناہ کرنے والے کے سوا کسی اور کو نقصان نہیں پہنچاتا اور جب ظاہر ہو جاتا ہے تو عام نقصان پہنچانے سے باز نہیں رہتا۔

امام احمدؒ حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت کرتے ہیں - فرمایا - ڈر ہے آباد اور معمود بستیوں ویران ہو جائیں گی۔ پھر فرمانے لگے یہ اس وقت ہوگا جبکہ فاسق و فاجر لوگ نیک لوگوں کے مقابلہ میں ابھر آئیں گے۔ قوم کے سردار منافق لوگ ہوں گے۔  
امام ابو زاعمی حضرت حسان بن عطیہؓ سے روایت کرتے ہیں - آنحضرتؐ نے فرمایا - میری امت کے اشرار، اخیار اور بھلے لوگوں کے مقابلہ میں ابھریں گے۔ اور ایسے ابھریں گے کہ ایمان والے لوگ اس طرح چھپا کریں گے جس طرح آج منافق ہم سے چھپا کرتے ہیں۔  
ابن ابی الدنیا حضرت ابن عباسؓ سے ایک مرفوع حدیث روایت کرتے ہیں - "ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مومن کا دل ایسا گھل کر رہ جائے گا - جیسا پانی میں نمک گھل کر رہ جاتا ہے" صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایسا کیوں ہوگا؟ فرمایا -

"منکرات دیکھیں گے لیکن روکنے کی ان میں طاقت نہ ہوگی۔"

امام احمدؒ حضرت جریرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا - "جس قوم میں گناہوں کا ارتکاب ہو - اور بدکرداروں کے مقابلہ میں دوسرے لوگ غالب ہوں، اور پھر بھی وہ ان کو نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ تمام پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا۔"

صحیح بخاری میں حضرت اسماء بن زیدؓ سے مروی ہے، کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا -

"قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا جہنم میں اس کی آنتیں نکل پڑیں گی - اور دیوانہ دار اس طرح جہنم میں چکے لگائے گا جس طرح چکی

کے گرد گرد ہا چکر لگایا کرتا ہے یہ دیکھ کر دوسرے جہنمی اسکے ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں گے۔ اور اس سے پوچھیں گے، تیرا یہ حال کیوں ہے؟ تو تو ہمیں اچھے کاموں کا حکم دیا کرتا تھا اور برائیوں سے روکتا تھا، وہ جواب دے گا میں تمہیں اچھے کاموں کا حکم دیتا تھا لیکن میں خود عمل نہیں کیا کرتا تھا۔ بری چیزوں سے روکتا تھا لیکن میں بری چیزوں سے خود باز نہیں رہتا تھا۔“

اور امام احمد بن حنبلؒ حضرت مالک بن دینارؒ سے روایت کرتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں ایک بڑا زبردست عالم تھا۔ اس کے مکان پر ہمیشہ مردوں، عورتوں کا ہجوم رہا کرتا تھا یہ انہیں منطق و نصیحت کیا کرتا تھا، عبرت و نصیحت کے لئے تاریخی واقعات پیش کر کے نیکی کے لئے آمادہ کرتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے دیکھا کہ اس کا لڑکا کسی عورت کو آنکھیں مار رہا ہے۔ وہ بولا بیٹا یہ کیا ہو رہا ہے؟ بیٹا یہ کیا ہو رہا ہے؟ اس کے بعد وہ فوراً تخت سے نیچے آگرا۔ اور اس کا بھیجا پھٹ گیا۔ اس کی بی بی بھی گر پڑی۔ اور اس کے لڑکے قتل کر دیئے گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے پیغمبر کو وحی سے خبر دی کہ فلاں عالم کو خبر دید کہ تیری پشت میں اب کوئی صدیق پیدا نہیں ہوگا۔ میرے لئے تیرا غصہ بس صرف اس قدر تھا۔

اور امام احمدؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ چھوٹے سے چھوٹے گناہ سے بھی اپنے کو بچاؤ۔ کیونکہ جب یہ گناہ بہت جمع ہو جاتے ہیں تو بندے کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے اس کی مثال پیش فرمائی کہ لوگوں کا قافلہ جب جنگل میں کسی میدان میں منزل کرتا ہے۔ اور جب کھانا پکانے کا وقت آتا ہے تو کوئی ادھر ادھر سے لکڑی لے آتا ہے، کوئی اونٹ کی خشک مینگلیاں لے آتا ہے کوئی کیا اور کوئی کیا۔ تا آنکہ ایندھن کا ڈھیر لگ جاتا ہے پھر جب اس میں آگ سلگائی جاتی ہے تو ہر اس کو کھا سب اس میں جل جاتا ہے۔“

اور صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں ”تم ایسے کام کیا کرتے ہو جو تمہاری نگاہوں میں بال سے باریک اور معمولی نظر آتے ہیں لیکن ہم ایسے کاموں کو عہد نبوی میں جہکات میں شمار کرتے تھے۔“

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ ”ایک عورت کو اس لئے عذاب دیا گیا کہ اس نے بلی کو باندھ رکھا تھا۔“



نہ تو وہ اسے کھلاتی پلاتی تھی۔ نہ اسے کھولتی تھی تاکہ وہ ادھر ادھر سے چن کر اپنا پیٹ بھر لیتی۔ اسی حالت میں وہ بلی مر گئی۔

ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت حذیفہؓ سے ایک دن پوچھا گیا کیا بنی اسرائیل نے اپنا دین ترک کر دیا تھا؟ انہوں نے کہا نہیں بلکہ یہ تھا کہ جب ان کو کسی بات کا حکم دیا جاتا تھا تو وہ اس پر عمل نہیں کرتے تھے کسی چیز سے روکا جاتا تھا تو وہ اسے ضرور کرتے تھے اور اس طرح انہوں نے اپنے دین کا چولہ اتار پھینکا تھا، جس طرح آدمی اپنا قمیص اتار پھینکتا ہے۔

بعض سلف کا قول ہے ”معاصی کفر کے قاصد ہیں جس طرح کہ بوسنہ جماع کا قاصد ہے اور گناہ زنا کا، نگاہ عشق کا، بیماری موت کا قاصد ہے۔“

اسی حلیہ کے اندر حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں ”اے گناہ کرنے والے تو نگاہ کے فتنہ اور اس کے انجام بد سے بے خوف نہ رہنا کیونکہ یہ اس گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے اپنے داہنے اور بائیں دو فشتے میں، ان سے شرم و حیا نہ کرنا۔ اس گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے ہتھار ہنسنا اور اس کا اندازہ نہ کرنا کہ اس کے بدلہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا، یہ اس ہنسی سے بھی بڑا گناہ ہے، گناہ پر ہتھار خوش ہونا، اس گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے، گناہ کرنا اور اس پر نادام نہ ہونا گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے۔ ہوا تمہارے دروازے کے پردہ کو حرکت دے پھر بھی تم گناہ میں مشغول ہو اور دل میں یہ خوف پیدا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے تو یہ اس گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے، خدا تمہارا بھلا کرے۔“ حضرت ایوبؑ نے کیا گناہ کیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک سخت ترین بیماری میں مبتلا کر دیا۔ اور ان کا سارا مال چھین لیا؟ گناہ تو صرف اتنا ہی تھا کہ ایک غریب مسکین نے ایک ظالم کے ہاتھ سے چھڑانے کی ان سے درخواست کی اور انہوں نے اس کی فریاد نہ سنی اور ظالم کو نہ روکا۔

امام احمدؒ روایت کرتے ہیں حضرت ہلال بن سعدؓ کہا کرتے تھے ”یہ نہ دیکھو کہ گناہ چھوٹا ہے یہ دیکھو کہ تم کس کی نافرمانی کر رہے ہو؟“

حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں ”گناہ کو تم جس قدر چھوٹا سمجھو گے اسی قدر وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا ہو جائیگا، اور گناہ کو تم جس قدر بڑا سمجھو گے اسی قدر وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھوٹا ہو جائیگا۔“ کتا بوں میں یہ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو وحی کے ذریعہ یہ فرمایا کہ ”اے موسیٰ!“

میری مخلوق میں سے سب سے پہلے جس کو موت نے گھیرا وہ ابلیس ہے۔ میری نافرمانی سب سے پہلے اس نے کی۔ جو لوگ میری نافرمانی کرتے ہیں ان کو میں مردہ ہی سمجھتا ہوں۔“

اور مسند اور جامع ترمذی کے اندر حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: ”مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔ اگر وہ توبہ کر لیتا ہے اور گناہ چھوڑ دیتا ہے تو وہ سیاہ نقطہ صاف ہو جاتا ہے۔ اگر وہ زیادہ گناہ کرتا ہے تو زیادہ سیاہ نقطہ پڑ جیتے ہیں تا آنکہ اس کا سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور یہی وہ سیاہی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

کَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ۔ (مطففین)

نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ ان کے دلوں پر انہی کے اعمال کے رنگ بیٹھ گئے ہیں۔

امام ترمذی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں ہذا حدیث صحیح (یہ صحیح حدیث ہے) اور حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں ”جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے اور گناہ کرتے کرتے اس کا سارا دل گرد آلود بکری کی مانند ہو جاتا ہے۔“

امام احمدؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ ”اما بعد ! اے قریش ! اس حکومت کے حقدار تم ہی ہو، لیکن اس وقت تک کہ تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرو گے۔ جب تم اس کی نافرمانی کرو گے تو وہ تم پر ایسے لوگوں کو مسلط کر دیگا جو تمہیں پھیل ڈالیں گے۔ اور اس طرح تمہاری کھال اتاریں گے جس طرح یہ بکری چھیل دی گئی۔ یہ کہہ کر آپ نے اس بکری کی طرف اشارہ فرمایا جو آپ کے ہاتھ میں تھی۔ اور اپنے بکری کی چھال اتار دی اور سفید چکنی بکری اندر سے نکل آئی۔“

امام احمدؒ حضرت دہب سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ”بنی اسرائیل کو اللہ رب العالمین نے فرمایا تھا۔ میری اطاعت و پیروی کی جاتی ہے تو میں خوش ہوتا ہوں۔ اور جب میں خوش ہوتا ہوں تو برکت دیتا ہوں۔ اور میری برکت کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ اور جب میری نافرمانی کی جاتی ہے تو میرا غضب نازل ہوتا ہے۔ اور جب میرا غضب نازل ہوتا ہے تو میری لعنت نافرمانی کرنے والے کی ساتویں اولاد تک پہنچتی ہے۔“

نیز امام احمدؒ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت معاویہؓ کو ایک مراسلہ بھیجا جس میں انہوں نے لکھا۔



اما بعد ! فان العبد اذا عمل بمعصية اما بعد ! جب بندہ خدا کی نافرمانی کرتا ہے تو اس  
 اللہ عا د حامدہ ذامًا کی تعریف کر نیوالے بھی اس کی مذمت کرنے لگتے ہیں  
 ابو نعیم حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ” آدمی کو چاہیے کہ ایمان  
 والوں کی لعنت سے اپنے کو بچائے۔ کیونکہ وہ اس طرح نازل ہوتی ہے کہ اس کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ اس کے  
 بعد فرمایا جانتے ہو یہ کس طرح ؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایمان والوں  
 کے دلوں میں اس کی جانب سے اس طرح نفرت پیدا کر دیتا ہے کہ اس کی سمجھ میں نہیں آتا۔“  
 عبداللہ بن امام احمدؒ کتاب الزہد میں روایت کرتے ہیں کہ امام محمد بن سیرینؒ کچھ فرض دار ہو گئے  
 تھے۔ اور قرص کے غم میں بہت پریشان رہتے۔ ایک دن فرمانے لگے اس غم اور پریشانی کا سبب  
 مجھے اچھی طرح معلوم ہے۔ یہ اس گناہ کا نتیجہ ہے جو اس سے چالیس سال پیشتر مجھ سے سرزد ہوا تھا۔“  
 یہاں ایک باریک نکتہ ہے جس کے سمجھنے میں ہم لوگوں نے غلطی کی ہے۔ اور وہ یہ کہ گناہ  
 کی تاثیر فوری طور پر نظر نہیں آتی اور بندہ گناہوں کو بھول جاتا ہے اور پھر خیال کرنے لگتا ہے کہ  
 گناہ کا کچھ اثر باقی نہیں رہا۔ اور اس شعر کے مطابق اس کے خیالات ہو جاتے ہیں۔

اذا لم يغبر حائطاني وقوعا فليس لى بعد الوقوع غياس  
 جب دیوار کے گرتے وقت غبار نہ اڑی تو گر جانے کے بعد کیا غبار اٹھے گی  
 اللہ۔ اللہ ! اس دقیق نکتہ سے بے خبری کی وجہ سے خدا کی کتنی مخلوق ہلاک و برباد گئی۔ اور  
 خدا کی بڑی بڑی نعمتوں سے خدا کے بندے محروم ہو گئے ؟ اور کیسے کیسے عذاب اپنے سروں پر  
 اٹھائے۔ بڑے بڑے علماء و فضلاء دھوکہ کھا گئے۔ جہاں اور احمقوں کا تو پوچھنا ہی کیا۔ یہ فیہ خور  
 لوگ یہ نہیں جانتے کہ عرصہ کے بعد بھی گناہوں کا پھوڑا پھوٹے بغیر نہیں رہے گا، تلوار اور نیزے کا  
 زخم بھر جاتا ہے مگر معمولی سی بے اعتدالی اور بد پرہیزی اسے تازہ کر دیتی ہے۔

اور امام احمدؒ حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت کرتے ہیں ” اللہ تعالیٰ کی عبادت تم اس  
 طرح کرو کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے دیکھ رہے ہو۔ اور اپنے کو مردہ سمجھو اور یہ سمجھ لو کہ  
 مقبور اس جوتہیں کافی ہو جائے، مغلط میں ڈالنے والے کثیر سے بہتر ہے۔ اور سمجھ لو نیکی پرانی نہیں  
 ہوتی، اور گناہ کو کبھی بھولنا نہیں چاہیے۔“

ایک بزرگ نے ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھا اور اس کی خوبصورتی پر کچھ دیر غور کرتے رہے جب  
 رات کو وہ سو گئے تو خواب میں وہ لڑکا ان کے سامنے آیا۔ اور کہنے لگا۔ اس کا انجام

تم چالیس سال کے بعد دیکھو گے۔ گناہوں کا اثر گو بدیہ ظاہر ہوتا ہے لیکن اس کا کچھ نہ کچھ اثر فوری طور پر حسن و قبح ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت سلیمانؑ یہی کہتے ہیں ”انسان رات کو محقق طور پر گناہ کرتا ہے۔ لیکن صبح کو وہ اس حالت میں اٹھتا ہے کہ اس کی ذلت اس کے سر پر سوار ہوتی ہے۔“

حضرت یحییٰ بن معاذ الرازی کہتے ہیں مجھے اس عقلمند پر تعجب ہوتا ہے جو یہ دعا مانگتا ہے اللہم لا تشمت بی الاعداء رائے اللہ دشمنوں کو مجھ پر نہ ہنسنا، لیکن افسوس وہ خود دشمنوں کو اپنے اوپر ہنساتا ہے۔ کسی نے پوچھا یہ کیونکر؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا ہے جس سے قیامت کے دن یقیناً اس کی ہنسی اڑانی جائے گی۔

حضرت ذوالنون فرماتے ہیں جو شخص چھپ چھپا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیانت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی محقق چیز کو ظاہر کر دے گا اور اس کا راز فاش کر دے گا۔

## فصل

گناہوں کے بیشمار قبیح و مذموم اثرات ہیں جو قلب و جسم، دنیا و آخرت دونوں کے حق میں مضر ہیں جسکی تفصیلات کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے،

گناہوں کے بے شمار اثرات ہیں، چنانچہ گناہوں کے اثرات میں سے ایک یہ ہے کہ گنہگار علم سے محروم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ علم ایک نور الہی ہے، جسے اللہ تعالیٰ انسانوں کے قلوب میں القا فرماتا ہے، اور گناہوں کی یہ شان ہے کہ وہ اس نور کو بجھا دیتے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت امام شافعیؒ نے حضرت امام مالکؒ کے سامنے زانوائے شاگردی بچایا، اور ان سے درس لینے لگے تو ان کی فہم و بصیرت کی بے پناہ کثرت و فراوانی نے حضرت امام مالکؒ کو انتہائی حیرت میں ڈال دیا اور فرمانے لگے میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلب میں نور القا فرما دیا ہے، کہیں تم اس نور کو گناہوں کی ظلمت سے بچا نہ دینا۔ اور اسی معنی میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ شعر ہیں۔

فان شدنی الی ترک المعاصی

شکوت الی وکیح سوء حفظی

شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہوں سے بچنے کی ہدایت فرمائی

امام وکیح کے سامنے میں نے اپنے حافظہ کی کمزوری کی

وفضل اللہ لا یوتا العاصی

فان العلم فصل من النعم

اور اللہ تعالیٰ کا فضل و انعام نافرمانوں کو نہیں ملا کرتا

اور فرمایا سمجھ لو کہ علم اللہ تعالیٰ کا فضل و انعام ہے۔



ایک اثر یہ بھی ہے کہ انسان کی روزی اور رزق میں تنگی ہو جاتی ہے اور وہ فسق و معاصی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

مسند احمد میں مروی ہے۔

ان العبد لیجر الرزق بالذنب بندہ اپنے ارتکاب گناہ سے روزی و رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔

پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ جس طرح تقویٰ و پرہیزگاری روزی کو پہنچتی ہے، انحراف و اعراض فقر و افلاس کو جلب کرتا ہے۔ حصول رزق اور فراخی معاش کے لئے ترک گناہ سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ گناہوں کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ گنہگار کے قلب اور خدا کے درمیان ایک خطرناک مانوسیت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ وحشت اس قدر خطرناک ہوتی ہے کہ دنیا و مافیہا کی ساری لذتیں بھی اسے میسر آ جاتیں تو وہ بے کیف ہی رہتا ہے۔ اس وحشت کی وجہ سے کوئی لذت و سرور اسے مسرور نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ حقیقت خدا کا بندہ ہی سمجھ سکتا ہے جو زندہ دل ہو۔ اور اس کا قلب بیدار ہو۔ مرنے کو تو کوئی سما بھی زخم لگایا جائے اسے تکلیف نہیں پہنچتی۔ پس اگر اس وحشت سے بچنے کے لئے اور وحشت کے گڑھے سے محفوظ رہنے کے لئے ہی گناہوں کا ترک کرنا مفید اور اثر انداز ہے۔ تو صاحب عقل و بصیرت کے لئے گناہوں سے بچنے کے لئے صرف یہ ایک سبب کافی وافی ہے۔

کسی شخص نے بعض عارفین کے سامنے اپنی وحشت قلبی کی شکایت کی تو انہوں نے کہا جب گناہوں کی وجہ سے تم وحشت میں مبتلا ہو تو تم گناہ کیوں ترک نہیں کر دیتے؟ گناہ ترک کر دو گے تو تمہیں اللہ تعالیٰ سے انس پیدا ہو جائے گا اور تمہیں سکون و اطمینان حاصل ہو جائیگا خوب سمجھ لینا چاہئے کہ پے در پے گناہ کرنے سے قلب پر وحشت کا بوجھ بڑھتا چلا جاتا ہے اور یہ ایسا خطرناک بار ہوتا ہے کہ اس سے بدتر اور خطرناک بار کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا۔ واللہ المستعان

ایک اثر گناہوں کا یہ بھی ہے کہ گنہگار کو لوگوں سے وحشت ہو جاتی ہے خصوصاً ارباب خیر و صلاح سے اس کو کچھ ایسی نفرت ہو جاتی ہے کہ وہ ان سے دور بھاگتا ہے۔ اور جس قدر یہ وحشت اس کے اندر ترقی کرتی جاتی ہے اسی قدر وہ ایسے لوگوں سے دور بھاگتا رہتا ہے۔ اور ان کے ساتھ بیٹھنے اٹھنے سے گریز کرتا ہے جس کا نتیجہ

یہ ہوتا ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے استفادہ کرنے سے ہی محروم ہو جاتا ہے اور اس طرح وہ جس قدر رحمانی گروہ سے دور ہوتا جاتا ہے، شیطانی گروہ سے قریب تر ہوتا جاتا ہے۔ اور یہ وحشت شدہ شدہ اس قدر ترقی کر جاتی ہے کہ اس کو اپنی بی بی، بچوں، اقربا، اسوہ بلکہ اپنی جان تک سے وحشت و نفرت ہونے لگتی ہے۔ چنانچہ سلف صالحین میں سے بعض کا قول ہے کہ جب کبھی مجھ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو جاتی ہے تو اس کا اثر میں اپنی سواری کے جانور اور اپنی بیوی کے برتاؤ میں بھی محسوس کرتا ہوں

گناہوں کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ گنہگار کے معاملات میں طرح طرح کی مشکلات اور دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں جس کام کا بھی وہ عزم و ارادہ کرتا ہے اسے اس کا دروازہ بند نظر آتا ہے۔ یاد اسے سخت دشوار پاتا ہے بخلاف اس کے کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس کے تمام کام آسان ہو جاتے ہیں۔ پس جو شخص تقویٰ، پرہیزگاری کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس کے سائے کام مشکل اور دشوار ہو جاتے ہیں۔ حسرت ہے کہ جب کوئی اپنے سامنے خیر و فلاح کے دروازے کو بند پاتا ہے یا راہ کو دشوار گزار دیکھتا ہے تو اسے یہ کیوں نہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ خیر و صلاح کہاں سے آتے ہیں۔

گناہ کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ نافرمان آدمی اپنے قلب کے اندر ایک خطرناک ظلمت و تاریکی دیکھتا ہے اور وہ اس ظلمت و تاریکی کو اسی طرح محسوس کرتا ہے جس طرح آدمی تاریکی رات کی ظلمت اور تاریکی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ طاعت و عبادت ایک نور ہے، اور معصیت تاریکی ہے، جب معصیت بڑھ جاتی ہے تو گنہگار کی حیرانی و پریشانی بھی بڑھ جاتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ ہمہ قسم کی بدعات اور گمراہیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، ہلک اور خطرناک امور میں پھنس کر اس کی جان و مال میں پڑ جاتی ہے۔ اور پھر طرفہ تماشہ یہ کہ اسے اپنی اس حالت کا شعور و احساس تک نہیں ہوتا اور اس کی حالت ایک ایسے اندھے کی سی ہو جاتی ہے جو اندھیری رات میں نکل کھڑا ہو۔ اور اندھیرے میں ٹامک ٹوٹیاں مارتا پھرے۔

اور پھر یہ ظلمت و تاریکی رفتہ رفتہ اس قدر ترقی کر جاتی ہے کہ اس کی آنکھوں سے ظلمت ہونے لگتی ہے۔ اور پھر شدہ شدہ اس کے منہ اور چہرے پر بھی چھا جاتی ہے۔ اور یہ سیاہی ایسی نمودار ہو جاتی ہے کہ ہر شخص اسے دیکھتا اور محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ



بن عباسؓ فرماتے ہیں

ان للحسنة ضياء في الوجه ونور في القلب وسعة في الرزق وقوة للبدن، ومحبة في قلوب الخلق. وان للسيئة سوادا في الوجه وظلمة في القبر والقلب، ووهنا في البدن ونقصا في الرزق وبغضة في قلوب الخلق۔

نیکی سے چہرہ پر روشنی ہوتی ہے۔ قلب میں نور پیدا ہوتا ہے، رزق سے فراخی ہوتی ہے بدن میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ اور مخلوق کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور گناہ سے چہرہ پر سیاہی آجاتی ہے، قبر اور دل میں ظلمت اور تاریکی پیدا ہوتی ہے جسم میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے اور روزی میں تنگی ہو جاتی ہے، اور مخلوق کے دلوں میں بغض و نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

گناہوں کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ معاصی سے قلب اور بدن کمزور اور بزدل ہو جاتا ہے۔ قلب کی کمزوری تو بالکل ظاہر ہے، قلب کی کمزوری بڑھتے بڑھتے یہاں تک بڑھ جاتی ہے کہ بالآخر اس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔

جسم اور کمزوری کی حقیقت یہ ہے کہ مومن کی قوت کا دار و مدار اس کے قلب کی قوت پر ہے جب مومن کا قلب قوی اور مضبوط ہے تو اس کا جسم خواہ مخواہ بھی قوی اور مضبوط ہوتا ہے۔ بخلاف فاسق و فاجس کے کہ اس کا حال بالکل اس کے برعکس ہوتا ہے اگرچہ وہ جسم و بدن کے لحاظ سے کتنا ہی قوی اور مضبوط کیوں نہ ہو لیکن بزدل و کمزور ہوتا ہے اور وقت ضرورت اس کی جسمانی طاقت بالکل بے کار ثابت ہوتی ہے اور جان بچانے کے موقع پر اس کی ساری قوتیں اس سے بیوفائی کر جاتی ہیں۔ چنانچہ اہل غارتس و بدوم کے بہادروں پر غور کرو کہ یہ لوگ کس قدر قوی اور مضبوط تھے لیکن عین تحفظ و دفاع کے موقع پر ان کی قوتوں اور طاقتوں نے ان کے ساتھ کیسی خیانت اور بے وفائی کی۔ اور اہل ایمان اپنی ایمانی قوت اور جسم و قلب کی طاقت سے ان پر کس طرح غالب اور مسلط ہو گئے۔

گناہوں کا ایک اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ یہ انسان کو اطاعت خداوندی سے روک دیتی ہیں اور صرف یہی ایک سزا ہوتی تو محنتی یہی ایک عقوبت و سزا بننے کے لئے بہت ہی سخت تھی۔ یہ سزا اس کے لئے طاعت و عبادت کا دوسرا راستہ بند کر دیتی ہے اور پھر اس سے اس

کے لئے تیسرا راستہ بھی منقطع ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس سے چوتھا اور اس طرح یہ سلسلہ یکے بعد دیگرے طویل ہوتا جاتا ہے۔ اس طرح بندہ کیلئے بہت سی طاقتوں کی راہیں بند ہو جاتی ہیں حالانکہ اس کے حق میں ہر طاقت و عبادت دنیا و مافیہا سے بہتر اور قیمتی۔ اور موجب خیر و برکت تھی۔ اور اس کی مثال یوں سمجھ لو کہ ایک آدمی کسی ایسی چیز کا ایک لقمہ کھا لیتا ہے جو اسے ایک طویل مرض میں مبتلا کر دیتا ہے اور پھر وہ اس کی وجہ سے طویل عرصہ تک لذتِ غذاؤں سے محروم ہو جاتا ہے جن کا ہر لقمہ کہیں زیادہ لذیذ اور بہتر تھا۔ واللہ المستعان۔

گناہوں کی ایک تاثیر یہ ہے کہ گناہ عمر کو تباہ کر دیتے ہیں۔ اور عمر کی ساری برکتیں اس سے چھن جاتی ہیں اور یہ لازمی امر ہے کہ نیکی جس طرح عمر کو بڑھاتی ہے، فسق و فجور سے عمر کوتاہ ہوتی ہے۔ اس مقام پر علماء کرام میں کچھ اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ گناہ سے عمر کی کوتاہی کا یہ مطلب ہے کہ عمر کی برکتیں کم ہو جاتی ہیں۔ اور عمر اس کے حق میں موجب زحمت و وبال بن جاتی ہے اور ہمارے نزدیک یہی معنی تھا اور صحیح ہیں۔ کیونکہ یہ یقینی امر ہے کہ گناہوں کی تاثیر یہ ہے کہ اس سے عمر کی برکتیں سلب ہو جاتی ہیں۔

دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ نہیں بلکہ گناہ حقیقتاً عمر کو کم کر دیتے ہیں جس طرح کہ روزی کم ہو جاتی ہے حق سبحانہ و تعالیٰ نے رزق و روزی میں خیر و برکت عطا کرنے کے بہت سے اسباب رکھے ہیں جن کے ذریعہ رزق و روزی میں برکت و فراوانی عطا کرتا ہے۔ اسی طرح اس نے عمر میں برکت عطا کرنے کے لئے بھی بہت سے اسباب رکھے ہیں جن کے ذریعہ عمر بڑھتی ہے۔ ان علماء کا یہ کہنا ہے کہ ہمارے اس مسلک پر کہ اسباب کے ذریعہ عمر بڑھتی ہے اور گھٹتی ہے کوئی اعتراض اور استحالہ لازم نہیں آتا۔ جبکہ روزی، عمر، اجل، سعادت، شقاوت، صحت و مرض، غنا و فقر وغیرہ تمام امور قضاء الہی سے وابستہ ہیں باوجود اس کے حق سبحانہ و تعالیٰ ان اسباب کے ذریعہ جو اپنے مسببات کے مقتضی ہیں اپنی مشیت و ارادہ ہی سے فیصلہ اور حکم فرماتا ہے (اسی پر عمر کے مسئلہ کو بھی تکیا کر لیجئے)۔

ایک تیسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ عمر کم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ گناہوں کی وجہ سے حقیقی عمر فوت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ حقیقی اور اصلی زندگی یہ ہے کہ انسان کا قلب زندہ ہو، چنانچہ اسی معنی کی رو سے اللہ تعالیٰ نے کافر کو مردہ کہا ہے جیسا کہ سورہ نحل کے اندر ارشاد ہے۔

اموات غیر احیاء (نحل) کافر مرے ہی جن میں جان نہیں۔



پس حقیقی زندگی قلب کی زندگی ہے اور انسان کی عمر اس کی اسی زندگی کے زمانہ کا نام ہے۔ انسان کی عمر اس کے وہی اوقات زندگی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ گزاریں اور یہی اوقات اس کی عمر کی حقیقی سمیتیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ تقویٰ و پرہیزگاری - طاعت و عبادات ان اوقات میں اضافہ کرتی ہیں اور خیر و برکت پیدا کرتی ہیں جو انسان کی حقیقی عمر ہے جس کے بغیر عمر کی کوئی حقیقت نہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی جناب سے گریز کرتا ہے اور معاصی کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی وہ حقیقی زندگی فنا ہو جاتی ہے جس کے فنا ہو جانے کا افسوس اس کو اس دن ہوگا جس دن اس کی زبان سے بے ساختہ نکلنے لگے گا۔

یا لیتنی قدمت لحياتي (سورہ فجر) کاش کہ میں اپنی آخرت کی اس زندگی کے لئے پہلے سے کچھ حاصل کر چکا ہوتا۔

یہاں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بندے کی کسی حالت میں - یا تو بندہ اپنی دنیاوی مصالحت سے بے خبر ہے یا باخبر۔ اگر اس سے بالکل بے خبر ہے تو اس کی ساری عمر رائیگاں گئی۔ اور اگر وہ ان مصالحت سے بے خبر ہے اور پھر بھی وہ معاصی میں گرفتار ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ راہ کے عوائق و مشکلات کی وجہ سے اصل راہ اس کے لئے طویل و طویل ہو گئی اور خیر و صلاح کے اسباب اس کے لئے دشوار ہو گئے۔ اور اسی قدر دشوار ہو گئے جس قدر خیر و صلاح کی اضداد، اور مخالف امور میں اس کی مشغولیت رہی۔ اور بندے کی یہ حالت بھی اس کی حقیقی عمر کا عظیم الشان نقصان ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسئلہ کا حقیقی راز یہ ہے کہ حقیقتاً انسان کی عمر اس کی زندگی کی مدت کا نام ہے اور یہ بالکل واضح ہے کہ انسان کی زندگی یہی ہے کہ وہ اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرے اس کی محبت و ذکر سے لذت اندوز ہو۔ اور اس کی رضامندی و رضا جوئی کو سب سے مقدم سمجھے۔

## فصل

(ایک گناہ دوسرے گناہ کا سبب ہو جاتا ہے)

گناہوں کا خاصہ یہ ہے کہ ایک گناہ دوسرے گناہ کیلئے بیج کا کام کرتا ہے، اور ایک سے دوسرا دوسرے سے تیسرا گناہ پیدا ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ آدمی کیلئے گناہ کو پھوڑنا اور اس میں غور سے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے جیسا کہ بعض سلف صالحین کا ارشاد ہے۔ گناہ کی مراد دوسرے گناہ کی شکل میں ملتی ہے اور

نیکی کا صلہ ما بعد کی نیکی کے صلہ میں حاصل ہوتا ہے۔ جب ایک بندہ کوئی نیکی کرتا ہے تو دوسری نیکی جو اس کے قریب ہوتی ہے کہتی ہے کہ مجھے بھی انجام دیتے چلو۔ جب وہ اس کو انجام دے لیتا ہے تو ایک اور نیکی اسے یہی دعوت دیتی ہے اور اس طرح نیکیوں کا یہ سلسلہ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے جس سے بندے کو بے حساب نفع حاصل ہوتا ہے۔ اور نیکیاں بڑھتی ہی چلی جاتی ہیں۔ اور جو شکل نیکیوں کی ہے۔ وہی گناہوں کی بھی ہے۔ طاعات اور معاصی بندے کے حق میں نہ ملنے والی تصویریں لازم غیر منفک صفات اور ثابت و لازم ملکہ منکر رہ جاتی ہیں۔ جس وقت کسی نیکو کار آدمی سے کوئی نیکی چھٹ جاتی ہے تو وہ اپنے لئے تنگی اور تکلیف محسوس کرتا ہے اور اس غفلت کی وجہ سے اس پر زمین تنگ ہو جاتی ہے اور وہ اپنے کو اس مچھلی کی طرح پاتا ہے جو پانی سے الگ کر لی گئی ہو اور وہ پانی میں جانے کے لئے بیتاب ہو۔ مچھلی کو اس وقت سکون ملتا ہے جبکہ وہ پھر پانی میں جا کر رہے، پانی ہی سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔

اسی طرح جب ایک عاصی گنہگار کسی معصیت و گناہ کو چھوڑتا ہے اور نیکی کی طرف توجہ کرتا ہے تو اس پر بھی زمین تنگ ہو جاتی ہے اور سینہ میں تنگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جتنا کہ وہ دوبارہ یہ گناہ نہ کر لیوے زندگی کی ساری راہیں اس پر تنگ ہو جاتی ہیں تا آنکہ بعض فاسق فاجر لوگوں کا تو یہ حال ہوتا ہے کہ بلا کسی لذت، بلا کسی لطف، بلا کسی داعیہ اور خواہش کے بھی از تکاب گناہ کرتے رہتے ہیں۔ اور بات صرف یہی ہوتی ہے کہ گناہوں کی مفارقت سے ان کو تکلیف ہوا کرتی ہے چنانچہ اس گروہ کے شیخ حسن بن ہانی (مشہور شاعر ابو نواس) کا شعر ہے۔

دعا س مشرب علی لذۃ  
ایک جام شراب میں نے لذت سے نوش کیا  
و آخری تداویث منها بہا  
اور دوسرے جام سے پہلے سے پیدائشہ مرض کا علاج کیا  
اور کسی دوسرے شاعر نے کہا ہے۔

و عانت دوائی وھی دانی بعینہ  
میری دوا بعینہ میرے لئے بیماری تھی  
لما یتداوی شارب الخمر بالخمر  
جس طرح کہ شرابی آدمی شراب ہی سے اپنا علاج کرتا ہے  
جب اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ طاعت الہی کا اہتمام و التزام کرتا ہے اور طاعت و عبادت سے اس کو خاص قسم کا انس اور الفت و محبت ہو جاتی ہے تو اس کو ہر چیز سے مقدم سمجھتا ہے۔ جب اس بندے کی حالت یہ ہو جاتی ہے تو حتی سبحانہ و تعالیٰ اس کے لئے اپنی رحمت کے فرشتے بھیجتا ہے جو ہر طرح اس کی امداد کرتے ہیں اسے اطاعت الہی اور عبادت کا شوق دلاتے



ہیں۔ اسکے جذبات ایمانی کو ابھارتے ہیں، بستر تک پھڑا دیتے ہیں کسی حالت اور کسی ہی مجلس میں بیٹھا ہوا ہو اسے اٹھا کر طاعت و عبادت میں لگا دیتے ہیں۔

اسی طرح جب کوئی بندہ معاصی اور گناہوں سے الفت کرنے لگتا ہے، گناہوں کو محبوب رکھتا ہے اور خیر و نیکی کے مقابلہ میں گناہوں کو ترجیح دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ شیاطین کو اس پر مسلط کر دیتا ہے جو معاصی اور گناہوں میں اسکی امداد و معاونت کرتے ہیں۔ اور اس کے جذبات شیطانی و نفسانی کو ابھارتے ہیں۔

پس پہلا بندہ ■ ہے جس کی اعانت و امداد کے لئے طاعت و عبادت کا پورا لشکر موجود ہوتا ہے جو اس کی پشت پر رہ کر اس کی پوری امداد کرتا ہے اور اس لشکر کی امداد سے بندہ نہایت قوی اور مضبوط ہو جاتا ہے اور دوسرا بندہ وہ ہے جس کی پشت پر معصیت و گناہوں کا لشکر ہوتا ہے جو معصیت و گناہوں میں اس کی اعانت و امداد کرتا ہے اور یہ شیطانی لشکر اسے معصیت و گناہ میں قوی اور مضبوط بنا دیتا ہے۔

## فصل

دگناہ قلب کو کمزور کر دیتے ہیں اور

بندے کو توبہ و انابت سے بھٹکا دیتے ہیں،

آثار معاصی میں سے ایک خطرناک اور ہلک امر یہ بھی ہے کہ گناہ بندے کے قلب کو کمزور اور لپٹ بہمت بنا دیتے ہیں، توبہ کے ارادہ کو آہستہ آہستہ کمزور کرتے رہتے ہیں اور معصیت و گناہ کے جذبات و ارادے کو قوی و مستحکم کر دیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ بندے سے توبہ و انابت کی توفیق ہی مفقود ہو جاتی ہے۔ اور شدہ شدہ اس کے قلب سے توبہ و انابت کا مقصد و ارادہ کلیتاً ختم ہو جاتا ہے۔ پس جس بندے کا آدھا قلب مرجھا ہے ہے تو اگر وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ و استغفار کے لئے جھکتا بھی ہے تو اس کی توبہ اور استغفار جھوٹی ہوتی ہے۔ زبان سے بہت کچھ کہتا ہے لیکن قلب معصیت سے آلودہ ہوتا ہے اور باوجود توبہ و استغفار کی رٹ کے وہ گناہوں پر اصرار ہی کرتا رہتا ہے اس کا عزم و ارادہ گناہوں کے موقعوں کی تلاش ہی میں رہتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ حالت انسان کے لئے بڑا ہی شدید مرض ہے اور ہلاکت سے قریب تر ہونے کی حالت ہے۔

## فصل

دبار بار گناہ کرنے سے اسکی برائی کا تصور ختم  
ہو جاتا ہے اور انسان گناہوں پر فخر کرنے لگتا ہے

آثار معاصی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان گناہ کرتے کرتے اس کا عادی بن جاتا ہے  
اور جب عادی ہو جاتا ہے تو دل سے گناہ کی قیاحت و برائی منقطع ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا  
ہے کہ وہ گناہوں کو برا ہی نہیں سمجھتا اور بے بہا باندہ ہو کر بر ملا لوگوں کی موجودگی میں گناہ کرتا چلا جاتا  
کسی کی پروا نہیں کرتا۔ ارباب فسق و فجور کے نزدیک تو یہ بات ایک دل بہلانے کی دلچسپ چیز ہو  
ہے۔ اس میں ان کو انتہا درجہ کی لذت محسوس ہوتی ہے بلکہ اس قسم کے لوگ تو معصیت پر بر  
فخر کیا کرتے ہیں اور لوگوں میں بیٹھ کر اپنے گناہوں کو بڑے فخر و غرور کے ساتھ جھوم جھوم کر بیان  
کرتے ہیں۔ اور جنہیں ان کے اعمال اور کردار میں کی خبر تک نہیں ہوتی انہیں انتہائی دلچسپ طریقے  
سناتے ہیں کہ ارے او فلاں میں نے تو یہ یہ اور ایسے ایسے کام کئے ہیں کچھ تمہیں خبر بھی ہے؟  
جو لوگ اس درجہ کے جرائم پیشہ بن جاتے ہیں ان کے لئے عافیت و خیر کے دروازے بالکل  
مسدود ہو جاتے ہیں۔ توبہ و انابت اور استغفار کی راہیں قطعاً منقطع ہو جاتی ہیں۔ اور  
لینا چاہیے کہ اس قسم کے لوگوں کے لئے اکثر و بیشتر توبہ و انابت کے دروازے ہمیشہ ہی کے  
بند ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔

کل امتی معافی الا المجاہرون، وان  
من الاجہار ان یستر اللہ علی العبد  
ثم یصبح یفضح نفسه ویقول  
یا فلان عملت یوم کذا وکذا  
کذا وکذا فیہتک نفسا و  
قد بات لیستر ربہ۔  
میری ساری امت کو معافی حاصل ہے مگر خود  
ہونیوالوں کیلئے معافی نہیں۔ اور یہ رسوائی  
کہ اللہ تعالیٰ تو ستر پوشی فرماتا ہے لیکن خود بندہ  
ہوتے ہی اپنے کو رسوا اور ذلیل کر لیتا ہے لوگوں سے  
کہتا ہے کہ اے فلاں میں نے فلاں فلاں اور یہ یہ  
ایسا ایسا کیا ہے۔ اس طرح وہ اپنے کو ذلیل و رسوا

کر لیتا ہے، حالانکہ پروردگار نے اسکی ستر پوشی فرمائی  
آثار معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ دنیا کے سامنے گناہ دنیا کی اگلی امتوں میں سے جن کو اللہ تعالیٰ  
نے ہلاک کیا ہے کسی نہ کسی امت کا ترکہ اور میراث ہے چنانچہ لواطت، قوم لوط کا ترکہ ہے۔ لیون



یہ لیتے وقت حق سے زیادہ لینا اور تولنا اور دیتے وقت حق سے کم دینا اور تولنا قوم شعیب کا ترکہ ہے  
زمین پر اکڑنا اور فساد کرنا فرعون اور قوم فرعون کا ترکہ ہے، بکبر و غرور و جبر و زیادتی قوم ہود کا ترکہ ہے  
پس گنہگار و نافرمان آدمی ان میں سے جس امت کا گناہ کرے گا اسی میں اس کا شمار ہوگا حالانکہ  
یہ امتیں اللہ تعالیٰ کی دشمن تھیں۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے تصنیف کتاب الزہد کے اندر  
اپنے والد سے اور وہ حضرت مالک بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا۔

اوحی اللہ الی نبی من انبیاء بنی اسرائیل  
ان قل لقومک لا تدخلوا مداخل  
اعدائی، ولا تلبسوا ملا بس اعدائی  
ولا توکبوا صا کب اعدائی ولا  
تطعموا مطاعم اعدائی فتکونوا  
اعدائی کما هم اعدائی۔

انبیاء بنی اسرائیل میں سے کسی پیغمبر پر اللہ تعالیٰ نے  
یہ وحی نازل فرمائی کہ تم اپنی قوم سے کہدو کہ میرے  
دشمن جہاں داخل ہوں وہاں تم داخل نہ ہونا میرے  
دشمنوں نے جو لباس پہنا تھا تم نہ پہنا۔ میرے دشمن  
جس سواری پر سوار ہوئے تھے تم سوار نہ ہونا۔ میرے  
دشمن جو کھانا کھاتے تھے تم نہ کھانا اگر تم ایسا کرو گے  
تو جیسے وہ میرے دشمن ہیں تم بھی میرے دشمن ہو۔

اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

بعثت بالسيف بين يدي الساعة  
حتى يعبد الله وحده لا شريك له  
وجعل رزقي تحت ظل رحى وجعل  
الذل والصغار على من خالف  
امري ومن تشبه بقوم فهو  
منهم۔

میں قیامت کے قریب تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہوں  
تاکہ دنیا میں صرف اللہ وحدہ لا شریک کی پرستش کی جائے  
میرا رزق اللہ تعالیٰ نے میرے نیزے کے سایہ تلے کر رکھا  
ہے اور میری مخالفت کرنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ  
نے ذلت و رسوائی لازم کر دی ہے اور جو شخص میرے تشبہ  
کسی دوسری قوم سے تشبہ اختیار کرے گا وہ ان  
ہی میں سے شمار ہوگا۔

## فصل

(معصیت بندے کو پُر دگار کی نظر میں قبیل کر دیتی ہے)

معاصی کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ بندہ گناہ کرنے سے پُر دگار کا عالم کے نزدیک بے وقعت ہو جاتا ہے۔ اسکی  
نگاہ سے گر جاتا ہے چنانچہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باعزت ہوتے ہیں

اللہ تعالیٰ ان کو گناہوں سے بچا لیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہوتا ہے تو پھر دنیا میں کوئی بھی اس کی عزت نہیں کرتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ومن یرہن اللہ فمالہ من مکوم (الحج) جسکو خدا ذلیل کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں اگرچہ لوگ اس قسم کے لوگوں کی ان کے خوف و ڈر کے ماتھے اور ان کے شر سے بچنے کے لئے بظاہر عزت کرتے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان کے دلوں میں وہ انتہائی ذلیل اور حقیر ہوا کرتے ہیں۔

یہ بھی معاصی کا اثر ہے کہ جب بند بکثرت پے در پے گناہ کرنے لگ جاتا ہے تو پھر بڑے سے بڑا گناہ بھی اس کی نگاہ میں چھوٹا ہو جاتا ہے اور یہی اس کی ہلاکت کی علامت ہے۔ کیونکہ بندے کی نگاہ میں جو گناہ چھوٹا ہوتا ہے اللہ کے نزدیک بہت بڑا بن جاتا ہے۔ امام بخاری اپنی کتاب صحیح بخاری میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان المؤمن یری ذنوبہ کافہا فی اصل الجبل یتخاف ان یقع علیہ ، صاحب ایمان گناہوں کو پہاڑ سمجھتا ہے اور ہے کہ کہیں یہ پہاڑ اس کے سر پر نہ آگے اور وان الفاجر یری ذنوبہ کذا باب فاجر آدمی اپنے گناہ کو ایسا سمجھتا ہے گویا ناک وقع علی انقہ فقال بہ ہکذا فطار پرکھی بیٹھی ہے۔ ہاتھ اٹھایا اور مکھی اڑ گئی۔

## فصل

د گناہ گار پر جانور چوپائے، پسندے، کیرٹے

مکوڑے بھی لعنت بھیجتے ہیں۔

یہ بھی معاصی کے اثرات میں سے ہے کہ گناہ گار کے گناہوں کی نحوست بے گناہ انسانوں اور جانوروں تک کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ اسکے ظلم و گناہ کی وجہ سے خود وہ تو جل مرتا ہی ہے لیکن دوسرے بے گناہ انسان اور جانور بھی جل مرتے ہیں۔ چنانچہ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں ”ظالم کے ظلم کی وجہ سے چڑیاں اپنے گھونسلوں میں مرجاتی ہیں۔“

امام مجاہد کا قول ہے ”جب قحط سالی ہو جاتی ہے تو جانور چوپائے ظالم انسانوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔ کہ ان کی وجہ سے برسات رک گئی ہے۔“

امام عکرمہؓ فرماتے ہیں ”زمین کے جانور، کیرٹے، مکوڑے، پھپھکیاں اور بچھونک جلا اٹھتے ہیں بنی آدم کے گناہوں کی وجہ سے ہم پر برسات رک گئی۔“



پس گنہگار کو صرف اس کے گناہوں کی سزا ہی بس نہیں کرتی۔ بلکہ یہ گناہوں کی لعنت و پھسکار بھی اس پر مسلط ہو جاتی ہے۔

## فصل

(معصیت سے انسان ذلیل ہو جاتا ہے)

(اور طاعت سے عزت برپا ہوتی ہے)

آثار معاصی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ معصیت انسان کو ذلیل و حقیر کر دیتی ہے اور یہ یقینی حقیقت ہے کیونکہ دنیا جہاں کی ساری عزتیں طاعت الہی سے وابستہ ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

من کان یرید العزۃ قللہ العزۃ  
جمیعاً (سورۃ فاطر)  
جو آدمی عزت کا طلبگار ہے تو عزت ساری  
کی ساری خدا کی ہے

پس بندے کو چاہیے کہ وہ طاعت الہی کے ذریعہ خواستگار عزت ہو، عزت صرف طاعت الہی سے میسر آ سکتی ہے اور بس۔ چنانچہ بعض صالحین سلف کی یہ دعا تھی۔  
اللہم! اعزنی بطاعتک، ولا  
تذلنی بمعصیتک  
فرما۔ تاخریاتی سے مجھے ذلیل نہ کر۔

حضرت حسن بھریؒ کا ارشاد ہے ”یہ لوگ اگر چہ قوی و خواصورت خجروں پر سوار ہو کر دوڑتے پھریں اور گھر بجاتے پھریں۔ اور ان کی تیز رفتاری پر فخر و نخوت کے ڈھول پیٹتے ہیں لیکن گناہوں کی ذلت جو ان کے لئے لازم ہو چکی ہے وہ کبھی دور نہیں ہو سکتی۔“  
حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے یہ شعر مشہور ہیں۔

رأیت الذنوب تمیت القلوب وقد یورث الذل اذمانہا  
میں نے دیکھا کہ گناہ دلوں کو مردہ کر دیتے ہیں اور گناہوں کی ملامت ذلت کا موجب ہوتی ہے  
وترک الذنوب حیات القلوب وخیر لنفسک عسیانہا  
گناہ سے بچنا دلوں کی زندگی ہے اور تمہارے لئے خیر یہ ہے کہ تم گناہوں کی مخالفت کرو  
وہل احسد الذین الا الملوک واحبار سوء و سرہبا دنہا  
اور دین کے بادشاہوں اور  
شہنشاہوں اور بڑے تارک الدنیا کے سوا کسی نے خرابیہ کیا

## فصل

(معصیت سے نور عقل فنا ہو جاتا ہے)

آثار معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ معاصی سے عقلمند کی عقل خراب ہو جاتی ہے۔ عقل ایک نور معصیت اس نور کو یقیناً بجھا دیتی ہے۔ اور جب یہ نور بجھ جاتا ہے تو عقل کمزور ہو جاتی ہے۔ چنانچہ بعض صالحین سلف کا مقولہ ہے کہ ”جو آدمی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اس کی عقل ہو جاتی ہے۔“ عقل کا غائب ہونا بالکل واضح ہے۔ اگر عقل موجود ہوتی تو اسے معصیت سے کیوں باز نہ رکھتی؟ وہ یہ کیوں نہ سمجھتا کہ اس کی جان اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے؟ اس کے قہر و غلبہ کے ماتحت ہے اور اس کے کردار سے خدا ہر طرح باخبر ہے۔ خدا ہی کے گناہ میں اسی کے فرش پر بیٹھا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے فشتے اس کے ساتھ گئے ہوئے ہیں جو کچھ کرتا ہے وہ دیکھ رہے ہیں۔ قرآن مجید کا واعظ گناہوں سے احتراز کرنے کی اسے ہدایت دیا ہے۔ ایمان کا واعظ گناہ سے روکتا ہے۔ موت کا واعظ اور جہنم کا واعظ اسے معصیت سے منع کر رہے ہیں۔ نیز یہ کہ معصیت سے اس کی دنیا و آخرت کی خیر و فلاح جو ضرور ہو رہی ہے وہ اس کے اس عارضی سرو و اور نا پائیدار وقتی لذت سے بدرجہا قیمتی ہے تو کوئی صاحب عقل و بصیرت ان تمام امور کی ناقدری کر سکتا ہے۔ اور کیا کوئی عقل سلیم گواہ کر سکتی ہے؟

## فصل

(معصیت اور گناہوں سے قلب پر ہر لگ جاتی ہے)

آثار معاصی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب گناہوں کی کثرت ہو جاتی ہے تو گنہگار کے قلب ہر لگ جاتی ہے اور وہ غافل اور بے خبر ہو کر رہ جاتا ہے جیسا کہ بعض سلف صالحین نے آئینہ کلاہ بل ران علیٰ قلوبہم ما کافوا نہیں۔ بلکہ ان کے دلوں پر ان ہی کے کرتوت یکسبون (سورۃ المطففین) سے زندگ بیٹھ گئے ہیں۔

کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس کے معنی پے در پے گناہ کرنے کے ہیں۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پے در پے گناہ کرتا رہتا ہے۔



قلب اندھا ہو کر رہ گیا۔

بعض دوسرے علماء یہ کہتے ہیں کہ جب گناہوں کی کثرت ہو جاتی ہے تو وہ دلوں کو گھیر لیتے ہیں۔ اور اس بارے میں اصل بات یہ ہے کہ معاصی سے قلب رنگ آلود ہو جاتا ہے۔ اور معاصی کی کثرت ہو جاتی ہے۔ رنگ غالب آ جاتا ہے تاکہ دل کا بڑا حصہ رنگ گرفتہ ہو جاتا ہے۔ پھر جب معاصی اور بڑھ جاتے ہیں تو یہ انسان کی طبیعت بن جاتی ہے، ہر قلب پر قفل لگ جاتا ہے۔ اور پھر ہر رنگ جاتی ہے اور رفتہ رفتہ اس کا قلب غلافوں اور پردوں میں مستور ہو جاتا ہے اور اگر معصیت و گناہوں کی یہ کیفیت بدایت و بصیرت کے بعد ہوتی ہے تو معاملہ ہی بالکل ہی درہم برہم ہو جاتا ہے قلب کا بالائی حصہ نیچے ہو جاتا ہے اور نیچے کا اوپر اور پھر اس کا دشمن پوری قوت سے اس پر غالب آ جاتا ہے اور یہ دشمن جہاں چاہتا ہے اسے ہنسنے پھرتا ہے۔

## فصل

(معاصی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے)

(معاصی کی وجہ سے بندہ اس لعنت کے ماتحت آ جاتا ہے)

آثار معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ بندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کی زد میں آ جاتا ہے۔ آنحضرت ص نے بہت سے گناہوں پر لعنت بھیجی ہے۔ پس جو شخص ان معاصی کا ارتکاب کرے گا وہ بدبو اور اس لعنت کا مستحق ہو گا۔ چنانچہ آنحضرت ص نے ان عورتوں پر لعنت بھیجی ہے جو بدن پر گودے لگا کر اس میں رنگ بھریں اور بالوں کے ساتھ دوسرے بال جوڑ کر بالوں کو لمبے کریں اور جو ایسا کرنے کا پیشہ اختیار کریں اور چہرے سے بال اکھاڑیں اور اپنے دانتوں کو گھس کر تیز کریں اور اس کا پیشہ کریں۔ آپ نے سود لینے والے، دینے والے، اس کے لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت بھیجی ہے۔ آپ نے حلالہ کرنے والے اور جس نے حلالہ کیا جائے دو توں پر لعنت کی ہے۔ آپ نے چور پر، شراب پینے والے پر، پلانے والے پر، بنانے والے پر اور اس پر جس کے لئے بنائی جانے، اور اس کے بیچنے والے پر، خریدنے والے پر، اس کی قیمت لینے والے پر اس کے اٹھانے والے پر اور جس کے لئے اٹھائی جائے اس پر لعنت بھیجی ہے۔ اور ان پر لعنت بھیجی ہے جو حد بند کا نشانہ ادھر ادھر مٹا دیں، والدین پر لعنت بھیجنے والوں پر، غیر اللہ کے لئے ذبح کردہ حیوانوں پر، غنیمت

پر۔ اور ان عورتوں پر جو مرد کی وضع بنائیں لعنت بھیجی ہے۔ دین میں بدعت جاری کرنا والے پر اور اس پر عمل کرنا والے پر۔ تصویر بنانے والے پر، لواطت کرنا والے پر۔ ماں باپ کو گالی دینے والے پر۔ اندھے کو راستہ سے جھکا دینے والے پر۔ اور کسی چوپائے کے ساتھ بد فعل کرنے اور اس پر جو کسی جانور کے چہرے پر داغ دے یا اس کی شکل بگاڑے، مسلمانوں کو ضرر پہنچانے والے اور ان کو دھوکہ دینے والے پر، قبروں کی زیارت کرنا والی عورتوں پر، قبروں کو سجدہ گاہ بنانا والی پر، اور قبروں پر چراغ جلانے والوں پر، عورت کو اس کے شوہر کے خلاف اور غلام کو اس کے آقا کے خلاف درغلانے والے پر۔ بی بی کے ساتھ دبر میں جماع کرنا والے پر ان سب پر آپ نے لعنت بھیجی ہے۔

آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو عورت اپنے شوہر سے سرکش ہو کر علیحدہ سوئے گی صبح تک فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ جو شخص اپنے کو اپنے باپ کے سوا دوسرے کا بیٹا گردانے اس پر لعنت بھیجی ہے۔ آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو آدمی کسی مسلمان بھائی کو کسی ہتھیار سے ڈرائے گا اس پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں، صحابہؓ کو گالی دینے والے پر بھی آپ نے لعنت بھیجی ہے۔ لوگوں میں فساد کرانے والے پر، قطع رحمی کرنے والے پر۔ اللہ اور اللہ کے رسول کو ایذا پہنچانے والے پر۔ اللہ تعالیٰ کی آیات و ہدایت کو چھپانے والوں پر۔ ایماندار و پاکدامن عورتوں پر ہتمت لگانے والوں پر۔ اور اس آدمی پر جو کافروں کی راہ کو مسلمانوں کی راہ سے بہتر کہیں لعنت بھیجی ہے۔ جو مرد عورت کے کپڑے پھینے، اور جو عورت مرد کے کپڑے پھینے۔ اس پر بھی آنحضرتؐ نے لعنت بھیجی ہے ان امور کے علاوہ دوسرے بہت سے امور پر آنحضرتؐ نے لعنت بھیجی ہے۔ اگر کوئی شخص صرف یہی سمجھ لے کہ یہ گناہ ایسے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول اور اس کے فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں تو اس کی تینہہ کے لئے کافی ہے۔ اس کا صرف یہ سمجھنا ہی اس کو ان معاصی سے بچنے کا تقاضہ کرے گا۔

## فصل

(معصیت کرنا والا آنحضرتؐ، اور فرشتوں کی دعاؤں سے محروم ہو جاتا ہے)

آثار معاصی یہ بھی ہے کہ معصیت کرنے والا آنحضرتؐ اور فرشتوں کی دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔ خدا نے قدوس نے آنحضرتؐ کو حکم فرمایا ہے کہ ایمان والے مردوں اور عورتوں کے حق میں آپ استغفار کرتے رہیں۔ چنانچہ سورہ غافر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّكَ عَشْرَ مِائَاتٍ أَوْ كَثِيرًا



بِحَدِّ رَجُلِهِمْ وَيَوْمَنُونَ بِهِ وَلَا يَسْتَغْفِرُونَ  
لِلَّذِينَ آمَنُوا - رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ  
رَحْمَةً وَعِلْمًا - فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا  
سَبِيلَكَ وَقَهْمَ عَذَابَ الْجَحِيمِ رَبَّنَا  
وَادْخُلِهِمْ جَنَّاتٍ عِدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ  
وَمَنْ صُلِحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَ  
ذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ  
وَقَهْمَ السَّيِّئَاتِ -

(سورہ غافر)

کے ارد گرد ہیں، اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ  
اسکی تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں۔ اور ایمان  
والوں کے لئے مغفرت مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے  
پروردگار! تیری رحمت اور تیرا علم سب چیزوں پر  
حاوی ہے، تو جو لوگ توبہ کرتے ہیں اور تیرے راستے  
پر چلتے ہیں ان کو بخش دے اور ان کو دوزخ کے  
عذاب سے بچا۔ اور اے ہمارے پروردگار! انکو  
بہشت کے ہمیشہ کے رہنے کے باغوں میں بھی  
پہنچا کر داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے  
اور ان کے باپ دادوں اور ان کی بیبیوں اور  
ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوں ان کو بھی بیشک  
تو ہی زبردست ہے اور حکمت والا ہے اور ان  
کو ہر طرح کی خرابیوں سے محفوظ رکھ۔

فرشتوں کی یہ دعا ان ایمان والوں کے لئے ہے جو مذکورہ صفات سے متصف ہوں اور کتاب اللہ اور  
سنت رسول اللہ کی اتباع کریں پس جو لوگ مذکورہ صفات سے متصف نہیں ہیں اس دعا میں شمولیت  
کی ہرگز ہرگز توقع نہ رکھیں

## فصل

(گنہ گاران امت کو آنحضرتؐ نے خواب میں دیکھا)

معاصی کی کچھ سزائیں وہ ہیں جو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری کے اندر حضرت عمر بن خطابؓ سے  
روایت بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد صحابہؓ سے اکثر دریافت فرماتے کہ  
آج رات تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ صحابہؓ میں سے جن جن لوگوں نے خواب دیکھا ہوتا، وہ اپنا اپنا  
خواب بیان کرتے۔ ایک دن صبح کو خود آنحضرتؐ نے بیان فرمایا: آج میرے پاس دو آدمی آئے اور مجھے اٹھایا اور  
کہا: آپ ہمارے ہمراہ تشریف لے چلیں۔ میں انکے ہمراہ ہولیا۔ جب ہم آگے چلے تو دیکھا ایک آدمی چت لیٹا  
ہوا ہے۔ اور اسکے پاس ایک شخص پتھر پکڑ کر کھڑا ہے۔ اور اسکے سر پر نور زور سے مار رہا ہے جس سے اس

کا بھیجا نکل پڑتا ہے۔ وہ ہر چند اپنے سر کو بچاتا ہے لیکن بچا نہیں سکتا۔ پھر وہ آدمی پتھر کو اٹھاتا ہے۔ اتنے عرصہ میں اس کا سر اصلی حالت میں آجاتا ہے۔ پھر وہ اسے مارتا ہے اور اس کا وہی حال ہو جاتا ہے جو پہلی مرتبہ ہوا تھا۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہتا ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا سبحان اللہ۔ اور پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا آگے تشریف لے چلیے۔ ہم آگے بڑھے تو دیکھا ایک آدمی اونڈھے منہ لیٹا ہوا ہے۔ اور ایک آدمی اس کے پاس لوہے کے کانٹے لے کر کھڑا ہے اور سوٹے ہوئے کے گالوں میں اور منہ پر وہ اس طرح مارتا ہے کہ اس کے گال اور باجھیں چر جاتی ہیں۔ گال، آنکھیں ناک، گردن کی طرف کھینچ آتے ہیں۔ پھر وہ دوسری طرف مارتا ہے۔ اس سے بھی اس کا وہی حال ہو جاتا ہے۔ اس عرصہ میں اس کی دوسری جانب اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہے۔ پھر اس کا وہی حال ہوتا ہے جو پہلے ہوا تھا اور یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ میں نے کہا۔ سبحان اللہ! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا۔ آگے تشریف لے چلیے۔ ہم آگے بڑھے۔ ایک بہت بڑا تنوہ دیکھا جس کے اندر سے چیخ، پکار کی آوازیں آرہی تھیں۔ ہم نے جا کر دیکھا تو اس کے اندر ننگے مرد ہنسی عورتیں نظر آئیں جن کے نیچے شعلے بھڑک رہے تھے اور وہ لوگ چیخ چیخ کر روتے چلاتے تھے اور اس آگ سے پناہ مانگ رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا آگے تشریف لے چلیے۔ ہم آگے بڑھے۔ اور ایک ہنر پر پہنچے جس کا پانی خون کی طرح سرخ تھا۔ ایک آدمی اس کے اندر تیر رہا تھا۔ ہنر کے کنارے ایک آدمی بے شمار پتھروں کا ڈھیر لگاٹے کھڑا تھا۔ تیرنے والا تیرتے تیرتے تھک کر ہنر کے کنارے آیا۔ اور کنارے پر کھڑے ہوئے آدمی کے سامنے آکر اپنا منہ کھولا۔ اس نے اس کے منہ میں ایک پتھر ڈال دیا۔ وہ پھر پانی میں تیرنے لگا۔ یہ حالت اس کی جاری رہی۔ میں نے اس کے متعلق پوچھا۔ تو کہنے لگے آگے تشریف لے چلیے۔ ہم آگے بڑھے تو ایک دہشت ناک کمریہہ المنظر آدمی دیکھا۔ جو آگ کے کنارے کھڑا ہے اور آگ کو دھونک رہا ہے۔ اور آگ کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ میں نے کہا یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا آگے تشریف لے چلیے۔ ہم آگے بڑھے۔ اور ایک خوبصورت عمدہ وسیع خمیرہ دیکھا۔ جو پوری طرح سجایا گیا ہے۔ اس کے نیچے ایک طویل، لمبا ترنگا آدمی کھڑا تھا جس کی لمبائی اس قدر تھی کہ اس کا سر آسمان کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اس کے ارد گرد بے شمار خوبصورت لڑکے کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا آگے تشریف لے چلیے۔ ہم آگے بڑھے تو ہم نے ایک عظیم الشان خوبصورت درخت دیکھا۔ ایسا کہ اس قسم کا درخت ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ انہوں نے اس پر چڑھ



جائیے ہم اس پر چڑھ گئے تو ایک ایسے شہر میں پہنچ گئے جس کی عمارتیں سونے اور چاندی کی اقیٹوں سے  
 بنی تھیں۔ ہم شہر کے روازے پہنچے اور دروازہ کھلوا یا۔ اور اندر گئے۔ یہاں ہمیں بے شمار آدمی ملے  
 جن کا آدھا جسم نہایت خوبصورت تھا اور آدھا بدصورت۔ میرے ساتھیوں نے ان سے کہا جاؤ اس نہر میں  
 غوطہ لگاؤ۔ یہ نہر نہایت عمدہ اور چوڑی تھی اور اس کا پانی دودھ جیسا سفید و شفاف تھا۔ یہ لوگ نہر میں نہا  
 کر ہمارے پاس آئے۔ انکی ساری سیاہی دھل چکی تھی اور بدصورتی، خوبصورتی سے تبدیل ہو گئی تھی ہرے ساتھیوں  
 نے مجھ سے کہا یہ جنت عدن ہے۔ اور یہ آپکا مقام ہے۔ میں نے نیچے سے اوپر تک اس عمارت پر نظر ڈالی  
 یہ محل نہایت خوبصورت سفید تھا۔ انہوں نے کہا یہ آپ ہی کا مقام ہے۔ میں نے ان سے کہا بارک اللہ، مجھے  
 اندر جانے دو، انہوں نے کہا ابھی نہیں، آپ تو اس کے اندر جائیں گے ہی۔ میں نے ان ساتھیوں سے  
 کہا آج رات کو عجیب و غریب چیزیں میں نے دیکھی ہیں۔ یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہم آپ کو مطلع  
 کئے دیتے ہیں۔ وہ آدمی جس کا سر کھپا جا رہا تھا۔ وہ آدمی ہے جس نے قرآن یاد کیا تھا۔ لیکن پھر  
 بھول گیا تھا۔ اور فرض نماز ترک کر کے سو جایا کرتا تھا اور وہ آدمی جس کا منہ اور باجھیں لوہے  
 کے کانٹوں سے چیری جاتی تھیں۔ وہ وہ آدمی ہے جو اپنے گھر سے نکل کر لوگوں کی غیبت کیا کرتا تھا۔  
 اور لوگوں کی جھوٹی باتیں اڑایا کرتا تھا۔ اور تنور میں جونگے مرد۔ اور عورتیں جل رہی تھیں۔ وہ زنا کا  
 مرد اور عورتیں تھیں۔ اور نہر کے اندر جو آدمی تیر رہا تھا اور پتھر نکل رہا تھا وہ سود خوار آدمی  
 تھا۔ اور آگ کے کنارے جو دہشت ناک کریمہ المنکر آدمی کھڑا تھا۔ اور آگ دھونک رہا تھا۔ وہ  
 خازن جہنم تھا۔ اور وہ آدمی جس کا سر آسمان سے لگا ہوا تھا وہ حضرت ابراہیمؑ تھے اور انکے  
 گرد جو لڑکے جمع تھے وہ وہ لڑکے تھے جو فطرت پر مرے تھے۔ اور البرقانی کی روایت میں ہے کہ جو  
 فطرت پر پیدا ہوئے تھے۔ کچھ لوگوں نے اس موقع پر آنحضرتؐ سے دریافت کیا یا رسول اللہ کیا  
 یہ مشرکوں کی اولاد تھی؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ یہ مشرکوں کی اولاد تھی۔ اور وہ لوگ جن کے آدھے جسم خوبصورت  
 اور آدھے بدصورت تھے یہ وہ لوگ تھے جن لوگوں نے دنیا میں نیک اعمال کئے تھے لیکن ساتھ ہی ساتھ گناہ  
 بھی کئے تھے، اللہ تعالیٰ انہیں درگزر فرمائے۔

## فصل

(معاوی سے پانی، ہوا، زراعت، پھلوں اور گھروں پر آفتارتی،  
 (ہے زمین کی پیداوار کم ہو جاتی ہے، انسانوں کی پیدائش اور عمریں کمی ہو جاتی ہے،

آثار معاشی میں سے یہ بھی ہے کہ زمین پر مختلف قسم کی آفتیں نازل ہوتی ہیں۔ پانی، ہوا، انداز اور پھلوں اور گھروں پر تباہیاں آجاتی ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت  
ایدی الناس لئذ یقتہم بعض الذی  
علوا۔ لعلہم یرجعون۔  
خشکی اور تری میں ہر جگہ لوگوں کے کرتوتوں کی وجہ  
سے خرابیاں ہو چکی ہیں تاکہ خدا انکے بعض اعمال کا مزہ  
چکھائے، ہو سکتا ہے کہ وہ ایسی حرکتوں سے باز  
آجائیں۔ (سورہ روم)

اما مجاہد فرماتے ہیں ”ظالم حاکم جب ظلم و فساد شروع کر دیتا ہے تو برسات روک دی جاتی ہے  
کھیتیاں اور نسلیں برباد ہو جاتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ظلم و فساد پسند نہیں۔“ استدلال میں انہوں  
نے یہی مذکورہ بالا آیت پڑھی اس کے بعد فرمایا آیت کے اندر لفظ ”بحر“ وارد ہے اس سے یہ دریا  
مراد نہیں بلکہ ہر وہ آبادی مراد ہے جو جاری اور بہنے والے پانی کے کناروں پر واقع ہو۔ اسی جاری  
پانی کو ”بحر“ کہا گیا ہے۔

عکرمہ کہتے ہیں ”بحر“ سے مراد یہ دریا نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد پانی کے کناروں کی آبادیاں ہیں  
قائد کہتے ہیں آیت کے اندر ”بحر“ واقع ہے اس سے مراد نیچے، ڈیرے لگانے  
والے لوگ مراد ہیں۔ اور ”بحر“ سے مراد اہل دیہات اور صحرا کے  
لوگ ہیں۔

میں کہتا ہوں شیریں پانی کو بھی اللہ تعالیٰ نے ”بحر“ مندرایا ہے۔ چنانچہ  
قرآن حکیم کے اندر ہے۔

وما یستوی البحران۔ ہذا  
عذاب فورات سائح و هذا  
ملج احجاج۔  
دونوں دریا ایک طرح کے نہیں ہیں۔  
ایک ایسا ہے کہ اس کا پانی میٹھا، خوش  
ذائقہ، خوشگوار ہے۔ اور ایک کا پانی  
کھاری، کڑوا ہے۔

ظاہر ہے دنیا میں کوئی رکا ہوا دریا میٹھا نہیں ہے۔ بلکہ ندیوں اور نہروں ہی کا پانی  
میٹھا ہوا کرتا ہے، سمندر کا پانی کھاری ہی ہوا کرتا ہے اور وہ آبادیاں جو ندیوں اور نہروں  
کے کناروں پر واقع ہوتی ہیں۔ انہی کو اس پانی سے موسوم کیا  
جاتا ہے۔



ان زید کہتے ہیں ظہر الفساد فی البر والبحر کے اندر جو فساد کا لفظ ہے اس سے مراد گناہ ہیں میں کہتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ گناہ فساد و بربادی کا سبب ہیں۔ اور اگر فساد سے مراد عین معصیت ہے۔ تو لیذیقہم بعض الذی عملوا میں جو لام وارد ہے وہ لام تعلیل ہوگا۔ پہلے معنی کی رو سے فساد سے مراد نقصان۔ خرابیاں۔ مصائب و آلام ہیں۔ جو بندوں کے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ زمین پر بھیجتا ہے۔ جب بندے گناہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ مصائب و آلام اور آفتیں بھیج دیتا ہے۔ جیسا کہ بعض سلف کا قول ہے۔ ”تم جب گناہ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اپنی فرمانروائی میں عقوبتیں اور نرا میں بھیج دیتا ہے۔ اور ظاہر یہی ہے کہ فساد سے مراد گناہ اور گناہ کے مرجبات ہیں اور اس معنی پر آیت کا یہ حصہ دلالت کرتا ہے لیذیقہم بعض الذی عملوا خدا ان کے بعض اعمال کا ان کو مزہ چکھانے

غرض یہ تو دنیا کے مذاب کا حال ہے جو بندوں کے گناہوں اور بد اعمالیوں کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے۔ اگر تمام اعمال و گناہوں کی نرا دی جائے تو زمین پر کوئی جاذا چیز زندہ باقی نہیں رہ سکتی۔ آثار معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ زمین شق ہونے لگتی ہے۔ آبادیاں زمین کے اندر دھنس جاتی ہیں۔ زلزلے آنے لگتے ہیں۔ زمین کی بوکھلیں۔ اور اس کی روئیدگی کم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے قوم ثمود کی آبادیوں سے گزرنے والوں کو حکم دیا تھا۔ کہ یہاں سے دو تے ہوئے جلد سے جلد نکل جاؤ۔ اور ان آبادیوں کا پانی نہ پو۔ تاکہ حکم فرمایا کہ اس پانی سے جو آٹا گوندھ لیا گیا ہے۔ پھینک دو۔ اپنے اونٹوں کو بھی نہ کھلاؤ۔ اور یہ حکم آپؐ نے اس لئے فرمایا تھا کہ قوم ثمود کے گناہوں کی عذمت اس پانی میں بھی سرایت کر گئی تھی۔ غرض! گناہوں کی شومی پھلوں۔ اور دیگر اشیاء میں بھی آتی ہے۔ امام احمد بن حنبل ایک حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں بنی امیہ کے خزانے میں سے ایک تھیلی دیکھی جس کے اندر کھجور کی گٹھلی کے برابر گہوؤں کے دانے بھرے ہوئے تھے اور تھیلی پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ ”عدل و انصاف کے زمانے میں ایسے گہوؤں پیدا ہو کر تھے تھے“ یہ تمام آفتیں اللہ تعالیٰ نے بندوں کے گناہ اور نافرمانیوں کی وجہ سے بھیجی ہیں۔ نیز بعض۔ بددلی اور دیہاتوں نے مجھ سے بیان کیا کہ آج کل جو پھل یہاں پیدا ہو رہے ہیں۔ اس سے بہت بڑے پھل یہاں پیدا ہوتے تھے۔ جو آفتیں آج کل آرہی ہیں۔ پہلے نہ تھیں۔ کچھ عورتوں کے زمانے سے یہ آفتیں آرہی ہیں۔

صورتوں۔ اور خلیقوں پر بھی گناہوں کا اثر پڑتا ہے۔ جامع ترمذی میں وارد ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس وقت آدم کو پیدا کیا۔ انسان کا قد ساٹھ ذراع کا تھا۔ یہ قد کم ہوتے ہوئے وہ رہ گیا۔ جو تم آج دیکھتے ہو۔ جب اللہ تعالیٰ اعظم وجود جانتا۔ فتنہ نبویؐ

زمین کو پاک کرنے کا ارادہ فرمائے گا۔ تو اہل بیت نبوت میں سے اپنے ایک بندے کو بھیجے گا۔ یہ آکر زمین کو عدل و انصاف سے چمکروے گا۔ اور جس طرح آج یہ زمین ظلم و جور سے پر ہو گئی ہے۔ اس قدر عدل و انصاف سے چمک جائے گی۔ یہ مسیح آکر یہود و نصاریٰ کو قتل کرے گا اور وہ دین جسے لے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بھیجا ہے پھر قائم اور مضبوط ہو جائے گا۔ زمین اپنی برکتیں اگلنے لگے جس طرح کہ وہ پہلے اگلتی تھی اور اس قدر برکت ہو گی کہ ایک نانہ سے ایک پوری جماعت سیر ہو جائے گی۔ انار اس قدر بڑا ہو گا کہ اس کے پھلکے تلے ایک جماعت سایہ لے سکے گی۔ انگور کا ایک خوشہ اس قدر بڑا ہو گا کہ وہ ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر ہو گا۔ اور ایک بکری کا دودھ ایک جماعت کو سیراب کر دے گا۔ یہ برکت اس لئے ہو گی کہ زمین جب گناہوں سے پاک ہو جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ کی ان برکتوں کے آثار نمایاں ہوں گے جو گناہوں کی وجہ سے سلب کر لی گئی تھیں اس میں شک کی گنجائش نہیں جو عقوبتیں اور سزائیں کہ اگلی امتوں پر نازل ہوئی تھیں۔ ان کے اثرات آج بھی زمین پر موجود ہیں۔ اسی قسم کے گناہ ان اثرات کو باقی رکھتے ہیں اور جس طرح یہ معافی اور گناہ اگلی سزائیں امتوں کے آثار معافی ہیں۔ ان سزائوں کے آثار بھی موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام اور عالم کون و فساد اور اس کے فیصلہ سے یہ بات اولاً و آخراً متناصب ہے جس قسم کا گناہ ہوتا ہے۔ اسی قسم کی سزا ہوتی ہے۔ بڑے گناہ کی بڑی سزا ہوتی ہے اور چھوٹے گناہ کی چھوٹی۔ اور اسی طریقہ پر اللہ تعالیٰ عالم برزخ میں بھی لوگوں کو فیصلے کرے گا۔ اور وار الخزاء میں بھی۔

غور کرو کہ شیطان سے رشتہ جوڑنے۔ اور بندوں پر اس کے مسلط ہونے سے عملِ قول و فعل رو دی اور رزق کی برکتیں سلب ہو جاتی ہیں اور جب زمین پر شیطان کی اتباع و پیروی عام ہو جاتی ہے تو ساری زمین سے برکتیں سلب کر لی جاتی ہیں۔ تو پھر آخرت میں بھی تو یہی ہونا چاہئے چنانچہ اربابِ معاف کے لئے آخرت میں بھی کوئی سکون و اطمینان کا ٹھکانہ نہیں ہو گا۔ جہنم کے اندر ریح و رحمت۔ برکت سکون و اطمینان کا نام تک نہیں ہو گا۔

## فصل

معافی سے غیرت کا توڑ بچھ جاتا ہے۔ اللہ اور اللہ کا رسول

سب سے زیادہ غیور ہیں۔ غیرت محمودہ اور غیرت مذمومہ

معافی کی سزا یہ بھی ہے کہ انسان کے دل سے وہ غیرت فنا ہو جاتی ہے جس سے قلب کی حالت



اصلاح وابستہ ہے قلب کی زندگی کے لئے غیرت وہی حکم رکھتی ہے جو حیم کی زندگی کے لئے حرارت  
غریزیہ رکھتی ہے جس طرح حیم بغیر حرارت غریزیہ کے زندہ نہیں رہ سکتا قلب بغیر غیرت کے زندہ نہیں رہ  
سکتا غیرت کی حرارت ہی قلب کی خفاشت اور ناپاکی۔ مذموم صفات۔ ذلیل خویش اوصاف کو جلا  
دیتی ہے جس طرح کہ آگ کی بھٹی سونا چاندی۔ لوہے کا زنگ جلا دیتی ہے۔ اور دنیا میں سب سے زیادہ  
شرف۔ بلند مرتبہ۔ بلند حوصلہ۔ بلند مرتبہ۔ عالی قدر۔ عالی ہمت شخص وہ ہوتا ہے جو اپنے اندر اپنے لئے  
اپنے خواص کے لئے اور بندگان خدا کے لئے اتہاد و جدہ کی غیرت رکھتا ہو۔ اور یہی وجہ ہے جو آنحضرت  
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے حق میں ساری دنیا سے زیادہ غیور تھے اور اللہ حق  
بہاد و تعالیٰ آنحضرت سے بھی زیادہ غیور ہے جیسا کہ صحیح بخاری کے اندر مروی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا۔  
أَتَعْجِبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ؟ لَأَنَا غَيْرُ  
مَنْد۔ وَاللَّهِ أَغْيَرُ مِنْهُ (۱)

اور صحیح بخاری میں مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک مرتبہ سورج گرہن کے موقع پر فرمایا۔  
یا امّ محمد! ما احدث اغیر من الله۔  
ان یزنی عبدہ۔ او تنفی امّہ۔  
نیز اسی صحیح بخاری میں مروی ہے۔  
لا احدث اغیر من الله۔ من اجل ذالک  
حرر الفواہش ما ظہر منها وما بطن  
ولا احدث احب الیہ العذر من الله۔  
من اجل ذالک ارسل الرسل مبشرين۔

خدا سے زیادہ کوئی غیور نہیں، اور اسی وجہ سے  
اس نے ظاہری، باطنی فواحش کو حرام قرار دیا ہے  
اور خدا سے زیادہ کوئی معذرت کو پسند نہ کرے والا  
نہیں۔ اور اسی لئے اس نے اپنے پیغمبروں کو جنت

لے۔ حضرت سعد بن عبادہ سے لوگوں نے ایک دن کہا۔ یا ابا ثابت! اب تو اللہ تعالیٰ نے حدود و حکم فرمایا  
مگر یہ تو فرمائیے کہ اگر تم کسی کو بی بی اپنی کے ساتھ حرام کاری کرتے دیکھو تو کیا کرو گے؟ حضرت سعد نے جواب  
دیا میں تو اسی وقت دونوں کو قتل کر دوں گا۔ کیا میں اس حالت میں دیکھ کر چار گواہ تلاش کرنے کو نکلوں  
گا؟ اتنی دیر میں تو وہ اپنا کام کر کے چلتا ہے گا حضرت کا یہ قصہ صحابہ نے آنحضرت کے حضور میں پیش  
کیا تو آپ نے وہ کلمات فرمائے جو صحیح بخاری کی روایت میں مروی ہیں۔

ومندرين وواعدا حب الیہ المدح  
من اللہ۔ من اجل ذالک اثنی علی  
نفسہ

کی بشارت اور وزخ سے ڈرنے والا بنا کر  
بھیجا ہے اور خدا سے زیادہ مدح و تعریف کا پسند  
کرنے والا کوئی نہیں۔ اور اسی لئے اس نے خود  
اپنی تعریف کی ہے۔

اس حدیث میں آنحضرت نے غیرت کو کہ جس کی اصل قباح، ذمائم اور جرائم سے کراہت و بغض  
اور معذرت کو کہ جس کی اصل کمال عدل، کمال رحمت اور کمال احسان ہے، ایک جگہ جمع فرمادیا۔ حق  
سبحانہ و تعالیٰ انتہاء درجہ کا غیور ہے۔ لیکن پھر بھی وہ اس بات کو محبوب رکھتا ہے کہ بندہ اس کی بارگاہ میں  
معذرت خواہ ہو کر آئے۔ اور یہ اس کی معذرت قبول فرمائے۔ نیز یہ کہ جن امور سے غیرت و محبت بھڑک  
اٹھتی ہے۔ ان کے ارتکاب پر خدا فوراً مواخذہ اور باز پرس نہیں کرتا۔ تاکہ بندہ اس کی بارگاہ میں  
معذرت پیش کرے۔ اسی غرض سے اس نے پیغمبروں کو بھیجا۔ اور بندوں کی طرف اپنی لٹا میں بھیجیں  
تاکہ پیغمبران کو بارگاہ خداوندی میں معذرت خواہی۔ اور اس سے ڈرنے کی تلقین فرمائیں۔ خدا یہ  
النعام و احسان اس انتہائی عظمت و جلالت کی اور انتہائی احسان۔ اور انتہائی کمال کی دلیل ہے  
کیونکہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ جن لوگوں میں بافراط غیرت ہوا کرتی ہے۔ وہ شدت غیرت کی وجہ سے بہت  
جلد مشتعل ہو جاتے ہیں اور فوراً عقوبت و سزا کا ہاتھ بڑھا دیتے ہیں۔ نہ ملزم کو معذرت کا موقع  
دیتے ہیں۔ نہ ہی اس کی معذرت قبول کرتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بات فی الواقع  
معذرت کی ہوتی ہے۔ اور نفس الامر میں وہاں جرم نہیں پایا جاتا اور بات عذر پذیری کی ہوتی ہے  
لیکن شدت غیرت کی وجہ سے عذر قطعاً قبول نہیں کیا جاتا۔ اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے  
ہیں جن کے اندر غیرت کا مادہ ہی سرے سے کم ہوتا ہے۔ اور وہ معذرت قبول کرنے اور عذر  
پذیری ہی کو بہترین کام سمجھتے ہیں۔ تاکہ اس قسم کے لوگوں کے یہاں معذرتوں اور عذر  
پذیرائیوں کی راہیں بہت وسیع اور کشادہ ہو جاتی ہیں۔ اور ان امور کو بھی عذر سمجھا جاتا ہے جو  
فی الواقع عذر نہیں ہوا کرتے۔ اور بے شمار انسانوں کو بلا عذر خواہی کے معذور قرار دے کر  
درگزر کر دیتے ہیں۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ غیرت اور معذرت علی الاطلاق پسندیدہ  
نہیں ہے۔ بلکہ قابل تعریف اور قابل ستائش یہ ہے کہ یہ ہر دو اپنے اپنے درجہ اور مرتبہ میں  
نایاں ہوں۔ افراط و تفریط کسی طرح بھی قابل ستائش نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں وارد  
ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا۔



ان من الخیرۃ ما یحبہا اللہ - و غیرت کی بعض صورتیں اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ ہیں  
منہا ما یبغضہا اللہ - فالتی یبغضہا اللہ الخیرۃ من غیر ریب - اور بعض ناپسندیدہ - ناپسندیدہ غیرت ہے جو خواہ مخواہ شک و شبہ کی بنا پر کی جائے

حقیقت امر قابل ستائش یہ ہے کہ غیرت اور معذرت پذیری دونوں ہمدوش و ہمراہ ہیں۔ غیرت کی جگہ غیرت سے کام لیا جائے اور عذر پذیری کی جگہ عذر پذیری سے کام لیا جائے اور ہر شخص جو ان دونوں کے مواقع اور مواقع کی رعایت کو اچھی طرح سمجھے۔ وہ مدح و ثنا، تعریف و ستائش کا زیادہ مستحق ہے اور چونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے اندر تمام صفات کمالیہ بدرجہ اتم موجود اور مجتمع ہیں۔ اس لئے وہ سب سے زیادہ مستحق مدح و ستائش ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اسی مدح و ستائش کا مستحق و مزاوار ہے جو اس نے خود اپنے لئے کی ہے۔ اور جس مدح و ستائش کا وہ مستحق ہے۔ کوئی دوسرا اتنی مدح و ستائش نہیں کر سکتا۔

پس اللہ تعالیٰ کا کوئی بغیر بندہ اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ میں سے کسی ایک صفت میں بھی اس کی موافقت کر لیتا ہے۔ تو یہ صفت اس کی قیادت و راہبری کرتی ہے اور اس کی باگ بکڑ کر آئے بارگاہ رب العالمین میں پہنچا دیتی ہے۔ اور پروردگار کی رحمت کے قریب لے کر اسے کھڑا کر دیتی ہے۔ اور بالآخر اسے اللہ تعالیٰ کا محبوب ترین بندہ بنا دیتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ رحیم ہے۔ رحم کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ کریم ہے۔ کریم کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ علیم ہے۔ علماء کو محبوب رکھتا ہے۔ قوی ہے۔ مومن قوی الایمان کو محبوب رکھتا ہے۔ ضعیف الایمان مومن کے مقابلہ میں قوی الایمان مومن خدا کو زیادہ محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ "حی" ہے۔ اہل حیا کو زیادہ محبوب رکھتا ہے۔ چیل ہے اہل جمال کو محبوب رکھتا ہے۔ وتر۔ یعنی طاق ہے۔ ارباب و تر و طاق کو زیادہ محبوب رکھتا ہے۔

پس اگر گناہ کا کوئی دوسرا اثر نہ بھی ہو تو صرف یہی بہت بڑی سزا ہے کہ گنہگار انسان ان مقدس اور پاکیزہ صفات کی اصدا سے متصف ہو جاتا ہے اور یہ اصدا اس کو ان مقدس صفات سے متصف ہونے سے روک دیتی ہے۔ کیوں کہ قلب کے اندر جو خطرہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ بالآخر وسوسہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اور پھر یہ وسوسہ ارادہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اور ارادہ عمل کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ اس کے بعد یہ چیز ایک صفت لازمہ۔ ثابتہ اور بیہیت را سخن بن کر رہ جاتی ہے۔ اور جب نوبت اس درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ تو بندے کے لئے اس سے متکارتی

اور نجات مشکل ہو جاتی ہے جس طرح کہ صفات کاملہ سے عاری ہونا اور ان کو ترک کرنا مشکل اور متعذر ہو جاتا ہے۔

مقصود یہ ہے کہ انسان کے اندر جس قدر گناہوں کی شدت اور کثرت ہوتی چلی جائے گی۔ اسی قدر اس کے قلب سے غیرت و حمیت کا جو ہر کم ہوتا چلا جائے گا۔ اور پھر اسے نہ اپنے حق میں غیرت آئے گی نہ اپنے اہل و عیال کے حق میں۔ نہ عام لوگوں کے حق میں۔ غیرت کا مادہ بکیر ختم ہو جائے گا۔ انجام یہ ہو گا کہ وہ کسی قباحت و گناہ کو قباحت و گناہ ہی نہیں سمجھے گا۔ جب انسان اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے تو سمجھ لو وہ ہلاکت و تباہی کے دروازے میں داخل ہو گیا۔ اس قسم کے لوگوں میں اکثر کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ کسی قباحت و گناہ کو قباحت و گناہ ہی نہیں سمجھتے۔ بلکہ گناہوں اور ظلم و جور۔ فسق و فجور کو ایک پسندیدہ مشغلہ بنا لیتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی ظلم کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور ظلم کو مستحسن کام بنا کر لوگوں کو اس پر آمادہ اور براہیگنہ کرتے ہیں اور ظالموں کی امداد کرتے ہیں اور یہی وہ راز ہے جس کی وجہ سے۔ دیوث کو خبیث ترین مخلوق کہا گیا ہے۔ غور کرو غیرت کی کمی نے دیوث کو کس درجہ تک پہنچا دیا۔ اس سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ غیرت اصل دین ہے جس کے اندر غیرت نہیں اس کے اندر دین نہیں ہے۔ غیرت۔ قلب کے اندر حرارت اور گرمی پیدا کرتی ہے جب قلب گرم ہو جاتا ہے تو سارے جسم میں گرمی پیدا ہو جاتی ہے اور اسی حرارت و گرمی کے زور سے وہ برائیوں۔ اور فسق و فجور کی مدافعت کرتا ہے۔ جب غیرت نہیں ہوتی تو قلب مرجاتا ہے اور جب قلب مرجاتا ہے تو جسم اور اعضاء بھی مرجاتے ہیں اور پھر اس کے اندر جرائم کی مدافعت کی طاقت ہی باقی نہیں رہتی۔ قلب کے اندر غیرت کا ہونا ایسا ہی ہے جیسا انسان کے اندر امراض کی مدافعت کے لئے قوت کا ہونا۔ کہ جس قوت کی وجہ سے وہ ہمیشہ مرض کی مدافعت اور مقابلہ کرتا رہتا ہے۔ جب قوت ختم ہو جاتی ہے تو مرض پوری شدت سے اس پر قابو پا لیتا ہے۔ اور آخری انجام یہ ہوتا ہے کہ مرض اس کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔ غیرت انسان کے لئے وہی درجہ رکھتی ہے۔ جو بھینس اور بیل وغیرہ کے لئے سینک کا درجہ ہے۔ ان ہی سینکوں کے زور سے وہ اپنی اور بچوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور دشمن سے بچاؤ کرتے ہیں جب سینک لٹ گئے تو پھر ہر دشمن اس پر حملہ آور ہونے لگتا ہے۔

فصل



معاصی اور گناہوں سے حیا و شرم کا جو ہر فنا ہو جاتا ہے

حالانکہ قلب کی حیات - حیا سے وابستہ ہے

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ حیا جو قلب کا اصلی جوہر حیات ہے فنا ہو جاتی ہے اور حالانکہ ہر خیر و فلاح کی اصل جز شرم و حیا ہی ہے جب یہی فنا ہو جائے تو خیر و فلاح کی امید ہی نہیں قائم کی جاسکتی۔ صحیح بخاری کے اندر آنحضرت صلعم سے مروی ہے۔

الحیاء خیر کلہ : حیا و سراسر خیر و بھلائی ہے

اور آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے۔

ان مما دارک الناس من کلام النبوة : لوگوں نے پچھلی نبوت کے کلام میں سے جو کچھ پایا

الاولی - اذالم تستع فاضع ما شئت : ہے ان میں سے ایک یہ ہے۔ کہ حیا و نہ کرو

تو پھر جو جی چاہے کر گزرو۔

اس کلام کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔

ایک یہ کہ یہ تنبیہ۔ وعید کے طور پر کہا گیا ہے۔ اور معنی یہ ہیں کہ جب عثم نے شرم و حیا چھوڑ دی تو پھر جو چاہو کرو۔ جو برائیاں بھی چاہو کر گزرو۔ کیونکہ برائیوں سے باز رکھنے والی چیز صرف شرم و حیا ہی ہے۔ اور جب یہی ختم ہو گئی تو پھر کوئی چیز برائیوں سے انسان کو روک سکتی ہے۔ اس کلام کی یہ تفسیر حضرت ابو عبیدہؓ نے کی ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ جس کام کے کرنے میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے حیا و امنگیر نہ ہو سکے وہ عثم کر سکتے ہو۔ کیونکہ جس کام میں اس سے حیا و امنگیر ہو وہ قابل ترک ہے۔ یہ تفسیر بروایت امام باقیؒ امام احمدؒ نے کی ہے۔ پہلی تفسیر کی رو سے یہ کلام وعید۔ تہدید اور تنبیہ ہے۔ جیسا کہ سورۃ "حم سجدہ" کے اندر وارد ہے۔

اعمالوا ما شئتم الخ (حم سجدہ) جو چاہو سو کرو (خدا عثم کو دیکھ رہا ہے)

دوسری تفسیر کی رو سے یہ کلام ایک عثم کی رخصت و اباحت پیش کر رہا ہے یعنی جس کام میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے حیا و امنگیر نہ ہو اس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

اگر کہا جائے کہ کیا اس کلام کو ہر دو معنی پر ایک ساتھ محمول کر سکتے ہیں؟ تو میں کہوں کہ ہرگز نہیں۔ اس شخص کے قول کے مطابق کہ "لفظاً" مشترک اپنے تمام معانی پر مستعمل ہو سکتا ہے۔ یہ کلام اپنے ہر دو معانی پر محمول نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ ایک معنی کی رو سے یہ ایک وعید۔ تہدید

اور تنبیہ ہے۔ اور دوسرے معنی کی رو سے اباحت و رخصت اور ظاہر ہے کہ وعید و تہدید اور اباحت و رخصت میں منافات ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جب ایک معنی کا اعتبار کیا جائے گا تو دوسرے معنی کا بھی اعتبار لازم و ضروری ہے۔

”مقصود“ یہ ہے گناہوں سے جو ہر حیا، ضعیف و کمزور ہو جاتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات ختم ہو جاتا ہے۔ تا آنکہ وہ اس قدر بے حیا اور بے شرم بن جاتا ہے کہ لوگوں کے دیکھنے سننے سے بھی وہ متاثر نہیں ہوتا۔ بلکہ لوگ جب اس کے بُرے حالات کی طرف متوجہ کرتے ہیں اس کی برائیوں اور اعمالِ بد کے بُرے نتائج سے باخبر کرتے ہیں پھر بھی اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔ اور یہ صرف اس لئے ہوتا ہے کہ حیا کا اصل جوہر اس کے اندر سے بالکل فنا ہو جاتا ہے۔ جب کسی انسان کی حالت اس درجہ تک پہنچ جاتی ہے تو پھر اس کی اصلاح ناممکن ہو جاتی ہے۔ ایسے شخص کی حالت ابلیس و یکتا ہے۔ تو بہت خوش ہوتا ہے اور اسے شاباشی دیتا ہے اور کہتا ہے۔ اے فلاح و خیر سے محروم میں تجھ پر قربانہ تو میرا سچا رفیق ہے۔

لفظ ”حیا“ ”حیات“ سے مشتق ہے۔ برسات کو حیات کہا جاتا ہے۔ کیونکہ زمین کی روئیدگی و رختوں بکھیتوں گھا س۔ اور ہر جاندار کی زندگی اس سے وابستہ ہے اسی طرح ”حیا“ کو بھی دنیا اور آخرت کی حیات کہا گیا ہے۔ جس آدمی کے اندر حیا نہ ہو وہ ایک مردہ انسان ہے۔ اور ایسا انسان آخرت میں سب سے بڑا شقی و بدبخت ہوگا گناہ اور بے حیائی میں گناہ اور بے غیرتی میں باہم تلازم ہے۔ جہاں بے حیائی اور بے غیرتی پائی جائے گی۔ گناہ ضرور پائے جائیں گے۔

جو آدمی اللہ تعالیٰ سے حیا و شرم کرتا ہے۔ اور گناہوں سے احتراز کرتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بھی اسے نزا دینے میں شرم و حیا برتے گا۔ اور جو اس سے شرم و حیا نہیں رکھے گا۔ اور گناہ کرے گا تو وہ بھی قیامت کے دن نزا دینے میں کسی قسم کا حیا نہیں برتے گا۔

## فصل

معاوی سے بندے کے دل میں پروردگارِ عالم کی عظمت و جلالت کم ہو جاتی ہے۔

معاوی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ بندہ کے دل میں پروردگارِ عالم کی عظمت و جلالت کم ہو جاتی





کا تذکرہ کیا ہے، وہاں اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ ارباب معاصی کے قلوب ان ہدایوں و ہد کرداریوں کی وجہ سے الٹ دیئے گئے۔ ان کے قلوب پر پردے ڈال دیئے گئے ہوں کی وجہ سے ان کے قلوب پر مہر لگا دی گئیں اور انھیں اللہ تعالیٰ نے اسی طرح بھی دیا ہے۔ جس طرح انہوں نے خدا کو بھلا دیا۔ ان کو اس نے اس طرح ذلیل و رسوا کر دیا۔ جس طرح انہوں نے اس کے دین کو ذلیل و رسوا کیا۔ ان کو اسی طرح تباہ و برباد کیا۔ جس طرح لوگوں نے اس کے احکام و اوامر کو تباہ و برباد کر دیا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ ذلیل و خوار کرے اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا۔ جیسا کہ سورہ حج کے اندر وارد ہے :-

وَمَنْ يَهِنِ اللَّهُ فَمَا لِمِنْ مُكْدَمٍ  
اور اللہ جسے ذلیل کرتا ہے۔ تو اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا۔

جب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرنے کے حکم کی بے قدری، اور بے وقعتی کریں اور سجدہ سے جان چرائیں۔ تو اللہ تعالیٰ بھی ان کو ذلیل کر دیتا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ کرے اس کا اکرام و احترام کون کر سکتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ جس کی قدر و عظمت کو۔ اسے کون ذلیل کر سکتا ہے؟

## فصل

بندہ نافرمانی کرتا ہے۔ تو پروردگار عظام  
اسے بھلا دیتا ہے اور اس کو نفسِ شیطان کے حوالے کر دیتا ہے۔

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ گنہگار بندے کو بھلا دیتا ہے اور اسے اپنے نفس اور شیطان کے حوالے کر دیتا ہے اور فوجیت یہاں تک پہنچ جاتی ہے تو بندہ ہلاکت و عین غار میں جا گرتا ہے۔ اور اس کی نجات کی کوئی امید ہی نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلَسْتُمْ  
نَفْسَ مَا قَدَّمْتُمْ لَخُورٍ - وَاتَّقُوا اللَّهَ  
إِلَهُ اللَّهِ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ: وَلَا تَكُونُوا  
كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَنَسُوا نَفْسَهُمْ  
الْقِسْمَ أُولَٰئِكَ هُمُ

اسے ایمان والو! خدا سے ڈرتے رہو اور اپنے نفس کو یہ دیکھنا چاہیے کہ کل قیامت کے لئے کیا عمل کر کے رکھا ہے اور خدا سے ڈرتے رہو کیونکہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ کو اس پروردگار خیر ہے اور ان لوگوں جیسے نہ ہو چکے ہیں



نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے ان کی ایسی موت  
مار لی کہ اپنے آپ کو بھی بھول گئے یہی لوگ  
توڑے نافرمان ہیں ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ تقویٰ پر ہیزگاری کا حکم فرماتا ہے اور اپنے مومن بندوں کو  
ان بندوں کی مشابہت سے روکتا ہے جو تقویٰ کی راہ سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کو بھلا  
بیٹھے ہیں ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ اگلے لوگوں میں کچھ لوگ ایسے تھے جو تقویٰ کی  
راہ چھوڑ بیٹھے تھے ۔ اور اپنی مصلح کو عذاب سے نجات دینے والے ۔ دائمی حیات بخش امور  
کو اور کمال لذت و سرور ۔ کمال انعام کی موجب چیزوں کو بھلا بیٹھے تھے ۔ تو اللہ تعالیٰ  
نے بھی ان کو بھلا دیا ۔ جب یہ لوگ عظمت الہی ۔ خوف خداوندی اور احکام ربانی کو فراموش  
کر بیٹھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سزا دی ۔ عاصی اور نافرمان بندہ جب اپنی بھلائی کو فراموش  
کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے ذکر سے اس کے قلب کو غافل و بے خبر بنا دیتا ہے اور  
بندہ ہوائے نفسانی کا پیرو بن جاتا ہے ۔ جب خود بندہ اپنی بھلائی کو برباد کرنے میں اعتدال  
کی حد و کوڑ کر افراط و تفریط کے دلدل میں پھنس جاتا ہے ۔ تو لازمی طور پر اس کی ساری  
دنیا و آخرت کی بھلائیاں اس افراط و تفریط کی نذر ہو جاتی ہیں ۔ حالانکہ دنیا کی لذتیں  
اور مستر میں اس قدر بے وقعت ہیں کہ اس کی حیثیت گرمی کے بادلوں یا دم و خیال  
کے انباروں سے زیادہ نہیں ہے ۔ کیا خوب کہا ہے کسی شاعر نے :-

احلام نوم او کطلے زائل  
ان اللیب بشلہا لا یجود ع  
خواب کی باتیں ہیں یا چلتی پھرتی چھاؤں  
عظمت انسان کو ایسے امور سے ہموک نہ ہو دیا جاسکتا  
اور عظیم ترین سزا یہ ہے کہ بندہ خود اپنی جان کو بھی بھلا دیتا ہے اور اپنے اس حصہ کو  
ٹھکرا دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ اسے عطا کرنے والا تھا ۔ اور اپنے اس حصہ کو وہ کھوٹے داموں  
رذیل و ذلیل امور کے عوض فروخت کر دیتا ہے ۔ اور ایسی چیز کو ضائع کر دیتا ہے جس کے  
بغیر اسے چارہ نہیں اور جس کے عوض کوئی دوسری چیز ہو ہی نہیں سکتی ۔ اور ایسی چیز کے  
عوض ضائع اور برباد کر دیتا ہے ۔ جس سے انسان بالکل مستغنی ہے ۔ جو اس کے معاوضہ  
کے پہ میں آہی نہیں سکتی ۔ کسی شاعر کا قول ہے ۔

من کل شیئی ادا ضیغتم عوض ولیس فی اللہ ان ضیغتم عوض

ہر چیز کا اگر تم اسے ضائع کرو تو عوض ملے گا لیکن اللہ کو چھوڑ دو، اس کا عوض ملن نہیں ہے

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے سے مستغنی ہے۔ لیکن کوئی شے اس سے مستغنی نہیں ہے

شے سے وہ بندے کو محروم کر سکتا ہے۔ لیکن بندے کو کوئی شے خدا سے بے نیاز نہیں کر سکتی ہے

چیر کو اس کی جناب میں پناہ حاصل ہے۔ لیکن کوئی چیز بندہ کو خدا سے پناہ نہیں دے سکتی جس خدا کی

شان پر ہو اس سے بندہ ایک لمحہ کے لئے بھی کیوں کر مستغنی اور بے پرواہ ہو سکتا ہے؟ بندہ اگر بندہ

ہے تو اس کے ذکر سے کبھی غافل نہیں رہ سکتا۔ اس کے احکام کی خلاف ورزی ہرگز نہیں کر سکتا

کیونکہ اس میں خود بندہ ہی کا نقصان ہے۔ اس طرح بندہ خود اپنی جان کو بھلا دیتا ہے اور اپنے

کو سخت ترین خسارے میں ڈال دیتا ہے۔ اپنی جان پر سخت سے سخت ظلم کرتا ہے۔ پروردگار تو اپنے

کسی بندے پر ظلم نہیں کرتا۔ بلکہ خود بندہ ہی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ پروردگار عالم نے اپنے بندوں

پر کبھی ظلم نہیں کیا۔ بلکہ بندے خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے ہیں۔

## فصل

معاصی و نافرمان بندہ خود اپنی جان کو بھول جاتا ہے

اور اپنے کو دائرہ احسان سے خارج کر دیتا ہے

معاصی اور گناہوں کی ایک یہ سزا بھی ہے کہ بندے کو اس کے گناہ دائرہ احسان سے خارج

کر دیتے ہیں۔ اور محسنین کے اجر و ثواب سے اسے محروم بنا دیتے ہیں۔ جب بندے کے قلب میں احسان

جاگزیں ہو جاتا ہے تو وہ بندے کو معاصی سے روکتا ہے۔ ایسا بندہ جب عبادت انجام دیتا ہے

تو اس طرح انجام دیتا ہے گویا خدا اس کے سامنے موجود ہے۔ اور یہ حالت اسی وقت ہوتی ہے

جب کہ بندہ کے قلب میں ذکر الہی۔ اس کی محبت اور اس سے خوف و ڈر کا اس پر غلبہ ہو اور غلبہ

ایسا ہو کہ گویا بندہ اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور یہی وہ کیفیت ہے جو بندے کو

معاصی کے ارتکاب سے باز رکھتی ہے۔ اور باز کیا رکھتی ہے ارتکاب معاصی کے ارادہ تک سے اسے

دور رکھتی ہے۔ یہی کیفیت و حالت معاصی اور بندے کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔ اور جب کوئی

بندہ دائرہ احسان سے خارج ہو جاتا ہے۔ تو اپنے رفقا خصوصاً اور خوشگوار حیات اور خدا

کے کامل ترین بندوں کی رفاقت و تائید سے محروم ہو جاتا ہے۔



باوجود اس کے اگر اللہ تعالیٰ اس قسم کے کسی بندے کے لئے بھلائی چاہتا ہے تو اسے عام مومنین۔ عام اہل ایمان کے دائرہ میں برقرار رکھتا ہے۔ پھر بھی اگر وہ معاصی اور گناہوں سے احتراز نہیں کرتا تو بالآخر اللہ تعالیٰ اسے عام اہل ایمان کے دائرہ سے بھی خارج کر دیتا ہے۔ جیسا کہ حدیث نبوی میں آیا ہے کہ:-

لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ  
وَلَا يَشْرِبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرِبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ  
وَلَا يَرْقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ  
وَلَا يَنْتَهَبُ نَهْبًا حِينَ يَنْتَهَبُ  
وَلَا يَتَّقِي النَّاسَ فِيهَا الْبَصَارَ حِينَ يَنْتَهَبُهَا  
وَهُوَ مُؤْمِنٌ۔

زانی زنا کے وقت مومن نہیں رہتا۔  
اور شراب خور شراب نوشی کے وقت مومن نہیں رہتا۔  
اور چور چوری کے وقت مومن نہیں رہتا۔  
اور لیٹراڈا کو جب کہ ایسی چیز لوٹتا ہے جس پر لوگوں  
کی نگاہیں اٹھتی ہیں تو اس وقت وہ مومن  
نہیں رہتا۔

پس اے خدا کے بندو! اپنے کو معاصی۔ اور گناہوں سے بچاؤ۔ اور اچھی طرح بچاؤ۔  
توبہ کرو۔ کہ توبہ کا دروازہ اب بھی کھلا ہوا ہے۔

## فصل

جب کوئی بندہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور اہل ایمان  
کی رفاقت سے محروم ہو جاتا ہے تو ایمان کے ساتھ جو بھلائیاں  
والبتہ ہیں۔ ان سب سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

جو بندہ کہ مومنین کی رفاقت سے محروم ہو جاتا ہے اور دائرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔  
تو اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی جانب سے جو بہترین مدافعت کرتا رہتا ہے! اس سے بھی یہ بندہ محروم  
ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ خدا تو اہل ایمان کی جانب سے مدافعت کرتا ہے۔ اور یہ اپنے کو دائرہ ایمان  
سے خارج کر چکا ہے۔ اور اس لئے وہ اس خیر و فلاح سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے۔ جس کو  
اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ایمان سے وابستہ قرار دیا ہے اور جن قیمتی خصوصیات کو اللہ  
تعالیٰ نے ایمان سے وابستہ قرار دیا ہے۔ وہ تقریباً ایک سو ہیں۔ ان میں سے ہر خصوصیت سے  
دنیا مافیہا کی خیر و فلاح وابستہ ہے۔

۱۔ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم سے نوازتا ہے۔ ارشاد ہے:-

وسوف يوقى الله المؤمنين اجرا عظيما (ان) اور اللہ ایمان والوں کو بڑے بڑے اجر دے گا۔

۲۔ دنیا اور آخرت کے شر اور برائیوں سے خدا انہیں بچاتا اور ان کی مدافعت کرتا ہے۔ ارشاد ہے

ان الله يدافع عن الذين آمنوا خدا ایمان والوں سے ان کے دشمنوں کے شر کو

ہٹاتا رہتا ہے۔ (رج)

۳۔ عرش کے اٹھانے والے فرشتے ایمان والوں کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔ ارشاد ہے۔

الذين يحملون العرش ومن حوله جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے

يسبحون بحمد ربهم۔ ویومنون بـ عرش کے ارد گرد تعینات ہیں۔ اپنے پروردگار

وتستغفرون للذين آمنوا۔ کی تسبیح کے ساتھ اس کی حمد و ثنا کرتے اور اس پر

ایمان رکھتے ہیں۔ اور ایمان والوں کے لئے مغفرت

مانگا کرتے ہیں۔ (مومن)

۴۔ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے۔ اور جسے اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے اسے

کوئی ذلیل نہیں کر سکتا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

الله ولي الذين آمنوا (بقرة) اللہ ان لوگوں کا جو ایمان لائے ہیں ولی مددگار ہے

۵۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ایمان والوں کو ہمیشہ ثابت قدم رکھیں

اور ان کی امداد و اعانت کرتے رہیں۔ ارشاد ہے۔

اذ يوحى ربى الى الاملاك انى معكم اذ يوحى ربى الى الاملاك انى معكم

فثبتوا الذين آمنوا (انفال) نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ

ہیں اور تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو۔

۶۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو عزت و توقیر عطا فرماتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين؛ اور عزت صرف اللہ کے لئے اور اس کے رسول

رسانہ نقون کے لئے اور ایمان والوں کے لئے ہے۔

۷۔ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وان الله مع المؤمنين (انفال) اور بے شک اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

۸۔ دنیا و آخرت میں ایمان والوں کے مراتب بلند ہوتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

يرفع الله الذين آمنوا منكم تم لوگوں میں سے جو ایمان لائے ہیں اور جن کو



اولوالعلم درجات : (مجادلہ) علم دیا گیا ہے۔ اللہ ان کے درجے بلند کرے گا۔

۹۔ ایمان والوں کو خدا دوسری رحمت عطا فرماتا ہے۔ اور ایسا نور عطا فرماتا ہے جس کی روشنی میں ایمان والے چلتے پھرتے ہیں۔ نیز خدا ان کے گناہ معاف فرماتا ہے۔

۱۰۔ ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ محبت کو عاف کر دیتا ہے اور یہ اس طرح کہ وہ خود ان کو محبوب رکھتا ہے۔ پھر اپنے فرشتوں میں ان کو محبوب کر دیتا ہے اور پھر اپنے پیغمبروں اور صالح بندوں میں ان کو محبوب بنا دیتا ہے۔

۱۱۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو شدید ترین خوف دہرا اس کے وقت بھی امن و اطمینان عطا فرماتا ہے۔ ارشاد ہے :-

فمن آمن واصلح فلا خوف علیہم ولا هم يحزنون (انعام)

جو ایمان لایا اور اس نے اپنی حالت کی اصلاح

کری۔ تو ایسے لوگوں پر نہ کسی طرح کا خوف طاری ہوگا اور نہ وہ آزر دہ خاطر ہوں گے۔

۱۲۔ ایمان والے ان لوگوں میں شامل کر لئے جاتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے

انعامات کئے ہیں جن کی راہ دن رات میں سترہ مرتبہ طلب کرنے کے لئے ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

۱۳۔ ایمان والوں کے لئے قرآن حکیم ہدایت اور شفا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :-

قل هو للذین آمنوا هدی وشفاع

والذین لا یؤمنون فی اذانہم وقر

وہو علیہم عسی۔ اولئک ینادون

من مکان بعید :

اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ جو لوگ ایمان رکھتے

ہیں کہ ان کے لئے یہ قرآن ہدایت اور شفا ہے

اور جو ایمان نہیں رکھتے ان کے کانوں میں

گرائی ہے۔ اور یہ قرآن ان کے لئے

نامہینائی ہے۔ گویا وہ دوسرے پکارے

جا رہے ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ ایمان بہر خیر و برکت کو جلب کرتا ہے۔ اور دنیا و آخرت کی تمام

شہ و زمین سترہ رکعت نماز فرض ہے۔ ان میں سے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے

جس کے اندر اھنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم پڑھا جاتا ہے۔ ۱۲۔

بھلائیوں کا سبب ہے۔ جب حقیقت یہ ہے تو پھر بندہ اس اہم ترین چیز کو معمولی اور بے قدر کیسے سمجھ سکتا ہے؟ اور وہ کام جو اسے دائرہ ایمان سے خارج کر دے۔ اور بندے اور خدا کے درمیان حائل ہو جائے۔ اس کا ارتکاب وہ کیوں کر کر سکتا ہے؟ اگرچہ مومن دائرہ ایمان سے خارج نہ ہو۔ لیکن اگر گناہوں پر بندہ اصرار ہی کرتا رہا تو خوف ہے کہ اس کا پورا قلب زندگ آلود ہو جائے۔ اور بالآخر اس بندے کو اسلام سے خارج ہی کر دے۔ اعاذنا اللہ من هذا۔ اور یہی وہ مقام خوف ہے۔ جس سے سلف صالحین ہمیشہ ڈرتے رہے اور بہت زیادہ ڈرتے رہے۔ جیسا کہ بعض سلف کا قول ہے۔

انتم تخافون الذنوب۔ وانا اخاف  
المکفر۔  
عَمَ گناہوں سے ڈرتے ہو۔ مگر میں تو کفر سے  
ڈرتا ہوں۔

## فصل

معاصی سیرالی اللہ۔ اور سلوک آخرت کی راہ میں  
رکاوٹیں پیدا کر دیتے ہیں۔

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ انسان کا قلب سیرالی اللہ۔ سلوک آخرت میں  
افتادہ پا۔ کاہل بے ست اور بے ست ہمت ہو جاتا ہے۔ یا پھر فلاح و نجات کی راہ میں حجاب  
بن جاتے ہیں۔ اقدام سفر میں کاہلی اور سستی پیدا کر دیتے ہیں۔ اس کی ہمت اس قدر  
پست ہو جاتی ہے کہ خدا کی طرف اس کا قدم اٹھنا ہی دشوار ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی اس  
وقت جب کہ معاصی اور گناہ اسے دوسری جانب نہ موڑ دیں۔ اس صورت میں گناہ  
منزل تک پہنچنے میں حجاب بن جاتے ہیں اور سیرالی اللہ میں رکاوٹیں ڈال دیتے ہیں پھر  
کو گمراہ کر کے دوسری طرف لے جاتے ہیں۔ انسانی قلب کا یہ حال ہے کہ وہ اپنی قوت  
طاقت ہی کے بل پر خدا کی طرف بڑھتا ہے۔ اور جب معاصی اور گناہ اسے پیار کر دیتے ہیں  
تو قلب کمزور ہو جاتا ہے اور اس کی قوت اقدام اور طاقت سیر سبھی کمزور ہو جاتی ہے، اگر خدا نخواستہ  
قلب کی یہ قوت طاقت بالکل ختم ہو گئی تو سمجھ لو وہ خدا سے بالکل منقطع ہو جاتا ہے اور اس کا تدارک ناممکن ہو جاتا ہے۔  
فان الله المستعان۔

پس معلوم ہوا گناہ یا تو قلب کو مردہ کر دیتے ہیں یا پھر خطرناک مرض میں مبتلا کر دیتے ہیں۔



یا قلب کی قوتوں کو کمزور کر دیتے ہیں اور ایسا ہونا لابدی اور ضروری ہے اور پھر قلب کی یہ کمزوری ان آٹھ وفات پر جا کر منتہی ہوتی ہے جس سے آنحضرتؐ پناہ مانگا کرتے تھے اور وہ یہ ہیں :-

اللهم انی اعوزک من الهم والحزن  
والعجز والكسل - والمجن والبلخل وضلع  
الدین وغلبت الرجال -  
اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں نیکر اور غم سے  
اور ناتوانی اور سستی سے اور بزدلی اور بخل  
سے - اور قرض کے بوجھ سے اور لوگوں کے غلبے سے

ان آٹھ میں سے ہر دو چیزیں قریب المعنیٰ ہیں - ہم - اور حزن قریب المعنیٰ ہیں - اگر رنج و غم جو قلب پر وارد ہوتا ہے - مستقبل کی متوقع مصیبت کے متعلق ہے تو وہ ہم ہے - اور اگر گھبراہٹ کی وجہ سے ہے تو حزن ہے - عجز و کسل - قریب المعنیٰ ہیں - اگر بندہ بوجہ عدم قدرت کے اسباب خیر و فلاح سے محروم ہے تو یہ عجز ہے - اور اگر ارادہ کی کمزوری کی وجہ سے محروم ہے تو کسل ہے - جن اور بخل قریب المعنیٰ ہیں اگر جسم بدن اور قلب کی کاہلی کی وجہ سے انتفاع سے محروم ہے تو جن ہے اگر حیل نال کی وجہ سے اس کے انتفاع سے محروم ہے تو بخل ہے - ضلع الدین اور قہر الرجال قریب المعنیٰ ہیں اگر کسی حق کی بناء پر دوسرا اس پر غالب آجائے تو یہ ضلع الدین ہے اور اگر باطل طریقہ پر دوسرا اس پر غالب آجائے تو وہ قہر الرجال ہے - مقصود یہ ہے کہ گناہ ان آٹھ چیزوں کے جلب کرنے کے قوی ترین اسباب میں سے ہیں - اور گناہ ان چیزوں کو اسی طرح جلب کرتے ہیں - جس طرح دوسری حدیث کی رو سے -

جهد البلاء - درك الشقا بسوء القضا  
بلاء کی سختی - بد بختی کی گرفت - فیصلہ کے برے نتائج  
اور دشمنوں کی ہنسی -

کو جلب کرتے ہیں - انعامات الہیہ - اور خیر و عافیت کو خدا کی نعمت و خفگی سے تبدیل کر دیتے ہیں - نیز امور خدا کی خفگی و ناراضگی کے قوی ترین اسباب میں سے ہیں -

## فصل

گناہ بندے کو انعامات الہیہ سے محروم کر دیتے ہیں - خدا کی ناراضی کا موجب ہیں - گناہ کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ بندہ خدا کے انعامات سے محروم ہو جاتا ہے اور خدا کی ناراضی و خفگی میں مبتلا ہو جاتا ہے جب کسی بندے سے کوئی نعمت سلب کر لی جاتی ہے - یا وہ کسی نکتہ و عذاب میں گرفتار ہو جاتا ہے تو اس کا سبب اس کی نافرمانی اور عصیان ہی ہوتا ہے - حضرت علیؑ فرماتے ہیں :-  
مانزل بلاء الابدن بلاء الایوبیت - جو مصیبت نازل ہوتی ہے - گناہوں کی وجہ سے

نازل ہوتی ہے اور جو مصیبت رفع ہوتی ہے  
توبہ کی وجہ سے رفع ہوتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ  
وَيَعْفُ عَنْ كَثِيرٍ

(سورہ شوریٰ)

اور تم پر جو مصیبت پڑتی ہے خود تمہارے اپنی  
کرتوتوں کی وجہ سے پڑتی ہے اور بہت سی تو اللہ  
تعالیٰ معاف فرمادیتا ہے۔

اور ارشاد ہے :-

ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكِنْ مُغَيِّرًا لِعَبْتِهِ  
الْعَمَلُ هُمْ أُولُو الْأَعْيَادِ

(انفال)

یہ اس وجہ سے کہ جو نعمت خدا نے کسی قوم کو دی  
جب تک وہ لوگ خود اپنے اقدار تغیر نہ پیدا کر لیں  
خدا کی عادت نہیں کہ ان نعمتوں میں کوئی رد و بدل  
کروے۔

اس آیت میں خدا یہ خبر دیتا ہے کہ خدا جس قوم یا جس شخص پر انعام فرماتا ہے اور اپنے  
لطیف و کرم سے نوازتا ہے۔ اس کو اس وقت تک اس نعمت سے محروم نہیں فرماتا جب تک کہ وہ خود  
اپنے کو محرومی کا حقدار اور مستحق نہ بنالیں۔ جب بندہ غلط راہ پر چل پڑتا ہے اور خدا کی اطاعت و  
عبادت کی جگہ معصیت و گناہ۔ اور شکر گزاری کی جگہ کفران نعمت کرنے لگتا ہے اسباب ضامنہ  
کی جگہ اسباب شتم و تاراجی پیدا کر لیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی نعمتیں اس سے چھین لیتا ہے۔ اور  
عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور بد اعمالی کی سزا ٹھیک ٹھیک دی جاتی۔ جیسا عمل  
وہی سزا۔ و ما ریاء بظلام للعجب۔ تمہارا یہ دودھ کا بندوں کے حق میں ظالم نہیں ہے  
اگر بندہ طاعت و عبادت کو مصیبت و گناہ سے تبدیل کر دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ بھی خیر و  
عافیت کو عقوبت و عذاب سے اور عزت کو ذلت سے بدل دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغَيِّرُ مَا يُقَوْمُ حَتَّىٰ يُغَيِّرَ مَا  
بِأَنفُسِهِمْ - وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِشَيْءٍ  
مِّنَ الْأَمْرِ فَلَا رَدَّ لَهُ وَمَالَهُ مَن  
دُونَهُ مِنَ الْوَالِدِ

(سورہ رعد)

اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ اپنے سلوک میں ہرگز کوئی  
تغیر تبدیل نہیں کرتا۔ جب تک وہ قوم خود اپنے اندر  
کوئی تغیر تبدیل نہ کرے۔ اور جب خدا کسی قوم کے حق  
میں برائی کا ارادہ فرماتا ہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا  
نہ ان لوگوں کو خدا کے مقابلہ میں کوئی حمایتی نہیں مل سکتا۔



بعض آثار الہیہ یعنی احادیث قدسیہ میں وارد ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔  
 وعزتی وجلالی لا یكون عبد من عبیدی علی ما احب۔ ثم ینقل منہ الی ما اکره الا انتقلت لہ ما یحب الی ما یکره ولا یكون عبد من عبیدی علی ما اکره فینقل عنہا ما احب الا انتقلت لہ ما یکره الی ما یحب۔

قسم میری عزت و جلال کی جب میرا کوئی بندہ وہ کام کرتا ہے جو مجھے محبوب ہے اور پھر وہ اسے چھوڑ کر وہ کام کرنے لگتا ہے جو مجھے ناپسندیدہ ہے تو میں بھی اسے اس کی محبوب چیز سے محروم کر دیتا ہوں اور جو اسے مکرہ اور ناپسندیدہ ہے اس کی طرف منتقل کر دیتا ہوں اور جب میرا کوئی بندہ مکرہ ناپسندیدہ کام کرتا ہے اور پھر وہ اسے ترک کر کے وہ کام کرنے لگتا ہے جو مجھے محبوب ہے تو میں اسے اس کی ناپسندیدہ چیز سے الگ کر کے اس کی محبوب پسندیدہ چیز کی طرف لے جاتا ہوں

اور کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔۔۔  
 اذا كنت فی نعمت فارعها  
 جب تمہیں کوئی نعمت حاصل ہو تو نعم اس کی حمایت  
 و خطا طاعتا رب العباد  
 رب العباد کی طاعت سے گناہوں کو چھڑا دو  
 و اياك والظلم مہما استطعت  
 جہاں تک ہو سکے بندوں پر ظلم کرنے سے احتراز کرو  
 و ما فو بقلید بین السوری  
 اپنے قلوب سے دنیا کا سفسدہ کرو  
 فتلك مساكنہ بعدہ  
 ظالموں کے یہ مکانات ان کے مرنے کے بعد

فان الذنوب تزيل النعم  
 کیونکہ گناہ نعمت کو زائل کر دیتے ہیں  
 فوب العباد مسر لیج النقص  
 کیونکہ رب العباد بہت جلد نقصان کو مٹا کر دیتا ہے  
 فظلم العباد شدید الوزم  
 کیونکہ ظلم کرنا بہت بھاری بوجھ ہے  
 لتبصر آثار من قد ظلم  
 تاکہ ظلم کرنے والوں کے آثار کا تمہیں پتہ چلے  
 شہود علیہم ولا تنظرو  
 ان کے خلاف شہادت دیتے ہیں۔ اور تم ان کو جھٹلا نہیں سکتے۔

من الظلم وہ الذنوب قد قصہ  
 چیز یہ تھی۔ اسی نے ان کو توڑ کر رکھ دیا۔

وما کان شیئ علیہما خیر  
 ان کے حق میں ظلم سے زیادہ کوئی مسخر

قصور و آخری علیہم السلام

فکم ترکوا من جنات ومن

ان لوگوں نے کتنے ہی باغ اور کتنے ہی محل چھوڑے اور خود ان پر ملبوں کے ڈھیر لگ گئے

وكان الذي نالهم كالحلم

صلوا بالبحيم فان النعم

لیکن مرنے کے بعد سیدھے جہنم رسید ہوئے اور ساری نعمتیں ختم ہو گئیں اور جو کچھ دنیا میں ان کو ملا تھا خواب بن کر رہ گیا۔

## فصل

معاہی قلب کے اندر خوف و ہراس و ہشت اور وحشت پیدا کرتے ہیں

اور دل ہمیشہ خوف زدہ اور ہراساں رہتا ہے

معاہی کی ایک نثر یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نافرمان بندے کے دل میں مرعوبیت اور خوف پیدا کر دیتا ہے۔ گنہگار آدمی کو تم ہمیشہ مرعوب و خوف زدہ پاؤ گے۔ کیوں کہ طاعت ہی ایک ایسی چیز ہے جو دنیا اور آخرت کی محفوظیوں سے بندے کو محفوظ رکھتی ہے۔ طاعت عبادت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہی اللہ تعالیٰ کا ایک مضبوط قلعہ ہے۔ جو آدمی بھی اس میں داخل ہو جائے گا۔ دنیا و آخرت کی تکالیف سے محفوظ ہو جائے گا۔ اور جو بھی اس قلعہ سے باہر نکلے گا خوف و ہراس مصائب و آلام کا شکار ہو جائے گا۔ جو بندہ طاعت الہی کو اپنا شہرہ بنالے گا۔ ہمیشہ کا خوف و ہراس اس کے لئے امن و سکون۔ اطمینان و تسکین سے تبدیل ہو جائے گا۔ معاہی نافرمان کا حال ہمیشہ تم ایسا پاؤ گے گویا اس کا دل کسی پندے کے پوس میں جوڑ دیا گیا ہے۔ دروازہ کھٹکا سمجھا شکاری آگیا۔ قدم کی آہٹ سنی سمجھا عزرائیل آگیا۔ کہیں سے کوئی آواز آئی سمجھا اسی کو کچھ کہہ رہا ہے اور ہرنا گوار چیز گویا اسی کی تلاش میں پھر رہی ہے پس حقیقت یہ ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہر خوف سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور جو اس سے نہیں ڈرتا ہر چیز اسے ڈراتی ہے کسی شاعر نے کیا اچھی بات کہی ہے۔

بہا قضا و اللہ بین المخلوق مذخلقوا

ان المخاوف والاحرام فی قرن

جب سے مخلوق پیدا ہوئی اللہ تعالیٰ کا فیصلہ رہا کہ مخاوف اور حرام ہمیشہ ہم قسریں رہے

معاہی کی ایک نثر یہ بھی ہے کہ قلوب کے اندر خطرناک قسم کی وحشت پیدا کر دیتے ہیں گنہگار

انسان ہمیشہ متوحش رہے گا۔ اپنی جان سے متوحش۔ پروردگار سے متوحش، اللہ تعالیٰ کی مخلوق



سے متوحش جس قدر گناہ زیادہ کرے گا اس کی وحشت میں اضافہ ہی ہوتا ہے گا اور یہ بالکل واضح ہے کہ تو حش خوف کی زندگی تلخ ترین زندگی ہوا کرتی ہے اور بہترین زندگی وہ ہوتی ہے جو سکون و نوسیت کی زندگی ہو۔ ایک عقلمند انسان لذت گناہ اور وحشت گناہ کا موازنہ کرے تو معلوم ہو جائے گا کہ اس کی حالت کس قدر خراب ہے۔ وہ کس قدر گھٹے۔ اور خسارے میں ہے۔ اور افسوس کرے گا کہ اس نے طاعت کی مانوسیت طاعت کے امن و سکون طاعت کے جلاوۃ و شیرینی کو معصیت کی وحشت و معصیت کے خوف و ہراس کے عوض کیوں فروخت کر دیا؟ کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔

اذا كنت قد اوحشتك الذنوب فذعها اذا شئت واستالن

جب گناہ تجھے وحشت میں مبتلا کر دیں تو گناہ کو ترک کر دے اور مانوسیت حاصل کرے

مسئلہ کا اصل راز یہ ہے کہ طاعت و عبادت تقرب الہی کا موجب ہے اور یہ تقرب جمعہ قدر زیادہ ہوگا مانوسیت طمانیت اور سکون زیادہ ہوگا۔ گناہ پر ردگار سے دور کرتے ہیں اور جس قدر گناہ زیادہ ہوں گے۔ وحشت زیادہ ہوگی۔ مانوسیت و وحشت کا اصل راز یہی ہے۔ دشمن کتنا ہی قریب ہو لیکن اس سے وحشت ہی ہوگی۔ اور محبوب کتنا ہی دور رہے مگر اس سے محبت اور انس ہی ہوگا۔ وحشت کا اصل سبب حجاب قلب ہے۔ یہ حجاب جس قدر غلیظ ہوگا اسی قدر وحشت زیادہ ہوگی وحشت کا موجب کو غفلت ہے لیکن معصیت و گناہ کی وحشت غفلت کی وحشت سے بھی زیادہ ہوتی ہے اور پھر معصیت کی وحشت سے زیادہ وحشت کفر ہے۔ اہل معاصی کو تم بکھو گے کہ وہ جس درجہ کے معاصی کے مرتکب ہوں گے۔ اسی قسم کی اور اسی درجہ کی ان کو وحشت ہوگی۔ بڑے معاصی کی وحشت بڑی ہوگی اور چھوٹے کی چھوٹی۔ جس قدر معاصی بڑے ہوں گے وحشت بڑی ہوگی۔ اور جس قدر زیادہ ہوں گے وحشت زیادہ ہوگی۔ اور پھر وحشت کا یہ حال ہو جائے گا کہ اس کا قلب وحشتوں سے لبریز ہو جائے گا۔ اور پھر اس کے چہرے سے وحشت برسنے لگے گی۔ اور ساری مخلوق سے وہ متوحش ہو جائے گا۔ اور مخلوق اس سے متوحش ہو جائے گی۔

## فصل

معاصی سے قلب مرعین ہو جاتا ہے اور معاصی سے اجتناب دنیا و آخرت کی نعمتوں سے بہرہ اندوز کرنا ہے معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ قلب کی صحت و تندرستی بگڑ جاتی ہے اور وہ بیمار ہو جاتا ہے اور

بیماری رفتہ رفتہ لاعلاج و لا دوا ہو جاتی ہے۔ اور بالآخر کوئی دوا۔ اور کوئی خوراک اسے نفع نہیں دیتی۔ امراض جس طرح جسم پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ گناہ قلوب پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ بلکہ قلوب کے حق میں گناہ ایسی خطرناک بیماری ہے جس کی کوئی دوا ہی نہیں ہے۔ اس کی دوا اور اس کا علاج صرف ایک ہی ہے کہ انسان گناہ کرنا چھوڑ دیوے۔

ارباب سیر و سلوک کا اس پر اتفاق ہے کہ قلب اپنے مقصد میں صرف اسی وقت کامیاب ہوتا ہے جب کہ وہ اپنے مولیٰ کو پا جائے اور اس کو تقرب حاصل ہو جائے۔ یہ تقرب اسی وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ قلب صحیح و سالم ہو۔ قلب اسی وقت صحیح و سالم ہوتا ہے جب کہ مرض دور ہو جائے۔ جب مرض دور ہو گیا تو صحت یقینی ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ نفسانی خواہشوں کی پیروی چھوڑ دی جائے۔ کیونکہ قلب کی بیماری یہی خواہشات ہیں۔ خواہشات کی خلاف ورزی قلب کی اصل شفا اور تندرستی ہے۔ لیکن اگر مرض مزمن ہو گیا تو پھر مرض یا تو موت کا لقمہ بن جائے گا یا قریب المرگ ہو کر رہ جائے گا۔ خواہشات سے کنارہ کشی کرنے والے کے لئے تو مرنے کے بعد جنت ہی ٹھکانہ ہے۔ لیکن اس کے قلب کو دنیا ہی میں جنت حاصل ہو جاتی ہے۔ جو لذت و سرور کی زندگی اسے حاصل ہوتی ہے۔ بڑی بڑی نعمتوں۔ اور ثروتوں کے مالکوں کو بھی حاصل نہیں ہوتی۔ اس کی اور دنیا و اول کی لذتوں اور مسرتوں میں اتنا ہی فرق ہوتا ہے جتنا دنیا و آخرت کی لذتوں اور مسرتوں میں فرق ہے۔ اس حقیقت کی تصدیق ہر وہ شخص کر سکتا ہے جس نے ان لذتوں کا تجربہ کیا ہو۔ اور قرآن حکیم میں ہے:

ان الابرار لھی نصیب۔ وان البخار لھی بے شک نیکو کار لوگ مزے میں ہوں گے۔ اور بھلے بے شک کدو دار لوگ دوزخ میں ہوں گے۔

(النفطار)

اسے تم صرف آخرت ہی کی نعمت۔ اور آخرت ہی کی جہنم میں محصور نہ سمجھنا۔ بلکہ یہ انسان کے ہر دور اور ہر سہ مقامات کے لئے وارد ہے۔ مقام دنیا۔ مقام آخرت۔ مقام برزخ۔ ہر سہ مقامات پر یہ مشتمل ہے۔ ان تینوں مقامات میں ابرار نصیب میں ہوں گے۔ اور فجار جہنم میں نصیب۔ ہر دور حقیقت وہی ہے جو قلب کو حاصل ہوا اور عذاب بھی وہی ہے جو قلب کو محسوس ہو۔ اور ظاہر ہے کہ خوف و ہراس جزل و ملال ضیق صدر۔ اعراض عن اللہ اور تعلق غیر اللہ اور خدا سے کٹے جانے سے زیادہ کونسا عذاب ہو سکتا ہے؟ یہ ضروری ہے کہ ان میں سے ہر وادی ایک جدا گانہ شعبہ کہلاتی ہے۔ بندہ اللہ تعالیٰ کے سوا جس چیز سے بھی تعلق اور رشتہ جوڑتا ہے۔ جس سے بجا محبت و الفت یا رشتہ قائم کرتا ہے۔ اس سے اس کو تکلیف پہنچنا لازمی ہے۔ جو آدمی خدا کے سوا اور کسی چیز سے محبت



کرتا ہے۔ اسے تین مرتبہ عذاب و تکلیف لازمی ہے۔ سب سے پہلے تحصیل کی تکلیف۔ تحصیل کے بعد اس کے سلب اور فوت کے خوف کی تکلیف۔ اور وہ تکالیف مزید جو اس کی تحصیل و تحفظ میں اور مخالفت اسباب کے مقابلہ اور توڑ میں ہوتی ہیں۔ اور طرح طرح کی مشقوں کا بار اٹھانا پڑتا ہے تیسری مرتبہ وہ عذاب ہے جب اللہ تعالیٰ اس چیز کو اس سے سلب کر لیتا ہے۔ یہ تین قسم کا عذاب تو اسے اس دنیا ہی میں ملتا ہے۔

عالم برزخ میں بھی تین ہی قسم کا عذاب اور تکلیف ہوتی ہے۔ "الم فراق" کہ اب دوبارہ اسے وہ چیز نہیں مل سکتی۔ فوت۔ "منعیم عظیم" مسرت عظیمہ کے فوت کا الم و رنج۔ اور تکلیف۔ کہ دنیا میں وہ ایسے کام کرتا رہا جو اس "نعیم عظیم" کے برابر خلوات تھے۔ اور جس نعمت و مسرت کے لئے اس نے خلوات و رزی کی تھی۔ اب وہ بھی فوت ہو گئی۔

دوسرا الم حجاب، "الم حسرت" کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک زبردست حجاب حائل ہو جاتا ہے اور وہ حجاب کہ جس کے تصور سے بھی دل کٹے کٹے ہو جاتے ہیں۔ یہ غم و ہم حسرت و حزن۔ رنج و الم ان لوگوں کے اندر وہ کام کرتے ہیں۔ جو جسم انسانی کے اندر جراثیم اور کیڑے کیا کرتے ہیں۔ جسم کے جراثیم کے کام کا تو خاتمہ بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن ان ہجوم و غموم کا کام تو ہمیشہ کے لئے جاری رہتا ہے۔ تا آنکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔

تیسرا الم و عذاب قیامت کے دن کا عذاب ہے جب کہ لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ اس دن کا عذاب خدا کی پناہ۔ بڑا ہی سخت۔ بڑا ہی خطرناک اور بڑا ہی دردناک ہے۔ بھلا کہاں یہ عذاب۔ اور کہاں وہ نعمتیں۔ اور مسرتیں۔ پروردگار عالم سے انس اور اس سے محبت۔ اس کے دیدار کا اشتیاق۔ اس کے ذکر کی حلاوتیں اور لذتیں اور ان تمام رکتوں کو سامنے رکھ کر قلوب کی مسرتیں؟ اور یہ خوشیاں اور مسرتیں کیسی اور کس قسم کی ہوتی ہیں۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حالت نزع میں بعض مخصوص بندوں کی زبان سے ہارے خوشی کے یہ نکل جاتا ہے و اطربا و رب کی ملاقات۔ کس قدر مسرت آگیا ہے!

اور بعض اللہ والوں کی زبان سے نزع کے وقت یہ کلمات نکل گئے۔ جو حالت اور کیفیت اس وقت مجھے حاصل ہے۔ اگر اہل جنت کو میسر آجائے تو ان کی عیش و زندگی

خوشگوار تر ہو جائے۔

بعض کی زبان سے یہ نکل گیا یہ مساکین اہل دنیا۔ دنیا چھوڑ کے چلتے بنے۔ لیکن افسوس انہوں نے زندگی کی لذتیں نہیں چکھیں۔ افسوس وہ ان لذتوں سے محروم گئے جو ان کی لذتوں سے کہیں زیادہ قیمتی اور بہتر تھیں۔

بعض خدا کے بندے اس حالت میں یہ کہتے نظر آئے کہ میں جو چیز میسر ہے اگر بادشاہوں اور بادشاہ زادوں کو معلوم ہو جائے تو وہ ہماری گردنیں اڑا دیں۔

بعض یہ کہہ اٹھے۔ دنیا میں بھی ایک جنت ہے اور جو شخص اس جنت میں داخل نہیں ہوا وہ آخرت کی جنت میں کبھی داخل نہیں ہوگا۔

اے وہ انسان کہ جس نے ایک قیمتی چیز کو کھوٹے سکون کے عوض فروخت کر ڈالا۔ افسوس تو نے بڑے سے بڑا خسارہ اٹھایا۔ اور اس سے زیادہ افسوس یہ ہے کہ تو اس خسارے کو سمجھ بھی نہ سکا۔ افسوس۔ اگر اس متاع گراں بہا کی قیمت تو نہیں جانتا تھا۔ تو تو نے ان لوگوں سے کیوں نہ پوچھ لیا جو اسے خوب جانتے پہچانتے اور سمجھتے تھے۔ یا اللہ العجب! تیرے پاس جو متاع اور سامان تھا۔ اس کا خریدار خود اللہ تعالیٰ تھا جس کی قیمت جنت الماویٰ کے چمن تھے۔ جس کے ہاتھ بیع و شراہ۔ خرید و فروخت کا سودا ہو رہا تھا۔ اور جو خدا کی جانب سے قیمت کی ذمہ داری لے رہا تھا۔ وہ خود سفیر الہی۔ رسولوں، پیغمبروں کا امام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ افسوس پھر بھی تو نے اپنا مال و اسباب کم اور گھٹیا داموں فروخت کر دیا۔ ولتصم ما قال۔

اذا کان هذا فعل عبد بنفسہ  
فمن ذال من بعد الذل یکرہ  
جب بندہ خود اپنی جان کے ساتھ یہ سلوک  
تو پھر کون ہے جو ایسا کرنے کے بعد اس کی  
تکرمیم کرے گا۔

ومن یمن اللہ فمالہ من مکرم ان اللہ یفعل ما یشاء :

## فصل

معاصی سے قلب کی بصارت اور نور فنا ہو جاتا ہے  
اور علم و ہدایت کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں



گناہوں کی ایک سزایہ بھی ہے کہ گناہوں سے قلب کی بصارت اور نور فنا ہو جاتا ہے۔ علم و ہدایت کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔ گناہ علم و ہدایت کی راہ میں حجاب بن جاتے ہیں چنانچہ امام مالکؒ نے جب امام شافعیؒ کے اندر غیر معمولی ذہانت، علم و فضل کی صلاحیت دیکھی تو فرمایا:-

آنی اری اللہ تعالیٰ القی علی قلبک نوراً میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے قلب میں اللہ تعالیٰ فلا تظلم بظلمت المعصیت نے نور ڈال دیا ہے۔ معصیت کی ظلمت سے تم اسے بھجانہ دینا۔

گناہوں سے نور قلب مضطرب اور کمزور ہو جاتا ہے اور ظلمت و تاریکی قوی تر ہو جاتی ہے اور مسلسل گناہوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ تو دل اندھیری رات کی طرح تاریک ہو جاتا ہے۔ اور اندھے کی طرح اندھیری رات میں بھٹکتا پھرتا ہے۔

اللہ اللہ کجایہ تقویٰ و پرہیزگاری کی عافیت و سلامتی؟ اور کجایہ مشقتوں کی گراں باریاں؟ اور پھر گناہوں کی سیاہی قلب سے جسم اور اعضاء کی طرف آتی ہے۔ اور جس قدر معاصی ہوتے ہیں۔ اسی قدر منہ اور چہرے کو سیاہ اور بے نور کر دیتے ہیں۔ پھر جب انسان مکرہ عالم برزخ میں پہنچتا ہے۔ تو اس کی قبر تاریک ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت کاار شاد ہے:-

ان هذه القبور مستلقة علی اهلها گناہگاروں کے لئے یہ قبریں ظلمت سے پر ہو جاتی ظلمت۔ وان اللہ بنورہا بصلا فی ہیں میری صلاۃ و دعا سے اللہ تعالیٰ ان کو منور علیہم کر دیتا ہے

پھر جب قیامت و حشر کا دن آئے گا تو یہ ظلمت پوری قوت سے اس کے منہ پر چھا جائیگی اور چہرہ کو نلکہ کی مانند سیاہ ہو جائے گا۔ جسے لوگ دیکھیں گے۔ اللہ۔ اللہ دیکھیے عجب عجب اور سزا ہوگی کہ دنیا و مافیہا کی تمام اگلی پھلی لذتیں بھی اس کے مقابلہ میں رکھی جائیں۔ تو اس عجب و سزا کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ پس اسے تلخ عیش۔ تنگ دل۔ در ماندہ انسان تو کس دن کب اور کس طرح انصاف کہے گا؟

حالانکہ دنیا کی اس زندگی کی حیثیت ایک خواب سے زیادہ نہیں ہے۔ واللہ المستعان

## فصل

(گناہ نفس کو ذلیل۔ نجس۔ تنگ اور حقیر کر دیتے ہیں)

گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ گناہوں سے نفس ذلیل حقیر ناپاک ہو جاتا ہے۔ تاہم تکہ ہر چیز ہر بات میں وہ بے حقیر و بے توقیر ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور طاعت و عبادت نفس میں نو پیدا کرتی ہے اسے پاک کرتی ہے۔ آؤں کو باوقار و پر عظمت بنا دیتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

قد افلح من زكاهما . وقد خاب من  
جس نے اپنی روح کو پاک کیا وہ اپنی مراد کو پہنچاؤ  
جس نے اس کو دبا دیا وہ ضرور گھاٹے میں رہا۔

معنی یہ ہیں کہ جس نے نفس کو بڑھایا اور طاعت الہی کے ذریعے سے بلند کیا اس نے فلاح پائی۔ اور جس نے اسے لپیٹ کیا حقیر کیا معصیتوں میں مبتلا کر کے چھوٹا کر دیا۔ وہ خارہ میں ہے آیت کے اندر لفظ ”دس“ وارد ہے۔ یہ ”تدسیس“ سے ماخوذ ہے۔ اور ”تدسیس“ کے معنی اخفا کر کے ہیں۔ اس معنی میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:-

يدس في المتوابع اس کو مٹی میں دبا دیتا ہے۔

عامی گنہگار اپنے نفس کو معصیت میں چھپاتا ہے اور اس معصیت کو بھی مخلوق سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ تاکہ رسوائی نہ ہو۔ حالانکہ وہ خود اپنی نگاہوں میں گر چکا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گر چکا۔ خدا کی دوسری مخلوق کے نزدیک گر چکا۔ پس حقیقت یہ ہے کہ طاعت عبادت۔ نیکی بندے کو بڑا بناتی ہے عزت بخشتی ہے۔ بلند مرتبہ بنا دیتی ہے۔ تاہم تکہ اسے ہر چیز سے اشرف۔ بزرگ۔ پاک اور رفیع المرتبہ بنا دیتی ہے اور باوجود ان ہمہ قسم کی عزتوں سر بلند یوں کے بھی جب وہ اپنے خدا کے سامنے جھکا دیتا ہے اور حقیر و ذلیل بنا لیتا ہے تو اسی ذلت و حقارت کی وجہ سے اسے عزت و شرافت اور سر بلند حاصل ہو جاتی ہے پس حقیقت یہ ہے کہ معصیت و گناہ سے زیادہ بندے کو ذلیل و حقیر کر دینے والی کوئی چیز نہیں۔ اور طاعت و عبادت سے زیادہ شرافت اور سر بلندی عطا کرنے والی کوئی چیز نہیں

## فصل

عامی شیطان کا اسیر ہے اور شہوات و خواہشات کے  
جیل خانہ میں مقید ہو جاتا ہے۔



گنہگار کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ وہ ہمیشہ شیطان کا اسیر۔ اور شہوات و خواہشات کا قیدی رہتا ہے۔ گویا وہ ایک دائمی قیدی ہے اور اس سے بد حال قیدی کون ہو سکتا ہے کہ اپنے سب سے بڑے عدد۔ سخت سے سخت دشمن کا اسیر بن جائے۔ خواہشات کے جلی خانہ سے زیادہ کوئی تنگ و تاریک جلی خانہ نہیں ہو سکتا۔ اور شہوات کی قید سے زیادہ کوئی قید نہیں ہو سکتی۔ پس جو آدمی کہ اسیر ہو جلی خانہ میں ہو۔ مقتید ہو۔ وہ خدا کو کیوں کر پہچان سکتا ہے؟ اور کیوں کر اس کی جانب جھک سکتا ہے؟ جب کسی انسان کا قلب اسیر و قیدی بن جاتا ہے تو پھر ہر جانب سے اس کے لئے آفتیں ہی آفتیں ہیں۔ اور جس قسم کی اسیری ہوگی۔ اسی قسم کی آفتیں اتریں گی۔ قلب کا حال پرندے کا سا ہے۔ پرندہ جس قدر اونچی پرواز کرے گا اسی قدر وہ آفات سے محفوظ رہے گا۔ اور جس قدر اس کی پرواز نیچی رہے گی آفات کا نشانہ بن جائیگا ایک حدیث میں ہے :-

الشیطان ذئب الانسان : شیطان انسان کے حق میں بھیڑیا ہے۔

وہ بکری کہ جس کا کوئی چرواہا یا رکھوالا نہ ہو وہ بہت جلد بھیڑیے کے منہ میں چلی جاتی ہے یہی حال انسان کا ہے۔ جب خدا اس کا چرواہا یا رکھوالا نہیں ہو گا۔ تو لازمی ہے کہ وہ بھیڑیے کا شکار بن جائے گا۔ اور خدا کی جانب سے اسے محافظ نگہبان اسی وقت ملے گا جب کہ وہ تقویٰ و پرہیزگاری کو اپنا شعار بنالے۔ تقویٰ ایک دیوار ہے اور بھیڑیوں سے بچنے کے لئے ایک مضبوط قلعہ ہے۔ جس طرح کہ تقویٰ اور پرہیزگاری دنیا اور آخرت کی عقدرتوں اور آفتوں مصیبتوں سے محفوظ رکھنے کی ذرہ بزرگ دیوار اور قلعہ ہے۔ بکری جب اور جس قدر اپنے چرواہے سے قریب ہوگی اسی قدر وہ بھیڑیوں سے محفوظ ہوگی اور جس قدر دور ہوگی بھیڑیوں سے قریب ہوگی۔

اور اصل حقیقت یہ ہے کہ جو قلب اللہ تعالیٰ سے قریب ہو گا مصائب آلام اور آفات و ابتلاآت سے دور رہے گا۔ اور مصائب آلام اس سے دور بھاگیں گے۔

اور اللہ تعالیٰ سے دوری کے بے شمار درجات ہیں بعض درجے معمولی ہیں۔ اور بعض بہت سخت خطرناک غفلت بندے کو اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتی ہے لیکن معصیت و گناہ کی دھماکا ہے جس سے کہیں زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ اور بدعت کی دوری اس سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہے اور لفاق۔ کفر۔ اور شرک کی دوری سب سے زیادہ خطرناک اور سب سے زیادہ مہلک ہوتی ہے

## فصل

معاصی سے بندہ خدا اور مخلوق اور بندوں کی نگاہ سے گرجاتا ہے  
جاہ و منزلت۔ کرامت و بزرگی ختم ہو جاتی ہے۔ طاعت و عبادت  
سے جاہ و منزلت۔ کرامت و بزرگی میں ترقی ہوتی ہے۔

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ خدا اور بندوں کی نگاہ میں گنہگار کی جاہ و منزلت و عزت و کرامت ختم ہو جاتی ہے اور قدر و منزلت اسی کی ٹپھتی ہے جو خدا کی زیادہ اطاعت فرمانبرداری کرتا ہے۔ جس بندے کی جیسی طاعت و عبادت ہوگی۔ ویسی ہی اس کی قدر و منزلت ہوگی۔ جو بندہ خدا کی نافرمانی کرتا ہے۔ خدا کی نگاہوں سے گرجاتا ہے اور بندوں کی نگاہوں سے بھی وہ گرجاتا ہے۔ اور جس کی قدر و منزلت مخلوق اور بندوں میں نہ رہی اور ان کی نگاہوں میں بے قدر اور بے عزت ہو گیا تو مخلوق اس کے ساتھ بڑاؤ اور سلوک بھی ویسا ہی کرے گی۔ جو اس کی قدر و منزلت کے خلاف ہے۔ خستہ حال۔ بے عزت۔ بے آبرو۔ بے وقعت۔ بے دست و پا۔ بے یار و مددگار ہو کر رہ جائے گا۔ اور پھر یہ ہمہ قسم کی مسرتوں سے محروم ہو جائے گا۔ اس کے ذکر و غیر کا خاتمہ ہو جائے گا۔ قدر و منزلت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ جاہ و عزت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور اب ستر پارنج و غم۔ حزن و ہم بنا رہے گا۔ اس کی زندگی کی تمام سہولتیں اور سارے لمحے فرج و مسرت سے خالی ہوں گے۔ پس اگر شہرت کا نشہ اسے بدست نہ کر دیتا تو اسے پتہ چلتا کہ شہرت رانی اور شہرت کی لذت اندوزی کے مقابلے میں معصیت و نافرمانی کے یہ مصائب و آلام کس قدر ولدوز اور دردناک ہیں؟

خدا نے ذوالجلال و ذوالجبروت کی یہ بہت بڑی نعمت اور اس کا در دست انعام ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کا ذکر خیر عام کر دے اور دنیا میں اس کے نام کو بلند کر دے اور اس کی جاہ و منزلت۔ قدر و عظمت۔ غیرت و مقبولیت۔ اس کا ذکر کجیل اور شہرت اس قدر بڑھا دیوے کہ دوسرے کسی کو حاصل نہ ہو سکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَاذْكُرْ عِبَادَنَا اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَاٰدَمَ  
عِندَ رَبِّهِ اُولٰٓئِكَ اَلَا يَتَذَكَّرُ اَنَّا  
اَفْخَا صُنَاهُمْ بِمَا لَمْ يَكُنْ يَدْعُوْنَ اِلٰهًا  
اِلَّا هُوَ (مورہ ص ۱۱)

اور اے پیغمبر! ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو وہ مانتوں اور آنکھوں والے تھے ہم ان کو خاص بات یا داخوت کے لئے



### منتخب فرمایا تھا۔

یعنی ان پیغمبروں کو ہم نے ایک مخصوص خصوصیت سے نوازا۔ اور ان کے ذکر جمیل کو ہم نے جہان میں عام کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہ خداوندی میں لسان صدق سے ذکر جمیل کی دعا کی تھی۔ اور اس دعا کی مقبولیت کا یہ ثمر تھا۔ کہ آپ کا ذکر جمیل رہتی دنیا تک ہر خاص و عام میں جاری رہا۔ اور رہے گا؟ قرآن حکیم کے اندر یہ دعا اس طرح منقول ہے۔

واجعل لی لسان صدق فی الآخِرین : آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر جاری رکھ۔  
(شعرار)

اور آنحضرت کے ذکر جمیل کے متعلق قرآن حکیم ناطق ہے۔

ورفعنا لک ذکرک : (النسراج) اور ہم نے تمہارے ذکر خیر کا آواز بلند کر دیا۔ پس وہ لوگ جو رسولوں کی اتباع و پیروی کرتے رہے۔ ان کو بھی ان کی طاعت و پیروی۔ متابعت و فرمانبرداری کے مطابق ذکر جمیل۔ اور ذکر خیر۔ جاہ و منزلت کا حصہ حاصل ہوگا۔ اور جو ان کی مخالفت کریں گے۔ معصیت و گناہوں سے اپنے کو آلودہ کریں گے۔ وہ بقدر مخالفت۔ اور معصیت پیغمبروں کی اس میراث و ترکہ سے محروم رہیں گے۔

## فصل

گنہگار کی نیک نامی اور شہرت شرافت بدنامی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ مدح و ستائش شرافت و بزرگی کے جس قدر بھی نام ہوتے ہیں۔ وہ گنہگار سے سلب کر لئے جاتے ہیں اور ان کی بجائے تحقیر و مذمت سے آسے یاد کیا جاتا ہے۔ یا کورہ مومن محسن۔ نیک۔ متقی۔ پرہیزگار۔ اطاعت گزار۔ منیب۔ ولی۔ متورج۔ مصلح۔ عابد۔ خائف من اللہ۔ کثیر التوبہ۔ طیب۔ خدا کا پیوند بندہ وغیرہ سے یاد کیا جاتا تھا۔ اور اب اسے فاسق۔ فاجر۔ بدکار۔ نافرمان۔ دشمن دین۔ بدعمل۔ بدکردار۔ مفسد۔ خبیث۔ مردود۔ زانی۔ چور۔ قاتل۔ کذاب۔ خائن۔ لوطی۔ عہد شکن۔ قاطع رحم۔ وغیرہ ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ تمام نام فسق و فجور کے نام ہیں۔ اور فسق و فجور کے نام بہت ہی بُرے نام ہیں۔





سبب ہے کہ قرآن حکیم کا زیادہ تر خطاب اولی الالباب۔ اولی العقل سے ہے۔ مثلاً

ہقون یا اولی الالباب (بقرہ) اے عقلمند و تم مجھ سے ڈرتے رہو۔

تو اللہ یا اولی الالباب (مائدہ) اے عقلمند و تم اللہ سے ڈرتے رہو۔

یہ تذکرہ اولالباب رزما نصیحت عقلمند لوگ ہی حاصل کرتے ہیں۔ اس قسم کی آیتیں قرآن حکیم کے اندر بے شمار موجود ہیں۔ اس شخص کو کون عقلمند کہے اس ذات کی بفرمانی کرے جس کے قبضہ قدرت میں اس کی جان ہے؟ جس کے گھر یہ رہتا ہے؟ اور اچھی طرح جانتا ہے کہ صاحب خانہ اسے دیکھ رہا ہے۔ اس کی تمام بات و سکنات کا وہ مشاہدہ کر رہا ہے۔ کوئی چیز اور اس کی کوئی بات اس سے مخفی نہیں اور کہ یہ اس کی ناراضگی بھی پسند نہیں کرتا۔ اور اس کی نعمتوں سے مستفید بھی ہونا چاہتا ہے۔ روان تمام باتوں کے ہمراہ اوقات یہ وہی کام کرتا رہتا ہے جس پر خدا کا غضب۔ قہر۔ اور تڑپتی رہتی ہے۔ وہی کام کرتا رہتا ہے جو اسے اس کی رحمت سے دور پھینک دے اور اسے دروازے سے نکال دے۔ اور جو اس کے لئے موجب دولت و رسوائی ہیں اور اسے اس دشمن نفس اور شیطان کے حوالے کر دیتے ہیں۔ جو اس کے سخت ترین دشمن ہیں۔ اور خدا کی ہول سے اسے گرا دیتے ہیں۔ اور اس کی رضا مندی و محبت سے دور پھینک دیتے ہیں۔ اور ایہ ہے کہ بندوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک۔ خدا کی نزدیکی اور تقرب ہی میں ہے اور اسی کے رب میں فوز و فلاح کی برکتیں میسر آ سکتی ہیں۔ اور اسی کے تقرب سے اولیاء اللہ میں اسے ولایت نصیب ہو سکتی ہے۔ اور خدا کا دیدار نصیب ہو سکتا ہے۔ یہ اور اس قسم کی بے شمار نعمات و نعمتیں۔ کرامتیں اور عزتیں اہل طاعت کے لئے موجود ہیں۔ اور جو عقوبتیں اور جو رازیں اور پریشان کی گئیں۔ ان سے بھی کہیں زیادہ سزائیں اہل معصیت کو دی جائیں گی۔ اس عقل کو عقل کون کہے گا۔ جو گھڑی بھر کی۔ یا ایک دن کی۔ یا چند دنوں کی لذت و رت کو کہ جس کی حیثیت ایک خواب سے زیادہ نہیں۔ آخرت کی دائمی نعمت۔ دائمی فوز و عظیم ترین کامیابی و کامرانی کے مقابلہ میں ترجیح دے؟ آخرت کی فوز و صلاح تو

وہ چیز ہے کہ دنیا و عقبیٰ کی تمام تر سعادتیں بھی اسی سے وابستہ ہیں۔ اگر کسی کے پاس وہ عقل نہیں ہے جو اس کے حق میں حجت کا کام نہ دے سکے تو وہ یقیناً مجنون اور دیوانہ ہے بلکہ مجنون و دیوانہ تو اس سے اچھا ہے۔ کہ اسے انجام کی سلامتی۔ اور آخرت کی عافیت و نجات تو میسر آنے لگی۔ یہ تو عقل کی کوتاہی پر اس حیثیت سے روشنی ڈالی گئی.... اب عقل عیسیٰ اور عقل معاشرتی کی کوتاہی پر بھی غور کرو۔ اگر مذکورہ نقصانات میں عقل عیسیٰ کے نقصانات کا اشتراک نہ بھی سمجھا جائے تو ایک مونی ٹیسی بات عقل عیسیٰ کی کوتاہی و خرابی کی جانچ کی یہ ہے کہ ہم ایسے دو آدمیوں کو سامنے رکھیں جن میں سے ایک ہمارا مطیع و فرمانبردار ہے اور دوسرا نافرمان اور سرکش صاف واضح ہو جائے گا کہ دونوں میں سے کون عقلمند ہے؟ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ کوتاہ عقلی کی مصیبت تو عام ہو چکی ہے۔ اور درجہ جنون تک پہنچ چکی ہے۔ اور ظاہر ہے للجنون جنون۔ جنون کی بہت سی قسمیں ہیں۔ لیکن یہ ایک ایسا جنون ہے کہ بجز خدا کے مخصوص بندوں کے ہر چھوٹا بڑا اس میں مبتلا ہے۔ یا اللجب! یہ کیسی عقلیں۔ اور کیسی عقلمندیاں ہیں؟ اگر عقلیں صحیح ہوں تو یہ بات نہایت آسانی سے سمجھ لیتیں کہ حقیقی لذت و فرحت حقیقی سرور اور خوشگوار عیش و زندگی تو وہی ہے جس میں منعم حقیقی دادار۔ و داتار کی رضا مندیاں موجود ہوں۔ کیونکہ ہمہ قسم کی نعمتیں اسی کی رضا مندی سے وابستہ ہیں۔ اور اس کی خفگی اور ناراضی سے ہمہ قسم کے مصائب و آلام ہی وابستہ ہیں۔ پس واقعہ یہ ہے کہ آنکھوں کی ٹھنڈک۔ عین قلب۔ سرور نفس۔ حیات قلب۔ لذت روح۔ لذت آنکھیں عیش۔ خوشگوار زندگی تو وہی ہے جس میں منعم حقیقی کی رضا مندیاں شامل ہوں۔ جو قیمتی۔ انمول نعمتیں اسے منعم حقیقی کی رضا مندی سے حاصل ہوں گی۔ وہ اس قدر بیش بہا ہوں گی کہ اگر اس کا شمرہ برابر بھی دنیا و مافیہا کی نعمتوں کے مقابلہ میں رکھا جائے تو دنیا کی نعمتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہوں۔ اگر کسی انسان کو اس نعمت میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ معمولی سے معمولی حصہ بھی مل جائے تو وہ دنیا و مافیہا کو بھی اس کے عوض میں منظور نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ معمولی سا حصہ بھی اس قدر قیمتی ہوگا۔ کہ دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت سے بھی زیادہ ہوگا۔ آخرت کی مختصر سے مختصر نعمت بھی ایسی ہوگی کہ وہ ان تمام مشقتوں اور انواع و اقسام کے ہجوم و غنوم سے پاک ہوگی۔ جو دنیا داروں کو دنیوی نعمتوں کی تحصیل میں برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ آخرت کی نعمتوں کا تو یہ حال ہے کہ ابھی دو نعمتیں۔ بلا کسی مشقت و تکلیف کے مل گئیں اور دوسری دو نعمتوں کا انتظار ہے۔ اور اگر وہ بھی بلا مشقت و محنت کے حاصل ہو گئیں۔ تو دوسری کا انتظار



کرو۔ پس حقیقت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ بیان فرمائی ہے۔

ان تکونوا اتا لمون۔ فانہم بالمون  
 کہا تا لمون۔ و تاجون من اللہ مالا  
 یوجبون : (انشاء)  
 سے وہ امیدیں ہیں جو ان کو نہیں۔

لا الہ الا اللہ : وہ آدمی کس قدر کوتاہ عقل و کم سمجھ کہا جائے گا؟ جو موتی کو مینگنی  
 کے عوض مُشک کو گوبر کے عوض فروخت کر ڈالتا ہے۔ انبیاء۔ صدیقین۔ شہداء  
 صالحین کی رفاقت کے مقابلہ میں ان لوگوں کی رفاقت کو ترجیح دیتا ہے۔ جن پر خدا کا غضب  
 اتر چکا ہے۔ اور جن پر اس نے لعنت بھیجی ہے۔ اور جن کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے۔ جو  
 بہت ہی برا مقام ہے۔

## فصل

معاصی اور گناہوں کے سبب پروردگار عالم سے رشتہ

ٹوٹ جاتا ہے خیر فلاح کے اسباب منقطع ہو جاتے ہیں۔

معاصی کی ایک بڑی سزا یہ بھی ہے کہ بندے اور پروردگار عالم میں جو رشتہ ہے۔ وہ  
 گناہوں کی وجہ سے ٹوٹ جاتا ہے اور جب یہ رشتہ ٹوٹ جاتا ہے تو خیر فلاح کے تمام اسباب ذرائع  
 اس سے منقطع ہو جاتے ہیں۔ اور فساد و شر کے اسباب اس کے لئے پیدا ہو جاتے ہیں اور یہ بالکل واضح ہے  
 کہ جس کے لئے خیر فلاح کے دروازے بند ہو جائیں اور صلاح و نجات کے اسباب ذرائع منقطع ہو جائیں  
 اور اپنے مالک اور پروردگار سے۔ اپنے مولیٰ و آقا سے اس کا رشتہ کٹ جائے۔ اور ایسے مالک۔  
 پروردگار۔ اور مولیٰ سے کہ جس سے بندہ ایک لمحہ کے لئے بھی مستغنی نہیں ہو سکتا۔ اور جس کے بغیر  
 بندے کو چارہ نہیں جس کے رشتہ کا کوئی بدل ممکن نہیں۔ اس ذات سے رشتہ توڑنے کے بعد بندے  
 کو کوئی فلاح و نجات میسر آ سکتی ہے؟ اور وہ کونسی امیدیں اور کس سے امیدیں قائم  
 کر سکتا ہے؟ اور کونسی خوشگوار زندگی اسے حاصل ہو سکتی ہے؟ اس رشتہ کے ٹوٹ جانے کے  
 بعد فساد و شر کے تمام اسباب ذرائع اس سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔ جو بندے کو اس کے  
 دشمنوں کے پھندوں میں جکڑ دیتے ہیں۔ اور اس پر دشمن کی حکومت قائم ہو جاتی ہے اور اسے  
 اپنے حقیقی مولیٰ کی اطاعت سے دور پھینک دیتے ہیں اور کون سمجھ سکتا ہے کہ پروردگار عالم سے

رشتہ کٹ جانے اور خدا کے دشمنوں سے رشتہ وابستہ ہونے کے بعد کس کس قسم کے آلام و مصائب اور کس کس قسم کے عذاب اس کے لئے مقدر ہیں! بعض صلف صالحین کا قول ہے۔ میں بندے کو اللہ حق سبحانہ و تعالیٰ اور شیطان کے درمیان لیٹا ہوا پاتا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ اس بندے سے اعراض کرتا ہے۔ تو شیطان اس پر مسلط ہو جاتا ہے۔ اور اس کی ولایت و حکومت قائم ہو جاتی ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اور اس پر اس کی نگرانی رہتی ہے تو شیطان اس پر کسی طرح قابو نہیں پاسکتا۔

چنانچہ سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ  
سُجَّدُوا إِلَّا ابْلِيسَ كَانُ مِنَ الْكَافِرِينَ  
فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ أَفَتَتَّخِذُ زِينَةً  
وَزِينَتٌ أُولَئِكَ مِنْ دُونِ دَهَمٍ  
لَكُمْ عَذَابٌ وَابِسٌ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا  
مِمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ  
سورہ انفکھت

جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے  
سجدہ کرو۔ تو ابلیس کے سوا کسی نے تو سجدہ  
کیا۔ یہ جنات کی قسم میں سے تھا۔ اپنے پروردگار  
کے حکم سے نکل بھاگا۔ تو لوگو! کیا ہم کو چھوڑ  
کر ابلیس اور اس کی نسل کو تم اپنا دوست بناتے  
ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے قدیمی دشمن ہیں ظالموں  
کے حق میں یہ بدلہ بہت ہی بڑا ہے۔

حق سبحانہ و تعالیٰ اس آیت میں اپنے بندوں کو خطاب کرتا ہے کہ تمہارے دادا آدم کو جس  
کرامت بعزت اور بزرگی بخشی۔ دوسروں کے مقابلہ میں اس کی قدر و منزلت کو ادھپا کیا اور اس  
قدر فضیلت و برتری عطا کی کہ اپنے فرشتوں کو میں نے حکم دیا کہ آدم کی تکریم و عزت کرو۔ اور اس  
کے سامنے تم تکریمی سجدہ بجالاؤ۔ فرشتوں نے میرے حکم کی تعمیل کی لیکن میرے۔ اور آدم کے دشمن  
شیطان نے میرے حکم کو نہیں مانا میری مخالفت کی۔ میری اطاعت سے روگردانی کی۔ اے بند  
پھر کیا تمہیں یہ زیب دیتا ہے کہ میرے۔ اور اپنے دشمن۔ اور اسی دشمن کی ذریعہ کو اپنا  
دوست اور مددگار بناؤ۔ اور مجھے چھوڑ دو؟ اور میری نافرمانی کرو۔ اور اس کی اطاعت کرو؟  
میری مرضی اور رضا مندی کے خلاف اس سے موالات دوستی کرو؟ حالانکہ یہ تمہارے محنت  
ترین دشمن ہیں۔ تم میرے دشمنوں سے رشتہ قائم کر رہے ہو؟ حالانکہ میں تم کو حکم دیا کہ تم اس  
دشمن کو اپنا دشمن سمجھو۔

ظاہر ہے کہ بادشاہ کے دشمنوں سے جو شخص دوستی کرتا ہے۔ وہ بھی بادشاہ کا دشمن ہے۔



اور دلیا ہی دشمن ہے۔ جیسا کہ پہلا دشمن ہوتا ہے۔ محبت۔ طاعت۔ فرمانبرداری کی تکمیل تو بھی ہوتی ہے۔ جب کہ اپنے مطاع اور مولیٰ کے دشمنوں کو بھی اپنا دشمن سمجھے اور مولیٰ کے دوستوں سے محبت اور دوستی رکھے۔ اور یہ بھی اس وقت ہے۔ جبکہ بادشاہ کا دشمن تمہارا دشمن نہ ہو۔ لیکن وہ حقیقی معنوں میں تمہارا بھی سخت ترین دشمن ہے اور تمہارے اور اس کے درمیان بکری، اور بھیڑیے کی عداوت و دشمنی سے زیادہ عداوت ہے۔ تو پھر تم اسی سے دوستی کا رشتہ کیسے قائم کر سکتے ہو؟ عقلمند آدمی کے لئے کس طرح یہ سزاوار ہے کہ وہ اپنے اور اپنے مولیٰ کے دشمنوں سے دوستی کا رشتہ جوڑے۔ خصوصاً جب کہ وہ ایسا مولیٰ۔ اور ایسا بدکار ہے کہ حقیقی معنی میں اس کے سوا کوئی مولا اور مددگار ہے ہی نہیں۔ خدائے قدوس نے اس دشمن سے موالات و دوستی رکھنے کو نہایت ہی برا بتلایا ہے۔ صاف صاف فرمادیا ہے۔

وہم لکھ عدو: یہ تمہارے سخت ترین دشمن ہیں۔  
اور پھر اس موالات کو دلیا ہی برا قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اس دشمن کو برا قرار دیا ہے۔  
فرماتا ہے۔

ففسق عن امرہ  
اس نے اپنے پروردگار کے حکم کی نافرمانی کی۔  
ان دو آیتوں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ شیطان پروردگار عالم کا بھی دشمن ہے۔ اور ہمارا بھی۔ اور ان میں سے ہر دشمنی کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے سخت ترین عداوت و دشمنی رکھی جائے۔ پس بتلاؤ کہ شیطان سے یہ موالات و دوستی کیسی؟ اور یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ خیر فلاح کو شر اور برائی کے بدلہ فروخت کر دیا جائے؟ یقین کر دو کہ یہ ظلم ہے اور بہت بڑا ظلم ہے۔ اور ظلم کرنے والوں کا بدلہ بہت ہی سخت اور بڑا ہے۔

خدا کے اس ارشاد میں، ایک لطیف قسم کا عتابی خطاب بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ شیطان میرا دشمن اس لئے ہے کہ تمہارے دادا آدم کو اس نے سجدہ نہیں کیا۔ میرے حکم کو اس نے ٹھکرا دیا۔ میرے دوست فرشتوں نے میرے حکم کو ماننے ہوئے آدم کو سجدہ کیا تو شیطان سے میری دشمنی صرف تمہاری ہی وجہ سے ہے۔ اور اب اس عداوت اور دشمنی کا یہ نتیجہ؟ کہ تم اس سے مصالحت و دوستی کا رشتہ جوڑ رہے ہو۔

فصل

معاصی اور گناہوں سے عمر، رزق، علم بلکہ  
دین و دنیا کی ساری برکتیں سلب ہو جاتی ہیں۔

معاصی اور گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ عمر۔ رزق۔ علم و عمل۔ طاعت و  
عبادت کی برکتیں چھین جاتی ہیں۔ دین و دنیا کی خیر و برکت اس سے سلب کر لی جاتی ہے  
چنانچہ نافرمان بندے کو تم سب سے زیادہ بے خیر و برکت پاؤ گے۔ نہ اس کی عمر میں برکت ہوگی  
نہ اس کے دین و دنیا کے کسی کام میں برکت ہوگی۔

واقعہ تو یہ ہے کہ مخلوق کے گناہوں کی وجہ سے زمین کی برکتیں سلب کر لی جاتی ہیں  
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

ولوان اهل القري آمنوا وافتوا  
لنفتنهم بركات من السماء  
والارض (سورہ الاسراء)

اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لائے  
اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم آسمان و زمین  
کی برکتوں کا دروازہ ان کے لئے کھول دیتے

اور اگر یہ لوگ سیدھے رستے پر قائم رہتے تو ہم  
ان کو پانی کی ریل پیل سے سیراب کرتے تاکہ برکت  
کی نعمت میں ہم ان کا امتحان کریں۔

گناہوں کے ارتکاب سے بندہ رزق و روزی سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ حدیث شریف  
کے اندر ہے :-

ان روح القدس نفث في روعي. انه  
لن تموت نفس حتى تستكمل رزقها  
قالوا لله. واجعلوا في الطلب  
فانما لا ينال ما عند الله الا بطاعته  
وان الله جعل الروح والفرح في  
الرضا واليقين. وجعل الهم  
والحزن في الشك واليأس :-

روح القدس نے میرے قلب میں یہ بات القا  
فرمائی ہے کہ کوئی انسان اس وقت تک نہیں  
میرے گاجب تک کہ وہ اپنا رزق پورا نہ کر لے  
پس نعم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اور اچھے  
طریقے سے اس سے طلب کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ  
سے جو کچھ مل سکتا ہے اس کی طاعت ہی  
سے مل سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے رحمت  
اور فرحت اپنی رضا مندی اور یقین ہی میں رکھا



شک اسکی اور خفگی میں ہم و حزن کے سوا  
کچھ نہیں۔

اور وہ حدیث قدسی جو امام احمد نے کتاب الزہد کے اندر بیان کی ہے۔ جسے ہم  
اوپر پڑھ چکے ہو کہ۔

انا للہ۔ اذار صلیتہ باریک۔ و لیس  
ببرکتی منتهی۔ و اذا غضبت  
لعنت و لعنتی تدرک السابح  
من الولد  
میں اللہ ہوں۔ میں راضی ہو جاؤں تو برکت  
دیتا ہوں۔ اور میری برکت کی کوئی انتہا نہیں  
ہے اور جب میں خفا ہوتا ہوں تو لعنت بھیجتا  
ہوں۔ اور میری لعنت اس کی ساتویں اولاد  
تک پہنچتی ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ رزق و عمل کی وسعتیں اس کی کثرت و فراوانی کی وجہ سے نہیں  
ہیں عمر کی زیادتی۔ مہینوں۔ اور برسوں کی کثرت کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ رزق و عمل  
کی کثرت و وسعت یہ ہے کہ اس میں برکت پیدا ہو۔ اور رقم اور پڑھ چکے ہو کہ بندے کی عمر  
وہی ہے جس میں اسے زندگی ملے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی دوسری جانب مشغول  
ہو جائے۔ اس کی زندگی کہاں؟ اس زندگی سے تو چوپایوں کی زندگی اچھی! انسان کی زندگی  
تو اسی وقت ہے جب کہ اس کا قلب اور روح زندہ ہو۔ اور قلب کی زندگی اسی وقت ہے  
جب کہ وہ اپنی خاطر۔ خالق کی محسوسات حاصل کرے۔ اس سے محبت کرے اور اس کی عبادت  
کرے۔ اور اسی کی بارگاہ میں رجوع کرے۔ اسی کی چوکھٹ پر سر جھکائے۔ اسی کے ذکر سے  
طاہریت و سکون۔ اور اس کے تقرب سے اللہ حاصل کرے۔ جس نے یہ زندگی کھوئی اس نے ہر قسم  
کی خیر و فلاح کھوئی۔ اگرچہ اسے کچھ دیتا بھی مل گئی ہو۔ لیکن اس زندگی کے عوض تو ساری دنیا بھی  
مل جائے۔ تو ایچ ہے۔ بندہ جس چیز کو بھی کھو بیٹھے۔ اس کا عوض اور بدل ممکن ہے۔ لیکن خدا کو  
کھو بیٹھنے کا کوئی عوض اور بدل ہی نہیں ہے۔ فقیر و محتاج بالذات معنی بالذات کا بدل  
عاجز بالذات۔ قادر بالذات کا عوض مردہ زندے کے برابر کیوں کر ہو سکتا ہے؟ مخلوق  
خالق کا بدل کس طرح ہو سکتا ہے؟ وہ مخلوق کہ جس کا وجود بالذات نہیں۔ جس کی کوئی چیز  
بالذات نہیں ان نعمات کے عوض بدلے میں کیوں کر لی جاسکتی ہے۔ جس کا غنا بالذات۔ جسکی حیات و زندگی  
کمال وجود و رحمت۔ کچھ بالذات اور لوازمات ذات میں سے ہیں جو شخص ایک ذرہ کا بھی

مالک نہیں۔ اس ذات کے بدلہ میں کیونکر لایا جاسکتا ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا مالک اور مختار ہے؟

معصیت سے رزق و عمر کی برکتیں اس لئے سلب ہو جاتی ہیں کہ معصیت اور ناپاک معصیت پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے۔ اور ان پر اس کی حکومت قائم ہو جاتی ہے۔ اور اہل عصیاں کے تمام وقار اس کے پاس ہوتے ہیں۔ اور ظاہر ہے شیطان کا قرب جسے بھی ہو گا برکت اس سے سلب کر لی جائے گی۔ اور یہی وجہ ہے کہ کھانے۔ پینے۔ کپڑا پہننے۔ سواری۔ جماع وغیرہ مواقع میں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنا شارع نے مشروع فرمایا ہے۔ اس لئے کہ ذکر الہی خیر و برکت کا موجب ہے۔ اور ذکر خداوندی سے شیطان بھاگتا ہے۔ اور اس سے حصول برکت کی راہیں کھل جاتی ہیں۔ خدا کی برکت کو کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ اور ہر وہ چیز جو خدا کے سوا کسی اور کے لئے ہو۔ اس سے برکت چھین لی جاتی ہے۔ کیوں کہ برکت تو پروردگار عالم ہی کی بارگاہ سے اترتی ہے۔ اور ساری برکتیں وہیں سے آتی ہیں۔ اور ہر وہ چیز جو اس کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ مبارک ہوتی ہے۔ اس کا نام مبارک ہے۔ اس کا رسول مبارک ہے۔ اس کا وہ بندہ مبارک ہے۔ جو ایمان رکھتا ہے۔ اور خدا کی مخلوق کو نفع پہنچاتا ہے۔ بیت اللہ الحرام مبارک ہے۔ ملک شام مبارک ہے۔ سرزمین شام کی برکتوں کا ذکر قرآن حکیم کے اندر چھ آیتوں میں کیا گیا ہے۔ پس دنیا میں اس کی ذلت کے سوا کوئی مبارک نہیں۔ پس ہر وہ چیز جو اس سے نسبت نہیں رکھتی۔ یعنی اس کی محبت اور رضا سے نسبت نہیں رکھتی۔ اس میں کسی قسم کی برکت نہیں ہوتی۔ یوں تو ساری کائنات اس کی ربوبیت و خالقیت سے نسبت رکھتی ہے۔ لیکن اس کی ربوبیت و رضا مندی کی نسبت نہ ہو تو وہ بے برکت ہے۔ دنیا کی ہر وہ چیز۔ خواہ وہ عیان و اشخاص ہوں۔ خواہ افعال و گھٹار۔ یا اعمال و کردار جو بھی خدا سے بعید اور دور ہے۔ اس میں خیر و برکت نہیں جو چاہے اس سے قریب ہوگی۔ بقدر قربت اس میں خیر و برکت ہوگی اور برکت لعنت کی ضد ہے پس وہ کہ جس پر خدا نے لعنت کی یا وہ آدمی کہ جس پر اس کی لعنت ہو یا وہ کام کہ جس پر خدا کی لعنت ہو خیر و برکت سے دور اور بدیت ہی دور ہوگا۔ اور وہ چیزیں بھی خیر و برکت سے محروم ہوں گی جن کا ان ملعون چیزوں سے کسی قسم کا تعلق ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمن ابلیس پر لعنت بھیجی اور اپنی ساری مخلوق سے اسے دور تر پھینک دیا ہے۔ اور اس لئے ہر وہ چیز جس کو ابلیس سے کسی قسم



کی بھی نسبت، اور تعلق ہوگا۔ اس پر بقدر نسبت و تعلق لعنت ہوگی۔ ظاہر ہے کہ عمر۔ رزق۔ علم۔ عمل وغیرہ سے برکتوں کے سبب ہونے میں گناہوں کو بڑا دخل ہے۔ اور معاصی کے اثرات بہت دور رس ہیں۔ پس وہ وقت جس کے اندر تم خدا کی نافرمانی کرو۔ یا وہ مال جس کے ذریعہ خدا کی نافرمانی ہو یا وہ جسم اور مال۔ قوت۔ جاہ و منزلت اور علم و عمل جس کے ذریعہ خدا کی نافرمانی ہوتی ہو۔ وہ خدا کے یہاں نافرمانی کرنے والے کے خلاف حجت ہے اور یہ اس کے حق میں قطعاً مفید نہیں ہے صرف وہی چیز کارآمد ہوگی جو طاعت الہی میں صرف کی جائے اور یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ تلو ہوتا ہوا زندہ رہتے ہیں۔ لیکن ان کو بمشکل بیس سال کی عمر نصیب ہوتی ہوگی۔ بعض کے پاس سونے چاندی کے ببار ہوتے ہیں۔ اور مال و دولت سے ان کے خزانے چرہوتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں اس میں سے ایک ہزار درہم بھی اس کی قسمت میں نہیں ہوتے۔ یہاں حال جاہ و منزلت۔ اور علم کا ہے۔ تہذیب شریفیت میں ہے :-

الدنيا ملعونہ۔ ملعون ما فيها  
الا ذکر الله عز وجل۔ وما والاہ  
او عالم۔ او متعلم۔

دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے ملعون ہے۔ سوائے ذکر خداوندی کے یا جو اس سے تعلق رکھے۔ یا عالم یا متعلم۔

ایک دوسری حدیث میں ہے :-  
ملعونہ۔ ملعون ما فيها الا ما  
کان الله :  
دنیا ملعون ہے۔ اور دنیا میں جو کچھ ہے ملعون ہے۔ سوائے اس کے کہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔

جو چیز اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ اسی میں اللہ تعالیٰ کی خیر و برکت ہوا کرتی ہے۔  
والله المستعان۔

## فصل

انسان رفعتِ بلند کی پوری پوری صلاحیت رکھتا ہے  
مگر معاصی اسے سفلہ اور پست کر دیتے ہیں :-

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ گناہ انسان کو سفلہ اور پست کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ علو و رفعت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق وستم کی پیدا کی ہے علیہ درجۃ المرتبہ

سفلیہ (پست) پہلی قسم کا مقام علیین ہے۔ اور دوسری کا اسفل السافلین۔ اہل طاعت کو وہ دنیا اور آخرت دونوں میں علو و رفعت عطا فرماتا ہے۔ اور اہل معصیت کو دنیا و آخرت دونوں میں ذلیل و پست کر دیتا ہے۔ اہل طاعت کو خدا نے ہمیشہ اپنی عزیز ترین مخلوق بنایا۔ اور ساری مخلوق سے ان کو عزیز رکھا ہے۔ معصیت کو اس نے ذلیل ترین چیز قرار دیا۔ اہل طاعت کو اس نے ہمیشہ عزت دی۔ اور نافرمانوں کو ذلیل و خوار کیا۔ چنانچہ مستدا احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

جعلت الذلۃ۔ والصغار علی من میرے حکم کی مخالفت کرنے والے کے لئے خالف امری۔ ذلت و خواری لازم کر دی گئی ہے۔

انسان جب گناہ، اور خدا کی نافرمانی کرتا ہے۔ اپنے درجات سے نیچے گرتا چلا جاتا ہے۔ اور جوں جوں گناہ کرتا رہے گا نیچے گرتا چلا جائے گا۔ تا آنکہ وہ اسفل ترین درجہ میں جا کرے گا۔ اور جب وہ طاعت و عبادت سے اپنے کو مزین و آراستہ کرے گا۔ درجہ بدرجہ بلند ہوتا چلا جائے گا۔ تا آنکہ وہ اعلیٰ علیین تک پہنچ جائے گا۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک انسان اپنی زندگی میں ترقی و رفعت کے کام بھی انجام دیتا ہے۔ اور تنزل و انحطاط کے بھی۔ اسی صورت میں اس کی ثنویت اسی جانب ہوگی جو جانب غالب ہوگی۔ ایک آدمی سو درجے ترقی کرتا ہے اور ایک درجہ نیچے گرتا ہے۔ اس کا حال وہ نہیں ہے جو اس کے برعکس عمل کرنے والے کا ہے کہ سو درجے نیچے گرتا ہے اور صرف ایک درجہ ترقی کرتا ہے۔

اس موقع پر بعض لوگوں کو سخت مغالطہ ہو جاتا ہے اور وہ یہ کہ انسان کبھی کسی بڑے گناہ کی وجہ سے اس قدر نیچے گرتا ہے کہ مقام رفعت سے بہت دور جا پڑتا ہے اتنا دور کہ جیسے مشرق و مغرب یا زمین و آسمان۔ اب اس تنزل کے مقابلہ میں وہ ہزار درجہ بھی ترقی کر جائے تو اس کی تلافی ناممکن ہوتی ہے جیسا کہ بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:۔

ان العبد لیتکلم بالکلمات الواحدا لا یلقی لها بالایہوی بہا فی النار البعد ما بین المشرق والمغرب بندہ کبھی لاپرواہی کی وجہ سے کوئی ایک بات ایسی کہہ جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ جہنم کے ایسے گوشے میں پھینک دیا جاتا ہے جس کی گہرائی مشرق و مغرب کے فاصلہ سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔



اس قسم کے تنزل و انحطاط کی تلافی کس بلندی اور کونسی ترقی سے ہو سکتی ہے ؟  
حقیقت یہ ہے کہ تنزل و انحطاط تو انسان کے لئے لازمی چیز ہے۔ لیکن اس کی  
شکلیں مختلف ہیں۔ بعض لوگ غفلت کی وجہ سے نیچے گر جاتے ہیں۔ ایسے لوگ جب بیدار ہوتے  
ہیں۔ اپنے اصل درجہ بلکہ اس سے بھی بلند ہو جاتے ہیں۔ جس قدر بیداری ہوگی۔ اسی قدر  
بلندی و رفعت بھی ہوگی۔

بعض لوگ کسی مباح چیز میں الجھ جانے کی وجہ سے نیچے گر جاتے ہیں۔ طاعت و عبادت  
کا ارادہ ہی ان میں بیدار نہیں ہوتا۔ اس قسم کے لوگوں کی حالت مختلف ہوا کرتی ہے جب  
اس قسم کے لوگ طاعت کی طرف رجوع کرتے ہیں تو کبھی وہ اپنے ترقی و بلندی کے اصل درجہ  
تک پہنچ جاتے ہیں۔ کبھی اس سے بھی بلند مقام تک پہنچ جاتے ہیں اور کبھی اس سے پیچھے رہ  
جاتے ہیں اور کبھی ایسے لوگوں میں ایسی ہمت پیدا ہو جاتی ہے کہ پہلے جو ہمت تھی اس سے کہیں  
زیادہ ہمت آجاتی ہے اور کبھی یہ ہمت پست بھی ہو جاتی ہے اور کبھی ویسی ہی ہمت آجاتی ہے جو پہلے تھی۔  
بعض لوگ معصیت اور صغیر یا کبیرہ گناہوں کی وجہ سے اصل درجہ سے نیچے گر جاتے ہیں۔

ایسے لوگوں کے لئے اپنے اصل درجہ تک پہنچنے کے لئے توبہ نصوح۔ انابت صادقہ ضروری ہے۔  
یہاں اس بارے میں علماء میں اختلاف ہے اور وہ یہ کہ کیا توبہ کرنے سے گنہگار آدمی اپنے اصل  
مقام اور اصل درجہ تک پہنچ سکتا ہے ؟ اور اس طور پر کہ گناہ کا اثر بالکل محو ہو جائے اور کسی قسم کا بھی  
اثر باقی نہ رہے۔ یا وہ اپنے اصل مقام اور اصل درجہ تک پہنچ ہی نہیں سکتا اور توبہ کا اثر صرف اس قدر  
ہے کہ عقوبت و سزا اس پر سے ساقط ہو جائے گی۔ تقریب کا درجہ جو اس نے کھو دیا ہے۔ وہ حاصل  
ہی نہیں ہو سکتا۔ علماء اس بارے میں مختلف رائیں رکھتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ انسان جن اوقات  
میں گناہ کرتا ہے ان اوقات میں وہ طاعت و عبادت میں مشغول نہ کر سکتا ہے۔ چند مارج اور طے کر سکتا تھا اس کے اندر ترقی  
مارج کی استعداد و قابلیت موجود تھی۔ اس لئے وہ اپنے سابقہ اعمال صالحہ اور نیکیوں کے ساتھ  
ترقی کر سکتا تھا اور آگے بڑھ سکتا تھا۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ ایک انسان روزانہ اپنے مال کے ذریعہ  
تجارت کرتا ہے۔ جس قدر مال زیادہ ہوتا ہے زیادہ منفعت حاصل کرتا ہے۔ معصیت یا تعطل  
کے زمانہ میں یہ ترقی اور منفعت اپنے اعمال صالحہ اور اصل مال اس الحال کے ساتھ رک جاتی  
ہے۔ جب وہ دوبارہ عمل شروع کرے گا تو نئے سرے سے وہ نیچے سے اوپر کی طرف سود و ترقی  
کرے گا۔ لیکن اس سے پیشتر وہ مسلسل ترقی ہی کر رہا تھا۔ اگر نہ رکنا تو کتنی ترقی کرتا۔

ترقی دوبارہ عمل شروع کرنے پر ہوتی۔ مگر ظاہر ہے۔ ان ہر دو ترقیوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔

بعض علماء اس کی تمثیل اس طرح پیش کرتے ہیں۔ دو آدمی دو الگ الگ زمینوں پر چڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ ان میں سے ایک کچھ نیچے اتر گیا اور پھر چڑھنا شروع کیا۔ ظاہر ہے کہ جو اتر نہیں وہ آگے ہی ہو گا اور جو اترتا وہ ہمیشہ نیچے ہی رہے گا۔ بات بالکل صاف ہے۔ شیخ الاسلام حضرت امام ابن تیمیہؒ نے اس بارے میں ایک نہایت ہی عمدہ فیصلہ کیا ہے۔ جسے تسلیم کئے بغیر چارہ ہی نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ بعض لوگوں کی توبہ اس قدر فزنی ہوتی ہے کہ اس کا نیکی کا پلہ بہت ہی جھک جاتا ہے اور اس کی ترقی کا درجہ جو پہلے تھا اس سے بھی بلند ہو جاتا ہے اور بعض اپنے سابقہ درجہ کے برابر کوئی درجہ پا لیتے ہیں بعض اپنے سابقہ درجہ تک نہیں پہنچ پاتے اور بعض اپنے سابقہ درجہ تک ہی پہنچ کر رہ جاتے ہیں۔

میں کہتا ہوں یہ کمی و بیشی اور اختلاف درج ہر ایک کی توبہ انابت اور استغفار کی کیفیت کی بنا پر ہے۔ گنہگار بندہ جب اپنے معاصی کی وجہ سے شرمندہ اور شرمسار ہو جاتا ہے اور اس کے اندر ذلت و خواری۔ عاجزی و انکساری۔ خاکساری و فروتنی۔ خضوع و خشوع۔ رجعت الی اللہ۔ اجتناب معاصی۔ خوف و خشیت۔ تضرع و زاری کی خاص کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ چیزیں کبھی کسی کے اندر پوری قوت سے نمود کرتی ہیں۔ جس سے توبہ کرنے والا اس درجہ سے بھی آگے نکل جاتا ہے۔ جہاں وہ گناہ کرنے سے پہلے تھا اور گناہ کرنے سے پیشتر وہ جس درجہ کا نیک تھا۔ اس سے کہیں زیادہ نیک بن جاتا ہے۔ ایسے آدمی کے حق میں گناہ ایک رحمت بن جاتی ہے۔ گناہ سے قبل اس کا قلب غرور آشنا تھا۔ عجب و نخوت اس کے اندر بھری ہوئی تھی۔ اسے اپنے نفس پر اعتماد تھا۔ اپنے اعمال پر تکیہ اور بھروسہ تھا۔ گناہ کی وجہ سے یہ تمام برائیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ اور اب وہ اپنے مولیٰ۔ سید۔ آقا کی چوکھٹ پر اپنی پیشانی ٹیک دیتا ہے اور عاجزی۔ انکساری۔ فروتنی اور خاکساری کے ساتھ اپنے رخسار اس کی دلیز پر گرنے لگتا ہے اور خدا کی قدر و منزلت پہچاننے لگتا ہے۔ اپنی محتاجی اور بے کسی و بے بسی کا اعتراف اپنے قلب کی گہرائیوں سے کرنے لگتا ہے۔ اپنی حفاظت اور عفو و رحم۔ مغفرت و نجات کے لئے اپنے کو اپنے سید۔ مولیٰ اور خالق کا سراسر محتاج سمجھنے لگتا ہے۔ قلب سے صولت و تمکنت اور عبادت و طاعت کا غرور جو پہلے تھا ختم ہو جاتا ہے۔ طاعت و عبادت کی



شیخیاں اور کبر و نخوت نکل جاتے ہیں۔ خود بینی و خود ستائی کا بت پاش پاش ہو جاتا ہے اور خطا کاروں۔ گنہگاروں کی صف میں آکر اپنے رب کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے اور شرم و ندامت۔ خوف ورجا کے ساتھ اس کے آگے سر جھکا دیتا ہے۔ لرزتے ہوئے۔ کانپتے ہوئے۔ اپنے کو حقیر و بیچ اور اپنی طاعتوں اور عبادتوں کو لاشیء محض۔ اور اپنے گناہوں کو بھاری۔ مذنی جرم سمجھ کر اس کے سامنے سر خم کر کے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور اپنی جان کو سراسر ناقص ناچیز۔ ناپاک۔ ناکارہ اور بدترین خلأقی سمجھنے لگتا ہے اور اپنے رب کو ہمہ قسم کے کمالات اور حمد و ثنا کا واحد مستحق سمجھتا ہے اور اسی کو اپنا حاجت روا ماننے لگتا ہے۔

## فصل

اگر خدائے تعالیٰ کا علم نہ ہوتا تو بندوں کے گناہوں کی وجہ سے آسمان و زمین تہ و بالا ہو جاتے۔

ایسے آدمی کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو کچھ بھی مل جاتا ہے اور جو نعمت بھی اسے عطا کی جاتی ہے۔ چھوٹی ہو یا بڑی اسے بہت زیادہ اور بہت بڑی نعمت تصور کرتا ہے اور اپنی ذات کو وہ اس سے کمتر سمجھتا ہے اور حقیر سے حقیر نعمت کا بھی وہ اپنے کو مستحق نہیں سمجھتا اور ہر ابتلاء و مصیبت کا اپنے آپ کو اہل اور مستحق سمجھتا ہے۔ بلکہ بڑی سے بڑی مصیبت کا وہ اپنی ذات کو مستوجب سمجھتا ہے۔ بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ احسان ہی کیا ہے۔ کہ گناہ و جرم کی مقدار کے مقابلہ میں اسے کچھ بھی سزا نہیں دی۔ کیونکہ جرم کے مقابلہ میں جس سزا کے وہ لائق تھا۔ وہ ایسی تھی کہ بڑے بڑے پیار بھی اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ ایک عاجز و کمزور بندہ؟ کیونکہ گناہ اگرچہ چھوٹے سے چھوٹا بھی کیوں نہ ہو۔ مگر اس عظیم ترین ذات کے مقابلہ میں ہے۔ جس سے کوئی بھی بڑا نہیں۔ جس سے کوئی جلیل و بزرگ اور کبیر و برتر نہیں۔ چھوٹی بڑی تمام نعمتوں کا دینے والا وہی ایک اکیلا ہے۔ دوسرا کوئی نہیں۔ اس کا مقابلہ کس قدر قبیح۔ شنیع اور ناجائز ہو سکتا ہے۔ دنیا کی ہر قوم مومن اور کافر اپنے عطاء۔ اجلاء اور سرداروں کا مقابلہ ایک قبیح ترین حرکت سمجھتی ہے۔ اس قسم کے لوگوں کا مقابلہ وہی آدمی کرتا ہے۔ جو سب سے زیادہ رذیل ہوتا ہے۔ جس کے اندر جو ہر مروت نام کو نہیں ہوتا۔ جب اس قسم کے لوگوں کا مقابلہ

ذلیل ترین حرکت ہے تو پھر اس ذات کا مقابلہ کس قدر ذلیل و ذلیل حرکت ہوگی۔ جو سب سے بڑا۔ سب سے زیادہ با اختیار۔ اور زمینوں آسمانوں کا مالک۔ حاکم اور سلطان اور معبود ہے؟ اگر اس کی رحمت اس کے غضب پر۔ اس کی مغفرت اس کی عقوبت پر غالب نہ آتی تو ساری زمین زلزلوں سے پاش پاش ہو جاتی۔ اگر علم و بردباری۔ مغفرت و بخشش نہ ہوتی تو بندوں کے گناہوں کی وجہ سے آسمان و زمین اپنی اپنی جگہ سے ہٹ جاتے اور دنیا تباہ ہو جاتی۔ چنانچہ سورہ فاطر کے اندر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان الله يمسك السماوات  
والارض ان تزولا - ولئن  
زالتا ان امسكهما من احد  
من بعده انه كان حليما  
عفوياً : فاطر

بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اور زمین کو  
تھلے ہوئے ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو اپنی جگہ سے  
ٹل جائیں۔ تو پھر اس کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں  
جو ان کو تھام سکے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا تحمل  
والا اور بخشنے والا ہے۔

آیت کے آخر میں خدا کے دو نام آئے ہیں۔ ان پر غور کرو۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام اسماء  
میں سے ان دو ناموں کا ذکر فرمایا ہے اور آیت کو ان ہی دو ناموں پر ختم کیا ہے کہ وہ "حلیم" و  
"عفو" ہے۔ غور کرو خدا کے کیا کیا راز اس میں مضمر اور پوشیدہ ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ مجرموں  
اور گنہگاروں کے ساتھ علم و بردباری اور مغفرت و درگزر سے کام نہ لیتا تو آسمان و زمین اپنی  
جگہ سے ٹل جاتے اور دنیا تباہ ہو جاتی۔ چنانچہ سورہ مریم کے اندر کافروں کا ذکر کرتے ہوئے  
فرمایا ہے۔

تكاد السماوات يتفطرن منه  
وتنشق الارض - وتخر الجبال هداً :  
(مریم)

جس کی وجہ سے عجب نہیں آسمان پھٹ پڑیں  
اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزے ریزے  
ہو کر گر پڑیں۔

اور یہ تو معلوم ہے کہ صرف ایک گناہ کی پاداش میں خدا نے ہمارے والدین آدم و حوا کو  
جنت سے باہر کر دیا۔ اور صرف ایک ہی گناہ اور ایک ہی بات کی خلاف ورزی کی پاداش میں ابلیس  
کو راندہ درگاہ کر دیا۔ اسے عالم ملکوت سے خارج کر دیا اور آسمانوں سے نکال باہر کیا۔ لیکن پھر  
بھی ہم احمقوں کا حال وہی ہے۔ جو کسی شاعر نے کہا ہے۔

فصل الذنوب الى الذنوب و نرتجى  
درج الجنات لدى النعيم الخالد



ہم گناہوں پر گناہ کرتے چلے جاتے ہیں - اور امید یہ رکھتے ہیں کہ نعمت لازوال کے ساتھ جنت ملے گی۔

ولقد علمنا انخرج الابوين من  
حالانکہ ہم یہ جانتے ہیں کہ ہمارے والدین  
(آدم و حوا) کو  
ملکوتہا الاعلیٰ بذنہ واحد  
خدا نے صرف ایک گناہ کی بنا پر اپنے عالم  
ملکوت سے باہر نکال دیا تھا۔

مقصود یہ ہے کہ بندہ توبہ کرنے کے بعد قبل گناہ سے بھی بہتر ہو جاتا ہے۔ جو درجہ اسے پہلے حاصل تھا اس سے بلند تر مقام پر جا پہنچتا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ گناہ اس کی ہمت توڑ دیتا ہے۔ جس سے اس کے تمام عزائم و ارادے پست ہو جاتے ہیں۔ اور قلب کی صحت اس قدر خراب ہو جاتی ہے کہ توبہ بھی اگلی صحت تک پہنچنے میں اس کی امداد نہیں کرتی۔ اس لئے وہ اپنے فوت شدہ درجہ کو پھر حاصل ہی نہیں کر سکتا۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مرض زائل ہو جاتا ہے اور اسے وہی صحت حاصل ہو جاتی ہے۔ جو اسے پہلے حاصل تھی اور اب وہ اسی کے مثل عمل کرنے لگتا ہے اور اپنے اہل و عیال کو پالیتا ہے۔ لیکن یہ تمام باتیں اسی وقت ہوتی ہیں کہ انسان کا تنزل و انحطاط گناہ و معصیت کی وجہ سے ہوا ہو۔ اگر یہ تنزل و انحطاط کسی ایسے امر کی وجہ سے ہے جو اصل ایمان میں خلل انداز ہے۔ مثلاً شکوک و شبہات ریب و تردد۔ اور نفاق و غیرہ کی وجہ سے ہے تو اس کا تدارک پھر نئے سرے سے ایمان لائے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ ایسے آدمی کی ترقی کی کوئی امید نہیں۔

## فصل

(معاصی سے ہر چیز انسان کی دشمن بن جاتی ہے)

معاصی کی ایک سزایہ بھی ہے کہ خدا کی ہر مخلوق گنہگار کے خلاف جری اور دلیر ہو جاتی ہے۔ شیاطین بھی جری اور دلیر ہو جاتے ہیں اور اسے ایذا اور تکلیفوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ درغلالتے۔ بہکاتے اور دسو سے ڈالتے ہیں۔ خوف و ہراس میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ دھوکہ دیتے ہیں اور وہ چیزیں ادا ان باتوں سے اسے غافل کر دیتے ہیں۔ جن سے اس کی مصلحتیں وابستہ ہوتی ہیں۔ اور جنہیں فراموش کرنے سے اسکو سخت سے سخت نقصان

پہنچتا ہے۔ شیاطین اس پر اس قدر غالب آجاتے ہیں کہ خدا کی نافرمانی کی طرف اسے زبردستی دھکیل کر لے جاتے ہیں۔ نیز انسانی شیاطین بھی اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اس کی موجودگی اور عدم موجودگی میں ہر ممکن ایذا دیتے اور تکلیفیں اسے پہنچانے لگتے ہیں۔ اس کے گھر کے لوگ۔ خدام۔ نوکر چاکر۔ اس کی اولاد۔ پڑوسی۔ سب کے سب اس کے خلاف ہو جاتے ہیں۔ اور اسے ستانے کی کوششیں کرتے ہیں۔ حیوانات۔ چوپائے بھی اس کے خلاف جری اور دلیر ہو جاتے ہیں۔ اسلاف میں سے بعض بزرگوں نے کہا ہے۔

انی لا عصی اللہ۔ فاعرف  
ذالک فی خلق امرئتی  
و دا بیتی :-

جب کبھی مجھ سے خدا کی کوئی نافرمانی ہو جاتی ہے تو اس کا اثر مجھے اپنی بی بی اور سواری کے جانوروں تک میں محسوس ہوتا ہے۔

اسی طرح حکام اس کے خلاف اقدام کرتے ہیں۔ اور عدل و انصاف کی مسند پر بیٹھ جاتے ہیں۔ تو اس پر پوری پوری حدود جاری کرتے ہیں اور سخت ترین سزائیں دیتے ہیں۔ اور خود اس کا نفس ہی اس کے خلاف جری ہو جاتا ہے۔ کہ شیر کی طرح اس پر حملہ آور ہوتا ہے اور اسے مشکلات اور دشواریوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور اسے اس قدر محسوس ہوتا ہے کہ دست دیا کر دیتا ہے کہ اگر کبھی وہ نیکی کا ارادہ بھی کرتا ہے تو نفس سرکشی کرتا ہے اور اتباع نہیں کرتا۔ اسے خواہ مخواہ گھسیٹ کر اسی طرف لے جاتا ہے۔ جہاں اس کی ہلاکت و تباہی کے سارے سامان جمع ہوتے ہیں اور ایسا کیوں اور کس لئے ہوتا ہے ؟ اس لئے ہوتا ہے کہ طاعت الہی۔ عبادت خداوندی۔ رب العالمین کا ایک مستحکم و مضبوط قلعہ ہے اور اس میں جو بھی داخل ہو جاتا ہے۔ اسے کامل امن مل جاتا ہے اور جو اس سے باہر نکل آتا ہے۔ اس پر ڈاکو اور راہ زن وغیرہ حملہ کر دیتے ہیں۔

معاصی اور گناہ جس قسم کے اور جس درجہ کے ہوں گے۔ اس قسم کی اور اسی درجہ کی آفتیں۔ اس پر حملہ آور ہوں گی۔ جنہیں کوئی روک ہی نہیں سکتا۔

ذکر الہی۔ طاعت خداوندی۔ صدقہ۔ خیرات۔ جہلاء کو ہدایت و تلقین۔ ہر بالمعروف  
نہی عن المنکر ایسی زبردست اور مقدس چیزیں ہیں کہ وہ بندے کی حفاظت اسی طرح کرتی ہیں۔ جس طرح انسان کی قوت۔ آنے والے یا اٹے ہوئے مرض کی مقادمت و مدافعت کرتی رہتی ہے۔ اگر یہ قوت ختم ہو جاتی ہے۔ تو مرض پوری قوت سے حملہ کر دیتا ہے۔ اور



بالآخر ایسے ہلاک کر ڈالتا ہے۔ آدمی کے لئے وہ قوت ضروری ہے جو دفاع کر سکے کیونکہ نیکیوں اور گناہوں کے نتائج ایک دوسرے کی مدافعت کرتے ہیں۔ جو غالب آ جاتا ہے۔ اسی کا حکم چلتا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

۱۔ اہل ایمان کی جانب سے اللہ تعالیٰ ہمیشہ مدافعت کرتا رہتا ہے۔ اور ایمان نام ہے قول و عمل کا تو جس قدر قوت ایمانی زیادہ ہوگی۔ قوت مدافعت بھی زیادہ ہوگی۔ واللہ المستعان۔

## فصل

معاصی کی زد۔ انسان کی معاد و معاش۔ دنیا و آخرت دونوں پر پڑتی ہے۔ خاتمہ بالآخر خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ توکل علی اللہ۔ اور انا بت ختم ہو جاتی ہے اور جمعیت خا سے محرومی ہو جاتی ہے۔

معاصی کی ایک سزایہ بھی ہے کہ معاصی بندے کی معاد و معاش کی ضروریات میں خلل اور رخنہ پیدا کر دیتے ہیں ہر انسان اس ہر کامتاج اور محتاجت محتاج ہے کہ وہ اپنے معاد و معاش۔ آخرت اور دنیا کے مفادات و نقصانات کو زیادہ سے زیادہ سمجھنے کی کوشش کرے اور معاصی و گناہ اس معرفت و سمجھ سے انسان کو قطعاً محروم کر دیتے ہیں اور ان امور کی تفصیل سب سے زیادہ وہی جان سکتا ہے۔ جو معاد و معاش کی معرفت زیادہ رکھتا ہو اور سب سے زیادہ قوی عقل مند و زیر دہی ہے۔ جو اپنے نفس و ارادہ پر غالب اور حاوی ہو۔ اور اپنے ارادہ کو اسی جگہ استعمال کرے جہاں اسے نفع مل سکے اور ان چیزوں سے باز رہے۔ جن سے اس کو نقصان پہنچتا ہو اور اس بارے میں لوگوں کی ہمتیں۔ معرفت و ادراک۔ مقامات و منزلیں مختلف اور متفاوت ہیں۔ سب سے بڑا عارف وہ ہے جو سعادت و شقاوت کے اسباب کی پوری پوری معرفت رکھتا ہو اور سب سے بڑا دشمن دزیرک۔ اور راز نگاہ دہ ہے۔ جو شقاوت کے مقابلہ میں سعادت کو ترجیح دے اور وہ شخص بڑا ہی بے وقوف اور احمق ہے جو سعادت کے مقابلہ میں شقاوت کو ترجیح دے۔

انسان کو اس علم کی تحصیل میں جن امور کی ضرورت ہے۔ ان میں معاصی اور گناہ اس کے ساتھ خیانت کرتے ہیں اور انسان اپنی آخرت کے اعلیٰ و اشرف۔ احد و انہی حصہ

کو دنیا کے تحسیس۔ ادنیٰ۔ فانی۔ منقطع ہونے والے حصہ کے عوض ضائع کر دیتا ہے۔  
 معاصی اس علم کی تحصیل و تکمیل کی راہ میں حجاب بن جاتے ہیں اور دنیا و آخرت میں  
 جو امور انسان کے لئے مفید بہتر اور نفع بخش ہوتے ہیں۔ ان کی مشغولیت سے باز رکھتے ہیں۔  
 انسان جب کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے اور اس سے گلو خلاصی کی ضرورت پیش  
 آتی ہے تو گنہگار انسان کا قلب اس کا نفس۔ اس کے جوارح اس کے ساتھ غداری کرتے ہیں اور  
 اس کی حالت اس شخص کی سی ہو جاتی ہے۔ جس کے پاس تلوار موجود ہے۔ لیکن نیام میں پڑی  
 پڑی زنگ خوردہ ہو چکی ہے۔ مالک اس سے کام لینا چاہتا ہے۔ لیکن زنگ نے ایسا پکڑ لیا  
 ہے کہ نیام سے نکل ہی نہیں سکتی۔ ایسی حالت میں اس کا دشمن اس کے سر پر آ جاتا ہے اور اسے  
 قتل کر دینا چاہتا ہے۔ اس وقت وہ اپنی تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالتا ہے اور تلوار کو کھینچتا ہے۔  
 لیکن وہ نکلنے کا نام نہیں لیتی اور دشمن وار کر کے اس کا کام تمام کر دیتا ہے۔ انسان کے قلب کی  
 بھی یہی حالت ہے۔ گناہوں سے زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ معاصی سے وہ اپنا رنج جیسا ہو جاتا ہے جب  
 اسے دشمن سے لڑنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو مقابلہ کے لئے اس کے پاس کوئی چیز نہیں ہوتی۔  
 انسان جب کسی سے جنگ کرتا ہے۔ قلب اور قلب کی طاقت ہی کے ذریعہ جنگ کرتا ہے۔  
 قلب کی قوت ہی سے حملہ کرتا ہے۔ قلب ہی کی طاقت سے اقدام کرتا ہے۔ جسم اور جسم کے  
 اعضاء تو قلب کے تابع ہوتے ہیں اور جب قلب کے پاس جو جسم و جوارح کا بادشاہ ہے۔  
 قوت و طاقت نہ ہو تو وہ مدافعت ہی کیا کر سکتا ہے؟ اور کیسے کر سکتا ہے اور پھر جب کہ  
 بادشاہ ہی سرے سے نہ ہو تو بتاؤ کیا انجام ہوگا؟

جو حال قلب کا ہے وہی حال نفس کا ہے۔ نفس شہوات و خواہشات۔ معاصی اور گناہوں  
 کی وجہ سے خبیث و ناپاک ہو جاتا ہے اور اس کے تمام قوی ختم ہو جاتے ہیں۔ یہاں نفس سے  
 میری مراد نفس مطمئنہ ہے۔ اس لئے کہ نفس امارہ تو شہوات و خواہشات۔ اور گناہوں سے  
 اور زیادہ قوی۔ مضبوط۔ دلیر اور درندہ صفت بن جاتا ہے۔ اور یہ مانی ہوئی بات ہے  
 کہ نفس امارہ قوی و طاقتور ہو جاتا ہے تو نفس مطمئنہ کمزور ہو جاتا ہے اور اس صورت میں صرف  
 نفس امارہ کی فرمانروائی قائم ہو جاتی ہے اور نفس مطمئنہ جب اس طرح موت کے گھاٹ اتر جاتا  
 ہے تو اس کے بعد اس کی زندگی کی کوئی توقع نہیں رہتی۔ سمجھ لو کہ وہ دنیا میں بھی مرجھا  
 اور پرزخ میں بھی مرجھا ہے اور اب اسے آخرت میں بھی کوئی زندگی نصیب نہیں ہو سکے گی۔ اب اس



کی قسمت ۔ اور نصیب میں ۔ صرف آلام و مصائب ۔ تکالیف و اذیات ہی کی زندگی ہے اولیں ۔ مقصد یہ ہے کہ ایک گنہگار آدمی جب کسی مصیبت اور آفت میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کا قلب اس کی زبان اس کے ہاتھ پیر اس سے بے وفائی کرتے ہیں ۔ اودان امور میں جو اس کے حق میں مفید اور نفع بخش ہوتے ہیں ۔ خیانت کرتے ہیں ۔ توکل علی اللہ سے اس کا قلب گریز کرتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے سے بھاگتا ہے ۔ کسی طرح اسے جمعیت خاطر حاصل نہیں ہوتی ۔ وہ بارگاہ الہی میں تضرع و زاری نہیں کر سکتا ۔ اس کے حضور میں جو تذلل و انکساری کرنی چاہیے ۔ وہ نہیں کر سکتا ۔ ذکر الہی میں اس کی زبان ۔ اس کی مطاعت سے گریز کرتی ہے ۔ اور اگر وہ زبان سے خدا کو یاد بھی کر لیتا ہے تو قلب کی جمعیت مفقود ہوتی ہے ۔ قلب و زبان یکسو نہیں ہوتے کہ ذکر لسانی قلب پر اثر انداز ہو ۔ اور وہ کلمہ جو اس کے ذکر و ورد میں زبان پر جاری ہوتا ہے ۔ اس میں بھی قلب و زبان یکسو نہیں ہوتے بلکہ جب زبان ذکر الہی ۔ یا دعا میں مصروف ہوتی ہے ۔ تو اس کا قلب یکسر اس سے غافل اور بے خبر ہوتا ہے ۔ اور اس سے ادھر ادھر بھٹکتا رہتا ہے اگر اعضاء جوارح کے ذریعہ وہ قلب کی اعانت کرنا چاہتا ہے ۔ تاکہ اس کی مصیبتیں دور ہوں تو قلب اس کی اطاعت نہیں کرتا ۔ اس قسم کی تمام باتیں معاصی اور گناہوں کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہیں ۔ اس کی تشلی یوں سمجھئے کہ ایک بادشاہ ہے جس کے پاس بہت بڑا لشکر ہے ۔ اس لشکر سے وہ دشمنوں کی پوری طرح مدافعت کر سکتا ہے ۔ لیکن اس نے اسے بیکار کر رکھا ہے ۔ خوراک ۔ پوشاک ۔ ضروریات پوری نہ کر کے اسے کمزور بنا رکھا ہے اور عین اس وقت جبکہ دشمن حملہ آور ہوتا ہے ۔ اس فوج سے وہ دشمن کی مدافعت چاہتا ہے ۔ بتلاؤ یہ کمزور فوج کس طرح دشمن کی مدافعت کرے گی ؟

یہ تو معاصی اور گناہوں کا ایک پہلو ہے ۔ لیکن اس سے زیادہ خوفناک ، درد انگیز ، تلخ ترین ، ایک اور پہلو ہے ۔ اور وہ یہ کہ انسان جب اس دنیا سے رخصت ہو کر بارگاہ الہی کی طرف جانے کی تیاری کرتا ہے ۔ اور حالت نزع اس پر طاری ہوتی ہے ۔ تو اس کا قلب اور زبان دونوں اس سے بیوفائی کرتے ہیں ۔ اور لبیا اوقات اس کے منہ پر کلمہ شہادت تک جاری نہیں ہوتا ۔ اور اس کا مشاہدہ اکثر لوگ کر چکے ہیں ۔ بعض لوگوں کو حالت نزع میں کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ کہو ۔ ان کی زبان سے نکل گیا ۔ آہ ۔ آہ ۔ مجھ میں یہ کہنے کی قدرت نہیں ہے ۔ کسی سے کہا گیا لا الہ الا اللہ کہو تو اس کے منہ سے نکلا ۔ شاہ ۔ اور رخ تم سے باز ہی لے گیا ۔ کسی سے کہا گیا ۔ کہو لا الہ الا اللہ تو اس کی زبان پر یہ شعر جاری ہو گیا

(۱) شاہ اور رخ شطرنج کے دو مہروں کے نام ہیں ۔ کہنے والا شطرنج کا عادی تھا ۔ (بقیہ حاشیہ ص ۱۷۰ پر)

یارب تائلا یوما وقد تعبیت  
این الطریق الی حمام منجاب  
اور یہ شعر پڑھتے ہوئے اس نے جان چھوڑ دی۔

کسی سے کہا گیا لا الہ الا اللہ کہو تو اس نے کہنا شروع کر دیا۔ تا دھنا دھنا یعنی  
گانے کا ساز درست کرنے لگا۔ اور پھر کہنے لگا۔ تم مجھے کیا تلقین کر رہے ہو؟ اس سے مجھے کچھ  
فائدہ نہیں ہوگا اور دنیا کا تو کوئی گناہ میں ترک نہیں کروں گا۔ اس کے بعد اس کی جان نکل گئی  
کسی دوسرے سے کہا گیا تو اس نے جواب دیا۔ اس سے مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور مجھے  
یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کبھی نماز پڑھی ہو۔ اس کے بعد اس نے جان دے دی۔

ایک اور آدمی سے یہی کہا گیا۔ تو اس نے کہا تو کہتا ہے۔ اس سے میں انکار کرتا ہوں  
میں ہرگز نہیں کہوں گا۔ اس کے بعد اس کی روح نکل گئی۔

کسی دوسرے سے کہا گیا۔ تو اس نے جواب دیا۔ میں یہ کہنے کا ارادہ کرتا ہوں  
لیکن زبان رُک جاتی ہے۔

ایک شخص نے بعض پیشہ ور گدا گروں کا حال مجھ سے بیان کیا کہ فلاں کی موت کے وقت  
میں اس کے پاس تھا۔ عین نزع کے وقت اس کے منہ سے یہ کلمات نکلنے لگے۔ اللہ کے نام  
ایک پیسہ۔ اللہ کے نام کا ایک پیسہ۔ اور اسی حالت میں وہ مر گیا۔

ایک تاجر نے اپنے ایک قرا بدار کی حالت بیان کی کہ لوگوں نے اسے کہا لا الہ الا اللہ کہو  
تو اس کے منہ سے یہ کلمات نکلنے لگے۔ یہ ٹکڑا سب سے ارزاں ہے۔ یہ خریدو۔ بہت اچھا ہے۔  
اور اسی حالت میں وہ مر گیا۔

سبحان اللہ ذات الہی بڑی پاک ذات ہے۔ اس قسم کے واقعات تو لوگوں  
نے بے شمار اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ رہے وہ حالات مرنے والوں کے جو ہم سے پوشیدہ  
ہیں۔ ان واقعات سے کہیں زیادہ دردناک ہیں۔

جب انسان حضور ذہن۔ قوت دماغ اور قوت ادراک کے زمانہ میں شیطان کو اپنے  
اوپر قابض اور مسلط کر لیتا ہے اور شیطان جدھر چاہتا ہے۔ اسے گھسیٹ کر لے جاتا ہے۔ ذکر الہ

(بقیہ حاشیہ) نزع کے وقت کلمہ شہادت کی تلقین کی گئی تو اسکے منہ سے بجائے کلمہ شہادت کے شاہ۔ رخ کا نام جاری ہو گیا۔

لے ترجمہ: اے وہ کہ ایک دن تھکان سے چور چور تھی اور کہہ رہی تھی کہ حمام منجاب کا راستہ کو صحر ہے۔



اے فاعل اند بے خبر کر دیتا ہے۔ اس کی زبان کو اس کے ذکر سے معطل کر دیتا ہے۔ اور خود اسی کے  
 انشاء کو اس کے خلاف استعمال کرتا ہے۔ تو اس وقت جبکہ اس کی ساری قوتیں ختم ہو جاتی ہیں۔  
 بیع کی تکالیف میں وہ مبتلا ہوتا ہے۔ شیطان پوری قوت سے اس پر حملہ آور ہوتا ہے اور اپنی ساری طاقتیں  
 جمع کر کے آدھمکتا ہے تاکہ اس سے انتقام لے۔ کیونکہ یہ بندے کا آخری عمل ہوتا ہے۔ اس وقت شیطان پوری  
 بات سے آراستہ ہوتا ہے اند یہ خود اس وقت کمزور، ضعیف، نحیف۔ اور ہر قسم کی طاقتوں سے محروم ہو  
 جاتا ہے۔ بلاؤ اس وقت اس کو کون بچا سکتا ہے؟ اس حالت میں صرف اللہ تعالیٰ ہی ایمان والوں کی  
 حفاظت کرتا ہے۔ اور وہی ایمان قائم اور ثابت رکھتا ہے۔ اور بس۔

ثَبَّتَ اللَّهُ الَّذِي آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي  
 الْآخِرَةِ. وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ.  
 یفعل ما یشاء

جو لوگ ایمان لائے ہیں۔ ان کو کبھی بات پر یعنی  
 کلمہ توحید کی برکت سے اللہ دنیا میں ایمان پر  
 ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی۔ اور  
 اللہ نافرمان لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔  
 اور جو وہ چاہتا ہے کہ گمراہ کر دے۔  
 وہ شخص جس کا قلب ذکر الہی سے ہمیشہ غافل رہا۔ خواہشات کے پیچھے مارا مارا پھرا۔ خدا کے  
 حکام کو ہمیشہ ٹھکراتا رہا۔ اسے خاتمہ بالخیر کی توفیق کیونکہ عیسائی کہتے ہیں جو قلب خدا سے دور  
 رہا اسے غافل۔ خواہشات کا پیرو۔ شہوات کا پرستار۔ زبان ذکر الہی سے نا آشنا۔ اچھیر  
 طاعت الہی سے معطل اور جس کا سارا وقت معصیت الہی میں صرف ہوا ہو۔ اسے حسن  
 خاتمہ کی توفیق کیونکہ حاصل ہوگی؟

اللہ اکبر! سوء خاتمہ کے خوف سے تو بڑے بڑے متقی۔ بد مزگار لڑا ٹھٹھے ہیں اور  
 یہاں یہ حال ہے کہ گنہگار۔ ظالم۔ ستم گار اور جفا پیشہ لوگ خدا کی قسمیں کھا کھا کر امیدیں  
 باندھ رہے ہیں۔

ام لکم ایمان علینا بالغة الی  
 یوم القیامة ؟ — ان  
 لکم لما تحکموتہم صلواتہم  
 بذاتک زعیم ؟  
 یا تم نے قسمیں لے رکھی ہیں۔ جو روز قیامت  
 تک چلی جائیں گی۔ کہ تم جس چیز کی فرمائش  
 کرو گے۔ وہی تمہارے لئے موجود کر دی  
 جائے گی؟

ایسے پیغمبر! ان لوگوں سے پوچھو کہ ان میں سے  
 (تکم)

کون اس کا ذمہ لیتا ہے ؟

کسی شاعر نے اس حقیقت کو کس قدر واضح کیا ہے۔

هل اناك لتواقيع امانت تملكه  
کیا تیرے پاس حکم آچکا ہے یا خود تجھے خدائی  
قوت حاصل ہے۔

هذا واحد اهما في المرء تهلكه  
اور حال یہ ہے کہ ان میں سے ایک چیز بھی  
ہو تو انسان کی ہلاکت کے لئے کافی ہے۔

ساردا و ذالك ديباست تسلكه  
ادب کو چھوہ ہے جس میں تو نے قدم ہی  
نہیں رکھا ہے۔

فكيف عند حصار الناس تدر كيه  
لوگ کھیتی کاٹیں گے۔ اس وقت تو کیا  
پائے گا۔

دار البقاء بعيش سوف تتركه  
دنیا کی فانی زندگی کے عوض دار البقاء  
چھوڑ بیٹھا ہے۔

في ابيع غبنا سوف تدر كيه  
یا پھر تو اپنے سودے میں ایسا دھوکہ کھا  
رہا ہے کہ عنقریب تو دیکھے گا۔

يا آمنة من قبح الفعل يصنع  
اے اپنی بد کرداریوں پر مومن ہو کے پیچھے والے

جمعت شينين ائنا - واتباع هوى  
تو نے دو چیزیں جمع کر رکھی ہیں۔ بے خوفی  
اور اتباع خواہشات۔

والمحسنون على درب المحادف قد  
نیکیاں کرنے والے تو خوف الہی کے کوچہ میں  
چلتے رہے ہیں۔

فرطت في الذراع وقت البذر من سيفه  
تو نے بیج ڈالنے کے وقت کھیتی میں اپنی حالت  
سے کوتاہی کی۔

هذا - و اعجب شئ منك زهدك في  
یہ تو تیری عجیب حرکت ہے کہ

من السفیه اذا به الله - انت امر المغبون  
اس وقت بے وقوف کون ہے ؟ قسم خاکی تو

## فصل

معاصی سے قلب کی بصیرت ختم ہو جاتی ہے حق و باطل  
کا امتیاز نابود ہو جاتا ہے۔ اور انسانی کمال کا مدار  
صرف دو ہی اصول پر ہے حق و باطل کا امتیاز



## اور باطل کے مقابلہ میں حق کی اتباع

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اس سے قلب اندھا ہو جاتا ہے۔ گناہ اگر قلب کو بالکل اندھا نہیں بھی کرتا۔ تو بصیرت قلبی کو ضرور کمزور کر دیتا ہے۔ یہ بات پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ گناہ سے قلب ضرور کمزور ہو جاتا ہے۔ جب قلب اندھا اور کمزور ہو جاتا ہے تو ہدایت کی معرفت حاصل نہیں ہوتی اور ایسا شخص نہ اپنی ذات پر حق کا نفاذ کر سکتا ہے اور کسی دوسرے پر نفاذ حق کی قوت بالکل کمزور ہو جاتی ہے۔ اس لئے قوت بصیرت کمزور ہو جاتی ہے۔

انسانی کمال کا مدار دو بنیادی امور پر ہے۔

اول۔ حق و باطل کی معرفت۔ دوم۔ باطل کے مقابلہ میں حق کے اختیار کرنے کی قوت۔ دنیا و آخرت میں مخلوق خدا کی منزلوں میں فرق و تفاوت اسی قدر ہوتا ہے۔ جس قدر ان میں دو امور میں تفاوت ہوتا ہے۔ اور انہیں دو امور کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی تعریف و توصیف فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

واذکر عبادنا ابراہیم واسحاق و یعقوب اولی الایدی۔ ولا بصار۔  
اور اے پیغمبر! ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو۔ وہ آنکھوں اور آنکھوں والے تھے۔ (ص)

اولی الایدی (قوت) سے مراد یہی تنقید حق کی قوت ہے اور الابصار سے دینی بصیرت مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی مدح و توصیف اور اک حق۔ اور تنقید حق کے کمال کی وجہ سے کی ہے۔

ان دو امور کے لحاظ سے لوگوں کی چار قسمیں ہیں۔ انبیاء کرام ان میں سے اعلیٰ ترین و اشرف ترین قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔

دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں۔ جو بالکل ان لوگوں کے برعکس۔ اور ان کی ضد ہیں۔ نہ انہیں دین کی بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ نہ تنقید حق کی قوت۔ اور دنیا میں زیادہ تر مخلوق اسی قسم کی ہے۔ ایسے لوگوں کو دیکھنے سے آنکھوں میں چھین ہوتا ہے۔ روح کو بخار۔ اور قلب کو بیماری لاحق ہو جاتی ہے۔ ایسے لوگ بستیوں کو تنگ کر دیتے ہیں۔ بازاروں میں نرخ بڑھا دیتے ہیں۔ ان کی صحبت سے ذلت و رسوائی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو رشد و ہدایت کی بصیرت و معرفت تو رکھتے ہیں لیکن کچھ

ایسے کمزور واقع ہوئے ہیں کہ تنقید حق۔ اور دعوت الہی الحق کی قوت نہیں رکھتے۔ ایسے لوگ ضعیف قسم کے مومن ہوتے ہیں۔ اور قوی مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضعیف سے زیادہ بہتر اور زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

چوتھی قسم کے لوگ وہ ہیں۔ جو قوی۔ صاحب قوت۔ صاحب عزیمت و ہمت تو ہیں۔ لیکن دینی بصیرت میں کمزور ہوتے ہیں۔ ان میں اس کی تمیز ہی نہیں ہوتی۔ کہ وہ پہچان سکیں کہ اولیاء الرحمن کون ہیں؟ اور اولیاء الشیطان کون ہیں؟ بلکہ ہر کالی چیز ان کے نزدیک کھجور ہوتی ہے۔ ہر سفید چیز چربی۔ یہ لوگ دم کو چربی کا اضافہ۔ اور اگر کوئی نفع بخش دوا پیش کی جاتی ہے تو اسے زہر سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں میں امانت فی الدین کی صلاحیت قطعاً نہیں ہوتی۔ اور واقعہ یہ ہے کہ سوائے پہلی قسم کے لوگوں کے کسی میں بھی امانت فی الدین کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ چنانچہ سورۃ الم سجدہ کے اندر ارشاد ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أُمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا  
لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِلِقَائِنَا يُوقِنُونَ =  
(الم سجدہ)

اور ہم نے بنی اسرائیل میں سے پیشوا بنائے تھے۔ جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔ جبکہ وہ ایذاؤں پر صبر کرتے رہے۔ اور ہماری آیتوں کا یقین بھی رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ ان حضرات نے صبر و یقین کے فدیہ امانت فی الدین کا درجہ حاصل کیا ہے۔ اور خاسرین کی جماعت سے صرف انہی حضرات کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ پہلے اس زمانے کی قسم کھاتا ہے۔ جس میں خاسرین اپنے خسران اور گھاٹے کی کوششیں کرتے ہیں۔ اور راہنہ اپنے ربح اور منافع کی تحصیل کی کوششیں کرتے ہیں۔ اور قسم کے بعد فرماتا ہے۔ ان لوگوں کے سوا تمام خسران و لوٹے میں ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

وَالْعَصْرَانِ الْاِلَاسَانِ لَعْنُ خَسِرَالَا  
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ  
وَلْتَأْصُوا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ =  
(العصر)

قسم ہے زمانے کی۔ آدمی گھاٹے میں ہیں۔ مگر وہ جو ایمان لائے۔ اور انہوں نے نیک عمل کئے۔ ایک دوسرے کو حق کی ہدایت کرتے رہے۔ اور ایک دوسرے کو صبر کی ہدایت کرتے رہے وہ اللہ تعالیٰ نے گھاٹے میں نہیں ہیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ صرف ایمان و معرفت۔ اور صبر علی الحق پر اکتفا نہیں فرماتا۔ بلکہ فرماتا



ہے۔ ایک دوسرے کو حق و صبر کی وصیت و تلقین کریں۔ اور ایک دوسرے کی ہدایت و راہ نمائی کرتے رہیں۔ اور ان کو حق و صبر پر آمادہ کریں۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ ایسے لوگوں کے سوا تمام خسران و لڑنے میں ہیں۔ یہ تو معلوم ہی ہے کہ معاصی اور گناہ بصیرت قلب کو ضائع کر دیتے ہیں۔ گناہ کرنے والے جیسا چاہیے اور اک حق سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ گناہ کرنے والوں کی تمام قوتیں۔ عزیمتیں۔ ہمتیں پست اور کمزور ہو جاتی ہیں۔ اور اس لئے وہ حق کے لئے صبر و ثبات کی طاقت ہی اپنے اندر نہیں رکھتے۔ بلکہ معاصی کا حملہ اور وار قلوب پر ہر وقت جاری رہتا ہے۔ تاکہ اس کی قوت بدر کہ بالکل دوسری راہ اختیار کر لیتی ہے۔ اور جس طرح اس کے اعمال و افعال کی راہ دوسری سمت جاتی ہے۔ اس کی راہ بھی غلط اور کج ہوتی جاتی ہے۔ اور پھر اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے۔ کہ باطل کو حق سمجھتا ہے۔ اور حق کو باطل۔ معروف کو منکر سمجھنے لگتا ہے۔ اور منکر کو معروف۔ اور جب وہ غلط راہ پر بلا کسی رکاوٹ کے چل کھڑا ہوا تو اب وہ سفر الی اللہ۔ سفر الی دارالآخرت سے بالکل ٹھیک جاتا ہے۔ اور حرف باطل پرست۔ روی الا خلاق اور روی الاعمال لوگوں کے مستقر کی طرف سرپٹ دوڑا چلا جاتا ہے۔ جو صرف دنیا کی زندگی پر قناعت کئے ہوئے ہیں۔ اور اسی پر مطمئن ہیں اور جو اللہ تعالیٰ۔ اور اس کی آیات سے بالکل غافل۔ بے خبر اور لقائے الہی سے بالکل محروم ہو چکے ہیں۔

اگر معاصی و گناہوں کی سزا۔ اور کچھ نہ ہو۔ اور صرف اتنی ہی ہو تو کافی دانی ہے۔ اتنی ہی عقوبت کا تصور دعوت دیتا ہے کہ انسان معاصی اور گناہوں سے پوری طرح اجتناب کرے۔ اور خدا کی نافرمانی قطعاً ترک کر دے۔ واللہ المستعان۔

طاعت و عبادت قلب کو روشن کرتی ہے۔ قلب کو جلا دیتی ہے۔ غبار قلب غفلت کر کے منور و چمکدار۔ قوی اور مضبوط کرتی ہے۔ جب طاعت و عبادت کی کثرت سے قلب صاف و شفاف۔ نورانی چمکدار۔ اور آئینہ کی طرح عکس ریز ہو جاتا ہے۔ تو اس کے اثرات عجیب و غریب ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ اس قسم کے قلب والے آدمی کے پاس اگر کبھی شیطان پہنچ جاتا ہے تو اس کا نور اور اس کے قلب کی روشنی کا پرتو شیاطین پر اس طرح اثر انداز ہوتا ہے۔ جس طرح آسمان کے فرشتوں کی باتیں چرانے والے شیاطین پر شہاب ثاقب ٹوٹنے سے ہوتا ہے۔ اس قسم کے قلوب سے شیاطین اس قدر ڈرتے ہیں۔ جس قدر شہر سے بھیڑ پاؤں گتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ

بسا اوقات روشن قلب انسان شیاطین کو پھاڑ دیتا ہے۔ دوسرے شیاطین ہمدردی کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے اس کی وجہ دریافت کرنے لگ جاتے ہیں کہ کیا ہوا؟ خواب ملتا ہے کہ کسی انسان نے اسے پھاڑ دیا ہے۔ اسے کسی انسان کی نظر لگ گئی ہے۔

فيا نظرة من قلب حرم منور  
کیا کہنا ہے۔ نورانی قلب کی نظر و نگاہ کا  
یکاد لها الشيطان بالنور يحرق  
کہ اس کے نور سے شیطان بھی جلنے لگتا ہے۔

کیا یہ روشن۔ نورانی قلب۔ اور وہ تاریک و سیاہ قلب برابر ہو سکتے ہیں؟ کہ جس کی امیدیں تاریک۔ جس کی خواہشات خبیثہ۔ بے شمار۔ جس کو شیطان اپنا ٹھکانا اور گھر بنا چکا ہے۔ اور ہر صبح کو اٹھتے ہی اسے یہ مبارک باد پیش کرتا ہے۔ کہ اے خانہ خراب جس کی دنیا اور آخرت دونوں خراب گئیں۔ مری جان تجھ پر ندا۔

انا قونيلك في الدنيا وفي المحشر بعد  
میں دنیا۔ اور اس کے بعد حشر میں بھی تیرا ساتھی  
فان كنت في دار الشقاء فاني  
اگر تو شقاوت و بد بختی کے گھر میں جائے تو  
چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ومن يعش من ذكر الرحمن  
نقيض له شيطانا فهو له قرين  
وانهم ليصدونهم عن  
السبيل ويحسبون انهم  
مهتدون حتى اذا جائنا  
قال يا ليت بيني وبينك  
بعدا لمشرقتين  
فبئس المترين  
ولئن ينفعكم اليوم  
اذا ظلمتم انكم في العذاب  
مشاركون : (ذہر حرف)

ہا فانت قرين لي بكل مكان  
ہوں۔ اور تو ہر جگہ میرا ساتھی ہے۔  
وانت جميعا في شقا و هوان  
میں اور تو دونوں شقاوت۔ اور رسوائی  
د کے شریک حال ہیں۔

اور جو شخص رحمن کی یاد سے غافل ہو کر  
زندگی بسر کرتا ہے۔ ہم اس پر ایک  
شیطان تعینات کر دیا کرتے ہیں۔ اور وہ  
اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اور باوجودیکہ  
شیاطین گنہگاروں کو راہ سے بھٹکا دیتے  
ہیں۔ تاہم گنہگار اپنے تئیں خیال کرتے  
ہیں۔ کہ وہ راہ راست پر ہیں۔ یہاں تک  
کہ جب گنہگار ہمارے حضور میں حاضر  
ہوگا۔ تو شیطان کو دیکھ کر کہے گا۔ اے کاش  
مجھ میں اور تجھ میں پورب اور پچھم کا فاصلہ ہوتا۔  
برسا ساتھی ہے۔ چونکہ تم نے دوسرا ساتھی



نافرمانی کی ہے (اس لئے) عذاب میں بھی تم  
دولوں ایک دوسرے کے شریک حال ہو۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ رجم کے ذکر کو یعنی قرآن حکیم کو کہ جو اس کے  
رسول صلعم پر نازل فرمایا ہے اور جس میں برکتیں ہی برکتیں ہیں جس نے بھلا دیا۔ اور اعراض  
کیا۔ اس کے پڑھنے سے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کی فہم و بصیرت۔ اور اس پر غور و تدبر  
کرنے سے اور اس سے مراد الہی کے سمجھنے سے آنکھیں پھیر لیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی سزا یہ دیتا  
ہے کہ اس پر اس کے شیطان کو مسلط کر دیتا ہے۔ اور وہ اس کا ایسا رفیق و ساتھی بن جاتا ہے کہ نہ  
حضر میں اس کا ساتھ چھوڑتا ہے۔ نہ سفر میں۔ نہ گھر میں۔ نہ باہر۔ یہی اس کا مولیٰ۔ دوست۔  
رفیق۔ ساتھی اور کنبہ دار بن جاتا ہے۔ فلو یس المولیٰ و یس العشیق۔

وضیعاً لبان شدی ام تقاضما باسحم دا ح عوض لا یتصرف  
ایک ہی ماں کی چھاتیوں سے دودھ پینے والے مستقبل میں کبھی متفرق نہیں ہو سکتے۔  
پھر خدا یہ خبر دیتا ہے کہ جو راہ کہ خدا اور خدا کی جنت کی طرف جاتی ہے شیطان  
اپنے رشیق کو اس سے بھٹکا دیتا ہے۔ اور دوڑ بھینک دیتا ہے۔ اور اس پر بھی یہ گمراہ اپنے کو  
رشد و ہدایت کا علمبردار سمجھتا ہے۔ تا آنکہ جب یہ دونوں کے دونوں قیامت کے دن پر دوکار  
عالم کے حضور میں حاضر ہوں گے۔ یہ اپنے شیطان کو دیکھ کر کہے گا۔

یا لیتنی بینی و بینک بعد المشرقین کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق  
و مغرب کی دوری ہوتی۔

ارے او شیطان تو نے دنیا میں بھی میرا ساتھ نہ چھوڑا۔ اور مجھے راہ حق سے بھٹکا دیا۔  
ہدایت و رشد سے دور کر دیا۔ تا آنکہ مجھے ہلاک کر دیا۔ اور آج بھی تو میرا ساتھ نہیں چھوڑتا ؟  
یہ قاعدہ ہے کہ کوئی مصیبت زدہ آدمی کسی دوسرے کو اس مصیبت میں بھنسا دیکھتا  
ہے۔ تو ایک گونہ اسے تسلی ہو جاتی ہے کہ یہ بھی اسی بلاء میں مبتلا ہے۔ جس میں مبتلا ہوں۔  
لیکن اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ خبر دیتا ہے۔ کہ یہاں اس کو اس قسم کی تسلی بھی میسر  
نہیں ہوگی۔

ایک ساتھی اپنے ساتھی کو اپنی مصیبت میں شریک پاتا ہے۔ تو اسے ایک گونہ  
راحت۔ فرحت اور تسلی ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت خنساء نے اپنے بھائی صخر کی موت

پر کہا ہے۔

ولو لا كثرة الباكين حولى  
اگر میرے ارد گرد اپنے بھائیوں پر رونے والوں  
وما یبکون مثل اخی و لکنت  
اور گو وہ لوگ میرے بھائی جیسے لوگوں پر  
نہیں روتے۔

الا یا صخر لا السالى حتى  
اے صخر! میں تمہیں اس وقت تک  
نہیں بھولوں گی۔

على اخوانهم فقتلت نفسی  
کی کثرت نہ ہوتی تو میں اپنی جان کو ہلاک کر لیتی۔  
اغری النفس عند بالتأسی  
لیکن پھر بھی نفس کو کچھ نہ کچھ تسلی ضرور  
ہو جاتی ہے۔

افارق عیشتی و درود رسی  
جب تک کہ میں زندہ ہوں۔ اور میری  
لاش قبر میں نہ جائے گی۔

ذیل کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرمادیا ہے۔ کہ اہل دوزخ کو اس قسم کی  
تسلی بھی نصیب نہیں ہوگی  
ولن ینفعکم الیوم اذ ظلمتم انکم فی العذاب مشترکون۔

## فصل

معاصی شیطان کے اسلحہ ہیں۔ گنہگار آدمی اپنے دشمن  
کو یہ اسلحہ خود جہیا کر دیتا ہے۔ معاصی شیطان کی فوج ہے جس کے ذریعہ  
وہ انسان کے مقابلہ میں جنگ کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ قلب النافی  
حزب اللہ اور حزب الشیطان کی آماجگاہ ہے۔

معاصی کی یہ بھی ایک نرا ہے۔ کہ انسان خود اپنے دشمن شیطان کو اپنے خلاف اسلحہ جہیا کر  
دیتا ہے۔ جن کے ذریعہ وہ اس پر ظفر یاب ہوتا ہے۔ گناہ شیطان کا ایسا لشکر ہے کہ وہ اس کے  
ذریعہ انسان کے خلاف لڑتا اور اس پر غالب آتا ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ انسان کا  
اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے دشمن سے پالا ڈالا ہے! جو چشم زدن کے لئے بھی اس  
سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ سوتا ہے تو وہ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جاگتا ہے  
تو اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ انسان سو جاتا ہے لیکن شیطان نہیں سوتا۔ انسان  
غافل اور بے خبر ہو جاتا ہے۔ لیکن شیطان غافل اور بے خبر نہیں ہوتا۔ انسان



شیطان کے کنبے کو نہیں دیکھتا۔ لیکن شیطان اسے اور اس کے سارے کنبہ کو دیکھتا ہے۔ اور تاک میں لگا رہتا ہے۔ اور ہر حالت میں وہ اپنی عداوت کا کام کرتا رہتا ہے۔ مگر۔ فریب۔ دھوکا بازی۔ دھوکا دہی میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا۔ اور جہاں کہیں شیطان اسے لے جانا چاہتا ہے۔ گھسیٹ لے جاتا ہے۔ اور مقررہ جگہ پر پہنچا ہی دیتا ہے۔ اور انسان پر غلبہ پانے کے لئے وہ اپنے ابناء جنس شیاطین انس و جن کی پوری پوری مدد حاصل کر لیتا ہے۔ شیطان نے انسان کو گمراہ کرنے کے لئے غوائل و ضلالت کے پھندے ہر جانب ڈال رکھے ہیں۔ اور شرک باللہ کی نہایت ترکیب سے نشر و اشاعت کرتے رہتے ہیں۔ ہر زمین پر ہر گلی کوچہ میں دام تزیور بچائے بیٹھے رہتے ہیں۔ سب سے بڑا شیطان اپنے اعوان و انصار اور دیگر شیاطین کو ہر طرح و رغبتا ہے۔ کہ دیکھنا یہ انسان تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا ازلی دشمن ہے۔ کسی طرح بھی تمہارے داد سے بچنے نہ پائے۔ کسی طرح بھی ایسا نہ ہونے پائے کہ یہ توجنت میں جائے۔ اور تم دوزخ کا ایندھن بنو۔ رحمت اس کے حصہ میں جائے اور تمہارے حصہ میں لعنت ہو۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میں نے اور تم نے اس کی وجہ سے کیسی کیسی ذلتیں برداشت کی ہیں۔ ہمارے لئے لعنت۔ بھٹکار اور رحمت خداوندی سے بعد کا اصل سبب یہی انسان ہے۔ پوری پوری کوشش کرو تاکہ اس مصیبت و ابتلاء میں انسان بھی تمہارا شریک و साथی بن کر رہے۔ انسانوں کے نیک اور صالح بندوں نے جنت میں ہم کو اپنا شریک و साथی نہیں رہنے دیا۔ تو تم بھی اسے جنت میں چین سے کیوں رہنے دو؟ جہنم کا ساتھی بنا چھوڑو۔

اللہ تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ آدم اور آدم کی اولاد اس سخت ترین دشمن سے دوچار ہے۔ اور شیطان ان پر پوری طرح مسلط ہے۔ اس نے انسان کی امداد و اعانت فرمائی۔ اور بڑی بڑی فوجیں اس کے زیرِ کمان دیدیں۔ تاکہ وہ اپنے اس ازلی دشمن کا پوری قوت سے مقابلہ کرے۔ ساتھ ہی ساتھ انسان کے دشمن شیطان کی بھی بڑے بڑے لشکر دے کر مدد کی۔ تاکہ اولاد آدم کے ساتھ پورا پورا مقابلہ کرے۔ اور اس دنیا کو جو آخرت کے مقابلہ میں ایک سالس۔ اور ایک لمحہ کی سی حیثیت رکھتی ہے۔ جہاد کا میدان قرار دیا۔ تاکہ اولاد آدم زندگی بھر اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں جہاد کرتا رہے۔

ان الله اشترى من المؤمنين  
انفسهم واموالهم بان لهم الجنة  
ليقاتلون في سبيل الله فيقتلون  
ويقتلون :

(توبہ)

اللہ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں  
اور ان کے مال خرید لئے ہیں کہ ان  
کے بدلے ان کو جنت دے گا۔ یہ  
لوگ (جان و مال کی پرواہ نہ کر کے)  
اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔ تو دشمن کو  
مارتے اور خود مارے جاتے ہیں۔

اور پھر اس نے یہ بھی خبر پہنچا دی کہ جنت کا وعدہ بالکل پختہ وعدہ ہے۔ کبھی  
اس کے خلاف نہ ہوگا۔ اپنی بڑی بڑی کتابوں میں "تورات" "انجیل" "سفر آسمانی حکیم" میں  
اس وعدے کو پوری پختگی کے ساتھ خدائے دہرایا۔ اور پھر اس نے یہ بھی فرما دیا کہ وعدے  
کا ایفاء کرنے والا خدا کی ذات سے بڑھ کر کوئی ہو نہیں سکتا۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ جو لوگ اس سودے کی قدر کریں گے۔ ان کو  
میں جنت کی خوش خبری سناتا ہوں۔

اب یہ بندوں کا فرض ہے کہ وہ سوچیں۔ اور خود کریں۔ کہ سودا کون کر رہا ہے؟  
خریدار کون ہے؟ اور اس پیش بہا سامان کی قیمت کیا مل رہی ہے؟ سودا کس کے  
ہاتھ کیا جا رہا ہے؟ ان تمام باتوں پر غور کریں۔ اور سوچیں۔ کہ اس سے بڑھ کر کوئی  
فلاح اسے میسر آسکتی ہے۔ اور کوئی تجارت اس سے زیادہ سود مند اسے مل سکتی ہے؟  
اور پھر اللہ تعالیٰ نے پورے وثوق کے ساتھ مومن بندوں کو خطاب  
کرتے ہوئے فرمایا۔

يا ايها الذين آمنوا هلموا الىكم  
على تجارة تبخيلكم من عذاب اليم؟  
تؤمنون بالله ورسوله۔ وجاهدون  
في سبيل الله باموالكم وانفسكم  
ذالك خير لكم ان كنتم تعلمون يغفر لكم  
ذنوبكم ويدخلكم جنات تجري  
من تحتها الانهار و مساكن

اے ایمان والو! میں تم کو ایسی سوداگری  
بتاؤں؟ جو تم کو عذاب دردناک سے بچالے۔  
خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ خدا  
کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانیں لڑاؤ۔  
یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ بشرطیکہ تم کو  
سمجھ ہو۔ خدا تمہارے گناہ معاف کرے گا۔  
اور تم کو بہشت کے باغوں میں لے



طیبة فی جنات عدن  
ذالک الخوز العظیم و  
اخری تحبونہا۔ نصون  
اللہ وفتح قریب و  
بشرا طوع و منیت =

(الصفا)

جاد داخل کرے گا۔ جن کے تلے نہریں  
بہ رہی ہوں گی۔ اور عمدہ مکانات ہمیشہ  
باقی رہنے کے باغوں میں ہوں گے۔ یہ  
بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور ایک اور  
نعمتیں بھی ہیں۔ جن کو تم پسند کرتے ہو۔ خدا کی  
جانب سے تمہیں مدد ملے گی۔ اور تم عنقریب ملک فتح  
کرو گے۔ مسلمانوں کو خوشخبری سنا دو۔

اللہ تعالیٰ کی یہ مخصوص عنایت ہے۔ کہ وہ اپنے مومن بندوں پر شیطان کو مسلط نہیں ہونے  
دیتا۔ مومن بندہ ساری مخلوق سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔ اور اس لئے محبوب ترین  
عمل یعنی جہاد اس پر لازم کر دیا۔ اور اس محبوب ترین عمل کا انجام دینے والا ساری  
مخلوق سے زیادہ بلند مرتبہ۔ ارفع و اعلیٰ شان کا مالک گردانا گیا۔ جہاد تقرب الہی  
کا سب سے بڑا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ اور اس لئے جہاد و جنگ کا مقدس علم  
اس نے اسی کے ہاتھ میں دے دیا۔ جو ساری مخلوق میں مخصوص و ممتاز درجہ کا حامل ہے۔  
اور وہ انسان کا قلب ہے۔ قلب ہی معرفت الہی۔ محبت خداوندی۔ عبودیت و  
اخلاص۔ توکل و انابت کا محل اور مقام ہے۔ اور اس لئے اسی کے ہاتھ میں اس جنگ  
کی باگ ڈور دے دی۔ اور قیادت سپرد کی گئی۔ اور پھر فرشتوں کا لشکر اس کے ساتھ  
کر دیا۔ کہ کسی حال میں بھی وہ مومن بندے سے علیحدہ نہ ہوئی۔

لہ معقبات من بین یدیمہ و  
من خلفہ یحفظونہ مست  
اموالہ = (رعد)

اس کے آگے۔ اور اس کے پیچھے باری باری  
سے موکل لگے رہتے ہیں۔ جو با امر الہی اس  
کی حفاظت کرتے ہیں۔

یعنی ایک کے پیچھے ایک لشکر کے فرجی دستے چلے آتے ہیں۔ ایک لشکر آیا۔ اور یہ گیا  
تو دوسرا آیا۔ وہ گیا تو اس کی جگہ تیسرا آیا۔ ایک طرف لشکروں کا درود ہو رہا ہے۔ دوسری  
طرف میدان جہاد میں اسے ثابت قدمی کی برکتیں عطا فرماتا ہے۔ اور خیر و صلاح کی بشارتیں  
بھیجتا ہے۔ اور انعامات و اکرامات کے بڑے بڑے وعدے فرماتا ہے۔ صبر و ثبات  
کی تاکید کرتا ہے۔ اور بار بار اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے کہتے ہیں۔ گھڑی بھر صبر کر لو۔ اور ابدی

دامی استراحت۔ امداد لغات لم یزلی کے مالک بن جاؤ۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی امداد کے لئے ایک اور لشکر بھیج دیا۔ یعنی وحی۔ کلام کا لشکر بھیجا۔ اور اپنا رسول بھیجا۔ اس رسول پر اپنی کتاب بھیجی۔ ایک طاقت کے بعد دوسری طاقت ایک مدد کے بعد دوسری مدد۔ ایک اعانت کے بعد دوسری اعانت کا سلسلہ اس نے جاری رکھا۔ ان اعانتوں کے بعد یہ انعام کیا۔ کہ عقل کو اس کا ذریعہ اور مدبر۔ معرفت حق کے لئے اس کا مشیر و ناصح مقرر کر دیا۔ ایمان دیا کہ ثابت قدم رہ کر عملی اقدام کرے۔ اور ہمیشہ اس کا مؤید و ناصر بنا رہے۔ یقین عطا فرمایا۔ تاکہ حقیقت امر پوری طرح اس پر واضح ہو جائے۔ اور اس طرح واضح ہو جائے کہ دشمنوں کے مقابلہ میں جہاد کرنے پر جو خدا نے وعدے کئے ہیں۔ ان پر ایسا یقین رکھے کہ گویا موعودہ چیزوں کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔

عقل بندے کی عسکری تنظیم کا قائم ہے۔ اور معرفت۔ امور جنگ۔ اسباب حرب۔ اور مواقع جنگ کا ناظم۔ اور ایمان ثابت قدمی کے شعبہ کا محافظ۔ کہ ہمہ وقت اس کے اندر صبر و ثبات کی روح پھونکتا رہتا ہے۔ اور یقین۔ جذبات جہاد کو براہِ خرد ختم اور بیدار کرنے والا داعط ہے۔ تاکہ پوری قوت سے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے دوسری ظاہری۔ باطنی امداد سے بھی اسے نوازا۔ تاکہ پوری پوری استعداد کا بے جہاد کا فرض انجام دیوے۔ آنکھ کو مقدمۃ الجیش گردانا۔ کانوں کو خبر رساں دستہ قرار دیا۔ اور زبان کو اس دستہ کا ترجمان۔ اور ہاتھوں اور پاؤں کو اعوان و انصار گردانا۔ اور پھر فرشتوں۔ اور حاملین عرش کو اس کی پشت پر کھڑا کر دیا کہ اس کے حق میں دعاء و استغفار کرتے رہیں کہ گناہوں لغزشوں سے اعلیٰ تعالیٰ اسے محفوظ رکھے۔ اور اسے جنت کا حقدار گردانے اور پھر حقیقی مدافعت و دفاع کا کام اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھ میں رکھا۔ فرمایا

اولئک حزب اللہ۔ الا ان حزب اللہ ہم المفلحون (مجادلہ) آخر کار مسلاح پائے گا۔

اور یہی گروہ حزب اللہ کہا جاتا ہے۔ جو ہمیشہ غالب و منصور رہتا ہے۔

وان جندنا لهم الغالبون (صفات) اور بے شک ہمارا لشکر ضرور غالب آکر رہے گا۔

اور پھر خدا نے اپنے بندوں کو جہاد کی کیفیت اور طریقہ سکھایا کہ کس طرح بندے جہاد کریں؟



اور چار ہی کلمات میں کیفیت جہاد کو واضح کر دیا۔ فرمایا  
 یا ایہا الذین آمنوا اصبروا  
 وصابروا ورابطوا واثقوا اللہ لعلمکم  
 تفلحوا :

مسلمانو! خدا کی راہ میں جو تکلیفیں پیش آئیں بڑا شت  
 کرو۔ اور ایک دوسرے کو صبر کی تعلیم دو۔ اور آپس میں بھی  
 مل جل کر رہو۔ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم مراد کو پہنچو۔

یہ وہ چار چیزیں ہیں جن کے بغیر جہاد انجام ہی نہیں پاسکتا۔ صبر و شہادت کے مقابلہ میں صبر و ثبات۔ اور  
 استقلال سے حاصل ہوتا ہے۔ دشمن سے مقابلہ کرنے کی صورت یہی ہے کہ پوری ہمت و صبر سے اس کی مقاومت اور  
 مقابلہ کیا جائے اور ممکن طریقہ سے اسے پسپا کر دیا جائے۔

جب صبر و ثبات کے ذریعہ دشمن کے مقابلہ میں کامیاب ہو جائے۔ تو پھر اسے ایک دوسری چیز کی ضرورت  
 رہتی ہے اور وہ یہ کہ آئندہ کے لئے دشمن سے اپنا تحفظ کر لیا جائے۔ اور اس لئے سرحدوں کا تحفظ لازمی چیز ہے اور اسکی  
 شکل یہ ہے کہ قلعہ کے مورچوں اور ناکوں کی پوری پوری نگرانی کی جائے تاکہ دشمن ان مورچوں کے ذریعہ اندر گھس نہ آئے۔  
 آنکھ۔ کان۔ زبان۔ شکم۔ ہاتھ۔ پاؤں یہ تمام ناکے ہیں۔ ان کی پوری پوری حفاظت کی جائے۔ دشمن ان ناکوں کی  
 تاک میں لگا رہتا ہے۔ اور پوری ہوشیاری سے حالات کا تحسین کرتا رہتا ہے اور نہایت خاموشی سے اندر  
 گھس آتا ہے اور جو کچھ شہروں اور آبادیوں میں پاتا ہے تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ ان مورچوں اور ناکوں کی حفاظت  
 اور عسکری نگرانی کی صورت یہ ہے کہ مورچوں اور ناکوں کا پوری طرح ہوشیاری سے التزام کیا جائے اور کسی  
 طرح بھی انہیں خالی نہ چھوڑا جائے۔ دشمن ان ناکوں کے قریب بھی نہ پہنچنے پائے۔ ناکوں سے ذرا بھی غفلت برتی  
 جائے گی۔ دشمن اندر گھس پڑے گا۔

غور کرو۔ آنحضرت صلعم کے صحابہ جو کہ انبیاء کرام۔ اور مرسلین عظام کے بعد سب سے  
 اعلیٰ۔ افضل مرتبہ کے حامل تھے۔ اور شیطان رحیم سے بالکل محفوظ تھے۔ جن کی حفاظت و حرارت  
 اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ کر رہا تھا۔ لیکن جنگ احد کے موقع پر اس مورچہ اور ناکہ سے غفلت  
 برتی گئی۔ جس کی حفاظت کا آنحضرت صلعم نے حکم دیا تھا۔ اور تاکید فرمائی تھی کہ کسی حال  
 میں بھی اس مورچہ سے نہ ہٹنا۔ جس کا انجمام یہ نکلا کہ دشمن وہاں سے گھس  
 پڑا۔ اور جو کچھ ہونا تھا ہوا۔

ادبران تین چیزوں کی اصل و اساس تقویٰ ہے۔ دشمن کے مقابلہ میں صبر و  
 ثبات۔ اور مورچوں کا تحفظ اسی وقت ممکن ہے۔ جب کہ تقویٰ موجود ہو۔

اب تم ہر دو مقابل لشکر کے تصادم پر غور کرو۔ تم دشمن پر کس طرح غالب آتے

ہو؟ اور پھر دشمن کس طرح تم پر غالب آتا ہے؟ کفر و الحاد کا بادشاہ اپنا لاؤ۔  
لشکر لے کر تم پر حملے کی تیاریاں کرتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ انسان کا قلب اپنی کسی  
مملکت پر ایک محفوظ قلعے میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے اعوان و انصار پوری طرح اس کے حکام  
کی تعمیل کر رہے ہیں۔ اس کا لشکر پوری دیانت داری کے ساتھ اس کی حفاظت کر رہا ہے اور  
اس کے دشمنوں سے نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ لڑ رہا ہے۔ اس کی عزت و حرمت اور دشمنوں  
کی ممانعت میں پوری سرگرمی دکھا رہا ہے۔ اب وہ یہ دیکھتا ہے کہ جب تک قلب کے امراء  
و رؤساء۔ لشکر اور لشکر کے سرداروں کو فریب و دھوکہ نہیں دیا جائے گا۔ اس کا مقابلہ ناممکن ہے۔  
وہ دریافت کرتا ہے کہ قلب کے خواص اور لشکر کے خصوصی سردار کون کون ہیں؟ اور اس کے  
مقرب بارگاہ کون کون ہیں؟ اسے جواب ملتا ہے کہ نفس اس کا خاص الخاص معتمد علیہ ہے۔  
یہ معلوم کر کے وہ اپنے اعوان و انصار کو حکم دیتا ہے۔ کہ اس کے نفس کو تم اپنے قابو میں لے آؤ۔  
مختلف قسم کی خواہشات لے کر اس کے پاس پہنچو۔ اور اس کی محبت کے موقعے تلاش کرو۔ اور  
اسے جو چیزیں محبوب ہیں ان کی تلاش و جستجو کرو۔ اور اس سے بڑے بڑے وعدے کرو۔ اور  
بڑی بڑی امیدیں دلاؤ۔ اور اس کے محبوب کی صورت مختلف انداز میں اس کے اندر منعقد  
کر دو۔ اس کی بیداری کے وقت بھی یاد رہے جو چاہے اس وقت بھی۔ جب نفس کو تمہارے  
وعدوں پر پورا پیدا اطمینان ہو جائے۔ اور پوری طرح تمہاری باتوں پر مطمئن ہو جائے۔ تو پھر اس  
کے سامنے شہوات و خواہشات کی رسیاں اور کانٹے پھینکو۔ جب وہ کھینچ جائے اور کانٹے کو  
پکڑ لے تو رسی اور دور کو کھینچو۔ جب نفس تمہارے فریب میں آجائے۔ تو پھر آنکھیں کال زبانی منہ ہاتھ  
پاؤں کے مورچوں پر قبضہ جانے کی کوشش کرو۔ بہت جلد یہ مورچے تمہارے قبضہ میں آجائیں گے۔  
اس کے بعد پوری قوت سے تم ان مورچوں پر اپنی طاقت جما لو۔ اور پھر ان مورچوں کی راہ سے قلب  
تک پہنچ جاؤ۔ جب تم قلب تک پہنچ گئے۔ تو سمجھ لینا تم نے اسے مار لیا۔ تم اسے اپنا سپرینا لویا پھر وہ تمہارے وار  
جھیل جھیل کر زخمی اور نیم جان ہو کر رہ جائے گا۔ یاد رکھو ان مورچوں کو تم کسی حال میں بھی نہ چھوڑنا۔  
نہ انہیں خباکی چھوڑنا۔ دشمن کی فوج یا اس کے کسی فوجی دستے کو ان مورچوں  
تک نہ پہنچنے دینا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ قلب تک پہنچ جائیں۔  
اور قلب پھر ان مورچوں کے ذریعہ تمہیں پیچھے دھکیل دیوے۔ اور  
مورچوں سے بے دخل کر دے۔ پھر جب تم ظفریاب ہو جاؤ تو دشمن کی فوجوں اور فوجی



دستوں کو توڑ دو۔ کمزور کر دو۔ ادران کی ہمتیں پست کر دو۔ تاکہ یہ یہاں سے اپنے فرما فرما  
یعنی قلب تک پہنچ نہ سکیں۔ اور اگر پہنچیں تو بے حیثیت ہو کر پہنچیں۔ ان مورچوں پر جب تم  
غلبہ پاؤ تو آنکھ کا مورچہ تاکو۔ اور اس پر قبضہ جمالو۔ نگاہ کو تم غور و فکر کا موقع نہ دو۔ بلکہ اسے  
لہو و لعب۔ تفریح۔ ظاہری خوبصورتی اور نمائشی مظاہر۔ اور کھیل کود میں لگا لو۔ اور اگر کبھی عبرت  
و تدبر کی جھلک اس تک پہنچ جائے۔ تو فوراً اسے غفلت۔ ظاہر پرستی اور شہوات کے گھمیلوں میں پھنسا دو۔  
کیونکہ یہ چیزیں قلب کے قریب ہوتی ہیں۔ اور اس کا نفس ان چیزوں سے زیادہ وابستہ ہوتا ہے۔  
اور یہ چیزیں بظاہر اسے زیادہ گراں بھی نہیں گذرتیں۔ دیکھو نگاہ کا مورچہ پوری طرح سنبھال لینا۔  
تمہاری تمام آرزوئیں اس سے پوری ہو جائیں گی۔ میں نے گناہ ہی کے ذریعے آدم کی اولاد کو ہمیشہ خراب و تباہ کیا ہے نگاہ  
ہی کے ذریعہ اس کے قلب میں شہوت کے بیج ڈالتا ہوں۔ اور پھر تمناؤں اور آرزوؤں کا پانی دیتا ہوں اور  
طرح طرح کے وعدے کرتا ہوں اور طرح طرح کی تمناؤں کے میدان اس کے سامنے دھرتیا ہوں تاکہ اس کے اندر  
عزم و ارادے پیدا نہ کر دیتا ہوں۔ اور پھر شہوات کی رگام چڑھا کر اسے عصمت کے  
تخت سے نیچے گرا دیتا ہوں۔ دیکھو اس مورچہ کو بھی کبھی نہ چھوڑنا۔ تاکہ اس مورچہ  
کو دشمن کے حق میں تباہ و برباد نہ کر دو۔ اس کی اہمیت اس کے دل سے نکال دو۔ اور  
اسے یہ کہو کہ ارے او نظر اور نگاہ ! تو یہ حسین و جمیل صورتیں دیکھ۔ یہ تو اپنے خالق و  
رازق کی یاد تازہ کر دیتی ہے۔ اس سے تو خدا۔ اور خدا کی صفات پر غور و تدبر کرنے کی راہیں  
کھلتی ہیں۔ خدا نے یہ صورتیں ہی اس لئے بنائی ہیں کہ انہیں ہم دیکھیں۔ اس لئے تو نہیں بنائیں کہ یہ  
ہم سے چھپائی جائیں۔ اور اگر کسی اجدبے وقت سے پالا پڑ جائے تو اسے اس طرح فریب دے کہ اسے یہ صورتیں  
تو حق تعالیٰ کے مظاہر ہیں۔ اس کا جمال و خوبصورتی انہی مظاہر میں نمایاں ہوتی ہے۔ اس کے بعد اسے خالق و  
مخلوق کے تعلق و وحدت کی دعوت دو۔ اگر اتحاد و وحدت کی دعوت میں تمہیں کامیابی حاصل نہ ہو سکے تو حلال عام اور حلال  
خاص کی دادیوں میں بھٹکا دو اور پوری کوشش کرو۔ اور کم از کم اس منزل

اس مذہب اتحاد و مذہب حلول میں فرق یہ ہے کہ اتحاد اس عقیدے کا نام ہے کہ خالق اور مخلوق متحد ہو گئے کہ تو  
بل کر ایک ہو گئے مخلوق کی حیثیت صرف اتنی ہی ہے کہ خالق کے ظاہر ہونے کے مظاہر ہیں۔ اور حلال کی معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی  
مخلوق میں حلال کر آیا۔ اور حلال کی بھی دو قسمیں ہیں۔ حلال عام اور حلال خاص حلال عام یہ ہے کہ تمام مخلوق میں خدا حلال کر آیا۔  
اور حلال خاص کے یہ معنی ہیں کہ کسی خاص مخلوق میں حلال کر آیا۔ غرض اتحاد و حلول دونوں مذہب غلط اور خلاف شرع ہیں۔

تک تو اسے تم ضرور پہنچا دو۔ اس سے وہ کم از کم نصاریٰ کا بھائی تو ضرور ہو جائے گا۔ جب وہ اس منزل تک پہنچ جائے۔ تو پھر تم اسے عفت و عصمت۔ اجتناب معاصی۔ عبادت زہد فی الدنیا کی تلقین کرو۔ اور جاہلوں کو ان کے پھندوں میں پھنسا دو۔ اور جب جاہل لوگ اس کا شکار بن جائیں گے تو پھر یہ میرا مقرب خلیفہ۔ اور میری فوج کا سردار بن جائے گا۔ بلکہ میں خود بھی اس کے لشکر کا ایک سپاہی بن جاؤں گا اور اس کے معاونین میں شریک ہو جاؤں گا۔

## فصل

شیطان اور اس کا کتبہ کس طرح حق کو باطل اور باطل کو حق بنا کر پیش کرتا ہے؟ اور کس طرح انسان کو گمراہ کرتا ہے؟

پھر بڑا شیطان اپنے متبعین سے کہتا ہے۔ پھر تم کان کا مورچہ سنبھال لو جو تمہارے کاموں کو خراب کرے۔ ایسی کوئی بات اور کوئی چیز کانوں کے اندر گھسنے نہ پائے۔ پوری کوشش کرو۔ کہ باطل فاسد۔ اور خراب باتوں کے سوا کوئی چیز اس مورچہ سے اندر جانے نہ پائے۔ باطل اور فاسد باتوں کو مزین۔ آراستہ۔ پیراستہ۔ طبع و مقبول بنا کر نفس کے سامنے پیش کرنا کوئی بڑی مشکل بات نہیں۔ شیریں الفاظ۔ نرم کلامی اختیار کرو۔ اگر کچھ سمجھا دو لوگوں سے پالا پڑ جائے تو سحر آفریں کلام اختیار کرو۔ اور گفتگو میں ایسی باتوں کی آمیزش کر دو کہ نفس فوراً اسے قبول کر لے۔ پہلے تم ایک کلمہ۔ ایک جملہ پیش کرو۔ اور دیکھو وہ کان دھرتا ہے۔ تو دوسرا کلمہ۔ دوسرا جملہ پیش کرو۔ جب تم دیکھو کہ اس نے ایک بات اچھی سمجھ کر قبول کر لی۔ تو اس بات کو بار بار دہراؤ۔ اور دہرائے چھ جاؤ۔ اور پوری پوری نگرانی رکھو کہ اس مورچے سے اس کے پاس اللہ تعالیٰ کا کلام، رسول کی باتیں، یا نا صحیح دین کی کوئی بات پہنچنے نہ پائے۔ اور اگر تم کبھی مغلوب ہی ہو جاؤ۔ اور اس تک کوئی نصیحت کی چیز پہنچ ہی جائے۔ تو تم دوسرا پیڑا چلو۔ اس کے فہم و تدبیر۔ غور و تفکر۔ نصیحت و مواعظت کے راستہ میں رکاوٹیں ڈالو۔ جو چیزیں اس کے خلاف ہوں۔ شاندار پیرایہ میں اس کے سامنے پیش کرو۔ اگر ایسی چیزیں تم نے اس کے سامنے قرینہ سے پیش کر دیں۔ تو فہم و تدبیر کی راہ میں وہ حائل ہو جائیں گی۔ اور نفس فوراً اسے قبول کر لے گا۔ اور سمجھنے لگے گا کہ اللہ اور رسول کی باتیں تو بڑی بوجھل ہیں۔ ہم کس طرح اٹھا سکیں گے۔۔۔ یا نفس کو اس طرح درغلاؤ کہ بہت معمولی بات



ہے۔ یا یہ سمجھاؤ کہ اس پر عمل کرتا تو ان لوگوں کا کام ہے۔ جو بڑے درجہ کے لوگ ہیں۔ اور لوگوں میں امتیازی درجہ رکھتے ہوں۔ معزز اور معتبر ہوں۔ ان غلصہ مندوں کا کام ہے جو مقبولیت کے بلند مرتبہ کے حامل ہوں اور ان مخصوص بندوں کے اوصاف کچھ ایسے بیان کئے جائیں کہ دنیا میں ان صفات کا آدمی میسر ہی نہ آ سکے۔ اور یا پھر یہ کہو کہ بھائی! حق تو آج کل بالکل مہجور و متروک ہو چکا ہے۔ حق بات کہنے سے تو ساری دنیا دشمن بن جاتی ہے۔ اب تو کسی نہ کسی طرح لوگوں سے اپنا مطلب نکال لو۔ یہ اور اس قسم کی باتیں پیش کر کے اسے حق بات سے بھٹکا دو۔

عصر ض! یہ کہ شیاطین باطل کو مختلف قابلوں میں ڈھال کر نفس کے نزدیک مرغوب اور مقبول بنا دیتے ہیں۔ اور حق کو مکروہ قالب میں ڈھال کر ناقابل عمل بنا کر دور پھینک دیتے ہیں۔ اور اگر تمہیں شیاطین کے کارناموں کا کچھ اندازہ لگانا ہو تو تم ان شیاطین کے بھائی۔ انسانی شیاطین کے کارناموں پر غور کرو۔ کہ وہ امر بالمعروف۔ اور نہی عن المنکر کے عظیم الشان فریضے کو کس طرح لوگوں کی نفسیں تلاش کر کے فضول باتوں میں الجھا دیتے ہیں۔ اور ناقابل برداشت مصائب کھڑے کر دیتے ہیں۔ اور کیا کیا فتنے پیدا کر دیتے ہیں۔ کس طرح اتباع سنت سے۔ اور صفات الہیہ سے جو خود خدا نے اپنے لئے بیان کی ہیں ہٹا کر تشبیہ۔ تحسین اور تکلیف وغیرہ قابلوں میں ڈھال دیتے ہیں؟ اور کہتے ہیں کہ علو اور استوی علی العرش کا مطلب یہ ہے کہ خدا بہ اعتبار تحیر اپنی مخلوقات سے متباین ہے۔ آسمان دنیا پر خدا کے نزول۔ اور من یسئلنی فاعطیہ (جو مجھ سے سوال کرتا ہے۔ میں اسے دیتا ہوں) کے معنی یہ کرتے ہیں۔ کہ خدا حرکت کرتا ہے۔ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے۔ اور خدا نے اپنی ذات کے لئے جوید (پاکت) اور وجہ (منہ) کہا ہے۔ اسے ویسا ہی منہ کہتے ہیں۔ جو انسان کا ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے افعال کو حوادث اور اس کی صفات کو اعراض کہا کرتے ہیں۔ اور کچھ کلیات گھڑ لینے کے بعد اس سے غلط استدلال کرتے ہیں۔ اور اس غلط استدلال کے ذریعہ خدا نے جو اوصاف اپنی ذات کے لئے ثابت کئے ہیں۔ ان کی نفی کرتے ہیں۔ اور نا تجربہ کار، بے علم جہلاء کو توہم اور شکوک میں مبتلا کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول نے جن صفات کا خدا کی ذات کے لئے اثبات کیا ہے۔ اس سے یہ سب باتیں لازم آتی ہیں۔ اور اس لئے بعینہ یہ صفات مراد نہیں۔ بلکہ کچھ اور مراد ہے۔ اس طرح وہ صفات الہیہ کو بالکل معطل کر کے اس تعلیل کو تنزیہیہ۔ تقدیس اور تعظیم کے قالب میں ڈھال کر پیش کرتے ہیں۔

اور یہ ظاہر ہے کہ دنیا میں اکثریت بے عقل لوگوں کی ہے۔ اور یہ کسی ایک چیز کو ایک لفظ کے ساتھ مان لیتے ہیں۔ اور دوسرے لفظ سے اس کی تردید کر دیتے ہیں۔ نہ ان کی عقل کا کوئی معیار ہے۔ نہ ان کی فہم و دانش کا۔ اس قسم کے لوگوں کے متعلق خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا - اور اسی طرح ہم نے شریر آدمیوں اور جنوں

شیاطین الانس والجن۔ یوحی

بعضہم الی بعض زخرف القول

عسروا۔ (انعام) باتیں پھونکتے رہتے تھے۔

اس آیت میں اس قسم کی باتوں کو زخرف کہا گیا ہے۔ اور زخرف "قول باطل

کو کہتے ہیں۔ کیونکہ اس قسم کی باتیں کرنے والے اپنی باطل باتوں کو مزین۔ آراستہ کر کے پیش کرتے

ہیں۔ اور باطل کی تزئین میں اپنا پورا زور خرچ کر ڈالتے ہیں۔ باطل کو عمدہ لباس پہنا کر

مشریب خوردہ لوگوں کے سامنے کچھ اس طرح پیش کرتے ہیں۔ کہ وہ دھوکہ کھائے

بغیر نہیں رہتے۔

مقصود یہ ہے کہ شیطان پردے التزام سے کالوں کے ناکہ کی مورچہ بندی کرتا ہے۔

کہ کسی طرح بھی کوئی مفید اور نفع بخش بات انسان کے کالوں تک پہنچنے نہ پائے۔ حق بات

کو کسی طرح بھی اس کے کالوں میں جانے نہ دیا جائے۔ اور وہی باتیں پہنچانی جائیں۔ جو

انسان کے حق میں ضرر و سال ہوں۔ اگر کبھی بلا مقصد و ارادہ کوئی حق بات اور مفید چیز پہنچ

بھی جائے تو بہ ہزار فریب باطل۔ ناسد باتیں القاء کر کے حق کو ناحق بنا دیا جائے۔

## فصل

شیطان انسان پر ہر راستہ کو روک کر بیٹھا رہتا ہے۔

پھر یہ بڑا شیطان اپنے متبعین سے کہتا ہے۔ اب تم انسان کی زبان کے مورچہ پر

قبضہ جما لو۔ کیونکہ زبان انسان کا ایک اہم۔ اور زبردست ناکہ ہے۔ یہ ایسا مورچہ ہے

کہ بادشاہ (قلب) کے بالکل سامنے ہے۔ اس کی زبان سے تم ایسے الفاظ اور کلمات نکلاؤ

کہ اس کے حق میں سراسر مضرت رساں ہوں۔ کسی حال میں بھی اس کے حق میں مفید نہ ہوں۔ ذکر الہی۔

استغفار۔ توبہ۔ انابت۔ تلاوت قرآن۔ فصاحت۔ پند و وعظ۔ تعلیم دین وغیرہ جو اس کے حق میں مفید ہوں۔



اس کی زبان پرست آنے دو۔ اگر تم اس مورچہ پر قابو پا لو گے۔ اور اس کی حفاظت کرو گے۔ تو تمہیں دواہم عظیم الشان چیزیں مل جائیں گی۔ اور اگر دو میں سے ایک بھی حاصل ہوگئی تو بہت کچھ کامیابی حاصل ہوگی۔ اس لئے اس کی تحصیل کے لئے پوری پوری کوشش کرو۔

پہلی چیز یہ ہے کہ زبان پر باطل الفاظ اور فاسد کلمات کے سوا کوئی بات جاری نہ ہونے دو۔ بدزبانی اور بدگفتاری کرنے والا تمہارا بھائی ہے۔ تمہاری فوج کا سردار اور سرغنہ ہے۔ تمہارا بہت بڑا معادن اور مددگار ہے۔ اس کی پوری پوری قدر کرنا۔

دوسری چیز یہ ہے کہ تم اس کی زبان پر قابو پا لو گے تو وہ حق بات کہنے سے رک جائے گا۔ اور جو آدمی حق سے اپنی زبان روک لے۔ وہ تمہارا گونگا بھائی ہے۔ پہلی قسم کا آدمی تمہارا بدگفتار بھائی ہے۔ اور یہ تمہارا گونگا بھائی ہے۔ اور بسا اوقات بدگفتار بھائی کے مقابلہ میں گونگا بھائی تمہارے حق میں زیادہ مفید ہوتا ہے۔ کیا تم نے کسی واعظناصح کا مقولہ نہیں سنا؟  
 املتکم بالباطل شیطان ناطق۔ والساکت بدگفتار آدمی بولنے والا شیطان ہے۔ اور حق عن الحق شیطان اخوس۔  
 سے خاموش رہنے والا گونگا شیطان ہے۔

دیکھو میرے بیٹو! اس مورچہ پر اپنے گھوڑے باندھے رکھو۔ اور پوری قوت ہیاں رکھو۔ اور پوری پوری اس کی حفاظت کرو۔ خیال رکھو اس کی زبان سے کوئی حق بات نکلنے نہ پائے۔ بدگفتاری ہی اس کی زبان سے جاری رہے۔ باطل فاسد باتیں خوب مزین۔ اور آسان کر کے سامنے دہراتے رہو۔ تاکہ بدگفتاری جاری رہے۔ حق بات سے اس کی زبان کو روک دو۔ اور اسے ڈراؤ کہ دیکھو حق بات زبان سے نکالی اور مارے گئے۔ میرے پیارے بیٹو! خوب سمجھ لو کہ زبان ہی کے مورچہ سے مینے آدم کی اولاد کو ہلاک کیا ہے۔ زبان ہی کے ذریعہ میں اسے تباہ کرتا ہوں۔ منہ کے بل دوزخ میں جھونک دیتا ہوں۔ بہت سول کو اس کے ذریعہ قتل کے گھاٹ اتار دیتا ہوں۔ بہت سول کو اسپر و قیدی بنا دیتا ہوں۔ بہت سول کو زخمی اور نیم جان کر کے رکھ دیتا ہوں۔ یہ بہت ہی اہم مورچہ ہے اور اس قسم کے بے شمار کام اس سے انجام پاتے ہیں۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اس مورچہ کی تم پوری پوری حفاظت کرنا۔ اگر تم میں سے کوئی کسی آدمی کی زبان سے برے الفاظ۔ برے کلمات کہلوا دے تو دوسروں کا فرض یہ ہونا چاہیے کہ سننے والوں کی زبانوں پر قابو پالیں۔ اور ان سے کہلوا دیں کہ واہ بھائی واہ! کیسی اچھی بات کہی ہے اور

پھر اس کی بات کی پوری پوری عظمت و وقعت کرا دو۔ مستحجانہ لہجہ میں تعریف و توصیف کرا دو۔ تاکہ اصل بات کرنے والا پھر انہی الفاظ و کلمات کو خوش ہو کر دہرانے لگے۔ میرے بیٹو! تم اس بارے میں ان لوگوں کے معاون بن جاؤ۔ اور ان کی پوری پوری معاونت کرو۔ ہر دروازے کے اندر جا گھسو۔ اور ہر جگہ جا بیٹھو اور گھات میں لگے رہو۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ میں نے ان کے رب کے سامنے یہ قسم کھائی ہے؟

فَمَا اغْوَيْنِي لِأَقْعُدَ صَوَاطِلَ  
الْمُسْتَقِيمِ ثُمَّ لَا تَنْهَمُ عَنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ  
وَمَنْ خَلَقَهُمْ وَعَنْ آيَاتِهِمْ وَبَعَثَ  
ثُمَّ إِلَهُهُمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ :  
(اعراف)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں آدم کی اولاد کے تمام راستے گھیرے بیٹھا رہتا ہوں؟ کسی ایک کار راستہ بھی چوکتا نہیں۔ اور جس طرح بھی ممکن ہوتا ہے۔ اپنا مقصد پورا کر لیتا ہوں۔ اگر پورا پورا حاصل نہیں ہوتا تو کچھ نہ کچھ تو ضرور حاصل کر لیتا ہوں۔

شیطان کے مکائد سے خود آنحضرت محمد رسول اللہ صلعم نے بھی ڈرایا ہے۔ ارشاد فرمایا۔  
ان الشیطان قد تعدل ابنت آدم  
بطرقہ کلھا :  
یہ حقیقت ہے کہ بنی آدم کے تمام راستوں پر  
شیطان بیٹھا ہوا ہے۔

چنانچہ شیطان اسلام کے راستہ پر جا بیٹھا ہے۔ جب کوئی اسلام قبول کرتا ہے تو درغلالتا ہے کہ کیا تو اپنا اور اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ رہا ہے۔؟ جب آدمی اس کی مخالفت کرتے ہوئے اسلام قبول کر لیتا ہے۔ تو وہ اس کی ہجرت کی راہ پر جا بیٹھا ہے۔ اور درغلالتا ہے۔ ارے تو اپنا قدیم وطن۔ قدیم آسمان و زمین چھوڑ رہا ہے۔؟ جب اس نے اس کی یہ بات نہ مانی۔ اور ہجرت پر آمادہ ہی ہو گیا۔ تو اب وہ اس کے جہاد کے راستہ پر آ بیٹھا ہے۔ اور اسے درغلالتا ہے۔ ارے او بھلے آدمی! خواہ مخواہ اپنی جان دیتا ہے۔ تیرا مال دوسرے کھائیں گے تیری بی بی کسی اور سے نکاح کر لے گی۔ لیکن مومن مسندہ اس کی بات نہیں سنتا اور جہاد کرتا ہے۔

بڑا شیطان اپنے متبعین سے کہتا ہے۔ پیارے بیٹو! تم اولاد آدم کی خیر و فلاح کے



ہر راستہ پر چلا بیٹھو۔ اور انہیں وہ غلاؤ۔ بہکاؤ۔ خیرات و صدقات کی راہیں گھیرو۔ نفس کو کہو۔  
 اے اچھے آدمی تو اپنا خرچ کر ڈالو۔ اس سے تو ایک دن تو بھی اس جیسا فقیر بن کر رہ جائے گا۔ تم نے سنا نہیں کہ ایک  
 شخص سے کسی سائل نے صدقہ کی درخواست کی۔ تو میں نے اس کی زبان سے کہلا دیا کہ ہم اپنا  
 مال اگر تم کو دے دیں تو تمہاری ہی طرح بھکاری نہ ہو جائیں۔ حج کا ارادہ کرنے والے کو گھیرو۔  
 اور اسے کہو۔ اے اورے اور نیک بخت حج کا راستہ تو بڑا خوف ناک ہے۔ مشقتوں سے  
 لبریز ہے۔ جان و مال کا خطرہ ہے۔ اسی طرح اس کے ہر خیر و فلاح کے راستہ  
 پر دھرنے بیٹھو۔ اور اے نیک کام سے روک دو۔ اس عمل کی صعوبتیں۔ آفتیں  
 بٹلا کر اسے راستہ سے بھٹکا دو۔

اس کے بعد معاصی۔ اہل گناہوں کو ہاتھ میں لو۔ اور بنی آدم کی نگاہوں کے سامنے  
 معاصی کو حسین بنا کر پیش کرو۔ انسان کے قلب میں گناہوں کو آسان ہے۔ پیرا سہ کر کے پہنچاؤ۔  
 اور ان مسلسلہ میں عورتوں کو اپنا سب سے بڑی معاون بنا لو۔ عورتوں کے ذریعہ ان لوگوں  
 میں جا گھسو۔ عورتیں تمہاری پوری پوری مددگار ثابت ہوں گی۔  
 اس کے بعد ہاتھ پاؤں کے مورچے سنبھال لو۔ اور جو چیز تمہارے مقصد کے خلاف  
 پاؤ۔ اسے ادھر جانے مت دو۔ پوری قوت سے روک دو۔ نہ ہاتھ کو آگے بڑھنے دو۔ نہ پاؤں کو۔  
 میرے بیٹو! اچھی طرح سمجھ لو کہ ان تمام مورچوں میں تمہارا سب سے بڑا حسین نفس  
 امارہ ہے۔ تم اسے اپنا بناؤ۔ اس سے رشتہ جوڑو۔ اور اس کے ذریعہ اپنے مقاصد پورے  
 کرو۔ تم اس کی پشت پناہی کرو۔ اور اس کو اپنا پشت پناہ بنا لو۔ اور اس کے ساتھ رہ کر  
 نفس مطمئنہ سے جنگ کرو۔ اور اسے ٹوڑ دو اور شکست دے کر اس کی ساری طاقتیں ختم کر دو۔ اور  
 پوری کامیابی تو تمہیں اس وقت حاصل ہوگی۔ جب تم نفس مطمئنہ کا اصل مادہ ہی ختم کر دو گے۔  
 جب تم اس مادہ کو ختم کر دو گے۔ تو نفس امارہ قوی تر ہو جائے گا۔ اور نفس امارہ کے تمام اعوان  
 و انصار تمہاری اتباع کرنے لگیں گے۔ اس وقت تم قلب اور قلب کے قلعے میں جا گھسو۔ اور اسے گرفتار  
 کر لو۔ اور تخت مملکت سے اسے معزول کر کے نفس امارہ کو اس کی جگہ بٹھا دو۔ اور اب نفس امارہ وہی حکم  
 جاری کرے گا۔ جو تم چاہو گے۔ تمہارے خلاف کبھی کوئی اقدام نہیں کریگا۔ بلکہ تمہارے اشاروں پر دوڑتا  
 رہے گا۔ اب اگر تم یہ محسوس کرو کہ قلب اپنی مملکت کی بازیابی کیلئے جنگ کرنا چاہتا ہے اور تم اس کے خطرات  
 سے محفوظ رہنا چاہتے ہو۔ تو قلب اور نفس کے درمیان عقد نکاح باندھ دو۔ نفس کو زمینت و جمال سے پوری

طرح آراستہ کرو۔ اور بہتر سے بہتر دہن کی صورت میں اس کے سامنے پیش کرو۔ اور اسے کہو۔  
 ذرا وصل و وصال کی شیرینی تو چکھ لو۔ عروسِ نوحی ہم آغوشی کا مزہ تو دیکھ لو۔ جنگ کا مزہ  
 تو خوب چکھ لیا۔ زخم کھائے۔ لڑائی کی تلخیاں بھی چکھ چکے۔ اب صلح و سلامتی کی لذتیں بھی تو  
 دیکھ لو۔ صلح اور جنگ کی لذتوں کا موازنہ کرو۔ کونسی چیز بہتر ہے؟ جنگ ختم کرو۔ جنگ کے  
 اسلحہ زمین پر ڈال دو۔ اسے بھائی! یہ تو زمانہ کی گردش ہے۔ جنگ تو اس وقت ختم ہوگی جب  
 مریں گے۔ اور تمہاری طاقتیں جواب دے دیں گی۔ تم ہمیشہ جنگ جاری نہیں رکھ سکتے۔ پھر بھی  
 سے جنگ ختم کر کے چین کی زندگی کیوں نہ گذارو؟

اے میرے بیٹو! تمہیں اپنی جنگ جاری رکھنے کے لئے دو قسم کی فوجیں درکار ہیں۔ اگر  
 یہ دو قسم کی فوجیں تمہارے پاس ہیں۔ تو تم کبھی کسی حال میں مغلوب نہیں ہو سکتے۔

پہلی فوج غفلت کا لشکر ہے۔ بیٹو! تم آدم کی اولاد کو خدا اور آخرت سے غافل کر  
 دو۔ ہر ممکن طریقہ سے ان کے قلوب کو غفلت و بے خبری کے دلدل میں پھنسا دو۔ تمہیں  
 اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں مل سکتی۔ جب تم قلب کو غفلت میں  
 ڈال دو گے۔ تو اس پر اور اس کے تمام اعوان و انصار پر تمہاری حکومت قائم ہو جائے گی۔

دوسری فوج شہوات و خواہشات کا لشکر ہے۔ انسان اور انسان کے قلوب اور نگاہوں  
 میں شہوات و خواہشات کو پوری زینت و آرائش کے ساتھ پہنچاؤ۔ میرے پیارے بیٹو! ان ہر  
 دو لشکروں کے ساتھ ان پر حملے کیا کرو۔ بنی آدم پر غالب آنے کے لئے ان دو لشکروں  
 سے بہتر تمہیں کوئی لشکر نہیں مل سکتا۔ شہوات و خواہشات کے ذریعہ انہیں غفلت  
 میں ڈال دو۔ اور غفلت کے ذریعہ شہوات و خواہشات میں الجھا دو۔ اور دو غافل انسانوں  
 کو ایک جگہ اکٹھا کر دو۔ اور اپنے ساتھ لے لو۔ ان دو غافل انسانوں کے ساتھ ایک ذاکر انسان  
 کو بھی شامل کر لو۔ یہ تو بالکل ظاہر ہے۔ کہ ایک ذاکر پانچ مخالف افراد پر غلبہ نہیں پاسکتا۔  
 دو غافل آدمی ہوں گے۔ ان کے ہمراہ ان کے دو شیطان۔ اور ایک ذاکر کا شیطان۔ بتلاؤ ایک ذاکر  
 ان پانچ کے مقابلہ میں کیونکر غالب آئے گا؟

اور پھر اگر تم دیکھو کہ کوئی گروہ ذکر الہی میں مشغول ہے۔ اور خدا کے ادا و نواہی۔ دین  
 و ملت کے مذاکرہ میں مصروف ہے۔ اور تم میں یہ طاقت نہیں کہ اس گروہ کو تم منتشر و پراکٹہ کر سکو۔  
 تو تم انہی لوگوں میں سے چند ادا و باشعور کو اپنے ساتھ لے لو۔ اور پوری طرح انہیں گمراہ



کر کے اس گروہ کے خلاف چھوڑ دو۔ اور کہہ دو کہ جاؤ ان کے اندر تشویش و پراگندگی پھیلا دو۔ اور شور و غضب سے انہیں وحشت زدہ کر دو۔

غرض یہ کہ انہی کے اقران۔ ہم جنس۔ ہم نواؤں کو اپنا معین و مددگار بنا لو۔ انسان کے اندر اس کے ارادہ کی راہ سے گھس جاؤ۔ اور شہوات و خواہشات کے ذریعہ باغیانہ قوت بڑھا دو۔ اور شہوات و خواہشات کی تحصیل میں اس کی پوری پوری امداد کرو۔

جب اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو صبر و ثبات اور باہمی صبر و ثبات کے روابط بڑھائے۔ اور تمہارے خلاف مورچہ بند ہونے کا حکم دیا ہے۔ تو تمہارا یہی فرض ہے کہ اولاد آدم کے خلاف تم بھی صبر و ثبات اور باہمی صبر و ثبات کے روابط قائم کرنے کی کوشش کرو۔ اور پوری قوت سے ان کے مقابلہ میں مورچے قائم کرو۔ شہوات و خواہشات اور غیظ و غضب کے اذیت کا انتظار کرو۔ ان دو مواقع کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دو۔ بنی آدم کو اپنا شکار بنانے کے لئے ان دو مواقع سے بہتر کوئی موقع نہیں نہیں مل سکتا۔

یہاں یہ سمجھ لو کہ انسانوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جن پر شہوت کا تسلط ہوا کرتا ہے۔ اور غیظ و غضب کا بادشاہ بالکل مغلوب و مقہور ہوا کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کو شہوات و خواہشات ہی کے راستوں میں گھیر لو۔ غیظ و غضب کی راہ سے تعرض ہی مت کرو۔

اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جن پر غیظ و غضب کی فرمانروائی ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو غیظ و غضب کے راستوں میں دھرو۔ لیکن ان کی شہوات و خواہشات کے مورچوں کو خالی نہ چھوڑو۔ کیونکہ اس شتم کے لوگ بسا اوقات اپنی جان پر قابو رکھنے سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ لیکن شہوت کے وقت اپنے نفس پر پورا قابو رکھتے ہیں۔

اس کے بعد تم ان کی قوت غیظ و غضب۔ اور قوت شہوات میں عقد زد جیت جوڑ دو۔ اور پھر غیظ و غضب کی راہ سے شہوات کو بلا لو۔ اور شہوات کی راہ سے غیظ و غضب کو بلا لو۔ اس طرح تمہارا کام بڑی خوبی سے انجام پاتا رہے گا۔

خوب سمجھ لو کہ آدم کی اولاد کو زیر کرنے کے لئے یہ دو چیزیں زبردست ہتھیار ہیں۔ ان کے والدین کو عین شہوت کے ذریعہ جنت سے نکال باہر کیا ہے۔ اور غیظ و غضب کے ذریعہ ان میں عداوتوں کی آگ مشتعل کر دی۔ اور ان کے رشتے توڑے ہیں۔ خونریزیوں کے میدان گرم کئے ہیں۔ اسی غیظ و غضب کے ذریعہ آدم کے ایک بیٹے کے ہاتھوں اس کے بھائی کو قتل کر دیا ہے۔

خوب سمجھ لو کہ غیظ و غضب آدم کی اولاد کے قلوب میں ایک انگارہ ہے۔ اور شہوت لگ کا شعلہ ہے۔ جو قلوب کے انگارے سے مشتعل ہوتا ہے۔ اور یہ آگ وضو۔ نماز۔ ذکر الہی۔ تکبیر و تہلیل۔ تسبیح اور تلاوت قرآن سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ تم نہایت ہوشیاری سے کام لو غیظ و غضب اور شہوت کے اوقات میں ان کو وضو۔ نماز وغیرہ کے قریب نہ جالے دو۔ کہ اس سے ان کی غیظ و غضب اور شہوت کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی۔ ان کے پیغمبر نے ایسے موقعوں پر انہیں وضو۔ اور نماز کی تاکید کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے۔

ان الغضب جمرۃ فی قلب ابن آدم

اماراً یتسم من احمر العینہ

وانسحاق اوداجہ۔ فہم احسب

بذالک قلبی تروضاء :

اور پھر فرمایا کہ

اخاتطفاء النار بالحاء :

یہ آگ پانی ہی سے ٹھنڈی کر لی جائے۔

اور خود اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ تمہارے خلاف وہ صبر و ثبات سے کام لیں اور نماز سے استعانت حاصل کریں۔ لہذا تم ان کو وضو۔ اور نماز سے بھٹکا دو۔ اور ان کو خدا سے غافل اور بے خبر کر دو۔ اور شہوت و غضب کی آگ مشتعل کر کے ان پر غلبہ پا لو۔ تمہارا بہتر سے بہتر اور تیز سے تیز ہتھیار یہی ہے کہ تم انہیں غفلت۔ اور خواہشات میں الجھا دو۔ تمہارے خلاف ان کا بہتر سے بہتر ہتھیار۔ اور مضبوط سے مضبوط قلعہ ذکر الہی اور خواہشات کی مخالفت ہے۔ جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ خواہشات سے گریز نہ کر رہا ہے۔ تو تم اس سے دور بھاگو۔ اس کے سایہ میں بھی کھڑے نہ رہو۔ مقصود یہ ہے کہ معاصی و گناہ وہ اسلحہ ہیں کہ ان کے ذریعہ انسان خود اپنے دشمن

کی امداد کرتا ہے۔ اور اپنے دشمن کو اپنے خلاف یہ اسلحہ استعمال کرنے کا موقع دیتا ہے۔ ان ہی ہتھیاروں سے شیطان انسان کے مقابلہ میں جنگ کرتا ہے۔ اور جاہل بے سمجھ لوگ خود اپنی جان کو ہلاک کر لے میں شیاطین کے مددگار بن جاتے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔

ما یبلغ الجاہل من نفسه

ما یبلغ الاعداء من جاہل

اس قدر امداد ایک جاہل خود اپنی ذات

جاہل سے جس قدر امداد اس کے دشمنوں کو

سے بھی نہیں پاتا۔

پہنچتی ہے۔



کس قدر تعجب خیز بات ہے۔ کہ بندہ خود اپنے کو ذلیل و خوار کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ میں اپنی تکریم و توقیر اور عزت کر رہا ہوں۔ اپنی حراماں نصیبی۔ اور ضیاع عزت و شرف کے سامان کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے۔ اپنے نصیب کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ اپنی جان کی تحقیر و تذلیل۔ اور اپنے کو گندہ اور ناپاک کرنے میں اپنی قوت صرف کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ میں اپنی اصلاح کر رہا ہوں۔ اور اپنی رفعت و سر بلندی کی کوشش کرتا ہوں۔ بعض اسلاف نے اپنے خطبہ میں کیا اچھا فرمایا ہے۔

”آگاہ رہو کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ جو اپنے کو ذلیل و خوار کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی توقیر بڑھا رہے ہیں۔ اپنی جان کو ذلیل کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ ہم اپنی عزت کو رہے ہیں۔ اپنی جان کو حقیر کر رہے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ ہم اپنی عزت بڑھا رہے ہیں۔ جان کو ہلاک کر رہے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ جان کی حفاظت کر رہے ہیں۔ انسان کس قدر جاہل۔ اور بے وقوف ہے کہ وہ اپنے خلاف اپنے دشمنوں کی ایسی امداد کرتا ہے۔ جو دشمن خود بھی نہیں کر سکتا۔ آدمی اپنے کرتوتوں سے خود اپنے آپ کو اتنا نقصان پہنچا لیتا ہے۔ جتنا اس کا دشمن بھی نہیں پہنچا سکتا۔ واللہ المستعان۔“

## فصل

عاصی اپنی جان کو ذلیل کرتا ہے۔ اپنے آخرت کے حصہ سے محروم ہو جاتا ہے۔ اپنی جان کو بے قدر کر دیتا ہے۔ دنیا کے عوض آخرت کو فروخت کر دیتا ہے۔

معاصی کی ایک سزایہ بھی ہے کہ گنہگار انسان اپنی جان کو فراموش کر دیتا ہے۔ اور انسان جب اپنی جان کو بھول جاتا ہے۔ تو اپنی جان چھوڑ دیتا ہے۔ اور اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایک آدمی خود اپنی جان کو کس طرح اور کیوں کہ بھلا دیتا ہے؟ اگر ایک آدمی خود اپنے آپ ہی کو بھلا دے تو اسے یاد کیا رہے گا۔ اپنی جان کو فراموش کر دینے کا کیا مطلب ہے؟ ہاں انسان بہت بری طرح اپنی جان کو بھلا بیٹھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولا تکلوا کالذین لسواللہ۔ فالساہم  
انفسہم۔ اولامک ہم الماسقون:  
(حشر)  
اور ان لوگوں جیسے نہ بنو جنہوں نے خدا کو بھلا دیا تو  
خدا نے ان کی ایسی مت ماری کہ اپنے آپ کو

بھی بھول گئے۔ یہی لوگ نافرمان ہیں۔

جب خدا کے بندے خدا کو بھلا دیتے ہیں تو خدا بھی انہیں بھلا دیتا ہے۔ اور انہیں خود ان کی جانوں سے بھی غافل کر دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

تَسْأَلُ اللَّهَ فَالْتَأَاهُمْ  
جنہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے بھی ان کو بھلا دیا۔

جو لوگ خدا کو فراموش کر دیتے ہیں۔ انہیں خداوند تعالیٰ دوسرا میں دیتا ہے۔ ایک تو یہ کہ حق سبحانہ تعالیٰ ان کو بھلا دیتا ہے۔ دوسری یہ کہ خود ان کو ان کی جانوں سے بے خبر کر دیتا ہے۔ اور پروردگار عالم بندوں کو بھلا دیتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ پروردگار عالم ان کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور اپنے سے ان کو دور کر دیتا ہے۔ ان سے کوئی سروکار نہیں رکھتا اور انہیں ہلاک کر دیتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے۔ تو اس کی ہلاکت و تباہی اتنی قریب ہو جاتی ہے۔ جتنی کہ منہ سے ہاتھ قریب ہے۔

اور ان کو اپنی جانوں سے بے خبر کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے حصہ سے اور اپنی فلاح و سعادت۔ اصلاح۔ دنیا و عقیبتی۔ اور تکمیل دارین کے ذرائع کو فراموش کر جاتے ہیں۔ ان مقدس چیزوں کو وہ اس طرح بھلا دیتے ہیں۔ کہ کبھی ان چیزوں کو یاد تک نہیں کرتے۔ اور نہ کبھی یاد آوری کا ان کو خیال آتا ہے۔ اور نہ ان امور کی تحصیل و تکمیل کے لئے کبھی انہیں ہمت ہوتی ہے۔ نہ کبھی اس طرف توجہ ہوتی ہے۔ اس قدر وہ ان امور سے غافل۔ بے خبر ہو جاتے ہیں کہ ان کو نہ ان امور کی تحصیل کا کبھی خیال آتا ہے۔ نہ دوسری چیزوں کے مقابلہ میں ان امور کو ترجیح دینے کا وہ ارادہ کرتے ہیں۔

نیز وہ اپنے عیوب۔ اپنے نقصانات۔ اور مصائب و آلام کو بھی بھول جاتے ہیں اور ایسا بھول جاتے ہیں۔ کہ اصلاح نفس۔ اور ازالہ عیوب کا خیال تک ان کے دلوں میں نہیں پیدا ہوتا۔

نیز اپنے قلبی امراض۔ قلبی آلام کو بھی فراموش کر جاتے ہیں۔ اور ایسے بھول جاتے ہیں کہ ان کے علاج کا انہیں خیال تک نہیں پیدا ہوتا۔ اور ایسے امراض کے ازالہ کا خیال تک نہیں آتا جو انہیں ہلاک کر دینے والے ہیں۔ اور دائمی موت سے انہیں ہم آغوش کر دینے والے ہیں۔ اور ہمیشہ کے لئے انہیں ختم کر دینے والے ہیں۔ اس لئے کہ وہ اس سے ایسے بے خبر اور غافل ہو جاتے ہیں۔ کہ نہ مرض کو سمجھ سکتے ہیں۔ نہ مرض کا علاج کر سکتے ہیں۔ نہ دوا کا تصور ان کے اندر



پیدا ہوتا ہے۔

گناہوں کی یہ عقوبت عوام و خواص تمام کے لئے عام ہے۔ اور بڑی سخت عقوبت ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر عقوبت ہی کیا ہو سکتی ہے؟ کہ انسان اپنی جان کو بھول جائے۔ اپنی جان کو ہلاک کر دیوے۔ اور مصالح نفس۔ امراض نفس۔ علاج۔ دوا۔ اسباب سعادت و فلاح۔ اصلاح دنیا و عقبی۔ حیات ابدی۔ انعامات خداوندی جو دہائی ہیں۔ تمام کو فراموش کر جائے۔ اب ایک غور کرنے والا ان امور کو سامنے رکھ کر غور کرے تو واضح ہو جائے گا۔ کہ خدا کی اکثر مخلوق اپنی جانوں کو بھلا بیٹھی ہے۔ اپنی جانوں کو ضائع کر چکی ہے۔ لیکن اس کا ظہور مرنے کے بعد ہی ہو گا۔ اور پورا پورا ظہور تو یوم التعابن یعنی قیامت کے دن ہو گا۔ اس دنیا میں جو کچھ سودا۔ لین دین کیا ہے۔ اور معاد و آخرت کے لئے جو اس نے تجارت کی ہے۔ اس کا پورا پورا علم ان کو وہاں ہو گا۔ اور پوری طرح واضح ہو جائے گا۔ کہ اس تجارت میں وہ کس قدر خسارے اور گھائے میں رہے؟ ہر انسان اس دنیا میں اپنی آخرت کے لئے کچھ نہ کچھ تجارت کرتا ہے۔ لیکن اس تجارت کی حقیقت وہاں معلوم ہو گی۔ خسارہ پانے والے جن کا دنیا میں یہ اعتقاد تھا کہ ہم اپنی تجارت میں کامیاب ہیں۔ اور تجارت و کسب سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔ انہیں اس دن واضح ہو جائے گا کہ انہوں نے فائدہ نہیں اٹھایا۔ بلکہ آخرت کی لذتوں۔ آخرت کے نصیبے اور حصہ کو دنیا کی لذتوں۔ دنیا کی متاع۔ دنیا کے نصیبے اور حصہ کے عوض فروخت کر دیا ہے۔ آخرت کی لذتوں۔ اور آخرت کے انعامات کے مقابلہ میں انہوں نے دنیا کی لذتوں کو ترجیح دی ہے۔ اور صرف اسی سے وہ مستفید ہوتے رہے۔ اس پر قانع رہے۔ اور اسی سے راضی اور اسی پر مطمئن رہے۔ اور اسی کی تحصیل میں منہمک رہے۔ دنیا میں بیح و فروخت۔ لین دین کرتے رہے۔ اور اس میں پوری پوری کوشش کرتے رہے۔ لیکن مقصد یہی تھا کہ وعدے کے نفع۔ وعدے کے فوائد کے مقابلہ میں فوری فوائد کو ترجیح دی۔ آج کے ادھار کے عوض دنیا کے نقد کو مقدم رکھا۔ غائب اور بعد میں ملنے والے انعامات پر حاضر و موجود کو ترجیح دی۔ اور یہی سمجھے کہ جو کچھ ہے۔ یہی ہے۔ چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

مخدما تراہ ودع شیئاً سمعت بہ

جو تم دیکھ رہے ہو، اسی کو لو، جس کے بارے میں صرف سنا ہے، اسے چھوڑ دو۔  
اس قسم کے اور اس خیال کے لوگوں کا عموماً یہ مقولہ ہے کہ دنیا میں جو ہمیں مل رہا ہے۔ وہ نقد ہے۔ اس نقد کو ہم آخرت کے ادھار کے عوض کیسے فروخت کر دیں؟ یہ خیالات ہوتے ہیں۔ اور اس

کے ساتھ متعصب ایمان، شہوات و خواہشات کی قوت، فوری نفع کی محبت، اور پھر انباء جنس کی دنیا آلود زندگیوں کے اثرات، اور ان کی نقل و تقلید ان کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ اور یہ امید ظاہر ہے کہ اکثر مخلوق خسارے ہی کی تجارت میں مبتلا ہے۔ اور ایسے لوگوں کی شان میں خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ادلائک الذین اشتروا الحیاة الدنیا  
بالآخرة - فلا یخفف عنهم العذاب  
ولا هم ینصرون :  
یہی ہیں جنہوں نے آخرت کی زندگی کے بدلے  
دنیا کی زندگی مول لی۔ سو نہ تو قیامت کے دن ان کا  
عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا۔ اور نہ کہیں سے  
ان کو مدد پہنچے گی۔ (بقرہ)

اور اللہ تعالیٰ انہی کی شان میں ارشاد فرماتا ہے۔

فما ربحت تجارتهم وما كانوا  
مہتدین : (بقرہ)  
سو نہ ان کی تجارت سود مند رہی اور نہ وہ سیدھی  
راہ پر قائم رہے۔

لیکن جب "یوم القیامہ" یعنی قیامت کا دن آئے گا۔ اس وقت ان کو اپنی اس تجارت کا  
خسارہ معلوم ہوگا۔ اور اس دن وہ اپنی حرمان نصیبیوں پر حسرت و مذمت کے آئینوں میں گئے۔  
اپنی تجارتوں میں نفع اٹھانے والے وہ ہیں جنہوں نے آخرت کے باقی کے بدلہ میں دنیا کے فانی  
کو آخرت کے نفعائیں کے عوض دنیا کے خسائش و زائل کو آخرت کے عظیم و برتر کے عوض دنیا کے  
حقیر کو منہ دخت کر دیا۔ اور کہہ دیا کہ اس ساری دنیا کی حیثیت ہی کیا ہے جو ہم آخرت میں  
ملنے والے حصہ کو اس حقیر کے عوض دے ڈالیں ؟

بندہ اس مختصر سے زمانہ میں کیا پاتا ہے ؟ اور جو کچھ اسے حاصل ہوتا ہے اس کی حیثیت  
آخرت کے مقابلہ میں کیا ہے ؟ دنیا کی حیثیت ایک خواب سے زیادہ نہیں ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔  
و یوم یخشوہم کات لم  
یلبثوا الا ساعۃ من النہار  
یتعجلون موت بینہم :  
اور خدا لوگوں کو قیامت کے دن اپنے حضور  
میں جمع کرے گا۔ تو ان کو ایسا معلوم ہوگا۔ گویا  
دنیا میں سارے دن بھی نہیں صرف گھڑی بھر  
رہے۔ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔ (یونس)

اور ارشاد ہے۔

لیستولنک عن الساعۃ ایان مرساھا  
لے پیغمبر! یہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں



فیم انت من ذکر اھا۔ الی ربک متواھا  
انما انت منذر من یخشاھا۔ کانھم  
یوم یرونھا لم یلبثوا الا  
عشیرۃ او مھاھا :  
(نازعات)

اور فرماتا ہے۔

کانھم یوم یردن ما یوعدون  
لم یلبثوا الا ساعۃ من نہار بلاغ :  
(احقاف)

اور فرماتا ہے۔

کم لبثتم فی الارض عدو سنین ؟  
قالوا لبثنا یوماً او بعض یوم فاسئل  
العادین۔ قال ان لبثتم الا قلیلاً  
لو انکم کنتم تعلمون :  
(یونس)

اور ارشاد ہوتا ہے۔

دیوم یفزع فی الصور ونحشر الجرمین  
یومئذ ذرنا۔ یتخافون بینھم ان  
لبثتم الا عسراً۔ نحن اعلم بما  
یقولون اذ یقول امثلھم طریقۃ  
ان لبثتم الا یوماً :  
(طہ)

پوچھتے ہیں کہ اس کا نقل بڑا بھی ہے؟ سوائے  
پیغمبر! تم اس کا وقت بتانے کی طرف کہاں  
کے بکھیرے میں پڑے۔ یہ تو تمہارے پروردگار ہی  
پر جا کر ٹھہرتی ہے۔ تم تو اس شخص کو جو قیامت سے  
ڈرتا ہے۔ اس کو آگاہ کر دینے والے ہو۔ لوگ  
جس دن قیامت کو دیکھیں گے۔ تو گویا وہ بس  
دن کے آخر پہر ٹھہرے یا اول پہر۔

جس دن دیکھ لیں گے۔ جس کا وعدہ ان سے کیا  
جاتا ہے تو گویا دنیا میں بہت رہے تو دن میں سے  
ایک گھڑی بھر خدا کا حکم پہنچا دیا گیا۔

تم زمین پر گنتی کے کتنے دن رہے۔ وہ کہیں گے  
ہم ایک دن یا ایک دن سے بھی کم۔ جو گنتے رہے۔  
ہوں۔ ان سے پوچھ لیجئے۔ پروردگار فرمائے گا۔  
بے شک تم تھوڑی ہی دیر رہے۔ مگر کاش تم یہی  
بات پہلے سمجھتے ہوتے۔

جس دن صور پھونکا جائے گا۔ اور ہم اس دن  
گنہگاروں کو اپنے حضور میں جمع کریں گے۔ ان کی  
آنکھیں مارے خوف کے نیلی پیلی بے نور ہوں گی۔  
اپس میں چپکے چپکے کہتے ہوں گے کہ دنیا میں تم لوگ  
ٹھہرے ہوں گے۔ تو بس دس دن۔ جیسی جیسی  
باتیں یہ لوگ اس دن کریں گے۔ ہم ان سے  
بخوبی واقف ہیں۔ کہ جو ان میں سر

براہ ہوگا۔ وہ کہے گا نہیں جی تم بھڑے ہو گے۔  
تو بس ایک دن۔

قیامت کے دن دنیا کی حقیقت اور اصل حقیقت معلوم ہوگی۔ اس دن معلوم ہوگا کہ دنیا میں ٹھہرنے کی مدت کتنی مختصر ہے۔ اور اس کا اصل گھر دنیا نہیں بلکہ آخرت ہے۔ جہاں انہیں ہمیشہ رہنا ہے۔ یہی ان کا باقی رہنے والا۔ اور دائمی مکان ہے۔ اس دن لوگوں کو اپنے خسارے کا پتہ چلے گا۔ اور اس دن پتہ چلے گا کہ دار الفناء کے مقابلہ میں انہوں نے دار البقاء کو کس قدر نقصان پہنچایا۔

دنیا میں ہر انسان کچھ بیچتا ہے۔ اور کچھ خریدتا ہے۔ روزانہ صبح ہوتے ہی اپنی جان کو بیچتا ہے۔ اب یا تو وہ اپنی جان کو عذاب سے آزاد کرتا ہے۔ یا عذاب خریدتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ان الله اشترى من المؤمنين  
انفسهم و اموالهم بان لهم  
المجىء۔ يقاتلون في سبيل الله  
فيقتلون و يقتلون و عد اعلين  
حقاً في التورات و الانجيل  
و القرآت و من اوفى بعهدہ  
من الله فاستبشروا  
ببيعكم الذی بايعتم به  
و ذالک هو الفوز العظيم :  
(توبہ)

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں کہ ان کے بدلے ان کو جنت دے گا۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے ہیں اور مارے جاتے ہیں یہ خدا کا پکا وعدہ ہے۔ جس کا پورا کرنا اس نے اپنے ذمہ لازم کر لیا ہے۔ تورات۔ انجیل اور قرآن میں لکھا ہوا موجود ہے۔ اور خدا سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا اور کون ہوگا۔ تو مسلمانو! اپنے سودے کی جو تم نے خدا کے ساتھ کیا ہے۔ خوشیاں مناؤ۔ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس تجارت کا اس المال، اور سرمایہ یہ ہے۔ جو خدا نے ان آیات میں بیان فرما دیا ہے۔ مفسر! تم یہ تجارت کرو۔ اور اے وہ لوگو کہ جن کے پاس یہ سرمایہ نہیں ہے۔ اور اس تجارت کی حیثیت نہیں رکھتے ہو۔ تو ایک دوسرا سرمایہ ہے۔ جس سے تم یہ سودا کر سکتے ہو۔ اور یہ سرمایہ خود اللہ تعالیٰ بتلا رہا ہے۔

التائبون العابدون الحامدون  
توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے حمد و ثنا



کرنے والے۔ خدا کی راہ میں سفر کرنے والے۔  
 رکوع کرنے والے۔ سجدہ کرنے والے۔ نیک  
 کام کی صلاح دینے والے۔ برے کام سے منع  
 کرنے والے۔ اور اللہ نے جو حدیں قائم کی  
 ہیں۔ ان کے نگاہ رکھنے والے۔ اور اے  
 پیغمبر! مسلمانوں کو خوشخبریاں سنا دو۔

السَّامِعُونَ السَّارِعُونَ السَّاجِدُونَ  
 الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ  
 عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ  
 اللَّهِ - وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ -  
 (توبہ)

اور ارشاد ہے -

اے ایمان والو! میں تم کو ایسی سوداگری بتاؤں؟  
 جو تمہیں عذاب دردناک سے بچالے۔ خدا  
 اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور خدا  
 کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانیں لڑا دو۔  
 یہ تمہارے حق میں بہتر ہے بشرطیکہ تم سمجھو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ  
 عَلَى تِجَارَةٍ تُجْنِبُكُمْ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ تُوْمِنُونَ  
 بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
 بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ  
 إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ : (صفہ)

مقصود یہ ہے کہ معاصی اور گناہ اس نفع بخش تجارت سے بندے کو غافل اور بے خبر  
 کر دیتے ہیں۔ اور سراسر خسارہ کی تجارت میں الجھا دیتے ہیں۔ غور کرو یہ کتنی  
 سزا ہے ؟ واللہ المستعان۔

## فصل

معاصی حاضر اور مستقبل کی نعمتوں کو زائل کر دیتے ہیں۔

گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اس سے حاضر و موجود انعامات الہیہ نائل ہو  
 جاتے ہیں۔ اور حاضر و موجود کے زائل ہو جانے کے بعد مستقبل میں ملنے والی نعمتوں سے بھی  
 انسان محروم ہو جاتا ہے۔ آئندہ ملنے والی نعمتیں۔ اس لئے منقطع ہو جاتی ہیں کہ موجود  
 حاضر نعمت الہیہ کی حفاظت کے لئے اور غیر موجود غیر حاضر نعمتوں کو حاصل کرنے کے لئے  
 طاعت سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی چیزیں اللہ تعالیٰ کی طاعت ہی سے حاصل ہو سکتی  
 ہیں اور جب طاعت کی جگہ معاصی کا ارتکاب کیا جائے۔ تو وہ نعمتیں جو طاعت سے ملتی ہیں۔ ان سے  
 بندہ محروم ہو جاتا ہے۔

حق سبحانہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے کچھ اسباب بنائے ہیں۔ جن کے ذریعہ وہ چیز حاصل ہوتی ہے۔ اور کچھ آفتیں پیدا کی ہیں۔ جن سے وہ چیز فنا ہو جاتی ہے۔ الغامات الہیہ کو جلب کرنے کا سبب اللہ تعالیٰ کی طاعت ہے۔ اور فنا کرنے۔ اور روکنے والی آفت معصیت اور گناہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے لئے اپنے الغامات کی حفاظت کرنا چاہتا ہے تو اسے اتقاء فرماتا ہے کہ وہ اس کی پوری پوری طاعت کرے۔ اور جب کسی سے اپنے الغامات بچھین لینا چاہتا ہے۔ اور اسے ذلیل کرنا چاہتا ہے تو اسے اس بات میں لگا دیتا ہے کہ وہ خدا کی نعمتوں کو خدا کی نافرمانی۔ اور گناہوں میں صرف کرے۔

یہ کچھ عجیب بات ہے کہ لوگ گناہوں کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اپنے اور دوسروں کے حالات ان کی نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں۔ اور گناہوں کی پاداش میں جن لوگوں سے الغامات الہیہ سلب کر لی گئیں۔ ان کے حالات پڑھتے اور سنتے ہیں۔ پھر بھی معصیت کے ارتکاب سے باز نہیں آتے۔ گویا یہ سمجھ رہے ہیں کہ خدا کا یہ معاملہ دوسروں کے ساتھ ہے۔ ان کے ساتھ نہیں۔ یہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اور خدا کے اس عمومی قاعدہ سے خصوصی طور پر یہ علیحدہ کر دیئے گئے ہیں۔ دوسری مخلوق کے لئے یہ سزا ہے۔ ان کے لئے نہیں۔ بتاؤ دنیا میں اس سے بڑھ کر کونسی جہالت ہو سکتی ہے؟ اور اپنی جان پر اس سے بڑھ کر کونسا ظلم ہو سکتا ہے؟ فالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ۔

## فصل

گناہوں سے وہ فرشتے جو آدمی کے لئے مامور و موکل ہیں۔ اور بھاگ جاتے ہیں اور شیطان جو آدمی کا دشمن ہے۔ قریب تر ہو جاتا ہے۔

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ گناہوں سے اس کا حقیقی دوست سب سے بڑا مشفق ناصح۔ نفع رساں اور موجب سعادت۔ رفیق اس سے دور بھاگتا ہے۔ اور وہ موکل و مامور فرشتہ جسے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ اس سے دور ہو جاتا ہے اور شیطان قریب ہو جاتا ہے۔ جو سب سے بڑا مکار۔ عیار۔ فریبی اور سب سے بڑا ضرر رساں ہے۔ اور جس درجہ کی معصیت اور جس درجہ کا گناہ ہوتا ہے۔ اسی قدر محافظ فرشتہ



بھاگ جاتا ہے۔ کبھی صرف ایک جھوٹی بات کرنے سے یہ فرشتہ میلوں دور بھاگ جاتا ہے۔  
چنانچہ بعض آثار میں وارد ہے۔

اذا كذب العبد - تبعه من الملائكة  
میلان من متن ریح : کوئی بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو سے موکل فرشتہ ایک میل دور بھاگ جاتا ہے۔

جب ایک جھوٹ سے یہ موکل فرشتہ اس قدر دور بھاگ جاتا ہے تو اس سے بڑے۔ اور محسوس گناہوں سے وہ کس قدر دور بھاگتا ہوگا ؟

بعض سلف نے کہا ہے۔ مرد مرد سے بد فعلی کرتا ہے۔ تو زمین چلائی ہوئی بارگاہ الہی میں فریاد کرتی ہے۔ اور فرشتے بھاگے ہوئے بارگاہ خداوندی میں جاتے ہیں اور شکایت پیش کرتے ہیں۔

بعض سلف کا قول ہے۔ صبح ہوتے ہی انسان کے پاس فرشتہ اور شیطان پہنچ جاتے ہیں۔ اگر انسان خدا کا ذکر کرتا ہے۔ اس کی کبریائی بیان کرتا ہے۔ حمد و ثنا کرتا ہے۔ تسبیح و تہلیل کرتا ہے۔ تو یہ فرشتہ شیطان کو بھگا دیتا ہے۔ اور اس انسان سے اپنا رشتہ قوی کر دیتا ہے۔ اور اگر اس نے کچھ گناہ کیا تو یہ فرشتہ چلا اٹھتا ہے۔ اور اس سے دور بھاگ جاتا ہے۔ اور شیطان اس انسان سے اپنا رشتہ مضبوط کر لیتا ہے۔ جب یہ فرشتہ انسان کا مقرب ہو جاتا ہے۔ تو پھر وہ اسی کا ہو جاتا ہے۔ اور وہ اسی کی اتباع و پیروی کرتا ہے۔ اور یہی اس پر غالب رہتا ہے۔ اور پھر اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ فرشتے اس کی زندگی میں اور موت کے وقت۔ آخرت میں اس کے مددگار بن جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل عليهم الملائكة ان لا تخافوا ولا تحزنوا للبشر بالجنة التي كنتم توعدون نحن اولياؤكم في الحياة الدنيا وفي الآخرة : بے شک جن لوگوں نے اقرار کیا کہ اللہ ہی ہمارا پروردگار ہے۔ پھر اس عقیدے پر چمک رہے۔ تو ان پر فرشتے نازل ہوں گے۔ اور ان سے کہیں گے۔ نہ تو اندیشہ کرو اور نہ رنج۔ اور بہشت جس کا تم سے وعدہ کیا تھا اب اس کی خوشخبری لو۔ دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے مددگار تھے اور آخرت کی زندگی میں بھی تمہارے مددگار ہیں۔

(عم سجدہ)

جب فرشتہ اس کا رفیق اور دوست بن گیا۔ تو سمجھ لو دنیا کا سب سے بڑا ناصح۔ سب سے

بڑا نفع رساں۔ سب سے بڑا صالح اس کا رفیق اور دوست بن گیا۔ یہ فرشتہ اسے ثابت قدم رکھے گا۔ عمدہ علم سکھائے گا۔ اس کے قلب کو قوی اور مضبوط بنائے گا۔ اور ہر حال میں اس کی امداد و تائید کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان یوحی ربک الی الملائکۃ انی معکم  
فتبتوا الذین آمنوا

ایسے پیغمبر! وہ وقت تھا کہ تمہارا پروردگار  
فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ  
ہیں۔ تو تم مسلمانوں کو جھانٹے رکھو۔

(انفال)

حالت نزع میں یہی فرشتہ اسے کہے گا۔

لا تحف ولا تحزن والبشر بالذی  
لیسرک :

خوف نہ کر۔ اندوہ گیس نہ ہو جو تمہیں خوش  
رکھے۔ ایسی خوشخبری میں تمہیں دیتا ہوں۔

اور پھر یہ فرشتہ اسے قول ثابت پر ثابت قدم رکھے گا۔ دنیا میں بھی موت کے وقت  
بھی۔ اور قبر میں منکر نکیر کے سوال و جواب کے وقت بھی۔

پس اس فرشتہ کی صحبت و دوستی سے بہتر کوئی دوستی نہیں۔ یہ فرشتہ اس کا ایسا  
رفیق اور دوست ہوگا کہ بیماری میں بھی اور عیند میں بھی۔ زندگی میں بھی۔ اور موت کے وقت  
بھی۔ قبر میں بھی۔ اور قبر کی وحشت کے وقت بھی۔ اس کا مولس ہوگا۔ خلوت و جلوت کا  
ساتھی ہوگا۔ رازدار امور میں رازدار بھی ہوگا۔ اس کی جانب سے اس کے دشمن سے جنگ  
کرے گا۔ دشمن کی مدافعت کرے گا۔ اس کی اعانت کرے گا۔ خیر و فلاح کے وعدے کرے گا۔ اور اس کی  
بشارتیں سنائے گا۔ تصدیق حق کے لئے اسے آمادہ کرے گا۔ چنانچہ ایک روایت میں جو مرفوعاً اور  
موقوفاً دونوں طرح مروی ہے۔

للملک بقلب ابن آدم ملئ۔ وللشیطان ملئ۔  
نلت الملک ایجاب الخیر و تصدیق بالوعد۔ و ملئ  
الشیطان ایجاب الشر و تکذیب بالحق :

آدمی کے قلب میں فرشتہ کا خطرہ بھی ہوتا ہے اور شیطان کا  
بھی فرشتہ کا خطرہ خیر و فلاح کا وعدہ اور وعدے کی تصدیق  
اور شیطان کا خطرہ شر کا وعدہ اور حق کی تکذیب ہے۔

جب کسی بندے کو اس فرشتہ کا تقرب حاصل ہو جاتا ہے۔ تو یہ فرشتہ اس کی زبان بن جاتا ہے اور بندے  
کی زبان سے سچی باتیں کہلاتی ہیں۔ اور قول صادق کا اسے القاء کرتا ہے۔ جب فرشتہ الگ ہو جاتا  
ہے تو اس سے شیطان قریب ہو جاتا ہے۔ اور پھر شیطان اس کی زبان سے جھوٹ۔ فریب۔ مکر و  
زور کی باتیں اور فحش کلامی اور باوہ گوئی کرتا ہے اور یہ امر اس قدر واضح اور کھلا ہوا ہوتا ہے کہ



ہر دیکھنے والا اندازہ لگا لیتا ہے کہ یہ فرشتہ کی زبان سے بات کر رہا ہے۔ یا شیطان کی زبان سے۔  
یہی حقیقت ایک حدیث میں مروی ہے۔

ان السکینۃ تنطق علی لسان محمد (ﷺ) عمر کی زبان سے سکینہ کا نطق ہوتا ہے۔  
سلف صالح کسی صالح اور نیک آدمی کے منہ سے اچھے کلمات سنتے تو کہا کرتے تیری زبان  
سے یہ باتیں فرشتہ کہہ رہا ہے۔ اور برے کلمات سنتے تو کہتے یہ کلمات تجھے شیطان القاء کر رہا ہے۔  
یہ فرشتہ بندے کے قلب پر بھی حق کا القاء کرتا ہے۔ اور زبان پر بھی۔ اور شیطان قلب پر بھی باطل کا  
القاء کرتا ہے اور زبان پر بھی۔

غرض! معاصی بندے کو اس دوست سے محروم کر دیتے ہیں۔ جس کے قرب اور خوات سے  
اس کی سعادت وابستہ ہے۔ اور اس دشمن سے جوڑ دیتے ہیں۔ جس سے اس کی شقاوت، ہلاکت اور  
تباہی وابستہ ہے۔ فرشتہ کا تقرب حاصل ہوتا ہے تو فرشتہ اس کی جانب سے اس کے دشمنوں کی ممانعت  
کرتا ہے۔ جاہل۔ احمق اس پر حملہ کرتا ہے۔ یا اسے گالی گلوچ کرتا ہے۔ تو یہ فرشتہ اس کا جواب دیتا  
ہے اور اسے دفع کرتا ہے۔ چنانچہ واقعہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے حضور میں دو آدمی کچھ خاصیت  
کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک اپنے معاصم کو گالی گلوچ کر رہا تھا۔ دوسرا خاموش تھا (لیکن بعد  
میں اس نے بھی اپنے دشمن کو کچھ جواب دیا۔ آنحضرت صلعم فوراً وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ اس نے  
کہا یا رسول اللہ میں نے اس کی کچھ باتوں کی تردید کی ہے اور تو کچھ نہیں کیا۔ آپ کیوں اٹھ کر دوسری  
طرف تشریف لے گئے؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

کان الملائکۃ یفانقونک۔ فلما ردودت  
علیہم جاء الشیطان فلم اکن لا جلس  
تمہاری جانب سے فرشتہ ممانعت کر رہا تھا جب  
تم نے اس کی تردید کی تو شیطان دوڑ آیا۔ اس  
لئے میں وہاں نہیں بیٹھ سکا۔

بندہ جب اپنے کسی مسلم بھائی کے حق میں اس کی غیبت میں دعا کرتا ہے تو یہ فرشتہ آمین کہتا  
ہے۔ اور یہ بھی کہتا ہے۔ خدا جتنا اسے دیوے اتنا تجھے بھی دیوے۔ بندہ سورہ فاتحہ پڑھ کر آمین کہتا ہے تو  
یہ فرشتہ بھی آمین کہتا ہے۔ جب کوئی مومن کتاب اللہ، کتاب الرسول کا پیر و افتاء

(۱) ان میں ایک حضرت ابو بکر صدیقؓ تھے۔ یہ خاموش تھے اور دوسرا بلکہ اس کر رہا تھا۔ بعد میں جا کر  
حضرت صدیقؓ نے بھی کچھ جواب دیا۔ تو آنحضرت صلعم اٹھ کر چلے گئے۔

گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تو حاملین عرش اور مقرب فرشتے اس کے حق میں دعا و مغفرت کرتے ہیں۔ مومن بندہ سوتا ہے۔ تو فرشتہ اس کے کپڑوں سے اور لباس سے چٹکارت گزارتا ہے۔ غرض! مومن بندے کا فرشتہ دشمن کی مدافعت کرتا ہے۔ دشمن کے حملہ کو روکتا ہے۔ نیک اور اچھا راستہ بتاتا ہے۔ ثنابت قدم رکھتا ہے۔ اس کے اندر شجاعت و ہمت پیدا کرتا ہے۔ پھر کیا بندے کے لئے یہ سزاوار ہے کہ اپنے ایسے ہمدرد رفیق۔ مونس پڑوسی کو بھول بیٹھے؟ اور اسے تکلیف دینا پہنچائے؟ اور اس کے نیک و عدول کی ناقدری کرے؟ یہ فرشتہ اس کا مہمان اور رفیق ہے۔ انسان، انسان کا مہمان ہوتا ہے۔ تو اس کا اکرام اور مہمان نوازی کی جاتی ہے۔ ہمسایہ کے ساتھ احسان کیا جاتا ہے۔ مہمان کا اکرام اور ہمسایہ کے ساتھ احسان لوازمات ایمان میں سے ہے۔ پھر اس شریف مہمان۔ اور غمخوار ہمسایہ کے اکرام و احترام کے متعلق تمہارا فرض کیا ہونا چاہیے؟

جس طرح بندہ طاعت و عبادت سے اس فرشتہ کا اکرام کرتا ہے۔ اور فرشتہ اس کے حق میں دعا کرتا ہے۔ اسی طرح جب بندہ معاصی ظلم و جور اور فواحش کا ارتکاب کرتا ہے اور فرشتہ کو ایذا پہنچاتا ہے تو وہ فرشتہ اس کے حق میں بد دعا کرتا ہے۔ چنانچہ بعض صحابہ کا قول ہے۔  
 اِنَّ مَعَكُمْ مِنْ لَّيْفَاتِكُمْ فَاسْتَحْيُوا  
 منہم و اکرموہم :  
 تمہارے ساتھ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو تم سے جدا نہیں ہوتے۔ تم ان سے احیاء کرو۔ اور ان کا اکرام کرو۔

بتاؤ دنیا میں اس سے زیادہ کوئی لئیم اور منحوس ہوگا۔ جو ایسے کریم۔ واجب التکریم۔ قادر کی شرم نہ رکھے؟ اور اس کی توقیر نہ کرے؟  
 اور اسی معنی کی طرف قرآن حکیم میں بھی ارشاد موجود ہے۔ ارشاد الہی ہے۔  
 وَاَنْ عَلِيْكُمْ لِحَافِظِيْنَ ۚ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ  
 اور تم پر جو کیدار یعنی کراماتہین فرشتے  
 يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ :  
 تعلیمات کر رہے ہیں۔ کہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو  
 (الفاظ) ان کو معلوم رہتا ہے۔

یعنی ان محافظین کا تم اکرام کرو۔ ان کی شرم رکھو۔ ان کی تعظیم کرو۔ ان کی عظمت کو پہچانو۔ تم سے ایسی باتیں سرزد نہ ہوں کہ تم جیسے انسان بھی انہیں دیکھنا گوارا نہیں کرتے فرشتہ کو ایسی باتیں تکلیف دیتی ہیں۔ جن باتوں سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے۔ فسق و فجور اور خدا



نا فرمائی اور گناہوں سے جب انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ حالانکہ انسان ہی اس قسم کی چیزوں سے ملوث ہوا کرتے ہیں۔ تو پھر کیا ملائکہ کرام۔ کا تبین اعمال کو تکلیف نہیں پہنچتی ہوگی؟ جب کہ وہ معاصی اور گناہوں سے بالکل پاک صاف ہوا کرتے ہیں۔ والمستعان۔

## فصل

حیات قلب۔ صحت قلب۔ امراض قلب اور موت قلب کے اسباب۔

معاصی اور گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ بندے کی دنیا اور آخرت کی ہلاکت کا مواد اور سامان جمع کر دیتے ہیں۔ کیونکہ گناہ قلب کی بیماری ہے۔ اور جب گناہ کا مرض زیادہ مستحکم اور پائیدار ہو جاتا ہے۔ تو انسان کی موت یقینی ہو جاتی ہے۔

انسان کے جسم کی صحت و سلامتی تین چیزوں پر موقوف ہے۔

اول۔ یہ کہ ایسی غذا استعمال کی جائے جو جسم کی قوتوں کی حفاظت کرے۔

دوم۔ یہ کہ جن مواد ناسدہ۔ اور اخلاط روہ سے صحت خراب ہوتی ہے۔ اس کا

تنقیہ کیا جائے۔

سوم۔ یہ کہ جو چیزیں مضر صحت ہیں۔ اور جن کے استعمال سے ضرر و نقصان پہنچنے

کا اندیشہ ہے۔ ان چیزوں سے قطعاً پرہیز کیا جائے۔

جو حال جسم کا ہے۔ وہی حال قلب کا ہے۔ قلب کی زندگی کے لئے ایمان و یقین۔ اور

اعمال صالحہ کی غذا لازمی ہے۔ اسی سے قلب کی قوتوں کی محافظت ہوتی ہے۔ اور توبہ نصوح

کے ذریعہ مواد ناسدہ اور اخلاط روہ کا تنقیہ ہوتا ہے۔ اور صحت قلب کے لئے جن چیزوں سے پرہیز

ضروری ہے اور جو امور صحت قلب کے ممانعی ہیں۔ ان سے قطعاً پرہیز لازمی ہے۔

تقویٰ ایک ایسا اسم ہے۔ جو ان ہر سہ امور کے مشتمل ہے۔ ان تین امور میں جو کچھ بھی کمی

ہوگی۔ اسی مقدار سے تقویٰ کی کمی ہوگی۔

اب سمجھ لو کہ گناہ ان ہر سہ امور کے خلاف اور ممانعی و متضاد ہے۔ گناہ سے ردی مواد

اور اخلاط روہ جمع ہو جاتے ہیں۔ جو صحت قلب کے لئے کلیتہً ممانعی ہیں اور قلب کو توبہ نصوح

کے ذریعہ تنقیہ و استغراق سے قطعاً روک دیتے ہیں۔ تم کسی ایسے مریض کو دیکھو۔ جس کے اندر مواد

ناسدہ۔ اور اخلاط روہ پوری طرح مجتمع ہو گئے ہیں۔ اور مریض ان اخلاط اور مواد کا تنقیہ نہیں کرتا۔

تو بتاؤ اس کی صحت اور زندگی کیونکر باقی رہے گی؟ کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔

محافظۃ من الم طاری

جسمک بالحیۃ حصۃ

تو اپنے جسم کو پرہیز کے ذریعہ محفوظ رکھ

من المعاصی خشیتۃ لباری

وکان ادنیٰ بک ان تحتی

تیرے لئے بہتر یہ تھا کہ تو باری تعالیٰ کے خوف سے معاصی سے اجتناب و پرہیز کرتا۔

جس آدمی نے ادا امر اللہ کے تعمیل و اتباع اور نواہی و محرمات کے اجتناب کے ذریعہ اپنی قوت کی محافظت کر لی۔ اور فربہ نصوح کے ذریعہ اخلاط رویدہ اور مواد فاسدہ کا تنقیہ کر لیا تو سمجھ لو وہ ہر طرح محفوظ ہو گیا۔ ہر خیر و بھلائی بلا طلب اس کے لئے موجود ہے۔ اور ہر شر و فساد سے بغیر فرار ہی دود اور محفوظ ہے۔ واللہ المستعان

## فصل

شریعت میں جو سزائیں مقرر ہیں وہ پوری طرح قرین عقل ہیں۔

اگر یہ عقوبتیں اور سزائیں تمہارے اندر خوف اور لرزہ نہیں پیدا کرتیں اور تم اپنے قلب کے اندر ان سزاؤں کی تاثیر نہیں پاتے۔ تو پھر تم جنایات و جرائم کی وہ عقوبتیں اور سزائیں اپنے سامنے رکھو جو خدا اور خدا کے رسول نے مشروع فرمائی ہیں۔ اور ان پر غور کرو۔ مثلاً شارب خمر نے صرف تین درہم کی چوری میں ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دیا۔ قطاع الطریق۔ راہزن۔ ڈاکہ کا ایک ہاتھ۔ ایک پاؤں کاٹ دینے کا حکم دیا۔ محسن پر تہمت لگانے والے۔ اور شراب پینے والے کے لئے کورڈوں کی سزا مشروع فرمائی۔ کہ کورڈوں سے ان کی کھال ادھیر دی جائے۔ کسی کی شرم میں عضو تناسل کا صرف ششف بھی ناجائز طریقے پر داخل کیا جائے۔ تو اسے رجم کر دیا جائے۔ اگر غیر محسن سے زنا سرزد ہو تو اس کی سزا میں کچھ تخفیف رکھی۔ سو کورڈے مارنے اور ایک سال جلا وطن کرنے کا حکم دیا۔ محرم عورت سے زنا کرنے والے۔ فرض نماز ترک کرنے والے۔ زبان سے کلمہ کفر کہنے والے کے لئے یہ حکم دیا ہے کہ اس کی گردن اڑا دی جائے۔ لواط کی یہ سزا مقرر فرمائی کہ فاعل و مفعول دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ اگر کوئی چوپائے کے ساتھ حرام کاری کرے تو حکم دیا حرام کاری کرنے والے کو اور چوپائے کو دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ نماز کی جماعت ترک کرنے والے کے متعلق شارع نے یہ ارادہ کیا تھا کہ ان کے گھروں کو آگ لگا



جائے۔ یہ اور اس قسم کی عقوبتیں مختلف قسم کی جنایات و جرائم کرنے کے لئے شارع نے مشروع فرمائی ہیں۔ یہ عقوبتیں ٹھیک ٹھیک جنایات و جرائم کے دوائی اور حکمت و مصلحت کے مطابق ہیں اور یہ عقوبتیں وہیں مقرر اور مشروع کی گئی ہیں۔ جہاں طبعی دوائی موجود ہوں۔ اور جہاں طبعی دوائی موجود نہیں وہاں صرف حرمت کا حکم دیا۔ اور کچھ تعزیر مقرر کر دی۔ کوئی حد مقرر نہیں کی۔ مثلاً کسی نے گوبر کھا لیا یا خون پی لیا۔ یا مردار جانور کا گوشت کھا لیا۔ ایسے جرائم کے لئے کوئی حد متعین نہیں فرمائی۔ نہ کوئی خصوصی تعزیر مقرر فرمائی۔ لیکن وہ جنایات و جرائم جن میں طبعی دوائی موجود ہوں۔ ان کی عقوبت و سزا، ان کے مفاسد اور دوائی طبعیہ کے عین مطابق مشروع فرمائی۔ اور یہی وجہ ہے کہ جہاں زنا کے دوائی طبعیہ قوی تر ہوں۔ وہاں عقوبت و سزا سخت سے سخت رکھی گئی۔ یعنی زانی کو ذلیل ترین طریقہ سے قتل کر دیا جائے، اور زانی کی آسان سے آسان سزا عمومی صورت میں دی گئی ہے۔ وہ کوڑوں کی اور جلاد طبعی کی سزا ہے۔ اور چونکہ لواطت میں دوائی طبعیہ موجود ہے اور فعل بالکل غیر طبعی ہے۔ ہر حیثیتیں موجود ہیں۔ اس لئے اس کی سزا قتل مقرر کی گئی اور جہاں سرقہ چوری کے دوائی قوی تر ہوں۔ اور مفاسد بھی قوی تر ہوں تو حکم دیا گیا کہ ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔ اور پھر شارع کی حکمت و مصلحت پر غور کرو کہ عقوبت و سزا میں اس عضو کو کاٹنے کا حکم دیا جاتا ہے جس کے ذریعہ جنایات و جرم کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ مثلاً قطاع الطریق۔ راہ زنی۔ ڈاکو۔ کہ ان کا ہاتھ اور پاؤں دونوں کاٹنے کا حکم دیا۔ کیونکہ راہ زنی۔ ڈاکو زنی کے یہی دو اصلی آلات ہیں۔

اور شارع نے قاذف۔ یعنی تہمت لگانے والے کی زبان کاٹنے کا حکم نہیں دیا۔ حالانکہ جنایت و جرم کا ارتکاب زبان ہی سے ہوتا ہے۔ کیونکہ زبان کاٹنے کے مفاسد جنایت و جرم سے زیادہ ہیں اور اس لئے اس کی عقوبت و سزا صرف یہی رکھی کہ قاذف "یعنی تہمت لگانے والے کو کوڑے لگائے جائیں۔ اور اس کے پورے جسم کو تکلیف پہنچائی جائے۔

اگر کہا جائے کہ زانی کا عضو تناسل کیوں نہیں کاٹا جاتا کہ اسی سے وہ جنایت و جرم کا ارتکاب کرتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ عضو تناسل چند وجوہ کی بناء پر کاٹا نہیں جاسکتا۔

اول۔ یہ کہ عضو تناسل کاٹنے کی خرابی جنایت و جرم کی خرابی سے بڑھ جاتی ہے۔ اس کے قطع کرنے سے نسل منقطع ہو جاتی ہے۔ نیز ہلاکت کا بھی خطرہ ہے۔

دوم۔ عضو تناسل ایک مستور و مخفی عضو ہے۔ اور اس کے کاٹنے سے حد اور عقوبت کا

جو اصل مقصد ہے۔ زجر و توبیخ اور دوسروں کے لئے تنبیہ و عبرت وہ پورا نہیں ہوتا۔ بخلاف سرقہ اور ڈاکہ۔ راہ زنی میں ہاتھ کاٹنے سے یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

سوم۔ یہ کہ ایک ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ تو دوسرا ہاتھ باقی اور سلامت رہتا ہے۔ جس سے کاٹے ہوئے ہاتھ کا کام بھی لیا جاسکتا ہے۔ بخلاف عضو تناسل کے کہ اس کو کاٹنے کے بعد اس کا بدل باقی نہیں رہتا۔

چہارم۔ یہ کہ زنا کی لذت سارے جسم سے وابستہ ہے۔ پورا جسم لذت اندوز ہوتا ہے۔ اس لئے سزا بھی ایسی ہی ہونی چاہیئے۔ جو سارے جسم کو الم آشنا کر دے۔ صرف گوشت کے ایک ٹکڑے پر اور ایک ٹوٹھڑے کو کاٹنے سے پورے جسم کو عقوبت سے متاثر کرنا زیادہ مناسب اور بہتر ہے۔ غرض! شارع کی مقرر کردہ تمام عقوبتیں۔ اور سزائیں نہایت مناسب۔ قرین عقل۔ اور فنی لل حکمت اور عین مصلحت پر مبنی ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ جنایات و جرائم کی شرعی۔ اور قدری عقوبتیں۔ مفسد جنایات و جرائم کے عین مطابق ہیں اور اللہ تعالیٰ کبھی بندے کو ان ہر دو قسم کی عقوبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور کبھی بندہ توبہ و استغفار کرتا ہے۔ اور توبہ و انابت سے خدا کو راضی کر لیتا ہے۔ تو خدا کی عقوبت کو دفع دفع بھی کر دیتا ہے۔

## فصل

عقوبات دو قسم کی ہیں۔ شرعی اور قدری۔ بدترین قسم کا زنا، پڑوسی کی عورت سے زنا کرنا ہے مختلف حالات و تعلقات کے لحاظ سے زنا کے جرم میں شدت اور خفت ہوا کرتی ہے۔

معاصی کی عقوبتیں دو قسم کی ہیں۔ عقوبت شرعیہ اور عقوبت قدریہ۔ جب کسی گناہ کی شرعی سزا دے دی جاتی ہے۔ تو عقوبت قدریہ بالکل اٹھالی جاتی ہے۔ یا پھر اس میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ پروردگار عالم کسی کو ہر دو قسم کی سزا نہیں دیتا۔ ہاں اگر شرعی عقوبت، شرعی سزا گناہ کے موجب کے لئے کافی نہ ہو اور مرض معصیت پوری طرح دور نہ ہوا ہو۔ تو قدری سزا بھی دی جاتی ہے اور دین معاصی میں عقوبات شرعیہ معطل ہیں اور شارع نے کوئی شرعی سزا مقرر نہیں کی۔ وہاں صرف عقوبات قدریہ جاری ہونگی اور



بعض اوقات عقوبات قدریہ عقوبات شرعیہ سے بھی زیادہ سخت اور ذنی ہوا کرتی ہیں۔ اور بعض اوقات اس سے کم بھی ہوتی ہیں۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ عقوبات قدریہ عام اور ہمہ گیر ہوا کرتی ہیں۔ قوموں اور ملکوں کو گھیر لیتی ہیں اور عقوبات شرعیہ عاصی اور مجرم کی ذات تک ہی محدود ہوتی ہیں۔ کیونکہ پروردگار عالم شرعی سزا کا کو دیتا ہے۔ جس نے جرم کیا ہے۔ یا جو اس جرم کا سبب اور موجب بنا ہے۔ لیکن عقوبت قدریہ کا حال اور یہ ہے۔ یہ عوام و خواص تمام کو گھیر لیتی ہے۔ کیونکہ معصیت جب خفیف مستور و مخفی ہوتی ہے۔ اس کی مضرت صرف عاصی اور مجرم تک ہی محدود رہتی ہے۔ لیکن جب علانیہ معصیت کا ارتکاب ہوتا ہے۔ تو خواص و عوام تمام کے لئے مضرت و رساں بن جاتی ہے۔ لوگ منکر کو دیکھیں اور اس سے انکاد نہ کریں۔ روکنے کی کوشش نہ کریں تو خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ اس منکر و معصیت کی سزا میں خواص و عوام سب کو شامل کر دے۔

تم ادھر پڑھ چکے ہو کہ شرعی عقوبتیں اللہ تعالیٰ نے جنایات و جرائم کے مفسد اور طبعی تقاضوں کی مقدار کے مطابق مشروع فرمائی ہیں۔ یہ شرعی عقوبات اللہ تعالیٰ نے تین قسم کی مشروع فرمائی ہیں۔ قتل کی سزا۔ ہاتھ کاٹنے کی سزا۔ اور کوڑے لگانے کی سزا۔

قتل کی سزا کفر۔ اور قریب بہ کفر جرم کے بدلہ میں مشروع ہوئی ہے۔ جیسا کہ زنا، لواطت وغیرہ۔ کفر سے دین و مذہب فاسد و برباد ہو جاتا ہے اور زنا۔ لواطت سے نوع انسانی تباہ و برباد ہو جاتی ہے اور اسی نکتہ کی بنا پر امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ہے۔  
لَا اَعْلَمُ بَعْدَ الْقَتْلِ ذَنْبًا اَعْظَمَ قَتْلَ الْغَنَاهِ بَعْدَ زَنَاهُ سِوَا كَوْنِ الْغَنَاهِ مِنْ الزَّانَا۔  
نہیں جانتا۔

اور اس قول کے استدلال میں انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث پیش کی۔  
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے آنحضرت صلعم سے پوچھا۔ یا رسول اللہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

ان تجعل الله ندا دھو خلقت  
تم کسی کو اللہ تعالیٰ کا ہم مثل گردانو۔ حالانکہ  
تم کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔

انہوں نے دریافت کیا۔ اس کے بعد بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا۔  
ان تقتل دلدك مخافة ان يطعم  
یہ کہ تم اپنے لڑکے کو اس لئے قتل کر دو کہ وہ تمہارے

محلى :

ساتھ کھائے گا۔

اس کے بعد انہوں نے دریافت کیا۔ اس کے بعد کو لسا گناہ بڑا ہے؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

ان ترقی بجلیلہ چارک :

یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بی بی سے زنا کرو

اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کے اندر فرمائی۔

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقُولُونَ

النفس التي حرم الله الاباحق ولا يزلون:

ناحق کسی کو جان سے نہ ماریں کہ اس کو خدا نے حرام

الایضہ (رتقان) کیا ہے اور نہ زنا کے مرتکب ہوں: الخ

آنحضرتؐ نے ان گناہوں کا ذکر فرمایا۔ جو ہر نوع کے گناہوں میں بڑے گناہ ہیں۔ سائل کے سوال

سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے سے بڑے گناہ دریافت کر رہا تھا۔ تو آپ نے اس کے سوال کے مطابق جواب دیا۔

اور بڑے فخر سے بڑے گناہ بتلا دیئے قتل کرنے میں بڑے سے بڑا قتل یہ ہے کہ آدمی اپنے لڑکے کو اس لئے قتل کر

دے کہ وہ کھانے میں اس کا شریک ہو گا۔ زنا کے تمام اقسام میں عظیم ترین ناپا یہ ہے کہ آدمی اپنے پڑوسی کی

بی بی سے زنا کرے۔ زنا کے وجہ سے دو چاند سے چند بقدر مدارج حرمت کے بڑھتے ہیں۔ شوہر والی عورت سے

زنا کاری کرنا بغیر شوہر والی عورت کے ساتھ زنا کرنے سے بدرجہا بڑا گناہ ہے اور موجب عقوبت و سزا

ہے۔ کیونکہ شوہر والی عورت سے زنا کرنے میں شوہر کی حرمت و عزت کی دیوار بھی توڑی جاتی ہے اس کا بستر

لگاڑا جاتا ہے۔ بغیر کا نظم اور نسب اس کے سر منڈھا جاتا ہے۔ نیز اس قسم کی اود بھی بہت سی نکالیں اس

کے شوہر کو پہنچتی ہیں۔ اور اس لئے یہ زنا بغیر شوہر والی عورت سے زنا کاری کرنے سے زیادہ بھاری اور

زیادہ فتنی غناہ ہے اور پھر اگر اس عورت کا شوہر اس کا پڑوسی ہے تو جرم اور بھی وزنی ہو جاتا ہے کہ

زنا کے ساتھ پردہ کی بے حرمتی اور بے عزتی بھی ہو رہی ہے۔ اعدا اسی لئے آنحضرت نے زنا کا قسام

میں سے اسی زنا کا ذکر فرمایا۔ جو سب سے زیادہ تکلیف دہ اور ایذا رساں ہے۔ اسی طرح ہلکے جرائم میں یہ سب

سے بڑا جرم ہے اور اسی زمانہ کے متعلق آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔

لا يدخل الجنة من لای ا من جاره

بوالقہ :

بشر سے اس کا پروسی محفوظ نہ ہو۔

اعد بڑا سے بڑا شریہ ہے کہ اس کی عورت کے ساتھ زنا کاری کی جائے۔ اور عذر اللہ پڑوسی کی

محوریت سے زنا کرنا ہے شوہر کی سوء عورتوں سے زنا کرنے سے بھی زیادہ بھاری ہے۔

اور پھر اگر پڑوسی اس کا بھائی ہے یا قریبی رشتہ دار ہے تو اس جنایت و جرم کے علاوہ



قطع رحمی کا جرم بھی شامل ہو جائے گا۔ اور گناہ اور زیادہ وزنی ہو جائے گا۔  
 اور اگر پڑوسی خدا کی کسی طاعت اور نیکی کے لئے گیا ہوا ہے۔ مثلاً نماز کے لئے گیا ہے۔ یا  
 تحصیل علم کے لئے گیا ہے۔ یا جہاد کے لئے گیا ہوا ہے تو گناہ اور بھی زیادہ وزنی ہو جاتا ہے چنانچہ  
 کسی غازی فی سبیل اللہ کی عورت سے کسی نے زنا کاری کی تو قیامت کے دن اسے غازی کے  
 سامنے لا کھڑا کیا جائے گا۔ اور غازی سے کہا جائیگا۔ اس کی جس قدر نیکیاں تو لینا چاہے لے لے۔  
 ہم شخصرت نے یہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا دنیا ظنکم ہے یعنی تمہارا کیا خیال ہے غازی اس وقت  
 کیا کریگا؟ یعنی یہ اس وقت جبکہ لوگوں کو نیکیوں کی اس قدر ضرورت ہوگی کہ ایک ایک نیکی کے لئے  
 آدمی مضطرب اور بے چین ہوگا۔ باپ اپنا حق اپنے بیٹے سے نہیں چھوڑے گا۔ کیا غازی اس وقت  
 اس کی نیکیاں اس کے لئے رہنے دیگا؟ جبکہ اسے کہہ دیا گیا ہے کہ اس کی نیکیوں میں سے جس قدر تو چاہے لے لے۔  
 اور اگر ایسا اتفاق پڑ جائے کہ عورت ذی رحم میں سے ہے۔ تو زنا کے ساتھ قطعی رحمی۔  
 اور حرمت رحم توڑنے کا جرم بھی شامل ہو جائے گا۔

اور کہیں اتفاق ہو گیا کہ آدمی محسن بی بی والا ہے۔ تو جرم اس سے بھی زیادہ وزنی  
 ہو جائے گا۔ اور اگر زانی بڑھا ہے تو یہ بھاری سے بھاری جرم ہو جائے گا۔ اور شیخ یعنی بڑھا  
 زانی تو ان تین قسم کے لوگوں میں سے ایک ہے۔ جن کے متعلق وارد ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ  
 ان سے کلام نہیں کرے گا اور جس کے متعلق سخت سے سخت عذاب کی وعید وارد ہوئی ہے۔  
 اور اگر اس کے ساتھ یہ شامل ہو جائے۔ کہ زنا کا ارتکاب حرمت والے ہمتوں میں کیا جائے۔  
 یا حرمت والے شہر یعنی مکہ معظمہ میں کیا جائے یا ان اوقات میں کیا جائے جو مقبولیت دعا کے  
 اوقات ہیں۔ مثلاً اوقات نماز میں یا اوقات اجابت دعا میں تو یہ جرم زیادہ سنگین ہو جائیگا۔  
 اسی پر تم گناہوں، اور گناہوں کے مفاسد۔ جنایات، جرائم اور ان کی عقوبتوں اور سزاؤں کے  
 درجات و مراتب کو قیاس کر لو۔ ان اللہ المستعان۔

## فصل

معاصی تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ جن میں حسد مقرر ہے  
 ایک وہ جن میں کفارہ لازم ہے۔ ایک وہ جن میں نہ  
 حد مقرر ہے۔ نہ کفارہ لازم آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہاتھ کاٹنے کی حد اور سزا وہاں مقرر فرمائی ہے۔ جہاں مال کا بچاؤ ناممکن ہو۔ مثلاً چور سے مال کا بچاؤ کرنا ناممکن نہیں ہے۔ چور غنمی طریقہ سے مال چراتا ہے۔ نقب لگا کر مال لے جاتا ہے۔ دروازے چھوڑ کر دیواروں پر چڑھ جاتا ہے۔ چور کا حال بالکل بلی اور سانپ کا سا ہے۔ کہ گھروں میں اس طرح گھس جاتے ہیں کہ کسی کو پتہ تک نہیں چلتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے سرقہ چوری کے فساد کو قتل کا درجہ نہیں دیا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ فساد صرف کوڑے مارنے سے بھی دفع نہیں ہو سکتا۔ اس لئے سرقہ۔ چوری کے مفاسد کے دفعیہ کی بہتر سے بہتر شکل یہی ہے کہ اس عضو کو کاٹ دیا جائے۔ جس کے ذریعہ اس جرم کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

جن جنایات و جرائم میں عقل خراب ہو جاتی ہے۔ ان میں کوڑوں کی سزا مشروع فرمائی۔ اور تلافی و تہمت میں یہ سزا تجویز فرمائی کہ تلافی تہمت لگانے والے کی آبروریزی کر دی جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے عقوبت شرعیہ تین قسمیں قرار دی ہیں۔ اسی طرح کہ کفارہ کی بھی تین قسمیں ہیں۔

اعلیٰ ترین کفارہ غلام آزاد کرنا۔

دوم۔ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

اور سوم۔ روزے رکھنا۔

حق سبحانہ و تعالیٰ نے گناہوں کی تین قسمیں قرار دی ہیں۔

ایک وہ جن میں حد قائم کی گئی ہے۔ جن جرائم میں حد مقرر کی گئی ہے۔ ان میں کفارہ نہیں رکھا۔ بلکہ حد ہی کو کافی قرار دیا گیا ہے۔

دوم۔ وہ جن میں حد مقرر نہیں کی گئی۔ بلکہ کفارہ مشروع کیا گیا ہے۔ مثلاً کسی نے رمضان المبارک میں دن کے وقت بی بی سے ہمبستری کر لی۔ یا حالت احرام میں ایسا کر لیا۔ اور مثلاً ظہار۔ قتل خطا۔ یا قسم کا توڑنا وغیرہ۔

تیسری قسم گناہوں کی وہ ہے۔ جن میں شارع نے نہ حد قائم کی ہے۔ نہ کفارہ مقرر کیا ہے۔ اس قسم کے جرائم کی دو قسمیں ہیں۔

ایک وہ جن کا محرک کوئی امر طبعی نہیں ہے۔ مثلاً غلیظ کھانا لینا۔ پیشاب یا خون پی لینا۔ دوسری وہ جن کی خرابیاں ان خرابیاں اور گناہوں کے مقابلہ میں کم ہیں۔ جن میں حد مقرر کی گئی ہے مثلاً کسی عورت کی طرف دیکھنا۔ اس کا بوسہ لینا۔ چھو لینا۔ یا اس سے بات چیت کرنا۔ یا



پیسہ دو پیسہ کی چوری کر لینا وغیرہ۔ شارع نے ان ہر دو قسم کے جرائم میں نہ حد مقرر فرمائی۔ نہ کفارہ مشروع فرمایا۔ تین قسم کے جرائم میں شارع نے کفارہ مشروع فرمایا ہے۔

ایک وہ جرم جو اصل میں جرم نہ تھا۔ بلکہ فعل مباح تھا۔ لیکن کسی مخصوص حالت میں شارع نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ اور اس نے اس حالت میں جس میں اس کو حرام قرار دیا گیا تھا۔ اس فعل کا ارتکاب کر لیا۔ مثلاً بی بی سے ہمبستری مباح ہے۔ لیکن احرام اور روزہ کی حالت میں۔ نیز حیض و نفاس کی حالت میں شارع نے ہمبستری حرام کر دی۔ ہاں وطی فی الدبر کا مسئلہ بالکل اس کے خلاف ہے۔ یہ کسی حال میں بھی مباح نہیں ہے۔ اس کی تحریم دائمی تحریم ہے۔ بعض فقہاء نے اس جرم کو حالت حیض و نفاس کی ہمبستری پر جو قیاس کیا ہے۔ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ فعل کسی وقت بھی جائز اور مباح نہیں ہے۔ بلکہ یہ بمنزلہ لواطت اور شراب نوشی کے ہے۔

دوسری قسم کفارہ کی یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے لئے عقد نذر یا عقیقہ باندھ لیوے۔ یعنی کسی نے اللہ تعالیٰ کے لئے نذر کی گرہ باندھ لی۔ یا اللہ تعالیٰ کی قسم کھالی۔ یا اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو حرام گردانا۔ پھر کسی نہج۔ اور کسی ضرورت سے اس کو حلال گردانا چاہا۔ تو حلال کرنے کے لئے کفارہ مقرر کر دیا۔ اس قسم کے کفارہ کا نام شارع نے تحلل رکھا ہے۔ یہ کفارہ اس ہتک و توہین کا کفارہ نہیں ہے۔ جو قسم توڑ کر اللہ کے نام کی ہتک ہوئی ہے۔ جیسا کہ بعض فقہاء کا خیال ہے۔ کیونکہ قسم کا توڑنا کبھی واجب بھی ہوتا ہے۔ کبھی مستحب۔ اور کبھی مباح۔ یہ کفارہ تو صرف اس عقد اور گرہ کا ہے۔ جو اس نے باندھی تھی۔ اور پھر کھول دی۔

تیسری قسم کا کفارہ وہ ہے۔ جو کسی نقصان کی بجالی کے لئے لازم آتا ہے۔ مثلاً قتل خطا کہ کسی کو غلطی سے قتل کر دیا۔ یہاں کوئی گناہ اور جرم نہیں۔ بلکہ ایک غلطی ہو گئی ہے جس کا کفارہ دینا پڑتا ہے۔ یا مثلاً شارع نے کسی جگہ شکار کرنے کی ممانعت کر دی ہے۔ وہاں اس نے غلطی سے شکار کر لیا۔ اس میں بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک غلطی ہو گئی ہے۔ اور یہ کفارہ ان غلطیوں کی پابجائی کے لئے ہوتا ہے۔

پہلی قسم کا کفارہ نہ جو تزییح کی غرض سے ہے۔

دوسری قسم کا کفارہ عقدہ کشائی۔ یعنی گرہ کھولنے کا کفارہ جسے تحلل کہتے ہیں۔ اور یہ امر بھی بالکل واضح ہے کہ کسی معصیت و جرم میں حد اور تعزیر دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ بلکہ جس میں حد مقرر ہے۔ وہاں حد کافی ہے۔ ورنہ پھر تعزیر پر اکتفا ہوگا۔ نیز کسی معصیت میں حد

اور کفارہ دونوں چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں جس میں حد ہے۔ کفارہ نہیں۔ اور جس میں کفارہ ہے اس میں حد نہیں ہے۔

اب مسئلہ یہ باقی رہ گیا کہ جس معصیت میں حد مقرر نہیں کی گئی۔ اس میں تعزیر اور کفارہ دونوں چیزیں جمع ہو سکتی ہیں یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ مثلاً حالت احرام میں یا حالت صوم میں یا حالت حیض میں بی بی سے ہمبستری کر لی گئی۔ اور اس کا کفارہ ہم نے واجب گردان لیا تو پھر کیا حکم ہے؟ بعض علماء کہتے ہیں اس میں کفارہ کے ساتھ تعزیر بھی واجب ہوگی۔ کیونکہ جنابت کا ارتکاب کر کے اس نے واجب احترام حکم کی توہین کی ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں۔ نہیں بلکہ اس میں صرف کفارہ کافی ہے۔ کیونکہ کفارہ اس جرم کی پاداش ہے۔ جو جرم کو عفو کر دیتی ہے۔

## فصل

عقوبات قدریہ کی دو قسمیں ہیں۔ عقوبت قلوب و

نفوس اور عقوبت ابدان و اموال۔

عقوبات قدریہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک عقوبت قلوب اور یہ نفوس انسانی کے لئے ہے جو انسان کے قلب سے وابستہ ہے۔ دوسری ابدان و اموال جو عقوبت قلوب کے لئے ہے۔ اسکی دو قسمیں ہیں۔ ایک مثبت غم و الم کی شکل میں ہے جس کی ضرب قلب پر پڑتی ہے۔ دوسری وہ جس سے اس کا وہ مادہ ہی منقطع ہو جاتا ہے جس سے قلب کی حیات و اصلاح وابستہ ہے۔ اور یہ مادہ جب منقطع ہو جاتا ہے تو پھر اس جگہ اس کی اضداد پیدا ہو جاتی ہیں۔ ان دو قسم کی عقوبتوں میں سے سخت ترین عقوبت قلوب کی عقوبت ہے۔ اور قلوب کی عقوبت ہی عقوبت ابدان کی اصل اور جڑ ہے۔

قلوب کی عقوبت جب قوی۔ بھاری اور شدید ہو جاتی ہے۔ تو وہ قلب سے متجاوز ہو کر جسم تک پہنچ جاتی ہے۔ جس طرح کہ بدن کی تکلیف قلب تک سرایت کر جاتی ہے۔ جب نفس انسانی جسم سے جدا ہوتا ہے تو عقوبت کا تعلق۔ اور اس کے احکام کا رشتہ نفس سے قائم ہو جاتا ہے۔ اس وقت عقوبت قلب کا ظہور پوری قوت سے ہو جاتا ہے اور بالکل علانیہ اس کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ اسی عقوبت کا نام عذاب قبر ہے۔ اس وقت عذاب قلب کو برزخ سے وہ نسبت ہوتی ہے۔ جو عذاب ابدان کو اس دنیا سے نسبت ہے۔



## فصل

عقوبات ابدان کی دو قسمیں ہیں شر نفس اور شر اعمال سب سے پناہ مانگنے کی کیا شکل ہے ؟

بدنی عقوبتوں کی دو قسمیں ہیں۔ اول دنیا میں۔ دوم آخرت میں۔ اور عقوبات کی شدت و خفت اور دوا می اور غیر دوا می باعتبار معاصی کی شدت و خفت اور گناہوں کے مفاسد کے لحاظ سے ہے۔ لیکن تمام کی اصل شر نفس اور اعمال سب سے ہیں اور یہی دو چیزیں ہیں جن سے آنحضرتؐ نے اپنے خطبہ میں ہمیشہ پناہ مانگی ہے۔

وَلَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ الْفَسَادِ مِنَ  
سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔ اور ہم اپنے نفسوں کے شر سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے خدا کی جناب میں پناہ چاہتے ہیں۔

اعمال سب سے اصل شر نفس ہے اور اس لئے ہمہ قسم کے شر کی اصل شر نفس ہے۔ شر نفس سے ہی تمام شر پیدا ہوتے ہیں۔ اعمال سب سے شر نفس کے ثمرات اور نتائج ہیں۔

علمائے دین سب سے سب سے اعمالنا کے معنی ہیں اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے اعمال میں جو سب سے ہیں ان سے ہم اللہ تعالیٰ کی جناب میں پناہ چاہتے ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے نوع کی اضافت اپنی جنس کی طرف ہے۔ اور ”من“ تبعض کے لئے ہے یعنی ہمارے اعمال میں سے جو سب سے ہیں ان سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اور بعض علماء کہتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ سب سے شر کی عقوبات جو ہمارے حق میں مضرت رسال ہیں۔ ان سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے عبارت یہ ہوگی ومن عقوبات اعمالنا التي تسوينا۔ ہم اپنے اعمال کی عقوبات سے جو ہمارے حق میں مضرت ہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اس قول کی رو سے ”استعاذہ“ ہمہ قسم کے شر۔ اور برائیوں سے ہوگا۔ کیونکہ شر نفس اعمال سب سے کو مستلزم ہیں۔ اور اعمال سب سے عقوبات سب سے کو مستلزم ہیں۔

پس آنحضرتؐ نے اپنے ”شر نفس“ سے جو اعمال قلیحہ کے مقتضیات سے ہیں متنبہ فرمایا۔ اور اس کے ذکر پر اکتفا فرمائی۔ کیونکہ شر نفس ہی اصل اور جڑ ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے شر کی غایت اور اس کے ختم کا ذکر فرمایا۔ اور وہ سب سے اعمال ہیں جو اعمال کی عقوبات و آلام ہیں۔ پس

آنحضرتؐ کا یہ "استغاذہ" شرکی اصل اور اس کی فرع - مبدا اور منتہا - ابدار اور انتہا غایت اور مقتضیات تمام پر مشتمل ہے۔

اور اہل ایمان کے لئے ملائکہ فرشتوں کی یہ دعا

وَقَهُمُ السَّيَّاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيَّاتِ  
يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَنِي  
ان کو ہر طرح کی غرابیوں سے محفوظ رکھ اور جس کو تو اس دن حسرا بیوں سے محفوظ رکھے گا تو (مومن) اس پر تونے بڑا فضل کیا۔

سیات اعمال اور اعمال سیئہ سے جو عقوبات و آلام پہنچنے ہیں ان سے تحفظ پر مشتمل ہے جب اللہ تعالیٰ بندوں کو اعمال سیئہ سے محفوظ رکھے گا۔ تو ان اعمال سیئہ کی جزا سے بھی ضرور محفوظ رکھے گا۔ اگرچہ

وَمَنْ تَقِ السَّيَّاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَنِي  
اور جسے تو غرابیوں سے اسی دن محفوظ رکھے گا اس پر تیرا فضل و کرم ہوگا۔

سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ دعا عقوبات اعمال سے جو قیامت کے دن پیش آنے والی ہیں ان سے تحفظ کے لئے وارد ہے

اگر کہا جائے کہ بارگاہ الہی میں ملائکہ اور فرشتوں نے اہل ایمان کے لئے جو دعا کی ہے وہ یہ ہے کہ اہل ایمان کو عذاب جہنم - عذاب دوزخ سے بچایا جائے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ سیات کی عقوبات و سزا سے ان کو بچایا جائے۔ یہ معنی صاف صاف دلالت کر رہے ہیں کہ ملائکہ اہل ایمان کو جس عقوبت سے بچانے کی دعا کر رہے ہیں وہ اعمال سیئہ کے لوازم ہیں۔ ملائکہ کی دعا اور آنحضرتؐ کا استغاذہ اور دعا ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ اور آیت میں یَوْمَئِذٍ (اس دن) کی تخصیص وارد ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سیات اعمال کا شر مراد ہے۔ نہ کہ بعینہ سیات اعمال یعنی برے اعمال۔ یہ اعتراض یہاں وارد نہیں ہوتا۔ کیوں کہ اصل مقصد تو یہی ہے کہ اس دن سیات اعمال کے شر سے بچایا جائے۔ اور یہ چیز بھی تو بعینہ سیات ہیں۔

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ سیات سے بچنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ ایسی توفیق عطا فرمائے کہ بندہ سیات اور گناہوں سے بچا رہے۔ اور توفیق الہی کی وجہ سے سیات و گناہ کا سرے سے ارتکاب ہی نہ ہو سکے۔ دوسری یہ کہ سیات کی جزا اور سزا سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے رحم و مغفرت۔ فضل و کرم سے حکم عفو و رخصت دے۔ آیت مذکورہ ہر دو قسم کے سوالوں پر مشتمل



ہے اور ظرف یعنی "یومئذ" کا تعلق و تقیید جملہ شرطیہ سے ہے۔ یعنی ومن تلق السیات سے ہے جملہ جزائیہ یعنی "فقد رحمت" سے نہیں ہے۔

اب تم اس حدیث کے مضمون پر غور کرو۔ فرشتوں کی دعا اہل ایمان۔ صالح۔ نیک کردار لوگوں کے حق میں ان کی مدح و توصیف۔ مومنوں کے حق میں استغفار و دعا۔ ان پر احسان اور استغفار و دعا کے پہلے بارگاہ الہی میں۔ اس کی وسعت علم۔ وسعت رحمت کا وسیلہ پکڑنا یہ سب کیا معنی رکھتا ہے۔

وسعت علم ان تمام امور پر مشتمل ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں اور گناہوں کے اسباب ان کمزوریوں۔ کوتاہیوں۔ ان کے دشمن کی قوت مغلیہ۔ نفس و خواہشات اور طبائع کے تقاضے دنیا اور دنیا دارانہ تعلیق ان سے کس طرح گناہ کرائیں گی۔ ان تمام امور کا علم اللہ تعالیٰ کو اس وقت سے ہے جبکہ ان کو پیدا کیا ہے۔ اس وقت سے اسے معلوم ہے جب کہ وہ ماؤں کے پیٹ میں تھے۔ اور یہ بات اس کے علم میں ہے اور اس کے قدیم علم کی رو سے اسے معلوم ہے کہ فلاں فلاں گناہ ان سے سرزد ہوں گے۔ نیز عفو و درگزر مغفرت و بخشش وغیرہ بھی اس کی وسعت علم میں داخل ہے۔ اس کا علم ان تمام امور پر حاوی ہے۔ کیا بات ہے جس کا علم اسے نہیں ہے۔

وسعت رحمت۔ خدا کی وسعت رحمت میں یہ تمام امور داخل ہیں کہ اہل توحید کو وہ ہلاک نہیں کریگا۔ مومن کو جو اس سے محبت کرے عذاب و تکلیف نہیں دے گا۔ کیوں کہ وہ واسع الرحمت ہے۔ اس کی رحمت اس قدر وسیع ہے کہ بجز شقی و بد نصیب کے کوئی بھی اس کے خلق و رحمت سے باہر نہیں رہ سکتا اور اس سے بڑھ کر کوئی شقی و بد بخت نہیں ہو سکتا کہ اس کی اسی وسیع ترین رحمت سے محروم رہے جو ساری کائنات پر محیط ہے۔

اس کے بعد فرشتے دعا کہتے ہیں کہ اے خدا تو یہ کرنے والوں کی مغفرت فرما۔ تیری راہ پر چلنے والوں کی اتباع کرنے والوں کی مغفرت فرما۔ تیری تعریف اور تجھ سے محبت کرنے والوں کی مغفرت فرما۔ تیرے اوامر و احکام کی اطاعت کرنے والوں کی تیری نواہی و منوعات سے اجتناب کرنے والوں کی مغفرت فرما۔ تیری ناپسندیدہ راہ سے اجتناب و احتراز کرنے والوں کی۔ تیری پسندیدہ راہ پر چلنے والوں کی مغفرت کر دے۔ اور ان پر فضل و کرم اور رحمت کی نوازش فرما۔

اس کے بعد دعا کرتے ہیں۔

ان یقیہم عذاب الجحیم۔ ان لوگوں کو جہنم کے عذاب سے بچائے۔

یعنی یہ کہ ان کو۔ اور تمام اہل ایمان کو۔ اور اہل ایمان کے ماں باپ۔ ان کی اولاد ان کی بیبیوں وغیرہم کو جنات عدن میں جگہ دے جس میں داخل کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اللہ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف کبھی نہیں کرتا۔ لیکن اس کا وعدہ اسباب ذرائع سے وابستہ ہے۔ چنانچہ فرشتوں کی دعا بھی ان کو جنت میں داخل کرنے کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ یہ بھی ایک سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے دائرہ رحمت میں داخل کر لیا۔ ان کو رحمت کا مستحق گردانا۔ اور ان کو اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائی۔ اور یہ بھی ایک سبب ہے کہ فرشتوں کو ان کا مددگار بنا دیا کہ وہ ان کے حق میں جنت کی دعا کرتے رہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ اس دعا کے بعد فرشتے یہ کہتے ہیں۔

انک انت العزیز الحکیم۔ بے شک تو زبردست غالب بڑا حکمت والا ہے۔

یعنی ان تمام امور اور بھلائیوں کا مصدر۔ منبع۔ سرچشمہ۔ سبب اول۔ مبداء و منتہا تیری ذات ہے۔ اور تمام چیزیں تیرے کمال قدرت۔ کمال علم ہی کے کرشمے ہیں کیونکہ عزت و غلبہ کمال قدرت ہی کا نام ہے۔ اور حکمت کمال علم کا نام ہے اور انہی دو صنعتوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ اپنے اختیار و قدرت سے جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے اور جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔ حکم بھی فرماتا ہے۔ ممانعت بھی فرماتا ہے۔ اجر و ثواب بھی دیتا ہے اور عذاب و عذاب بھی دیتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ خلق و ہر کام مصدر۔ منبع اور سرچشمہ ہی دو صفات ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ عقوبات سیات۔ یعنی معاصی۔ اور گناہوں کی سزا و قسم کی ہے شرعیہ اور قدریہ۔ اور شرعی عقوبت ہو یا قدری اس کا اثر قلب پر بھی ہوتا ہے۔ اور جسم پر بھی اور یہ عقوبتیں اور سزائیں مرنے کے بعد برزخ میں ہوں گی۔ اور آخرت میں بھی جب کہ اجسام کو دوبارہ اپنی اصل حالت پر زندہ کیا جائیگا۔

غرض! معاصی اور گناہ کسی حال میں بھی عقوبت و سزا سے خالی نہیں۔ لیکن انہوں کو کہنے اپنی جہالت کی وجہ سے کچھ اس طرح غفلت میں پڑے ہیں کہ ان کو ان عقوبتوں کا شعور و احساس تک نہیں کیونکہ دنیا کی زندگی اور زندگی کی گونا گوں مشغولیتوں میں کچھ ایسے بدمست ہیں



کہ ان کی عقلیں، اور فکریں، محذوب اور بے حس ہو چکی ہیں۔ پس بندے کچھ ایسے غافل سو رہے ہیں کہ اپنے آلام و مصائب تک کا انہیں احساس نہیں۔ انہیں اس کا شعور و احساس اس وقت ہوگا جب وہ بیدار ہوں گے۔ نشہ اور مستی اتر جائیگی۔ محذوب حالت شعور و احساس سے متبدل ہوگی۔ اس وقت انہیں گناہوں کی عقوبات و سزائیں کا احساس ہوگا۔ اور وہاں عقوبتوں اور سزائوں کا ترتب اور ظہور اس طرح ہوگا جس طرح جلنے والے کو جلنے کا۔ اور ہاتھ پاؤں ٹوٹ جانے والے کو اس کے ٹوٹنے کا۔ اور ڈوبنے والے کو ڈوبنے کا احساس ہوتا ہے۔ اور اسی طرح اس کو یقین ہوگا جس طرح زہر کھا جانے والے کو اپنی ہلاکت کا اور مریض کو اپنے مرض کے اسباب کا یقین ہو جاتا ہے۔

نیز بعض اوقات معاصی و گناہوں کی مضرتوں کا ظہور فوراً گناہوں کے ساتھ ساتھ ہی ہو جاتا ہے۔ کبھی ایک طویل مدت کے بعد بھی ہوتا ہے۔ کبھی تھوڑی ہی مدت کے بعد ہوتا ہے جس طرح کہ امراض جسم اپنے اسباب اور اسباب کی قوت ضعف کے لحاظ سے متقدم و متاخر قوی اور کمزور ہوا کرتے ہیں۔ لیکن اس موقع پر بہت سے انسان غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایک انسان گناہ کرتا ہے۔ اور پھر وہ دیکھتا ہے کہ اس کا اثر کچھ نہیں ہوا۔ تو سمجھ لیتا ہے کہ گناہ کرنے سے کوئی نقصان اور کوئی ضرر نہیں پہونچا۔ لیکن وہ یہ نہیں سمجھتا کہ گناہ اپنا کام کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور بتدریج اپنا اثر پیدا کرتے رہتے ہیں۔ اور ٹھیک ٹھیک اسی طرح اپنا کام جاری رکھتے ہیں جس طرح زہر۔ اور مضرت رساں چیزیں اپنا کام جاری رکھتی ہیں۔ اگر انسان زہر اور مضرت رساں اشیاء کا تدارک۔ اور بدرقہ مناسب ادویہ۔ استفراغ و تنقیہ اور مفید پیرہن سے کر لیتا ہے تو صحت بکلی امید ہوتی ہے۔ ورنہ پھر وہ ہلاک ہو کر ہمارا رہتا ہے۔

اور یہ صورت یعنی تدارک و بدرقہ کی شکل بھی اسی وقت ممکن ہے جبکہ انسان سے کوئی ایک گناہ سرزد ہو جائے۔ اور وہ فوراً اس کا تدارک کر لے۔ لیکن اگر کوئی شخص روزانہ ہر گھری ہر ساعت گناہوں پر گناہ کرتا چلا جائے تو اس کا خدا ہی مافظ ہے۔ واللہ المستعان

## فصل

معاصی قلب کو بہرہ گو نگاہ اندھا اور مسخ کر دیتے ہیں۔

اب تم معاصی اور گناہوں پر اللہ تعالیٰ نے جو عقوبتیں اور سزائیں مقرر فرمائی ہیں ان پر

غور کرو۔ اور عقوبات اور عقوبات کے ابواب پر پوری طرح نظر ڈالو۔ اور پھر ان چیزوں کے پیش نظر اپنے کو ترک معاصی کی طرف بلاؤ۔

میں یہاں صرف چند چیزوں کی طرف تمہیں توجہ دلاتا ہوں۔ اگر کسی عاقل دانشمند نے ان میں سے صرف چند چیزوں کو بھی سمجھ لیا تو یہ اس کے لئے بہت کافی دانی ہے۔

اول یہ کہ معاصی اور گناہوں کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کی آنکھوں اور کانوں پر محرومی کی ہر لگ جاتی ہے آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں۔ دلوں پر قفل لگ جاتے ہیں۔ قلوب مختلف قسم کے بوجھل پردوں میں دب جاتے ہیں۔ دل رنگ آلود ہو جاتے ہیں۔ دل اور آنکھیں مقلوب و معکوس ہو جاتی ہیں۔ معاصی انسان اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں۔ اور پروردگار عالم کے ذکر سے قلب کو غافل کر دیتے ہیں۔ گناہ بندے کو خود اپنی جان سے بھی غافل کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ گناہگار کے قلب کی تطہیر و صفائی ترک کر دیتا ہے۔ گناہ سینوں کو تنگ و تاریک کر دیتے ہیں۔ قلوب کو حق سے بھٹکا دیتے ہیں۔ دلوں پر مختلف قسم کے امراض قابو پالیتے ہیں۔ دلوں کو غلط راہ پر لگا دیتے ہیں۔ اور دل ہمیشہ کے لئے معکوس و مقلوب ہو کر رہ جاتے ہیں۔ جب کہ امام احمدؒ نے حضرت خدیفہ ابن الیمانؓ سے روایت کی ہے۔

القلوب اربعۃ۔ قلب اجد۔ قلب  
سواجین حصہ الذی قلب المؤمن  
و قلب اعلت۔ و ذالک قلب الکافر  
و قلب منکوس فذلک قلب المنافق  
و قلب تدۃ مادۃ ماتۃ ایمان و  
مادۃ نفاق و هو لما غلب علیہ منها۔

قلوب چار قسم کے ہیں ۱۔ قلب اجد (بے داغ) جس کے اندر چراغ کی روشنی چمکتی ہے۔ یہ مؤمن کا قلب ہے ۲۔ قلب مغلطی جس پر پردے پڑے ہوئے ہیں یہ کافر کا قلب ہے ۳۔ قلب منکوس و سرنگوں۔ یہ منافق کا دل ہے وہ قلب جس میں ایمان و نفاق ہر دو کے مادے ہوتے ہیں اور ہر مادہ اپنی اپنی جانب کھینچتا ہے اور انسان اسی کا ہو جاتا ہے جو دونوں میں سے غالب رہے۔

دوم۔ گناہوں کی وجہ سے انسان کو طاعت الہی اور عبادت خداوندی سے نفرت ہو جاتی ہے۔ اور طاعت و عبادت سے انسان دور بھاگنے لگتا ہے۔ سوم۔ گناہ قلب کو بہرہ کر دیتے ہیں۔ اور وہ حق بات سننا گوارہ نہیں کرتا۔ گونگابنا دیتا ہے۔ زبان سے حق بات نکلی نہیں سکتی۔ اندھا بنا دیتا ہے۔ حق بات دیکھ نہیں سکتا۔ قلب اور



حق کے درمیان باعتبار سماعت۔ بنیاتی اور کلام کے درمیان وہ بُعد ہو جاتا ہے جو بہرے کو آواز سے اندھے کو رنگ سے اور گنگے کو بات چیت کرنے کے بعد ہوتا ہے۔

ہمارے اس بیان سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حقیقتاً بہرہ۔ گونگا۔ اندھا ہونا قلب سے تعلق رکھتا ہے جوارج کا بہرہ۔ گونگا اندھا ہونا بالغرض اور بالیق ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم کے اندر ہے۔

فانہما لا تسمی الا بصار۔ ولكن تعمی القلوب  
بات یہ ہے کہ کچھ آنکھیں اندھی نہیں ہوا کرتیں  
بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہو  
جایا کرتے ہیں۔

یہاں بصارت کی نفی سے بصارت جس کی نفی قطعاً نہیں ہے۔ خود اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد  
نفی بصارت جس کے خلاف ہے۔

لیس علی الاعملی حرج رنوں  
اندھے کے لئے کوئی مضائقہ نہیں۔  
یہاں اعملی سے مراد بصارت حسی ہے۔

اور یہ ارشاد

عبس وتولى ان جاءه الاعملی: (عبس)  
محمد اتنی بات پر حیں بچیں ہوتے اور منہ موڑ بیٹھے  
یہاں بھی قطعی طور پر بصارت حسی مراد ہے۔

مراد یہ ہے کہ پورا پورا اندھا حقیقتاً وہ ہے جس کا قلب اندھا ہو۔ کیونکہ آنکھ کا اندھا  
قلب کی عدم بصارت کے مقابلہ میں گویا آنکھوں والا ہے۔ تا آنکہ قلب کی عدم بصارت کی قوت  
کے سامنے آنکھ کی حسی بصارت کی نفی کر دینا بھی صحیح ہے جس کی مثال آنحضرت صلعم کے  
اس ارشاد میں موجود ہے۔

لیس الشدید بالصرعۃ۔ ولكن الذی  
قوی تر آدمی وہ نہیں ہے۔ جو دوسرے کو پچھلا  
دے وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے  
نفس پر قابو رکھے۔

اور آپ کے اس ارشاد میں موجود ہے

لیس المسکین بالطواف الذی تخیرده  
مسکین وہ نہیں جو گھر گھر پھرتا ہے جسے تم لقمہ  
والقمت۔ واللقمتان۔ ولكن الذی  
دولقمے دیدیا کرتے ہو۔ بلکہ مسکین وہ ہے جو

لَا يَكْفُلُ النَّاسَ - وَلَا يَفْطَنُ لَهُ فَيُصَدِّقَ عَلَيْهِ  
لوگوں سے مانگتا نہیں اور نہ لوگ اسے فروتنہ  
سمجھ پاتے ہیں کہ اسے صدقہ دیا جائے۔

اور اس قسم کے نظائر و امثال تمہیں بے شمار ملیں گی جن سے واضح ہو جاتا ہے کہ حقیقی چیز کے مقابلہ میں غیر حقیقی بہتر و معدوم کے ہوتی ہے۔

مقصود یہ ہے کہ معاصی اور گناہوں کی عقوبات میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ قلب کو اندھا بہرہ - گونگا بنا دیتے ہیں۔

چہارم یہ کہ معاصی قلب کو دھنسا دیتے ہیں جس طرح کہ مکان اور مکان کا سارا سرسماں زمین میں دھنس جایا کرتا ہے۔ معاصی قلب کو اسفل السافلین تک دھنسا کر لے جاتے ہیں اور اسے اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔ قلب کے دھنسے کی علامت یہ ہے کہ انسان شب و روز سفلت - بنچاسات - رزائل - اور بد اخلاقیوں کے پیچھے مارا مارا پھرتا ہے۔ جس طرح کہ وہ قلب جسے اللہ تعالیٰ رفعت دیتا ہے۔ اور مقرب بارگاہ بنالیتا ہے۔ شب و روز خیر و فلاح - عالی بلند امور - عالی بلند اعمال - عالی بلند اخلاق و اقوال کے گرد گھومنا کرتا ہے۔ جیسا کہ بعض اسلاف کا قول ہے۔

ان هذه القلوب جوالا فمنا  
ما يحول حول العرش - و منها  
ما يحول حول الحش -  
یہ قلوب ہمیشہ گھومتے پھرتے ہیں۔ لیکن بعض  
عرش کے ارد گرد گھومتے پھرتے ہیں اور  
بعض غلاظتوں کے ارد گرد۔

پنجم یہ کہ معاصی قلب کو مسخ کر دیتے ہیں۔ اور جس طرح صورتیں مسخ ہوا کرتی ہیں۔ قلوب بھی مسخ ہو جایا کرتے ہیں۔ انسانی قلب حیوانی قلب کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اخلاق، اعمال افعال، طبائع کے لحاظ سے جس جانور سے مناسبت ہو جاتی ہے۔ اسی جانور کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ بعض قلوب مسخ ہو کر خنزیر کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کے اندر خنزیر کی سی شدت اور بغاوت پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض قلوب مسخ ہو کر کتے اور گدھے - سانپ اور بچھو کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ غرض! اخلاق و عادات اور طبائع کے لحاظ سے صورتیں تبدیل ہوا کرتی ہیں۔ چنانچہ حضرت سفیان بن عیینہ نے اس آیت کی یہی تاویل کی ہے۔

وما من دابة فی الارض - ولا طائر یطیر  
بجناحہ الا امثالکم (انعام)  
اور جتنے حیوانات زمین میں ہیں اور جتنے پرند  
اپنے دو پروں پر اڑے اڑے پھرتے ہیں یہ سب  
بھی تم لوگوں کی طرح امیتیں ہیں۔



وہ فرماتے ہیں۔ بعض قلوبِ زندوں کے اخلاق اختیار کر لیتے ہیں۔ بعض کتوں کے بعض گھوں کے اور بعض اپنے ظاہری لباس میں طاووسی اخلاق اختیار کر لیتے ہیں اور اپنے خوش نما پروں پر ناچا کرتے ہیں۔ بعض گھوں کی طرح بلیہ اور احمق ہوا کرتے ہیں۔ بعض مرغ کی طرح انسانوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ بعض کبوتروں کی طرح الفت و نہیت کے خوگر ہوتے ہیں بعض ادٹ کا سا کینہ رکھتے ہیں۔ بعض ایسے ہوتے ہیں جن میں سراسر شر و فلاح ہوتی ہے اور وہ بکری کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ بعض لومڑی کا اخلاق رکھتے ہیں اور لومڑی کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور ہمہ وقت لومڑی کی سی مکاریاں کرتے رہتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے جاہلوں اور گمراہ لوگوں کو کبھی گدھوں سے تشبیہ دی ہے۔ کبھی کتوں سے اور کبھی دوسرے جانوروں سے اور کبھی یہ باطنی مناسبت اس قدر قوی اور مضبوط ہو جاتی ہے کہ اس کا اثر ظاہری صورت پر نمایاں ہونے لگتا ہے۔ اور اس چیز کو اربابِ فراست خوب سمجھتے ہیں۔ اور کچھ ظاہری اعمال و کردار تو ایسے سرزد ہونے لگتے ہیں کہ عام آدمی بھی دیکھ سکتا ہے اور یہ مشابہت اعمال و کردار کے لحاظ سے کبھی اس قدر قوی اور پائیدار ہو جاتی ہے کہ موت پر بھی غالب آ جاتی ہے۔ اور بالآخر حکم الہی کے مطابق ظاہری صورت بھی مسخ ہو جاتی ہے یہ ہے مسخ نام حیا کہ یہود اور ان جیسے دوسرے لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور اس امت میں بھی بعض کو بندہ اور خنزیر کی صورت میں مسخ کر دیتا ہے۔

صحابی اللہ! کہتے ہی قلوبِ مسخ ہو کر تبدیل ہو گئے۔ اور انہیں اس کی خبر تک نہیں۔ کہتے ہی مسخ ہو گئے۔ کہتے ہی دھنس گئے اور کہتے ہی عوام کی تعریف و توصیف کے نقشہ میں مبتلا ہو کر رہ گئے۔ اور خدا کی پردہ داری نے ان کو دھوکہ دیا۔ اور کہتے ہی انعام الہیہ اور استدراج کے امتحان میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام امور من جانب اللہ عقوباتِ سزا میں آئیں، ذلتیں ہیں۔ اور بس۔ لیکن افسوس جاہل لوگوں! ان چیزوں کو کرامت اور عزت سمجھتے ہیں۔ خدا بھی ان کے ساتھ کرومذع کرتا ہے۔ ان استہزار کرنے والوں کے ساتھ وہ بھی استہزار کرتا ہے۔ اور حق سے ٹیسڑھا چلنے والوں کو خدا ٹیڑھا کر دیتا ہے۔

ہفتم۔ یہ کہ قلب الٹ دیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ حق کو باطل اور باطل کو حق۔ معروف کو منکر اور منکر کو معروف سمجھنے لگتا ہے۔ شر و فساد۔ تباہی و بربادی کے سامان

کرتا ہے اور سمجھتا ہے میں اصلاح کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو بھٹکاتا ہے۔ اور سمجھتا ہے میں لوگوں کو خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ ہدایت کے بدلہ ضلالت خریدتا ہے اور سمجھتا ہے میں ہدایت کی راہ پر ہوں۔ نفس و خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور سمجھتا ہے اپنے مولا کی اطاعت کر رہا ہوں۔

معاصی اور گناہوں کی یہ تمام عقوبات اور سزائیں وہ ہیں جو قلوب پر جاری اور نافذ ہوتی ہیں۔

ہشتم۔ یہ کہ معاصی دنیا میں پروردگار عالم اور بندے کے درمیان حجاب بن جاتے ہیں۔ اور یہ قیامت کے دن حجاب اکبر ثابت ہوں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،  
 کَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَلْجُؤْنَ ۖ  
 سَئُوجًا۔ یہ لوگ اس دن اپنے پروردگار کے سامنے نہیں آنے پائیں گے۔

معاصی بندوں کی اس مسافت کی راہ میں سد راہ ہوتے ہیں۔ جو بندوں اور بندوں کے قلوب کے درمیان واقع ہے۔ اور بندوں کو قلب تک پہنچنے ہی نہیں دیتے تاکہ وہ اصلاح و فساد کی چیزوں پر غور کریں۔ اور بندوں کو سستی و بد بخت کر کے چھوڑتے ہیں۔  
 نیز معاصی اس راہ کو بھی کاٹ دیتے ہیں جو بندوں کے قلوب اور پروردگار عالم کے درمیان واقع ہے۔ جس کے ذریعہ قلوب اپنے پروردگار تک پہنچتے ہیں۔ اس سے نفرت حاصل کرتے ہیں۔ اور جس تقرب سے بندوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے اور جس سے دلوں کو فرحت و انبساط، اور مسرت و نشاط حاصل ہوتا ہے۔

غرض! معاصی بندوں اور بندوں کے قلوب کے درمیان، اور قلوب اور پروردگار عالم کے درمیان قلوب اور اخلاق عالم کے درمیان حجاب اور پرخطر حجاب بن جاتے ہیں نہم۔ معاصی معیشت (زندگی) کو تلخ بنا دیتے ہیں۔ دنیا کی معیشت، برزخ کی معیشت آخرت کی معیشت۔ تینوں جگہ کی معیشت معاصی اور گناہوں کی وجہ سے تنگ اور تلخ ہو جاتی ہے۔ اور آخرت میں عذاب دردناک کا موجب بن جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً  
 ضَنْكًا وَنَحْشَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ (طہ)

اور جس نے میری یاد سے روگردانی کی تو اس کی زندگی عین میں گزرے گی اور قیامت کے



دن بھی ہم اسے اندھا اٹھائیں گے

بعض علماء نے معیشتِ خنک کی تفسیر عذابِ قبر سے کی ہے۔ اور یہ تفسیر صحیح بھی ہے۔ اس میں کوئی شک بھی نہیں۔ لیکن اس آیت سے کہیں زیادہ وسیع معنی پر مشتمل ہے اس کی وسعت و عموم ہر قسم کی معیشت پر مشتمل ہے۔ معیشت تلخ خواہ وہ دنیا کی معیشت ہو خواہ برزخ کی۔ خواہ آخرت کی یہ عموم تمام پر حاوی ہے۔ "معیشتِ خنک" اگر چہ "نکرہ" ہے اور باقی اثبات میں واقع ہوا ہے۔ لیکن معنی کے لحاظ سے اس میں عموم و وسعت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے "معیشتِ خنک" تلخ و تنگ زندگی کو اعراض عن اللہ پر مرتب اور متفرع فرمایا ہے۔ اور یہ "معیشتِ خنک" اعراض کرنے والے کے اعتبار سے ہی ہوگی۔ اگرچہ وہ دنیا میں بے شمار نعم اللہ اور نفائس و لذائذ دنیا سے بہرہ ور اور لذت اندوز ہو۔ لیکن اس کا قلب تو وحشت و ذلت اور حسرتوں کی آماجگاہ ہی بنا رہے گا۔ ہر ذلت۔ ہر ذلت۔ ہر حسرت قلب کے لئے ٹکڑے کر رہی ہوگی۔ باطل امانی اور آرزوئیں اور مختلف قسم کے عذاب اسی دنیا میں اس کے لئے موجود ہوں گے۔ اور اس کی یہ ظالمی اور آرزوئیں شہوات۔ عشق۔ حب دنیا۔ حب ریاست۔ حب انارت کے نشہ میں مستور ہوں گی۔ اور ہر اوقات اسے بدمست رکھتی ہوں گی۔ اگر وہ شرابِ نوحہ نہیں ہے تو شرابِ کانشہ نہ سہی لیکن ان شہوات و خواہشات و تمناؤں اور آرزوؤں کا نشہ بجائے خود اس قدر خطرناک ہوتا ہے۔ کہ انسان کو اس سے کبھی آفاقہ ہی نہیں ہوتا۔ شرابِ نور کو تو کبھی نہ کبھی آفاقہ ہو جاتا ہے لیکن جب دنیا اور خواہشات کا نشہ تو اترنے ہی نہیں پاتا۔ اور یہ نشہ اس وقت اترتا ہے جب کہ موت کا پیالہ پیا ہے۔ اور موت کا نشہ اس پر سوار ہو جاتا ہے۔ اور ان سے دنیا کی اس زندگی سے علیحدہ کر کے مردوں میں سلا دیتا ہے۔ پس معیشتِ خنک۔ تنگ زندگی۔ تلخ زندگی۔ ہر اس آدمی کے لئے لازم و ضروری ہے جو ذکر الہی سے اعراض کرے۔ اور پیغمبر خدا صلعم نے جو کچھ پیش کیا ہے اس سے اعراض کرے۔ اور یہ معیشتِ خنک۔ تنگ زندگی۔ تلخ زندگی دنیا میں بھی لازمی ہے۔ اور برزخ میں بھی۔ اور قیامت کے دن بھی اور حقیقت امر بھی یہ ہے کہ آنکھوں کو ٹھنڈک۔ قلب کو ہدایت۔ نفس کو اطمینان۔ خدا محبوب برحق کے سوا ممکن ہی نہیں۔ معبودانِ باطل سے سوائے پریشانی اور سرائیگی کے کچھ حاصل نہیں۔ پس جس نے ذات الہی سے ٹھنڈک نہ پائی۔ اس کا نفس ہمیشہ حسرتوں سے زخمی اور چور رہے گا۔ اللہ تعالیٰ حیاتِ طیبہ۔ اور شیریں زندگی اسی کو عطا

فرماتا ہے جو اس پر ایمان لاتا ہے۔ اور اعمال صالحہ سے اپنے کو مرین و آراستہ کرتا ہے۔ جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے۔

من عمل صالحاً من ذكر او انثی وهو مؤمن فلنجزيه حیاتاً طیباً۔ ولنجزینهم اجرهم باحسن ما كانوا يعملون۔  
(نحل)

جس نے نیک عمل کیا مرد ہو یا عورت۔ اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے تو ہم دنیا میں اس کی زندگی اچھی بسر کرائیں گے۔ اور آخرت میں بھی ان کے اعمال صالحہ کا ضرور صلہ دیں گے۔

پس اہل ایمان جو اعمال صالحہ سے مرین ہوں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی ضمانت ہے۔ کہ وہ انہیں دنیا میں بھی اچھی زندگی عطا فرمائے گا۔ اور قیامت کے دن بھی بہترین زندگی سے نوازے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایمان والوں کے لئے جو اپنے اعمال صالحہ سے اپنے کو مرین اور آراستہ کریں گے دونوں جہان میں بہترین زندگی ہے۔ اسے ہی لوگ دونوں جہان میں۔ زندہ اور کامیاب ہیں اور اس کی تطبیق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

للذين احسنوا فی هذه الدنیا حسنات و لدار الاخرۃ خیر۔ ولنعم دار المتقین۔  
(نحل)

جن لوگوں نے بھلائی کی ان کے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت کا ٹھکانہ اس سے بھی کہیں بہتر ہے۔ اور پرہیزگاروں کا گھر نہایت عمدہ ہے۔

اور یہ ارشاد بھی اس کی تطبیق ہے

وان استغفروا ربکم۔ ثم توبوا الیہ یمتھکم مئة عا حسنا الی اجل مسمیٰ و یؤت کل ذی فضل فضلہ۔ (ہود)

اور یہ کہ اپنے پروردگار سے گناہوں کی معافی مانگو۔ پھر اس کی جناب میں توبہ کرو۔ تو تم کو ایک مقرر وقت تک دنیا میں اچھی طرح رسائے بسائے رکھے گا۔ اور جس نے زیادہ کیا ہے اس کو اس کا زیادہ صلہ دے گا۔

ہیں وہ لوگ جو متقی۔ پرہیزگار۔ نیک اعمال و نیک کردار ہیں۔ وہ دنیا اور آخرت کی نعمتوں سے بہرہ ور اور فائز المرام ہیں۔ دونوں جہان میں انہیں بہترین زندگی حاصل ہے۔ کیوں کہ نفس کی فرحت۔ سرور قلب۔ فرحت قلب۔ لذت قلب۔ ابتہاج قلب۔ طمانیت قلب۔ الشرح قلب۔ نور قلب۔ وسعت قلب۔ عافیت قلب۔ والستہ ہے۔ اور یہ چیزیں اسی وقت



حاصل ہوتی ہیں۔ جبکہ شہواتِ محرمہ۔ خواہشاتِ مکروہہ۔ اور شہواتِ باطلہ سے اجتناب سے احتراز کیا جائے۔ اور حقیقت امر تو یہ ہے کہ اصل نعمت و سرور۔ اصل فرحت و بہجت۔ اصل لذت و عافیت بھی یہی ہے۔ اسی کا نام ہے۔ جسمانی لذت و سرور۔ اس کے مقابلہ میں بیچ اور سراسر بیچ ہے۔

طہ: لطفِ این بادہ نذاتی بخدا تانہ چشتی

چنانچہ بعض عارفین سلف۔ لذتِ آشنائے بادہ توحید کا قول ہے۔

لو علم الملوك و ابناء الملوك ما نحن  
فيہ لجادونا علیہ بالسیوف:  
مگر بادشاہ۔ اور بادشاہوں کے بیٹے وہ  
حالت معلوم کر لیں جن میں ہم ہیں تو اس کے لئے  
وہ ہم سے تلواریں لے کر جنگ کریں۔

کسی اور عارف کا قول ہے

انہ یمر بالقلب۔ اوقات۔ اقول فیہا  
ان کان اهل الجنة فی مثل هذا  
انہ لقی عیش طیب:  
قلب پر کچھ ایسے اوقات بھی آجاتے ہیں کہ  
زبان بے ساختہ چلا اٹھتی ہے کہ اگر اہل جنت  
کو ایسی نعمت حاصل ہے تو یقیناً وہ بہترین  
عیش سے بہرہ ور ہیں وگرنہ کچھ نہیں۔

کسی اور بزرگ کا قول ہے

ان فی الدنیا جنتا ہی فی الدنیا کا جنتا  
فی الآخرۃ۔ من لم یدخلہا لم  
یدخل جنتا الآخرۃ:  
بے شک دنیا میں ایک جنت ہے اور وہ ویسی  
ہی جنت ہے جیسی آخرت کی۔ جو آدمی دنیا  
کی اس جنت میں داخل نہیں ہوا وہ آخرت  
کی جنت میں بھی داخل نہیں ہوگا۔

اور اس جنت کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔

اذا مررتم برباض الجنة ارقعوا:  
جب تم جنت کی کیاریوں سے گزرو تو کچھ  
چرلے کرو۔

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت کی کیاریاں کون سی ہیں؟ آپ نے ارشاد

خلق الذکر  
فرمایا ذکرِ الہی کے حلقے

اور آپ کا ارشاد ہے۔

ما بین بیتی و منبری روضتا من  
ریاض الجنۃ :  
میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان  
جنت کی کیاریاں ہیں ۔

اور اللہ کے اس فرمان سے  
ان الابرار نفی نعیم . وان الفجار  
نفی جحیم (النفطار)  
بیشک نیکو کار لوگ منے کی بہشت میں ہوں  
گے اور بدکار لوگ دوزخ میں ۔  
تم یہ نہ سمجھ لو کہ یہ یوم معاوی یعنی قیامت کے دن کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ ابرار یعنی نیک  
لوگ ہر سہ عالم : تینوں جہانوں میں نعیم و جنت میں ہیں ۔ اور فجار و بدکار تینوں جہانوں  
میں جہنم میں ہیں ۔

خدا را تم ہمیں بتاؤ کہ نیکو کار قلب : قلب سلیم . سلامتی صدر : معرفت رب العالمین  
محبت خداوندی ۔ اور رضا مندی الہی سے بڑھ کر دنیا کی کون سی لذت اور کون سی نعمت  
ہو سکتی ہے ؟ اور قلب سلیم کے سوا کوئی عیش ہے بھی ؟ خود اللہ تعالیٰ اپنے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کی مدح و توصیف اور سلامتی قلب کے بارے میں فرماتا ہے ۔

وان من شیعۃ الابرار ہم . اذا جاز  
مہم بقلب سلیم (صافات)  
اور نوح کے طریق پر چلنے والوں میں سے ایک  
ابراہیم تھے جبکہ صاف قلب کے ساتھ اپنے  
پروردگار کی طرف رجوع ہوئے ۔

نیز اللہ تعالیٰ انہی کے قول کی نقل فرماتا ہے

یوم لا ینفع مال ولا بنون - الا من  
اتى الله بقلب سلیم : (شعرا)  
اس دن نہ مال ہی کام آئیگا : نہ بیٹے : مگر جو  
پاک قلب لے کر خدا کے حضور میں حاضر ہوگا ۔  
اور قلب سلیم وہی ہے جو شرک سے غل و غش سے ۔ حق و حسد سے ۔ بغض و کینہ سے ۔  
حرص و طمع سے ۔ کبر و غرور سے ۔ حب دنیا جب ریاست سے سالم اور محفوظ ہو ۔ ایسا قلب  
ہر آفت ہر مصیبت و ابتلا سے محفوظ ہے ۔ اللہ تعالیٰ سے دور رکھنے والی باتوں سے محفوظ  
ہے ۔ خدا کی خبروں کے خلاف شبہات پیدا ہوتے ہیں ۔ ان سے محفوظ ہے ۔ ان شہوات و خواہشات  
سے محفوظ ہے جو احکام الہی کے خلاف ابھرتی ہیں ۔ ان ارادوں سے محفوظ ہے جو مراد الہی کے خلاف  
اقدام کرنے پر مجبور کرتے ہیں ۔ اور ہر راہ زن سے محفوظ ہے جو رشتہ الہی کو توڑ سکتا ہے یہ قلب  
اور ایسا قلب دنیا میں بھی جنت میں ہے ۔ اور برزخ میں بھی جنت میں ہے اور قیامت کے دن



بھی جنت میں ہے

قلب کی سلامتی پانچ چیزوں کے بغیر تکمیل کو نہیں پہنچتی

۱۔ شرک سے محفوظ ہو یہ توحید الہی کے خلاف ہے۔

۲۔ سنت نبوی کے خلاف جو بدعات ہیں ان سے محفوظ ہو۔

۳۔ اور امر الہی کے خلاف جو شہوات و خواہشات ہیں ان سے محفوظ ہو۔

۴۔ اسی غفلت سے محفوظ ہو۔ جو ذکر الہی سے غافل اور بے خبر کر دے۔

۵۔ تجرید توحید، تجرید الہی کے خلاف جو خواہشات و شہوات ہوں ان سے محفوظ ہو۔

ان پانچ چیزوں کے علاوہ ایک اخلاص بھی ہے۔ لیکن یہ ان پانچوں امور پر حاوی ہے۔

یہ پانچ چیزیں اللہ، اور بندوں کے درمیان کے حجابات ہیں، اور ہر حجاب کے ماتحت بے شمار اقسام ہیں جو بے شمار افراد، اور لاتعداد اشخاص پر مشتمل ہے۔ اور اسی لئے ہر بندہ اس امر

کا محتاج اور ضرورت مند ہے کہ بارگاہ الہی میں اپنے لئے ہمیشہ صراط المستقیم کی ہدایت طلب

کرتا رہے۔ بندے جس قدر اس دعا کے محتاج ہیں کسی چیز کے نہیں، اور جس قدر یہ دعا بندوں

کے لئے مفید ہے کوئی اور دعا مفید نہیں، کیوں کہ صراط المستقیم بہت سے علوم، بشارتوں

اور لاتعداد ظاہری، باطنی اعمال اور ترک و اجتناب کے بے شمار امور پر مشتمل ہے جو بندوں

پر ہمہ اوقات جاری و طاری رہتے ہیں، اور اس صراط المستقیم کی تفصیلات بندے کبھی

نہیں سمجھ سکتے ہیں، اور کبھی قطعاً نہیں سمجھ سکتے، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس قدر تفصیلات

بندوں کو معلوم ہوتی ہیں، ان سے کہیں زیادہ سے زیادہ بے خبر ہوتے ہیں، اور جو معلوم ہوتی

ہیں ان میں سے بھی بہت سی چیزوں پر قادر اور قابو یافتہ نہیں ہوتے، اور پھر بندے ان

چیزوں کا ارادہ کرنے کے بعد ہی بسا اوقات عمل سے قاصر رہتے ہیں اور اگر عمل کر لیا تو

پھر شرائط اخلاص پورے نہیں ہوتے، اور اگر شرائط اخلاص بھی موجود ہیں تو پھر اللہ اور اللہ

کے رسول کی متابعت پوری طرح نہیں پائی جاتی، اور اگر اللہ اور اللہ کے رسول کی متابعت

بھی موجود ہے، تو پھر بندے اس پر ثابت قدم رہتے بھی ہیں یا نہیں؟ یہ تمام باتیں پیش آتی

ہیں اور ساری مخلوق لازمی طور پر ان چیزوں سے دوچار ہوتی ہے، یہ تمام مواعیات لازمی طور پر

پیش آتے ہیں، لیکن کسی کو کم، اور کسی کو زیادہ، اور یہ ظاہر ہے کہ انسانی طبائع میں جو ہدایت

دریخت کی گئی ہے، وہ ان تمام چیزوں پر متاثر نہیں پاسکتی، بلکہ اگر انسان کو ہدایت پر چھوڑ دیا۔

جائے تو خود طبائع ان چیزوں کی تحصیل و تکمیل میں رکاوٹیں ڈال دیتے ہیں۔ چنانچہ طبائع کی کجروی ہے جس نے منافقوں کو غلط راہ پر ڈال دیا۔ طبائع کے رجحانات نے ان کو اصل حیثیت اور جبلی ظلم و جور کی طرف موڑ دیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی قضا و قدر اور مقررہاں کو اسی صراط مستقیم پر چلاتا ہے۔ اور اسی کے بموجب بندوں کو دعوت دیتا ہے۔ اور اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے فضل و کرم اس صراط مستقیم پر لگا دیتا ہے۔ اور جہاں صلاحیت پاتا ہے اپنی ہدایت پہنچا دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے اس صراط مستقیم اور ہدایت سے محروم کر دیتا ہے اور یہ سب کچھ عدل و حکمت۔ صلاحیت و عدم صلاحیت محل و مقام کے ماتحت کرتا ہے۔ اور اپنی اسی صراط مستقیم کے مطابق کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے امر و حکم سے اپنے بندوں کے لئے قائم کیا ہے اور جس کی طرف بر بنائے حجت و عدل اپنے تمام بندوں کو دعوت دی ہے اور اپنے فضل و انعام کی رو سے جسے چاہتا ہے اس صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔ اور عدل و فضل کی رو سے جسے چاہتا ہے اس سے دور پھینک دیتا ہے۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس صراط مستقیم کو بھر قائم کرے گا۔ اور جنت میں جانے کی راہ یہی صراط مستقیم ہوگی جو بندے دنیا میں اس سے دور رہے وہاں بھی اللہ تعالیٰ اس سے نہیں دور رکھیگا۔ اور جو اس پر قائم رہے وہاں بھی اللہ تعالیٰ انہیں قائم اور ثابت قدم رکھے گا۔ جو بندے اللہ کے رسول کے لئے ہوئے دین پر ایمان لائے اور دنیا میں اس ایمان کے نور سے ان کے قلوب منور اور روشن رہے یہی ایمانی نور ان کے اندر وہاں پوری قوت سے ابھرے گا۔ اور ان کی راہ نمائی کو وسیع و بڑی کرے گا۔ جس کی ظلمتوں اور تاریکیوں میں یہ نور ان کے آگے آگے۔ اور دائیں جانب روشنی ڈالتے ہوئے ان کی راہ نمائی کرے گا۔ ان کے ایمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس نور کی حفاظت کی اور اس وقت تک حفاظت کی جب کہ لوگ انہیں دنیا سے رخصت کر کے واپس لوٹے اور اسی طرح حفاظت کی جس طرح ان کی بارگاہ تک پہنچنے میں ان کے ایمان کی حفاظت کی اور منافقین کا نور اس نے بالکل بجھا دیا۔ اور اسی طرح بجھا دیا جس طرح دنیا میں ان کے قلوب اس سے محروم رہے۔

اور جو لوگ کہ گنہگار ہیں ان کے اعانے و کردار کو اس صراط مستقیم کی ہر دو جانب کانٹوں



کی شکل میں قائم کر دیا۔ جو ان گنہ گاروں کے دامن کپڑے اور ابھاتے رہیں گے۔ اور اسی طرح ابھاتے رہیں گے جس طرح دنیا میں اسی صراط پر چلنے سے ابھاتے رہے۔

اس صراط مستقیم سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اسی طرح اور اسی رفتار سے گزارے گا۔ جس طرح اور جس رفتار سے بندے دنیا میں اس صراط مستقیم پر گزرتے رہے۔ کوئی جلد سے جلد پار ہو جائے گا۔ اور کوئی دیر سے۔

اور پھر ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے وہاں حوض بنا رکھے ہیں کہ ایمان والے اُن سے سیراب ہوں۔ اور اسی قدر سیراب ہوں جس قدر بندے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی شریعت و دین سے اور اس پر عمل پیرا ہو کر سیراب ہوتے رہے۔ جو لوگ شریعت و دین سے محروم رہے وہ وہاں بھی ان حوضوں کے پانی سے محروم رہیں گے۔

اب ہم نہیں کہتے ہیں کہ یہ آخرت ہے۔ اس پر تم غور کرو۔ آخرت تمہاری آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ اور پھر عالم دنیا۔ اور عالم آخرت کے متعلق اللہ تعالیٰ کی کیا حکمتیں ہیں۔ ان پر غور کرو۔ ہمیں پوری طرح معلوم ہو جائے گا کہ اور ایسا علم یقینی ہمیں حاصل ہو جائیگا جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش دیکھی نہیں رہے گی۔ معلوم ہو جائے گا کہ یہ دنیا آخرت کی کھیتی کی جگہ اور آخرت کا عنوان اور نمونہ ہے۔

اور آخرت میں لوگوں کی سعادت و شقاوت کی منزلیں۔ دنیا میں ایمان و عمل۔ اعمال صالحہ اور کردار بد کے لحاظ سے مختلف ہوں گی۔ دنیا کی ہر منزل آخرت کی منزل کا عنوان و نمونہ ہے۔ اور توفیق اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔

اور بڑی سے بڑی عقوبت و سزا انسان کے لئے یہ ہے کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں میں اس صراط مستقیم سے محروم اور بے پیرہ رہ جائے۔

## فصل

گناہ چار قسم کے ہیں۔ عکبہ۔ شیطانیہ۔ سبعیہ۔ بہیمیہ

معاوی اور گناہ اپنے درجات اور مفاسد کے اعتبار سے مختلف ہیں اور اس لئے ان کی دنیوی و آخرتی عقوبتیں اور سزائیں بھی مختلف ہیں۔ اور تباہی الہی ہم ایک مختصر مگر جامع فصل کے اندر اسے پیش کر رہے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ معاصی دو قسم کے ہیں۔

۱۔ ترک مامور۔ یعنی خدا نے جس کے کرنے کا امر اور حکم فرمایا ہے۔ اسے ترک کر دیا جا۔

۲۔ فعل مخطور۔ یعنی خدا نے جس سے منع فرمایا ہے۔ اسے کیا جائے۔

گناہوں کی یہی دو قسمیں ہیں جن میں حق سبحانہ و تعالیٰ نے ابوابن۔ یعنی شیطان  
البرالانس یعنی حضرت آدمؑ کو آزمائش میں ڈالا ہے۔

یہ ہر دو قسم کے گناہ باعتبار اپنے عمل و مقام جو ارح اور قلوب۔ اور باعتبار اپنے فعل  
کے کہ اس کا تعلق خدا سے ہے یا مخلوق سے کیا ہے۔ مختلف ہیں۔ اگرچہ حقوق الخلق اور حق  
کا تعلق بھی حقوق اللہ کو متضمن ہے۔ مگر چونکہ حقوق العباد کا وجوب بندوں کے مطالبات  
وجہ سے ہے۔ اور بندے عفو و درگزر کریں تو معاف ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان کا نام  
العباد اور حقوق الخلق رکھا گیا ہے۔

ان گناہوں کی چار قسمیں ہیں۔ ۱۔ ملکیت۔ ۲۔ شیطانیہ۔ ۳۔ سبعیہ (درندہ صفی)  
۴۔ بہیمیہ (حیوانی)

ملکیت۔ گناہ یہ ہے کہ خدا کی صفات ربوبیت کہ جن کی صلاحیت بندوں میں قطعاً  
نہیں۔ بندہ اسے اپنے اور پر منطبق کرنے کی کوشش کرے۔ اور اپنے کو اس کا حقدار گردانتا ہو  
مثلاً عظمت۔ کبریا۔ جبروت۔ قہر۔ علو۔ وغیرہ۔ یہ چیزیں صفات ربوبیت سے تعلق رتی  
ہیں لیکن انسان اپنے اور پر منطبق کر کے لوگوں پر ظلم کرتا ہے۔ خدا کے بندوں کو اپنا غلام  
بندہ بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ پورے دگاد عالم کے ساتھ کسی کو شریک گردانا اسی قسم میں داخل ہے  
اور شرک کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات میں کسی کو شریک گردانا۔ اس کے سوا کسی اور کو بھی  
بنانا اور اس کی عبادت کرنا۔

۲۔ معاملات میں کسی کو خدا کا شریک گردانا۔

یہ دوسری قسم کا شرک گو جہنم میں داخل ہونے کو واجب نہیں کرتا۔ لیکن وہ عمل ضرر  
ساقط اور باطن ہو جاتا ہے جس میں غیر کو شریک کیا گیا ہے۔

اور پہلی قسم کے گناہ سب سے بڑے گناہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق و امریں بغیر اس کے  
مداخلت کرنا اسی پہلی قسم کے گناہوں میں داخل ہے۔ اس نوع۔ اور اس قسم کے گناہ کا عیب



در حقیقت اللہ تعالیٰ کی ربوبیت و ملک میں اللہ تعالیٰ سے لڑنا ہے۔ اور غیر کو اللہ تعالیٰ کا  
مثل اور مانند گردانا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ اس گناہ کے ساتھ  
بندے کا کوئی عمل مقبول اور سو و مند نہیں ہے۔

## فصل

حسد۔ کینہ۔ ظلم و جور۔ غل و غش اور مکر و خدع

یہ شیطانی گناہ ہیں کہ خسد۔ بغض کینہ۔ یعنی وعدوان۔ غل و غش۔ مکر و خدع وغیرہ کے  
ذریعہ شیطان کی مشابہت کی جاتے اور شیطان کی راہ اختیار کی جائے گناہوں کے ارتکاب کی  
کسی کو ترغیب دی جائے یا حکم دیا جائے۔ یا گناہوں کی تعریف کی جائے اور اطاعت الہی  
سے کسی کو روکا جائے۔ اور منہیات کی ترغیب دی جائے۔ دین الہی میں بدعتیں پیدا کی  
جائیں بدعات اور گمراہیوں کی طرف لوگوں کو بلا یا جائے۔ ان گناہوں کے مفاسد اور خرابیاں  
قریب قریب پہلی قسم کے گناہوں کی سی ہیں۔ گو اس سے کچھ کم سمجھی۔

## فصل

سبعی (درندہ صفتی) گناہ۔ ظلم و جور۔ غیظ و غضب۔

خونریزی و غارتگری۔ ضعیف و کمزوروں پر ظلم و زیادتی۔

معاصی سبعیہ یعنی درندہ صفتی گناہ یہ ہیں کہ کسی پر ظلم و جور اور زیادتی کی جائے۔ غیظ و  
غضب اور غصہ کیا جائے۔ خونریزی اور غارتگری کی جائے۔ ضعیفوں۔ کمزوروں۔ عاجزوں  
اور بے کسوں پر ظلم کیا جائے۔ سبعی معاصی کے یہ اصولی گناہ ہیں۔ اور نوع انسانی پر ظلم و  
جور جفا و زیادتی کرنے سے ان اصولی گناہوں میں سے بے شمار قسم کے گناہ پیدا ہوتے ہیں۔  
معاصی بہیمیہ یعنی حیوانی گناہ یہ ہیں مثلاً حرص و طمع۔ بے پناہ لالچ۔ شرم گاہ اور شکم  
کی شہوت و خواہش وغیرہ۔ ان اصولی گناہوں سے زنا۔ سرقت۔ یتیموں۔ مسکینوں کا مال کھانا۔  
غل۔ حرص۔ جین۔ بزدلی۔ جزع۔ فزع وغیرہ حرام پیدا ہوتے ہیں۔ اور مخلوق عموماً زیادہ تر  
اسی قسم کے گناہوں کی ترکیب ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ مخلوق عموماً سبعی۔ درندہ صفتی اور ملکی گناہوں  
سے قاصر رہتی ہے۔ لیکن بہمی۔ حیوانی گناہوں کی راہ سے مخلوق بہم قسم کے گناہوں میں مبتلا ہو جاتی

ہے۔ یہی چوہائی گناہ بندوں کی رگام پکڑ کر بیعی گناہوں کی طرف بھی لے جاتے ہیں اور یہی یہاں سے شیطانی گناہوں کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں اور پھر یہاں سے بوسیت الہی میں خواہ مخواہ اور شرک فی الوحدانیت کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں۔

ہمارے اس بیان پر پوری توجہ سے غور و تامل کیا جائے تو اچھی طرح واضح ہو جائیگا معاصی اور گناہ۔ شرک۔ کفر اور بوسیت خداوندی کے خلاف جھگڑے۔ اور بیجا غور و خوض کی دہلیز چوکھٹ ہے۔

## فصل

گناہ دو قسم کے ہیں۔ صغیرہ اور کبیرہ

گناہوں کی دو قسمیں ہیں۔ کبیرہ۔ اور صغیرہ۔ اس کا ثبوت کتاب و سنت دونوں سے ہے اور صحابہؓ۔ تابعینؓ اور تابعین کے بعد کے ائمہ کا اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان یجتنبوا کبائرہم ما تنہون عنہا  
تکفر عنکم سیئاتکم (انعام)  
اور ارشاد ہے

والذین یجتنبون کبائرہم الا شہواً والفریاش  
الا لہم (نجم)  
یہ وہی لوگ ہیں جو کبیرہ گناہوں سے اور  
بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں۔ سوائے صغیر  
گناہوں کے۔

صحیح بخاری شریف میں آنحضرت صلعم سے مروی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔  
الصلوات الخمس والجمعة والجمعة الی الجہنم  
ورمضان الی رمضان۔ مکفرات لہا  
بئس ما اذا اجبت الکبائر  
پانچ وقت کی نمازیں۔ اور جمعہ سے جمعہ تک  
اور رمضان سے رمضان تک درمیانی گناہوں  
کا کفارہ کر دیتے ہیں۔ لیکن جب کہ تم کبیرہ  
گناہوں سے بچتے رہو۔

اور کفارہ کرنے والے اعمال تین درجے کے ہیں۔  
اول یہ کہ کفارہ کرنے والے اعمال صغیر اور کمزور ہوں یا ان اعمال میں اخلاص کم ہو۔



اعمال کے حقوق و متعلقات کا حقہ لوہے نہ کئے جائیں غرض ! یہ مکفرت ذلّوب الیہ ضعیف ہوں جیسے کہ معمولی دو کسی مرض کی مقاومت و مدافعت میں باعتبار کمیت و کیفیت ضعیف و کمزور ہوا کرتی ہے مذکورہ بالا خامیوں کی وجہ سے کفارہ کرنے والے اعمال گناہوں کے کفارہ سے قاصر رہتے ہیں۔

دوم۔ یہ کہ کفارہ میں جو اعمال تم پیش کر رہے ہو وہ اس قدر طاقتور اور وزنی نہیں ہیں جو کبائر کی مقاومت اور مقابلہ کر سکیں۔ یہ صرف صغائر ہی کی مقاومت کر سکتے ہیں۔ سوم۔ یہ کہ ان اعمال کی قوت ایسی ہے کہ صغائر کی مقاومت کر سکتے ہیں اور کچھ کبائر کی مقاومت بھی ان سے ہو سکتی ہے۔

یہ تین قسم کے اعمال گناہوں کے کفارہ میں پیش کئے جائیں تو کبائر کی مقاومت اور کفارہ ناممکن ہے۔ ان ہر گناہ اعمال مکفرہ پر تم غور و تامل کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے اشکالات رفع ہو جائیں گے۔ اور مسئلہ بالکل واضح ہو جائے گا۔

کبائر کے متعلق صحیح بخاری کے اندر مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

إلا أنبئکم بأکبیر الکبائر؟ کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟

صحابہؓ نے عرض کیا۔ کیوں نہیں؟ ضرور بتلائیے تو آپؐ نے فرمایا

الأشراك بالله. و حقوق الوالدین و اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک گردانا والدین

شراکۃ الذور؛ کو تکلیف پہنچانا اور جھوٹی گواہی دینا۔

اور اسی صحیح بخاری کے اندر مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

اجتنبوا سبع المواقات سات بڑے گناہوں سے اجتناب کرتے رہو۔

عرض کیا وہ سات گناہ کون کون سے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا۔

الأشراك بالله. والسحر. و قتل النفس الفی خدائے ساتھ کسی کو شریک گردانا۔ سحر۔ جادو۔

حرم الله. إلا باحق. و اکل ما الیتیم. و اکل کسی کو ناحق قتل کرنا۔ یتیم کا مال کھا جانا۔ سود

الغوا. والتولی. یوم الزحف. و فتوف کھانا۔ جہاد کے دن موقع سے بھاگنا۔ پاسا بے خبر

المحصات الغافلات المؤمنات مومن عورتوں پر تہمت دھرنا۔

اور اسی صحیح بخاری کے اندر مروی ہے۔ کسی نے آنحضرتؐ صلعم سے دریافت کیا۔ عند اللہ

بڑے سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپؐ نے جواب دیا۔

ان تجعل الله ندو هو خفقت ثم کسی کو خدا کا مثل و مانند گردانا لانا کہ تم کو خدا

نے پیدا کیا ہے۔

دریافت کیا گیا۔ اس کے بعد کون سا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا

ان تَقْتُلْ وَلَدَكَ خَافَتَا انْ يَطْعَمَا مَعَكَ اپنے لڑکے کو تم اس خوف سے قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ بیٹھ کر کھائے گا۔

دریافت کیا گیا۔ اس کے بعد کون سا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا

ان تَزْنِي بِحَلِيلَتِكَ جَارِكَ یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کاری کرو

اللہ تعالیٰ بھی قرآن حکیم کے اندر ان احادیث کی تصدیق فرما رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا

يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا

يُزْنُونَ - الا بیت

کبار کی تعداد کے متعلق صحابہؓ تابعینؓ ائمہ سلف اور بزرگان دین میں بہت اختلاف ہے

کہ وہ کتنے ہیں؟ بعض کبار کو محصور و محدود مانتے ہیں۔ اور بعض محصور و محدود نہیں جو لوگ محصور و

محدود مانتے ہیں ان میں بھی تعداد کے لحاظ سے اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے

ہیں۔ کبیرہ گناہ چار ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کبیرہ گناہ سات ہیں۔ حضرت عبداللہ

بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں۔ کبیرہ گناہ نو ہیں۔ اور بعض گیارہ کہتے ہیں۔ اور بعض ستر

الہو طالب مکی کہتے ہیں اقوال صحابہؓ نے جو کبار میں نے جمع کئے ہیں وہ یہ ہیں۔

چار قلب کے متعلق اور وہ یہ کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے شریک گردانا جائے۔ گناہ پر اصرار کیا

جائے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے داؤ گھات سے بے خوف رہنا۔

چار زبان سے تعلق رکھتے ہیں۔ جھوٹی گواہی دینا۔ پار سبے گناہ عورت پر تہمت دھرنا۔ جھوٹی

قسم کھانا اور جادو۔

تین شکم سے تعلق رکھتے ہیں۔ شراب پینا۔ یتیم کا مال کھا جانا۔ سود کھانا۔

دو شرم گاہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ زنا اور لواطت۔

دو ہاتھوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ قتل اور سرقہ

ایک دونوں پاؤں سے تعلق رکھتا ہے۔ جہاد کے میدان سے بھاگ نکلنا۔

ایک پورے جسم سے تعلق رکھتا ہے۔ والدین کو تکلیف پہنچانا۔



جو لوگ کبائر کو محدود و محصور نہیں مانتے ان میں سے بعض کا قول ہے۔ قرآن حکیم کے اندر جن گناہوں کی ممانعت اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے وہ کبیرہ ہے۔ اور جن کی ممانعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے وہ صغیرہ ہے۔

ان میں سے ایک گمراہ یہ کہتا ہے۔ جس میں اور ممانعت پر لعنت۔ اور غضب الہی یا عقوبت و سزا کی وعید وارد ہے۔ وہ کبیرہ۔ اور جس پر یہ وعید وارد نہیں ہوئی وہ صغیرہ ہے۔ بعض کہتے ہیں جس گناہ کی دنیا میں حد مقرر کی گئی ہے۔ یا جس کے متعلق آخرت کی وعید وارد ہے وہ کبیرہ ہے۔ اور جس کے متعلق حد۔ اور آخرت کی وعید وارد نہیں وہ صغیرہ ہے۔ بعض کہتے ہیں جس گناہ کی حرمت پراگلی۔ پچھلی تمام شریعتیں متفق ہوں وہ کبیرہ ہے اور جس کی حرمت بعض شریعتوں میں ہو۔ اور بعض میں نہ ہو وہ صغیرہ ہے۔ بعض کہتے ہیں اللہ اور اللہ کے رسول نے جس کے کرنے والے پر لعنت بھیجی ہو وہ کبیرہ ہے۔

بعض کہتے ہیں سورہ نساء کے آغاز سے لے کر ان تجتنبوا کما یأمر ما تنہون عنہا نکفر عنکم سیتا تکم (۱) تک جو گناہ بیان کئے گئے ہیں وہ کبیرہ ہیں۔

اور جو لوگ صغائر و کبائر کی تفریق کے قائل نہیں وہ یہ کہتے ہیں۔ معاصی اور گناہ جس قدر بھی ہیں۔ اور جس قسم کے بھی ہیں اسی لئے وہ معاصی اور گناہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خلاف جرات و اقدام کیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف جرات و اقدام۔ اور اس کی مخالفت کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے۔

اس قول کی رو سے تم احکام الہی کی نافرمانی کرنے والوں۔ اور محارم الہیہ کی توہین و بے عزتی کرنے والوں کے متعلق سوچو۔ تم پراچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ جس قدر بھی معاصی اور گناہ ہیں۔ وہ کبیرہ ہیں اور اس مفسدہ اور خرابی کے لحاظ سے تمام معاصی اور گناہ مساوی درجہ رکھتے ہیں۔

اور یہ لوگ اپنے اس مسلک کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں۔ بندوں کے معاصی اور گناہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان اور ضرر نہیں پہونچاتے۔ بندوں کے گناہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کسی قسم کا اثر نہیں ڈالتے۔ اور اس لئے اس کی ذات کی

طرف نسبت کرنے میں صغائر و کبائر یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ اب جو چیز باقی ہے وہ یہی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی۔ اور اس کے حکم کی مخالفت کی جاتی ہے اس لحاظ سے سارے گناہ مساوی ہیں

اور یہ لوگ کہتے ہیں یہ بھی ہماری ایک دلیل ہے کہ گناہ کے مفاسد اللہ تعالیٰ کے خلاف جرات و اقدام کے تابع ہیں جس قسم کی جرات و اقدام ہوگا۔ اس قسم کے مفاسد ہونگے اگر ایک آدمی حرام کاری کرتا ہے۔ یا شراب پیتا ہے۔ اور اس کا یہ اعتقاد و عقیدہ نہیں ہے کہ یہ حرام کا مرتکب ہو رہا ہے تو یہاں دو چیزیں جمع ہو جائیں گی۔ ایک جہالت اور دوسری حرام کا ارتکاب۔ دو قسم کے مفاسد یہاں پیدا ہو جائیں گے۔ اور اگر کوئی ایسا آدمی اس جرم کا ارتکاب کر رہا ہے جو اس کی تحریم و ممانعت کا اعتقاد و عقیدہ رکھتا ہے تو اغلباً وہ ایک ہی قسم کے مفاسد کا مرتکب ہے اور جو صرف ایک ہی جرم کی سزا کا مستحق ہوگا کہ اس نے صرف ایک ہی جرم کیا ہے۔ یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ گناہ کے مفاسد خدا کے خلاف جرات و اقدام کی وجہ سے ہیں۔

اور یہ لوگ کہتے ہیں یہ بات بھی ہمارے دعوے کی دلیل ہے کہ معصیت و نافرمانی اس امر کی مقتضی ہے کہ اس سے اپنے مولیٰ۔ مطاع۔ رب۔ خالق کی توہین و ناقدری ہوتی ہے۔ اس کے اوامر و نواہی کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس امر میں سارے گناہ مساوی ہیں۔ کوئی فرق نہیں۔

اور کہتے ہیں کہ بندے کو یہ نہ دیکھنا چاہیے کہ گناہ فی نفسہ صغیرہ ہے۔ یا کبیرہ۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ معصیت و نافرمانی کس کی کی جارہی ہے۔ اس کی عظمت و جلالت پر نگاہ رکھنی چاہیے۔ اور ظاہر ہے کہ اس امر میں تمام گناہ یکساں ہیں۔ اگر ایک بہت بڑا آدمی اقتدار مستند علیہ بادشاہ۔ اپنے کسی غلام کو کسی خاص اور اہم کام کے لئے در دراز مقام کی طرف بھیجتا ہے۔ اور کسی دوسرے غلام کو اپنی مجلس کے قریب کا کام سپرد کرتا ہے اور یہ دونوں کے دونوں اپنے آقا۔ بادشاہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو ظاہر ہے دونوں کے دونوں اس کی خفگی اور ناراضگی کا شکار ہوں گے دونوں کے دونوں اس کی نظروں سے گزر جائیں گے۔

اور یہ لوگ کہتے ہیں۔ ایک مگر کا بادشاہ حج ترک کر دیوے اور ایک مسجد کا پڑوسی مٹا دے



جمعہ ترک کر دیوے۔ اس کی قیامت اور گناہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو ایک مکہ سے اور مسجد سے دور رہنے والا حج اور جمعہ ترک کر دیوے۔ قریب رہنے والے پر حج۔ اور جمعہ کا وجوب زیادہ قوی ہے بہ نسبت دور رہنے والے گئے۔

ایک شخص کے پاس دو سو درہم ہیں۔ اور وہ اس کی زکات نہیں دیتا۔ دوسرے کے پاس دو ہزار درہم ہیں اور وہ بھی زکات ادا نہیں کرتا۔ ان ہر دو پر زکات کی جو رستم واجب ہوئی ہے وہ برابر نہیں ہے۔ دو سو درہم والے پر کم مقدار واجب ہے اور دو ہزار والے پر زیادہ۔ لیکن ما وجب کی خلاف ورزی میں، اور خلاف ورزی کی عقوبت میں دونوں مساوی ہیں۔ مکہ کا باشندہ اور مکہ سے دور کارہنے والا مسجد کا پڑوسی۔ اور مسجد سے دور رہنے والا۔ دو سو درہم کی زکات نہ دینے والا اور دو ہزار کی زکات نہ دینے والا۔ ما وجب کی خلاف ورزی کے لحاظ سے برابر ہیں۔ اور خلاف ورزی کے اصرار پر دونوں مساوی سزا کے حقدار ہیں۔

## فصل

زمین و آسمان پیدا کرنے۔ پیغمبروں کو بھیجنے۔ اور آسمان سے کتابیں نازل کرنا مقصد کیا ہے؟ غیبر اللہ کو اپنے اور خدا کے مابین واسطہ بنانا ممنوع ہے۔ اس بارے میں مشرکین کے شبہات اور ان شبہات کے جوابات۔

مسند کی پوری توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اور پیغمبر بھیجے۔ کتابیں نازل فرمائیں۔ آسمان و زمین پیدا کئے اس کا مقصد کیا ہے؟ اس کا مقصد صرف یہی ہے کہ بتائے اللہ تعالیٰ کو پہچانیں۔ اس کی عبادت کریں۔ توحید پر قائم رہیں۔ اور توحید کا حق بجالائیں۔ دنیا میں صرف اسی کا دین پھیلے اور اطاعت صرف اسی کی کی جائے اور بندوں کو صرف اسی کی دعوت دی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وما خلقنا الجن والانس الا ليعبدون (نزاریات)

اور میں نے جن و انس کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔

اور ارشاد ہے۔

وما خلقنا السموات والارض

ہم نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی

وما بینہما الا بالحق : (سورہ حجر) چیزیں مصلحت ہی سے پیدا کی ہیں۔

اور ارشاد ہے

اللہ الذی خلق سبع سموات . ومن الارض

مثلہن یتنزل الامر بینہن لتعلموا

ان اللہ علی کل شیء قدير :

وان اللہ قد اعطى کل شیء علما :

(سورہ طلاق)

اور ارشاد ہے

جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما

للناس . والشہوا الحرام والہدی و

الغلاصہ . ذالک تعلمون اللہ یعلم

وما فی السموات وما فی الارض وان اللہ

بکی شیء علیم (مائدہ)

اللہ نے کعبہ کو جو باعزت گھر ہے اور جس

والے مہینہ اور قربانی کے جانور اور ان کی گردنوں

میں پڑے ہوئے نشانوں کو لوگوں کے لئے امن

کا سبب بنایا ہے۔ تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ

اللہ ہر اس چیز سے واقف ہے جو آسمانوں

میں اور زمین میں ہے۔ اور بلاشبہ اللہ ہر

چیز سے واقف ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ خلق و امر سے اس کا مقصد یہ ہے کہ ذات

نہر و ندی کو اس کے اسماء و صفات کے ساتھ پہچانا جائے اور عبادت صرف اسی کی کی جائے

کسی کو اس کا شریک و مثل نہ گردانا جائے۔ اور لوگ قسط و عدل پر قائم رہیں جس قسط و عدل

سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

لقد ارسلنا رسلنا بالبینات . و انزلنا

معہم الکتاب . والمیزان . ليقوم الناس

بالقسط : (سورہ الحديد)

ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دیکر بھیجا

اور ان کے ساتھ کتاب اور معیار نازل کیا تاکہ

لوگ صحیح معیار پر متمکن ہو جائیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ پیغمبروں کے بھیجنے اور کتاب نازل کرنے کا

غرض یہ ہے کہ لوگ قسط یعنی عدل پر قائم رہیں۔ اور ظاہر ہے بڑے سے بڑا عدل یہ ہے کہ

بندے توحید پر قائم رہیں "توحید" اس العدل ہے اور دنیا میں توحید سے ہی عدل قائم ہو سکتا



ہے۔ اور شرک بڑے سے بڑا ظلم ہے۔ اور دنیا کی ساری خرابیاں شرک ہی سے پیدا ہوتی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

ان الشرك (ظلمہ عظیم) سورہ لقمان) بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

اور واقعہ یہ ہے کہ تمام مظالم سے بڑا اور خطرناک ظلم شرک ہے۔ اور توحید تمام عدلوں سے بڑا عدل ہے۔ اور جو امور اس اہم مقصد یعنی توحید کے خلاف اور منافی ہوں گے وہ کبیرہ گناہ ہوں گے۔ اور جو سب سے زیادہ خلاف اور منافی ہو گا وہ اکبر الکبائر ہو گا۔ کبائر کی شدت و خفت اس اصل مقصد سے منافات کے مطابق ہوگی۔ جس درجہ کی منافات ہوگی اسی درجہ کا وہ کبیرہ گناہ ہو گا۔ اور جو امور اس مقصد کے موافق ہوں گے وہ باعتبار اپنی موافقت کے واجب اور ضروری ہوں گے۔ اور مقدم ترین طاعتوں میں ان کا شمار ہو گا۔

اب تم اس حقیقت، اصل اصول، اور اس کی تفصیلات پر غور کرو۔ تمہیں اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ اللہ رب العالمین، حکم الحاکمین، اعلم العالمین نے اپنے بندوں پر جو کچھ فرض کیا ہے۔ اور جو کچھ حرام فرمایا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ اور طاعات اور معاصی کی تفصیلات اور طاعت و گناہ کا تفاوت، اور اس تفاوت کے مراتب و درجات تمہارا اچھی طرح واضح ہو جائیں گے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک گردانا اس مقصد سے بالذات اور کلیتاً منافی ہے اس لئے یہ گناہ علی الاطلاق اکبر الکبائر ہے۔ یعنی سب سے بڑا گناہ ہے اس لئے اس نے ہر مشرک پر جنت حرام کر دی۔ اور اہل توحید کے لئے مشرک کا خون اس کا مال۔ اس کے اہل و عیال مباح اور جائز کر دیئے۔ اور چونکہ مشرکین نے عبودیت الہی کا انکار کر دیا ہے۔ اس لئے اس نے جائز کر دیا کہ اہل توحید ان کو اپنا غلام بنالیں۔

اللہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے صاف صاف انکار کر دیا ہے کہ وہ مشرک کا کوئی عمل قبول نہیں کرے گا۔ ان کے حق میں کسی کی سفارش منظور نہیں کرے گا۔ اور اس کی آخرت کے لئے کسی کی دعا قبول نہیں کرے گا۔ اور کوئی بھی ایسی چیز وہ اس کے حق میں قبول و منظور نہیں کرے گا۔ جس سے اسے کسی قسم کی بھی امید قائم ہو سکے۔ اور اس لئے کہ مشرک اہل الجاہلین ہے۔ خدا کی ذات کو اس نے پہچانا نہیں۔ اور خدا کی مخلوق کو اس کا مثل اور مانند گردانا ہے۔ یہ انتہا و جہ کی جہالت ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس طرح یہ انتہا درجہ کی جہالت ہے اسی طرح انتہا درجہ کا ظلم بھی

ہے اگرچہ مشرک کا یہ ظلم پروردگار عالم کی ذات پر نہیں ہے بلکہ خود اپنی جان پر ہے۔

یہاں ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ کہ مشرک کا مقصد پروردگار عالم کی تعظیم ہے نہ کہ اس کی توہین و ناقدری۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت اور اس کی اعلیٰ شان کچھ ایسی ہے کہ بغیر واسطے، وسیلے، اور بلا کسی سفارش کے اس کی ارگاہ تک پہنچنا دشوار ہے۔ جیسا کہ سلاطین اور بادشاہوں کے دربار میں ہوا کرتا ہے۔ پس مشرک کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ بارگاہ ربوبیت کی ناقدری اور توہین کی جائے۔ بلکہ اس کا عین مقصد رب العالمین کی تعظیم ہے۔ چنانچہ ہر مشرک یہ کہتا ہے کہ میں ان وسائل و وسائل کی عبادت صرف اس لئے کر رہا ہوں کہ یہ مجھے رب العالمین کی بارگاہ تک پہنچا دیں گے۔ اور صرف یہی میرا مقصد ہے۔ یہ صرف درمیانی واسطہ اور وسیلہ، اور سفارشی ہیں۔ اور پس۔ پس ان وسائل اور واسطوں کو اسی قدر ماننے میں کیا حرج ہے؟ اور کیوں یہ پروردگار عالم کی خشکی، ناراضگی، اور اس کے غضب کا موجب ہے؟ اور کیوں یہ مشرک ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا؟ اور کیوں یہ چیز مشرک کا خون مباح کرنے کا موجب بنی؟ اور کیوں اس کے اہل و عیال، بی بی بچے لڑکے لڑکیاں، اور اس کا مال و دولت اہل توحید کے لئے مباح و جائز کر دیئے گئے۔

اور پھر اس سوال پر ایک اور سوال متفرع ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ کیا یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے تقرب کے لئے سفارش اور وسائل و وسائل کو پسندیدہ قرار دے؟ اور یہ کہ اس کی تحریم صرف شریعت سے ثابت ہے؟ یا یہ کہ شریعت کا اس میں کوئی دخل نہیں؟ اور صرف فطرت و عقل اس کو قبیح و ممنوع مانتی ہے؟ یا یہ کہ فطرت و عقل کے نزدیک جو سب سے زیادہ قبیح چیز تھی اسے شریعت نے فطرت و عقل کے حوالہ کر دیا؟ اور پھر یہ کہ مشرک کے متعلق یہ کیوں کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ مشرک کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ دوسرے گناہوں کے متعلق کیوں ایسا نہیں کیا گیا؟ چنانچہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔

ان الله لا يقفون لشرك مبدا ولا يغفر  
ما دون ذلك لمن يشاء (النساء)

اللہ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ کسی کو اس کا شرک بنایا جائے، اسکے علاوہ جس کو چاہے گا بخش دے گا۔

پہلے تم اس سوال پر اچھی طرح غور و تامل کرو اس کے بعد اطمینان کے ساتھ قلب و ذہن دل و دماغ کو حاضر رکھ کر اس کا جواب سمجھنے کی کوشش کرو۔ اس سے تم بالکل اچھی طرح واضح ہو جائیگا کہ مشرک اور موحّد ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو جانتے پہچانتے والے اور جاہل منکر خدا کو نہ ماننے



والے میں اور اہل جنت اور اہل دوزخ میں کیا فرق ہے ؟

فتقول وبالله التوفیق والتأيید۔ اب ہم کہتے ہیں اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی توفیق و تائید چاہتے ہیں۔ اس کی ذات سے ہدایت اور صحیح راہ کی اعانت و امداد چاہتے ہیں۔ کیونکہ ہدایت اسی کو ملتی ہے۔ جسے وہ ہدایت دے۔ جسے وہ دے کوئی روک نہیں سکتا۔ اور جس سے روک لیوے کوئی اسے دے نہیں سکتا۔

واضح ہو کہ شرک دو قسم کا ہے۔ ایک وہ کہ جس کا تعلق معبود حقیقی کی ذات۔ اور اس کے افعال سے ہے۔ دوسرا وہ کہ جس کا تعلق معبود حقیقی کی عبادت اور معاملہ سے ہے۔ پہلی قسم کے شرک کی دو قسمیں ہیں ایک شرک تعطیل۔ یعنی ذات الہی کو صفات سے معطل و بے کار ماننا۔ یہ شرک ہمہ قسم کے شرک سے قبیح ترین شرک ہے جیسا کہ فرعون کا شرک کہ اس نے کہہ دیا۔

رب العالمین کیا چیز ہے ؟

وما رب العالمین ؟

فرعون کا قصہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وقال فرعون۔ یا هامان ابن لی صرنا علی اطلع الی الاء موسیٰ وانی لاظنہ من الکاذبین۔ (دوسرا)

فرعون نے کہا۔ اے هامان میرے لئے ایک تعمیر بناؤ کہ میں موسیٰ کے خدا کو دیکھ لوں اور میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔

شرک اور تعطیل میں باہم تلازم ہے۔ ہر شرک معطل ہوگا۔ اور ہر معطل شرک۔ لیکن اصل تعطیل کو شرک مستلزم نہیں ہے۔ ایک شرک کی اصل جڑ اور بنیاد تعطیل ہی ہے اور یہ تعطیل تین قسم کی ہے۔

اول : یہ کہ مصنوع کو اصل صانع اور خالق سے معطل کر دیا جائے۔

دوم : یہ کہ صانع سبحانہ و تعالیٰ کو اس کے مقدس کمال سے معطل کر دیا جائے۔ اور یہ اس طرح کہ اس کے اسماء و صفات۔ اور افعال کو معطل مانا جائے۔

سوم : یہ کہ ذات الہی کو اس معاملہ سے معطل مانا جائے جو حقیقت توحید کی بنا پر بنڈن پر واجب و ضروری ہے۔ طائفہ اہل وحدۃ الوجود کا شرک و تعطیل اسی قبیل سے ہے۔ یہ گروہ خالق و مخلوق کو ایک اور متحد مانا ہے۔ یہ گروہ یہ کہتا ہے کہ یہاں دو متغائر وجود ہی نہیں ہیں بلکہ حق تعالیٰ جو منزہ ہے وہ بعینہ مخلوق مشبہہ ہے۔

اور وہ ملاحظہ جو قدامت عالم کے قائل ہیں۔ ان کا شرک و تعطیل بھی اسی قبیلہ سے ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ عالم قدیم ہے۔ کبھی معدوم نہ تھا۔ ہمیشہ سے ہے۔ اور ہمیشہ رہے گا۔ اور وہ حوادث جو روزانہ پیدا ہوتے ہیں ان کو وہ ان وسائل و وسائل اور اسباب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جو ان حوادث کے مقتضی ہوا کرتے ہیں۔ جن کا نام ان لوگوں نے عقول۔ اور نفوس رکھ لیا ہے۔ فرقہ جہمیہ اور قرامطہ کا شرک بھی اسی قبیل سے ہے۔ کہ وہ پروردگار عالم کو اس کے اسماء و صفات اور افعال سے معطل مانتے ہیں۔ اور ذات حق کے ساتھ اس کے اسماء و صفات کے ثبوت سے انکار کرتے ہیں۔ اس طرح مخلوق کی ذات کو خالق سے زیادہ اکل مانتے ہیں۔ ذات الہی کا کمال اس کے اسماء و صفات سے ہے۔ اور یہ لوگ ذات الہی کو اس سے مبرا اور خالی مانتے ہیں۔

## فصل

نصاری۔ مجوس۔ قدریہ۔ اور فرقہ صابئیہ کا شرک  
کس قسم کا تھا؟ غرود کے مقابلہ میں حضرت ابراہیم  
کی دلیل و حجت اور شرک کرتے ہوئے بھی خدا کو معبود  
حقیقی ماننے والے گروہ۔

شرک کی دوسری قسم یہ ہے کہ خدا کو معبود حقیقی مانتے ہوئے بھی دوسروں کو معبود اور خدا  
کا شریک گردانا جائے۔ اور خدا کے اسماء و صفات اور اس کی ربوبیت کو معطل اور بے کار نہ مانا جائے  
جیسا کہ نصاریٰ کا شرک کہ یہ خدا کو تین خداؤں میں کا ایک خدا مانتے ہیں مسیح کو بھی خدا کہتے  
ہیں اور مسیح کی والدہ کو بھی۔

مجوس کا شرک بھی اسی قبیل سے ہے۔ وہ حوادث خیر کو نور کی طرف منسوب کرتے ہیں  
اور حوادث شر کو ظلمت و تاریکی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

قدریہ کا شرک بھی اسی قبیل سے ہے۔ وہ اس امر کے قائل ہیں کہ انسان۔ حیوان۔ اپنے  
افعال کے خود خالق ہیں۔ اور یہ افعال خدا کی مشیت۔ قدرت اور ارادہ کے بغیر پیدا ہوئے ہیں  
اور اسی بنا پر قدریہ کو مجوس کے مشابہہ کہا جاتا ہے۔

اور اسی قسم کا شرک تھا جس کے مقابلہ میں حضرت ابراہیم نے یہ دلیل و حجت پیش کی تھی۔  
اذ قال ابراہیم ذی الٰہی یحییٰ و ابراہیم نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے



یعت قال الاما حی و امیت  
ازد مارتا ہے۔ نرو دے کہا میں بھی جلاتا اور  
(بقرہ) مارتا ہوں۔

نرو و اپنی جان کو خدا کا مثل اور مانند سمجھ رہا تھا۔ وہ اپنے زعم اور اپنے خیال میں یہ  
سمجھتا تھا کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرح جلا سکتا ہوں۔ اور مار سکتا ہوں۔ حضرت ابراہیم نے  
بطور حجت الزامی جواب دیا اور فرمایا۔ اگر تیرا یہ کہنا صحیح ہے تو تجھے اس پر بھی قدرت حاصل  
ہوگی کہ اللہ تعالیٰ آفتاب کو مشرق کی جانب سے نکالتا ہے۔ تو مغرب کی  
جانب سے نکال ؟

حضرت ابراہیم کا یہ قول ایک الزامی حجت ہے۔ بعض اہل جہل نے جو یہ کہا ہے کہ  
حضرت ابراہیم نے ایک دلیل کو چھوڑ کر دوسری دلیل کی طرف رجوع کر لیا۔ یہ قطعاً غلط ہے۔  
بلکہ نرو د کی دلیل کی جامعیت کے خلاف ایک الزامی حجت ہے۔ کہ اگر تو اپنے دعوے میں سچا  
ہے تو ایسا کر دکھا۔

کواکب پرستوں۔ ستارہ پرستوں کا شرک بھی اسی قبیل کا تھا کہ وہ کواکب علویہ کو خدا کا  
شریک گردانتے تھے۔ اور اس عالم کی تدبیر و نظام کا ان کو مالک و مختار مانتے تھے۔ جیسا کہ  
فرقہ صابئیہ کا مذہب ہے۔

آفتاب پرستوں اور آتش پرستوں کا شرک بھی اسی قبیل کا ہے۔ یہ تمام مشرک فرقے ہیں۔  
ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں معبود حقیقی تو صرف خدا ہے۔ بعض کہتے ہیں سب معبودوں میں بڑا  
معبود خدا ہے۔ بعض کہتے ہیں تین طرح اور معبود ہیں۔ خدا بھی ایک معبود ہے۔ لیکن حیب عبادت  
کے لئے اسی کو مخصوص کر لیا جاتا ہے اور دوسرے معبودوں سے توجہ ہٹا کر صرف اسی کی طرف  
توجہ پھیر لی جاتی ہے تو یہ بندے کی مقصد باری کر دیتا ہے۔ بعض کہتے ہیں ہر چھوٹا اور قریبی  
معبود اپنے مافوق معبود تک پہنچانے کا واسطہ اور ذریعہ ہے۔ ہر معبود اپنے اوپر کے معبود تک  
پہنچاتا ہے۔ اور درجہ بدرجہ یہ بے شمار معبود حقیقی اللہ حق سبحانہ و تعالیٰ تک پہنچا دیتے ہیں۔  
اور مقصد تک پہنچنے میں کبھی واسطے اور ذریعے زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی کم۔

## فصل

ذات معبود۔ ذات خداوندی کے ساتھ شرک

کیا جائے یہ بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے اس کے مقابلہ  
میں وہ شرک جو اس کی عبادت اور اس کے ساتھ  
معاملات میں کیا جائے وہ کمتر ہے۔

مذکورہ بالا شرک کے مقابلہ میں شرک فی العبادۃ اور شرک فی المعاملہ کمتر درجہ کا شرک ہے  
اور پہلی قسم کے شرک کے مقابلہ میں اس کی عقوبت اور سزا کم ہے کیونکہ اس قسم کا شرک اس  
آدمی سے بھی سرزد ہو جاتا ہے جو خدا کے سوا کسی کو معبود اور خدا نہیں مانتا۔ ایک بندہ جو یہ اعتقاد  
رکھتا ہے کہ ذات خداوندی کے سوا دوسرا کوئی نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس کی ذات کے  
سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کی ذات کے سوا کوئی رب اور پروردگار نہیں۔ لیکن پھر یہاں اوقات اس  
کے اندر یہ بات پائی جاتی ہے کہ اس کا معاملہ۔ اس کا عمل۔ اس کی عبادت و عبودیت اخلاص  
لوہبہ اللہ سے خالی ہوتی ہے۔ کبھی وہ صرف حظ نفس کی خاطر عمل کرتا ہے۔ کبھی دنیا طلبی کی غرض  
سے۔ کبھی لوگوں میں رفعت و شرف اور جاہ و عزت پیدا کرنے کی غرض سے۔ اور اس لئے اس  
کے عمل میں خدا کا بھی حصہ ہوتا ہے اور نفس کا بھی۔ نفس و خواہش کا حصہ بھی ہوتا ہے اور شیطان  
اور دوسری مخلوق کا بھی۔ دنیا کی اکثر و بیشتر مخلوق کے اعمال کا یہی حال ہے اور یہ اسی قسم  
کا شرک ہے جو صحیح ابن حبان کی روایت میں مذکور ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
ارشاد فرمایا۔

الشوک فی هذا الامتنا خفی من  
دیب النمل:  
شرک اس امت میں چوٹی کی چال سے بھی زیادہ  
خفی موجود ہو گا۔

صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سے ہمیں نجات کیوں کر مل سکتی ہے؟  
آپ نے فرمایا۔

قل اللهم انی اعوذ بک ان اشرك  
بک وانا اعلم بک واستغفرک  
لما لا اعلم:  
کہو! اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ  
دانستہ تیرے ساتھ میں شرک کروں اور جو میں  
نہیں جانتا اس شرک سے تیری مغفرت  
چاہتا ہوں۔

ربا یعنی دکھاوا اور سمع یعنی لوگوں کے سامنے کے لئے نیکی کرنا قطعاً شرک ہے  
اور کلیتہً شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔



اے پیغمبر اکہدو میں تمہاری طرح ایک بشر  
ہی ہوں، میرے پاس وحی آتی ہے کہ تمہارا محبوب  
صرف ایک ہی محبوب ہے۔ لہذا جو شخص اپنے رب  
سے ملنے کی امید رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ  
نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت  
میں کسی اور کو شریک نہ بنائے۔

قل انما انا بشر مثلكم يوحى الی۔ انما  
الہكم الواحد فمن كان یرجو التقار  
ربہ فلیعمل عملاً صالحاً۔ ولا یشرک  
بعبادۃ ربہ احدًا: (کیف)

یعنی خدا محبوب و ایک ہے۔ کوئی دوسرا محبوب نہیں اس لئے لازم یہ ہے کہ عبادت صرف  
اسی کی کی جائے۔ دوسرے کسی کی نہیں جس طرح وہ اپنی الوہیت و خداوندی میں منفرد اور  
اکیلا ہے۔ عبادت اور اظہار عبودیت میں بھی اس ایک اکیلے کو مخصوص رکھا جائے اور اس  
لئے عمل صالح وہی عمل ہو گا جو ریا اور سمعہ سے پاک اور سنت نبوی کے مطابق ہو چنانچہ  
حضرت فاروق عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ دعا تھی۔

اللہم اجعل عملی کلہ صالحاً واجعل  
لوحیّ خالصاً۔ ولا تجعل لاحد شیئاً  
اے اللہ! میرے تمام اعمال اچھے اعمال بنا دے  
اور انہیں خالص تر سے ہی لئے کر دے۔ اس میں  
کسی دوسرے کا کوئی حصہ نہ رکھ۔

”شُرک فی العبادۃ“ عمل کے ثواب کو باطل کر دیتا ہے۔ اور اگر یہ عمل فرض واجب ہے تو  
بسا اوقات اس شرک کی وجہ سے بندہ سخت عتاب و سزا کا مستحق بن جاتا ہے  
کیونکہ شرک کی وجہ سے بندہ کا یہ عمل کلیتہً سوخت ہو جاتا ہے۔ اور ایسا ہو جاتا ہے کہ  
گویا اس نے عمل کیا ہی نہیں۔ اور اس لئے ترک مامور کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ اور ترک  
مامور کی وجہ سے عقوبت و سزا کا مستحق بن جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا تو یہ حکم  
ہے کہ خالص اسی کی عبادت کی جائے۔ کسی کو اس میں شریک نہ کیا جائے۔ جیسا  
کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وما امر الا لیعبد، واللہ مخلصین  
لہ الدین۔ حنفار  
حالانکہ ان کو اس کے سوا کوئی اور حکم نہیں دیا  
گیا تھا کہ اللہ کی عبادت کریں۔ خالص اسی  
کے عبادت گزار اور مکیو ہو کر۔

پس جو شخص خالص اللہ تعالیٰ کے لئے عبادت نہیں کرتا وہ حکم کے بموجب عمل نہیں کرتا

بلکہ حکم کے خلاف عمل کرتا ہے۔ اور اس لئے وہ کسی طرح بھی صحیح اور مقبول نہیں ہو سکتا۔  
چنانچہ حدیث قدسی کے اندر مروی ہے۔

انا عتی الشراک من الشراک فمن عمل  
ملا شراک معی فیہ غیوی فہو  
الذی اشراک بہ ولنا منہ  
بری :

میں شریک دار سے نہایت ہی مستغنی ہوں  
کسی نے کوئی عمل کیا اور میرے ساتھ کسی کو بھی  
اس میں میرا شریک گردان لیا تو وہ عمل اسی کا شریک  
ہے جسے اس نے شریک گردانا ہے۔ میں اس سے  
بری ہوں۔

اس شرک کی دو قسمیں ہیں۔ شرک اکبر اور شرک اصغر۔ ان میں سے بعض کی مغفرت بخشش  
ہے اور بعض کی قطعاً بخشش نہیں۔

اور پہلی قسم کے شرک کی دو قسمیں۔ شرک کبیر۔ اور شرک اکبر۔ شرک کبیر و اکبر کی مغفرت  
نہیں۔ خدا کی ذات کے ساتھ اس کی محبت و تعظیم میں کسی کو شریک گردانا اسی قبیل کا شرک  
ہے۔ اور محبت و تعظیم میں کسی کو شریک مانتے کے یہ معنی ہیں کہ مخلوق سے ویسی ہی محبت رکھی جائے جیسی  
ذات الہی سے رکھی جاتی ہے۔ یہ شرک اسی قسم کا شرک ہے جسے اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز معاف  
نہیں فرمائے گا۔ یہ اسی قسم کا شرک ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ومن الناس من یخذل من دین اللہ  
اندادا۔ (الایت (بقرہ)  
اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو خدا کے سوا  
دوسروں کو شریک بنا لیتے ہیں۔

اس قسم کے شرک اور ان کے معبودوں باطل جب جہنم میں جھونکے جائیں گے تو ان معبودان باطل سے کہیں گے  
تالا اللہ ان کنا فی شغل مبین : اذا  
لنوسیکہ رب العالمین  
قسم خدا کی۔ ہم بے شبہ صریح گمراہی میں تھے جب  
کہ ہم تم کو رب العالمین کے برابر شمار  
دیتے تھے۔ (شعراء)

یہ بالکل واضح ہے کہ یہ لوگ اپنے معبودان باطل کو خالق و رازق، مارنے والا اور  
جلانے والا نہیں مانتے تھے۔ نہ ملک و قدرت میں ان کو خدا کا شریک سمجھتے تھے۔ بلکہ محبت  
معبودیت، خضوع و خشوع، تذل و انکساری میں۔ وہ ان کو خدا کا ہمسر اور ہم مرتبہ مانتے  
تھے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ انتہا درجہ کی جہالت اور انتہا درجہ کا ظلم ہے۔ جو چیزیں مٹی سے  
پیدا کی گئیں۔ مٹی سے بنائی گئیں وہ رب الارباب کے مساوی کیسے ہو سکتی ہیں؟ غلام آقا



کے برابر کیوں کر ہو سکتا ہے ؟ فقیر بالذات . ضعیف بالذات . عاجز اور محتاج بالذات کہ جس کی ذات عدم کے سوا کوئی حیثیت نہیں رکھتی وہ اس غنی بالذات . قادر بالذات کے مساوی کیونکر ہو سکتی ہے ؟ جو غنی بالذات ہے مالک الملک ہے . جو دوسخا کا مالک ہے . احسان . علم . رحمت . کمال مطلق . جس کے لوازمات ذات سے ہیں ؟ بتاؤ اس ظلم سے بڑھ کر دنیا میں کونسا ظلم ہو سکتا ہے ؟ ایسے غلط حکم اور غلط فیصلہ سے بڑھ کر کونسا ظلم و جور ممکن ہے ؟ یہ وہ ظلم ہے جس کی نظیر و مثال ممکن نہیں . جس ذات کا کوئی مثل . مانند اور ہم سر نہیں . مخلوق کو اس کا مثل . مانند اور ہمسر بنا دیا . چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔

الحمد لله الذي خلق السموات  
والارض . جعل الظلمت والمورثه  
الذين كفروا بربهم يعدون  
(انعام)

ہر طرح کی تائید اس خدا کو زیبا ہے جس  
نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا . اور تاریکیاں  
اور روشنی بنائی پھر بھی کافر اپنے پروردگار  
کے ساتھ دوسروں کو برابر سمجھتے ہیں ۔

جس ذات نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا . ظلمات اور نور پیدا کئے . شرک ایسی چیزوں کو  
اس کا مثل مانند اور ہمسر بناتا ہے جو اپنی جان تک کے مالک نہیں . اپنے نفع و نقصان کے مالک  
نہیں نہ آسمان و زمین میں کسی کو ذرہ برابر فائدہ بھی پہنچا سکتے ہیں ۔ اسی کیسے میں موجود  
افسوس ! یہ کیسا تقابلی ہے کہ جس میں اتنا بڑا اور ایسا قبیح ظلم ہے ۔ دوسری کتاب

مسائل اہل سنت

مطالعہ کریں ۔

ساتھ ہی رکھی ہے

مزید "حاشیہ"

مطالعہ کریں ۔

## فصل

اقوال . افعال . نیت و ارادہ کا شرک . قبروں کی تعظیم اور  
قبروں کو سجدہ گماہ بنانا شرک ہے ۔ یہود و نصاری  
اسی سے ہلاک ہوئے ۔ آنحضرتؐ نے توحید کی تفصیل قائم کر  
دی کہ اس کے اندر کوئی بھی داخل نہ ہو سکے ۔

مذکورہ بالا شرک کے بعد یہ شرک کہ بندہ اپنے اقوال . افعال . ارادہ اور نیت میں کسی  
کو اللہ تعالیٰ کا شریک گردانے اور شرک فی الافعال کی مثال یہ ہے کہ خدا کی ذات کے بھروسے  
اور کے سامنے سجدہ کیا جائے . خدا کے گھر کے سوا دوسرے گھر کا طواف کیا جائے . غیر اللہ کے لئے  
انبار عیسیت اور خندہ و انگساری کی غرض سے سر منڈایا جائے . حجر اسود کے سوا کہ یہ زمین پر

خدا کا ہاتھ ہے۔ کسی دوسرے پتھر کو چوما جائے یا قبروں وغیرہ کو چوما جائے، یا قبروں پر سجدہ کیا جائے۔ کیونکہ خود آنحضرتؐ نے انبیاء کرام اور صالحین کی قبروں کو مسجد بنا کر نماز پڑھنے والوں پر لعنت بھیجی ہے تو پھر ان لوگوں کا کیا حال جو قبروں کو بت بنا کر ان کی پرستش کرتے ہیں؟ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں روایت ہے، آنحضرت صلیع نے ارشاد فرمایا،

لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور  
انبياءهم مساجد۔

یہود و نصاریٰ پر خدا نے لعنت بھیجی ہے کہ ان لوگوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد گاہ بنالیا۔

اور صحیح بخاری میں مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا،  
ان من شرار الناس من تشدركم الساعة  
وهم احبوا الذين يتخذون القبور  
مساجد :  
وہ بدترین لوگ ہوں گے جو اس وقت جب  
قیامت آئیگی زندہ ہوں گے۔ اور وہ لوگ  
جنہوں نے قبروں کو مسجد گاہ بنایا۔

صحیح بخاری کے اندر آنحضرت صلیع سے مروی ہے،  
ان من كان قبلكم كانوا يتخذون القبور  
مساجد۔ الا فلا يتخذوا القبور مساجد  
فانني نهاكم عن ذلك :  
تم سے اگلوں نے قبروں کو مسجد گاہ بنالیا تھا  
خیر دار تم قبروں کو مسجد گاہ نہ بنانا میں اس  
سے تمہیں منع کرتا ہوں۔

اور منداہم احمد اور صحیح ابن حبان کے اندر روایت ہے کہ آنحضرت صلیع نے ارشاد فرمایا،  
لعن الله ذوات القبور المتخذين  
عليها مساجد والسراج  
قبروں کی زیارت کرنیوالی عورتوں پر اور قبروں  
پر مسجد بنانے والوں پر اور قبروں پر چراغ  
جلانے والوں پر خدا نے لعنت بھیجی ہے۔

اور ارشاد فرمایا  
اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبور  
انبياءهم مساجد  
اس قوم پر اللہ توڑنے کا غضب شدید تر ہوتا  
ہے جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو  
مسجد گاہ بنالیا۔

اور ارشاد فرمایا  
ان من كان قبلكم كان اذامات فيهم  
الرجل الصالح بنوا على قبورهم مساجدا  
تم سے پہلے اگلے لوگ تھے کہ جب ان میں کوئی صالح  
نیک آدمی مر جاتا تو یہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بنا



و صورہ فیہ ثلاث الصلوۃ . اولائک لیتے اور مسجد میں اسکی تصویر بنالیتے . قیامت کے دن شرار المخلوق یوم القیامت

غور کرو یہ تو ان لوگوں کا حال ہے جو قبروں پر مسجدیں بنائیں ان میں خدا کے سامنے سجدہ کریں پھر ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو خود قبروں کو مسجدہ کیا کرتے ہیں ؟ آنحضرتؐ نے خود اپنی ذات کے متعلق بارگاہ خداوندی میں یہ دعا کی کہ

اللہم ! لا تجعل قبری دثنا یعبید :

اے اللہ ! میری قبر کو پرستش کا بت نہ بنا دیجئے گا حقیقت امر یہ ہے کہ آنحضرتؐ صلعم نے توحید کے ارد گرد ایک ایسی مضبوط فصیل کھڑی کر دی کہ اسے کوئی ٹوڑ نہیں سکتا . نہ اس توحید میں کوئی گھس سکتا ہے بغور کرو اپنے سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کے وقت نفل نماز تک پڑھنے کی ممانعت کر دی کہ ان اوقات میں نماز نہ پڑھی جائے . اور یہ اس لئے کہ کہیں آفتاب پرستوں کی مشابہت نہ ہو جائے آپؐ نے اس مشابہت کا سد باب کر دیا نیز آپؐ عصر اور فجر کے بعد کوئی نماز نہیں رکھی اس لئے کہ آفتاب پرستوں کا وقت ان اوقات سے ملا ہوا ہے . اب رہا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کو سجدہ کرنا . تو آنحضرتؐ ارشاد فرماتے ہیں .

لا یبغی لاحد ان یسجد لاحد الا اللہ : کسی طرح جائز نہیں کہ کوئی شخص اللہ کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ کرے .

اس حدیث میں لفظ لا یبغی "وارد ہے خوب سمجھ لو کہ کلام اللہ اور کلام الرسول میں لفظ "لا یبغی" اس امر کے متعلق بولا جاتا ہے . جسے شریعت نے پوری قوت سے ممنوع قرار دیا ہو . جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے .

وما یبغی للرحمان ان یتخذ ولدا : (مریم) اور ارشاد فرمایا .

وما علینا الشہود وما یبغی لہا (سین) ہم نے محمدؐ کو شاعری نہیں سکھائی . نہ شاعری ان کو زیب دیتی ہے .

اور ارشاد فرمایا .

وما ننزلت بہا الشیاطین وما یبغی لہا (شعراء) اور اس قرآن کو شیطان لے کر نہیں اترے اور نہ ان کو یہ کام مناسب ہے .

اور فرشتوں کا قول اللہ تعالیٰ نقل فرماتا ہے .

دیکھئے سورۃ کیف : قرآن قبول ہر مساجد میں کی تا سید کرتا ہے ۔ مرید پرست ہے ۔ جہا الحق جلتہ ضیا القرآن

ماکان یبغی لئان نتخذ من دونک  
من اولیاء : (زقان)  
ہم کو زیبا نہیں کہ تیرے سوا دوسروں کو ہم کا راز  
بناؤں۔

ان تمام مواقع میں "یُبغی" کا لفظ اسی چیز کے لئے وارد ہوا ہے جسے شریعت نے نہایت  
سختی سے منع کیا ہے۔

## فصل

غیر اللہ کی قسم کھانا ماشاء اللہ و ما شئت (خدا چاہے اور تم چاہو)  
کہنا میرا کوئی نہیں۔ اللہ ہے۔ اور تم ہو۔ کہنا شرک ہے  
اللہ تعالیٰ کے ساتھ الفاظ میں کسی کو شریک کیا جائے۔ یہ بھی شرک ہے۔ مثلاً غیر اللہ کی قسم  
کھانا۔ جیسا کہ مسند امام احمد اور ابو داؤد میں مروی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔  
من مات بغیر اللہ فقد اشرك  
حکم اور ابن جان نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔  
کسی کو یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔ اور تم چاہو؟ اسی قبیل کا شرک ہے۔ جیسا کہ خود  
آنحضرت سے مروی ہے۔ ایک شخص نے آپ کو خطاب کرتے ہوئے کہا ماشاء اللہ و ما شئت  
اللہ چاہے۔ اور آپ چاہیں (آپ نے فرمایا۔  
اجعلنی للہ ندا :؟ قل ماشاء اللہ  
وحدہ :؟  
کیا تو نے مجھے اللہ کا ہمسرہ بنا دیا؟ صرف یہ کہو  
اللہ تعالیٰ جو چاہے۔

غور کرو یہ حکم تو مشیت اور چاہنے کے متعلق وارد ہے۔ حالانکہ بندے کے حق میں خود اللہ تعالیٰ  
نے مشیت اور چاہنے کا اثبات کیا ہے۔ مثلاً  
من شاء منکم ان یتقیم :  
خاص کر تم میں سے جو لوگ راست ہر وہی  
چاہتے ہیں۔

اب تم بتاؤ ان لوگوں کا کیا حال ہونا چاہیے جو یہ کہیں کہ "میرا اعتماد بھروسہ خدا پر ہے  
اور تم پر"۔ "مجھے اللہ۔ اور تم نہیں ہو"۔ "میرا اللہ۔ اور تمہارے سوا کوئی  
نہیں"۔ "یہ چیز اللہ نے اور تم نے دی"۔ "یہ اللہ کی اور تمہاری برکت ہے"۔ "میرا  
آسمان پر اللہ اور زمین پر تم ہو"۔

خدا کے لئے ان وہابی عقائد سے

ملکہ ضیاء القرآن سے حقہ ہونی کتاب

والسین والذین یقولون  
ما کان علیہم من ذمہ



اور پھر ان لوگوں کا کیا حال ہونا چاہیے جو یہ کہیں "قسم خدا کی اور فلاں کی" یہ چیز اللہ کی نذر ہے اور فلاں کی۔ "میں اللہ کے لئے اور فلاں کے لئے توبہ کرتا ہوں۔" میں اللہ سے امید رکھتا ہوں اور فلاں سے؟ وغیرہ ذالک۔

ان الفاظ کو اس شخص کے قول سے موازنہ کرو جس نے آنحضرت سے یہ کہا تھا کہ خدا چاہے اور آپ چاہیں۔ غور کرو وہ لفظ بھاری ہے۔ یا یہ لفظ؟ یقیناً جس کلمہ کے متعلق آپ نے یہ فرمایا اس کے مقابلہ میں یہ کلمات اس جواب کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس شخص نے تو آنحضرتؐ کو ایسا کہا تھا۔ اور یہ لوگ تو ان لوگوں کو خدا کا ہمسرہ مانتے ہیں جو آنحضرتؐ کی خاک پا کے بھی برابر نہیں۔ بلکہ جن کی شان میں ایسا کہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ رب العالمین کے دشمن ہوں۔ پس سجدہ، عبادت، توکل، انابت، تقویٰ، انضوع و خشیت، اعتقاد، توبہ، استغفار، نذر و نیاز، قسم، تسبیح و تکبیر، تہلیل و تہمید، خاکساری، انکساری، بغرض عبادت سر منڈانا، گھر کا طواف، دعا، یہ تمام امور محض اللہ تعالیٰ ہی کے حقوق ہیں۔ ذات الہی کے سوا کوئی بھی اس کا مستحق نہیں ہے۔ ذات خداوندی کے سوا کسی کو بھی یہ حق دینا جائز نہیں۔ نہ کسی مقرب بارگاہ الہی کو کسی کا حق پہنچتا ہے۔ نہ کسی نبی مرسل کو۔ چنانچہ مسند امام احمد میں روایت ہے، آنحضرتؐ کے حضور میں ایک شخص آیا جس سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا تھا آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

اللہم! انی اتوب الیک ولا اتوب الی محمد۔

اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں محمد کی بارگاہ میں توبہ نہیں کرتا۔

یہ سن کر آنحضرتؐ نے فرمایا

قد عرف الحق لاھد:

اس نے حق کے حقدار کو اچھی طرح پہچان لیا۔

## فصل

ارادہ اور نیت کا شرک۔ اخلاص یہ ہے کہ بندہ اپنے افعال، اقوال، اور نیت و ارادہ کو اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص کر دے۔

اب رہا ارادہ اور نیت کا شرک۔ تو یہ ایک ایسا سمندر ہے جس کا کنارہ ہی نہیں

لے وہابی عقائد سے بچیں، حق سے آشتیا ہوں۔ "جاء الحق" ضرور بڑھیں

تم خود ہی بتاؤ کہ اس شرک سے کیسے نجات مل سکتی ہے؟ اور کون اس سے بچ سکتا ہے؟  
 ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے ارادہ اور نیت سے عمل کرے کسی کام سے  
 تقرب الہی کے سوا کسی دوسرے کے تقرب کی نیت کرے۔ اپنے کسی عمل کا کسی اور سے بدلہ  
 چاہے۔ سمجھ لو۔ اس نے اپنے عمل اور کام میں۔ اپنے ارادہ اور نیت میں غیر اللہ کو شریک کر  
 لیا۔ حضرت ابراہیم کا دین حنیف جس کی اتباع کا خدا نے اپنے تمام بندوں کو حکم دیا ہے  
 اور جس ملت کے سوا دوسری ملت مقبول نہیں۔ وہ یہی کہ بندہ کے افعال۔ اقوال۔ ارادہ اور نیت  
 خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ اس میں کسی کو شریک نہ گردانا جائے۔ اور اسلام کی حقیقت  
 بھی یہی ہے اس کے بغیر بندے کا کوئی عمل مقبول نہیں۔

ومن یتبع غیر الاسلام دینا فلن  
 یقبل منہ وهو فی الاخذۃ من الناصیین  
 (آل عمران)

اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین  
 کو چاہے گا۔ تو اس سے دوسرا دین مقبول  
 نہیں کیا جائے گا۔ اور آخرت میں وہ  
 نامرادوں میں سے ہوگا۔

یہی وہ ملت ابراہیمی اور ملت اسلام ہے کہ جس نے اس سے منہ موڑا وہ سب سے  
 بڑا بے وقوف ہے۔

## فصل

شرک کی حقیقت یہ ہے کہ خالق کو مخلوق کے مشابہ  
 اور مخلوق کو خالق کے مشابہ گردانا جائے۔

اس مقدمہ۔ اور تمہید کے بعد مذکور سوال کا جواب آسانی سے تمہاری سمجھ میں آجائے  
 گا۔ اب ہم خدائے وحدہ لا شریک کی ذات سے راہ صواب کی امداد چاہتے ہوئے جواب  
 کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

شرک کی حقیقت یہ ہے کہ خالق کو مخلوق کے مشابہ گردانا جائے۔ تشبیہ درحقیقت اسی کا  
 نام ہے۔ صفات کمال جو اللہ اور اللہ کے رسول نے ذات الہی کے لئے بیان کی ہیں۔ ان کو ذات  
 الہی کے لئے ثابت کرنے کا نام تشبیہ نہیں ہے۔ لیکن جن لوگوں کے قلوب اللہ تعالیٰ نے مسخ  
 کر دیئے ہیں۔ اور جن کی بصیرت کی آنکھیں اندھی کر دی گئی ہیں۔ وہ اس حقیقت کو بالکل مسکوس



کرتے ہیں۔ اصل حقیقت کو دوسرا جامہ پہنا کر یکسر صورت ہی تبدیل کر کے رکھ دیتے ہیں اصل توحید کو تشبیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور تشبیہ کو تعظیم و طاعت کہتے ہیں۔

پس مشرک وہ ہے جو خالق کی خصوصیات الوہیت میں کسی مخلوق کو اس کے مشابہ گردانے۔

الوہیت والوہیت کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اقلیم نفع و ضرر ملک عطا و منع کا ایک صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور یہ ملک صرف اسی کا ہے کسی اور کو اس سے کوئی تعلق نہیں جب یہ مان لیا گیا تو اب واجب یہی ہے کہ دعا و خیر و رجا توکل و اعتماد کا تعلق درشتہ صرف اسی خدا سے وعدہ لا شریک ہی کی ذات سے ہو۔ کسی اور سے نہیں۔ پس اگر کوئی شخص یہ تعلق اور رشتہ کسی مخلوق سے قائم کرتا ہے تو یقیناً وہ مخلوق کو خالق کے مشابہ کر رہا ہے جو مخلوق خود اپنے نفع و نقصان۔ موت و زلیلت کی مالک نہیں۔ اسے اس ذات وعدہ لا شریک کا مثل اور مشابہ قرار دیتا ہے جو ساری مخلوق اور مخلوق کے سارے ہی امور کا مالک و مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کی مشیت و ارادے کے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا جسے وہ دینا چاہتا ہے دیتا ہے کوئی روک نہیں سکتا۔ اور جسے وہ منع کر دے۔ اسے کوئی دے نہیں سکتا۔ اپنے کسی بندے کے لئے اپنی رحمت کا دروازہ بند کر لے تو اسے کوئی کھول نہیں سکتا۔ اور جس کے لئے کھول دے تو کوئی بند نہیں کر سکتا۔ ایسی مالک و مختار ذات کے ساتھ کسی بے بس۔ غیر مختار مخلوق کو مشابہ قرار دینا متبیح ترین تشبیہ ہے۔ عاجز بالذات۔ فقیر و محتاج بالذات کا قادر بالذات۔

عنی بالذات کے مشابہ ہونا کیا معنی ؟

کمالی مطلق بجمیع الوجوہ جس میں کسی قسم کا نقص نہ ہو۔ یہ الوہیت کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور یہی چیز واجب کرتی ہے کہ ساری عبادتیں صرف اسی کے لئے مخصوص ہوں اور عقلاً۔ شرعاً۔ فطرتاً واجب ہے کہ تعظیم و اجلال۔ حیثیت و خاکساری۔ دعا و استدعا۔ توبہ و انابت۔ توکل و اعتماد و استقامت اور انتہائی عاجزی و انکساری اور انتہائی محبت یہ تمام امور صرف ذات الہی کے لئے مخصوص ہوں کسی اور کے لئے یہ امور ثابت کئے جائیں اس سے عقلی شرع اور فطرت مانع ہے۔ پس جو آدمی ان امور میں سے کسی ایک امر کو بھی کسی اور کے لئے ثابت کرتا ہے وہ اسے اس ذات کا مثل اور مانند قرار دیتا ہے جس کا کوئی مثل اور مانند نہیں اور یہ قبیح ترین اور باطل ترین تشبیہ ہے۔ اور چونکہ یہ تشبیہ قبیح ترین چیز ہے جو انتہائی ظلم پر مشتمل ہے اللہ تعالیٰ نے خبر دیدی کہ ایسے آدمی کی خدا کی مغفرت نہیں کرے گا۔ حالانکہ ذات الہی وہ ذات

ہے جس نے اپنے لئے رحمت خود لازم کر رکھی ہے۔

خصوصیات الوہیت والہیہ میں سے ایک اظہار عبودیت بھی ہے اور یہ عبودیت دو سطحوں پر قائم ہے۔ ایک یہ کہ معبود سے انتہائی درجہ کی محبت رکھی جائے۔ دوسرا یہ کہ معبود کے حضور میں انتہائی درجہ کی عاجزی اور انکساری کی جائے انہی دو چیزوں کی عبودیت کی تکمیل کا دار مدار ہے۔ مخلوق کی منزلیں اور ان کے مقالات ان دو امور میں تفاوت کے بموجب مختلف ومتضادات ہوا کرتے ہیں۔ جس شخص نے اپنی محبت اپنا خضوع و خشوع، عاجزی، خاکساری، انکساری کو اللہ کے سوا دوسرے سے وابستہ کیا اس نے اللہ تعالیٰ کے خالص حق میں اسے شریک مان لیا۔ اور اس کے مشابہ قرار دے لیا۔ اس بات کا خدا کی کسی شریعت میں جائز ہونا قطعاً محال ہے اور ہر عقل و فطرت میں اس بات کی برائی جاگزیں ہے۔ لیکن بہتوں کی فطرت کو شیاطین نے بدل کر رکھ دیا ہے۔ ان کی عقلوں کو خراب کر دیا ہے اور اس بات کو ان کے سامنے معمولی سی بات بنا دیا ہے۔ مرت وہی لوگ اصل فطرت اور عقل سلیم پر قائم رہتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس اپنے پیغمبر بھیجے۔ اور کتاب میں نازل فرمائی ہیں جو ان کی فطرت اور ان کی عقل کے مطابق ہیں۔ اس طرح وہ لوگ نور علی نور بنکر راہ ہدایت پر چلنے لگے لیکن اس نور کی راہ نافی بھی اسی کو نصیب ہوتی ہے۔ جس پر خدا کی خاص مہربانی ہو اور جسے وہ اپنا بنانا چاہے۔

یہ سمجھ لینے کے بعد اب سمجھ لو کہ سجدہ خصوصیات الوہیت والہیہ میں سے ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کیا تو سمجھ لو کہ غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کے مشابہ قرار دے لیا۔ توکل بھی خصوصیات الوہیت والاہیت سے ہے جس نے غیر اللہ پر توکل کیا۔ اس نے غیر اللہ تعالیٰ کے مشابہ بنالیا۔

توبہ بھی خصوصیات الوہیت والاہیت سے ہے۔ جس نے غیر اللہ کے سامنے توبہ کی اس نے غیر اللہ کو خدا کا شریک و ہمسر بنالیا۔

تعظیماً۔ اجلاً قسم کھانا بھی خصوصیات الوہیت والاہیت سے ہے جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی۔ غیر اللہ کو خدا کا ہمسر اور مشابہ بنالیا۔

یہ تشبیہ کا ایک پہلو ہے کہ کسی دوسری مخلوق کو خالق کا ہمسر اور مشابہ گردانا جائے۔ لیکن ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ خود بندہ اپنی ذات کو خدا کا ہمسر اور مثل ثابت کرنے کی کوشش کرے۔



اس کی صورت یہ ہے کہ بندہ اپنی عظمت و جلالت ثابت کرے اور بتائے لوگوں سے اپنی تعریف و مدح کرائے۔ اپنی عظمت و جلالت منوائے۔ اپنے سامنے خضوع و خشوع۔ عاجزی اور انکساری کرائے۔ خدا کے بندوں کو اپنے سامنے جھکا کے۔ اپنی ذات سے امید و رجاء قائم کرنے پر مجبور کرے۔ خود رجا۔ التجا و الحاج۔ استعانت و امداد کے لئے مخلوق کے دلوں کو اپنے سے وابستہ کرے یہ تشبیہ باللہ ہے۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی ربوبیت۔ الوہیت و الہیت میں خدا کا مقابلہ کر رہا ہے اور اس لئے ایسا شخص اس امر کا حقدار ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بہت ہی زیادہ ذلیل و خوار کر کے رکھ دے اور اسے اپنی مخلوق کے قدموں تلے روند ڈالے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے عظمت میری آزار ہے اور کبریائی میری چادران میں سے کسی ایک چیز کے لئے بھی کوئی مجھ سے جھگڑے گا میں اسے عذاب دوں گا۔

یَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ الْعِظَمَةُ آزارِي  
وَالْكِبَرِيَاءُ رِجَالِي فَمَنْ نَازَعَنِي ذَا هَذَا  
مِنْهَا عَذَابْتُ ۖ

مصور جو اپنے ہاتھ سے تصویر بناتا ہے۔ چونکہ وہ صنعت میں خدا کی تشابہہ کرتا ہے اس لئے قیامت کے دن وہ صنعت ترین عذاب کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ اس بناؤ کہ خدا کی ربوبیت اور الوہیت و الہیت کی مشابہت کس درجہ کا جرم ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اشد الناس عذاباً بايوم القيامة المصورون يقال لهم حيوا ما خلقتما قیامت کے دن تصویر سازوں کو سخت عذاب دیا جائیگا۔ انہیں کہا جائیگا کہ جو تصویر تم نے بنائی ہے اس میں جان ڈالو۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ قال الله عزوجل ومن اكل من ذهب يخلق خلقاً كخلق فلينطقوا ذرہ فیخلقوا تشبیہۃ ۱

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے اس سے بڑا عالم کون ہے جو میری مخلوق جیسی مخلوق بنانے کے لئے چل کھڑا ہوا؟ وہ ایک ذرہ اور جو تو پیدا کر دیکھے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک ذرہ اور جو کا ذکر کر کے اس سے بڑی اور اعظم چیزوں کے متعلق تنبیہ فرماتی ہے۔

تصور یہ ہے کہ یہ تو اس شخص کا مال ہے جو صرف صنعت اور صورت گری میں خدا کی

مشابہت کرتا ہے۔ اس شخص کا کیا حال ہونا چاہیے جو خصوصیات ربوبیت، خصوصیات الوہیت والہیت میں خدا کی مشابہت و ہمہری کرے؟

اور یہی حال ہے اس شخص کا جو خدا کے نام میں خدا کی مشابہت و ہمہری کرے اپنے لئے وہ نام اختیار کرے۔ جو ذات خداوندی کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ مثلاً "ملک الاطلاق"۔ "حاکم الحکام"۔ "شہنشاہ" حاکموں کا حاکم وغیرہ چنانچہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان اضع الاسماء عند الله رجل يسمى  
بشاهنشاه، ملك الملوك ولا ملك  
الا لله۔  
اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذیل ترین نام یہ ہے کہ  
کسی آدمی کا نام شہنشاہ، ملک الملوک رکھا  
جائے۔ حالانکہ اللہ کے سوا کوئی ملک نہیں۔

ایک روایت میں کچھ اور الفاظ بھی وارد ہیں۔ اور وہ یہ کہ  
اغیظ رجل على الله رجل يسمى بملك  
الاملاك۔  
مغضوب ترین آدمی اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ  
ہے جس کا نام ملک الاطلاق رکھا جائے۔  
خدا کی یہ خفگی، ناراضگی، غضب اور غصہ اس شخص کے لئے ہے جو خدا کے کسی ایسے نام  
میں خدا کی مشابہت کرے جو اس کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں۔ کیونکہ ملک الاطلاق، شہنشاہ  
صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ حکم الحاکمین وہی ہے۔ سارے حکام، بادشاہوں  
پر اس کا حکم چلتا ہے۔ اور وہی شہنشاہ ہے، کوئی اس کا مثل اور ہمہری نہیں ہے۔

## فصل

اللہ تعالیٰ کے ساتھ سورن اکبر الیکبار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کمال  
مقدس اور اس کے اسماء و صفات اور الوہیت و ربوبیت  
کے خلاف ظن قائم کرنا سورن ہے۔

جب یہ اصل حقیقت تم پر واضح ہو گئی تو اس کے بعد تم تمہیں ایک عظیم ترین اصول اور قاعدہ  
کلیدی کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ جس سے مسئلہ کا اصل راز، اور اصل حقیقت پوری طرح آشکارا ہو جائے  
گی اور وہ یہ ہے کہ خدا کی ذات سے سورن پیدا کرنا ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ خدا کے خلاف  
سو فہمی کرنا اور اس کے کمال مقدس کے خلاف گمان قائم کرنا ہے۔ اور اس کی مہذبہات



کے ساتھ ایسی باتیں منسوب کر دیتا ہے جو اس کے اسماء و صفات کے متناقض اور منافی ہوتی ہیں اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورتی کرنے والوں کے حق میں ایسی سخت وعید فرمائی ہے جیسی کسی دوسرے گناہ کے لئے نہیں فرمائی ارشاد فرمایا ہے۔

علیہم والذکر السوء۔ وغضب اللہ علیہم ولعنہم۔ واعد اللہ جہنم وسامت مصیرا (سورۃ الفتح)  
انہی پر برائی کا چکر ہے اور اللہ ان پر غضبناک ہے اور ان پر لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ایسی جہنم تیار کر رکھی ہے اور یہ برا ٹھکانہ ہے اور خدا کی کسی صفت سے انکار کرنے والے کے بارے میں فرمایا ہے۔

ذوالکم ظنکم الذی ظنتم بحکم لوداکم فاصبحتم من الخاسرین (سورہ حم سجدہ)  
اس گمان نے جو تم نے اپنے پروردگار کے متعلق کر رکھا تھا۔ تم کو ہلاک کیا اور تم نقصان اٹھانے والے ہو گئے۔

اور اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول نقل کرتے ہوئے جو انہوں نے اپنی قوم کو خطاب کر کے کہا تھا۔ فرمایا

ما ذالعبدون؟ اأفکادون اللہ قریدون؟ فذا ظنکم رب العالمین؟ (صافات)  
تم کس کی پرستش کرتے ہو؟ کیا اللہ کو چھوڑ کر جھوٹا اور بے اہل معبودوں کو چاہتے ہو؟ تو پروردگار عالمین کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے۔

یعنی جب کہ تم غیر اللہ کی پرستش کر رہے ہو تو اسی دن جب کہ جواب دہی کے لئے تمہیں اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضری دینی ہوگی تمہارا پروردگار تمہارے ساتھ کیا معاملہ کریگا؟ اور تمہیں کس قسم کی سزا دے گا؟ تم نے خدا کے اسماء و صفات اور ربوبیت میں کیا نقص دیکھا کہ تم نے اس کے ساتھ دوسروں کو بھی عبادت و پرستش میں اس کا شریک بنالیا؟ اگر تم خدا کی ذات صفات، اس کی الربوبیت اور ربوبیت اور اس کی شان بے ہمتائی کو سمجھتے تو تم ایسا نہیں کر سکتے تھے خدا علیم و خیر ہے۔ ہر چیز کو جانتا ہے۔ قادر مطلق ہے ہر چیز اس کی قدرت کی گرفت میں ہے وہ غنی ہے تمام سے مستغنی اور بے پروا ہے۔ ساری مخلوق اس کی محتاج ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اپنی مخلوق کے ساتھ قسط و عدل کا برتاؤ کرتا ہے۔ اپنی مخلوق کی تدبیر و تنظیم میں منفرد و بیکتا ہے اس میں اس کا شریک نہیں۔ مخلوق اور مخلوق کے تمام امور سے تفصیلی طور پر باخبر ہے۔ کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔ تنہا وہ اپنے کاموں کا فیصلہ ہے۔ اور ہر کام کے لئے اکیلا کافی ہے کسی

کی امداد و اعانت کا محتاج نہیں۔ وہ اپنی ذات سے رحمن و رحیم ہے بندوں پر رحم کرنے میں وہ کسی وسیلے اور سفارش کا محتاج نہیں جس ذات کی یہ شان ہو وہ یقیناً دنیا کے بادشاہوں سے الگ اور اپنی نرالی شان رکھتا ہے۔ دنیا کے بادشاہ اور سلاطین اس امر کے محتاج ہیں کہ رعایا کی مصلحتات اور ان کی ضرورتیں دوسرے لوگ ان کے سامنے پیش کریں۔ نیز اس امر کے بھی محتاج ہیں کہ رعایا کی ضروریات و احتیاجات پوری کرنے میں دوسرے لوگ انکی معاونت کریں۔ درمیان میں ترجمانوں کی ضرورت ہے جو سلاطین و بادشاہوں کو رعایا پر رحم و کرم کیلئے آمادہ کریں۔ اور ان کے دلوں میں جذبات و ترحم و مطلق کو ابھاریں۔ سلاطین و بادشاہ اپنی کمزوری عاجزی لمبے عملی۔ بے بسی کی وجہ سے رعایا کی ضروریات و احتیاجات پوری کرنے میں بھی دوسروں کے اور میانی و سائل و وسائل کے محتاج ہیں۔ لیکن ذات خداوندی قادر مطلق ہے۔ غنی بالذات ہے۔ ہر شئی سے مستغنی اور بے پروا ہے۔ رحمن و رحیم ہے۔ جس کی رحمت ہر شئی پر۔ ہر چیز پر محیط اور حاوی ہے اس کے اور اس کی مخلوق کے درمیان و سائل و وسائل اور سفارشی ماننا اس کے حق ربوبیت والہیت حق توحید والوہیت میں نقص پیدا کرتا ہے اور جو ایسا سمجھتا ہے۔ ذات الہی کی نسبت سوطی کرتا ہے اور محال و ناممکن ہے کہ جو چیز عقل و فطرت کے خلاف ہو۔ اور عقل و فطرت کے نزدیک ہر شئی کی قیادتوں سے زیادہ قبیح ہو اسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے مشروع فرمائے۔

ادھر کے بیان کی وضاحت اس طرح ہوتی ہے۔ بندہ کسی کی عبادت کرتا ہے۔ اسے بڑا مان کر ہی اس کی عبادت و پرستش کرتا ہے۔ اور اس کے سامنے جھکتا ہے۔ اس کے سامنے عجز و انکساری کرتا ہے۔ اور اپنی ذلت و خواری۔ انکساری و خاکساری کا اظہار کرتا ہے اور یہ ظاہر ہے ابی تمام چیزوں کا خضار صرف پروردگار عالم وعدہ لا شریک ہے اور بس۔ یہ اس کا حق ہے اس کا کوئی شریک و ساجھی نہیں۔ اور یہ قبیح ترین ظلم ہے کہ اس کا حق کسی غیر کو دے دیا جائے۔ یا اس میں کسی کو بھی شریک کر دیا جائے۔ خصوصاً ایسے شخص کو اس کے اس خاص حق میں شریک کر دیا جائے جو اس کا بندہ اور مملوک ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں اس کی مثال پیش فرماتا ہے۔

مَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ فَقَدْ هَلَكَ

مَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ فَقَدْ هَلَكَ

مَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ فَقَدْ هَلَكَ

مَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ فَقَدْ هَلَكَ



یعنی جب کہ تم میرے دیئے ہوئے رزق میں اپنے غلام کو شریک کرنا گوارا نہیں کرتے تو پھر میرے بندوں اور غلاموں کو میرے خالص الوہیت والا ہیت و ربوبیت میں شریک قرار دینا کیوں کر صحیح ہوگا؟ اور جو شخص ایسا سمجھتا ہے۔ ہرگز ہرگز میری قدر نہیں کرتا میری عظمت و جلالت کا حق وہ قطعاً نہیں پہچانتا جس چیز میں میں مفرد و یکتا ہوں۔ میری مخلوق کا جس میں کوئی حق نہیں اس میں مجھے مفرد و یکتا نہیں مانتا۔

پس جو شخص اپنی عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے و قطعاً حق تعالیٰ کی قدر نہیں کرتا۔ چنانچہ حق تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے۔

یا ایہا الناس! ضرب لکم مثلًا فاستمعوا له۔  
ان الذین یدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا۔ ولو اجتمعوا له۔ وان یسلبہم الذباب شیئًا لا یستنقذوہ  
مما صنعت الطالب والمطلوب ہ ما قدر واللہ حق قدرہ ان اللہ لقوی عزیزہ  
(سورۃ الحج آیت نمبر ۳۷-۴۰)

لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے تم اس کو خوب سن لو۔ اللہ کے سوا تم جن کی عبادت کرتے ہو۔ وہ سب جمع ہو کر بھی ایک مکھی نہیں پیدا کر سکتے اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین لے جائے تو وہ چھڑا بھی نہیں سکتے، ایسے عابد و معبود دونوں ہی عاجز۔ ان لوگوں نے اللہ کی واپسی قدر نہیں کی۔ جیسی کہ کرنی چاہیے۔ بلیک اللہ قوت والا اور عزت والا ہے۔

جو شخص کسی ایسی ہستی کو اپنی عبادت میں خدا کا شریک دغا بھی گردانتا ہے جو ایک چھوٹا سے چھوٹا جانور بھی پیدا نہیں کر سکتا۔ اگر اس پر مکھی بیٹھ جائے تو اڑا نہیں سکتا۔ تو بتلاؤ وہ اللہ تعالیٰ کی کیا قدر کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وما قدر واللہ حق قدرہ والارض جمیعاً قبضتہ  
یوم القیامتہ۔ والسموات مطو یات  
بیمینہ۔ سبحانہ وتعالی عما یشرکون  
(سورۃ الزمر)

انہوں نے جیسی چاہیے ایسی خدا کی قدر نہیں کی قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے وہ پاک ذات ہے اور اس سے اعلیٰ و ارفع ہے کہ لوگ اس کا شریک بنائیں۔

جس خدا کی یہ شان اور بے عظمت و جلالت ہو اس کے ساتھ کسی نے اپنی عبادت میں کسی ایسے کو شریک کر لیا جس کے اندر ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بلکہ وہ عاجز اور انتہا درجہ کمزور

ہے۔ تو یقیناً وہ خدا کی عظمت و توقیر نہیں کرتا۔ ایک ضعیف عاجز کمزور کو خدا کی عبادت میں شریک کر لیا۔ تو یقیناً وہ قوی کا ناتوانا۔ غالب کے حق کی قدر و توقیر نہیں کرتا۔

اسی طرح وہ آدمی بھی حق تعالیٰ کی قدر و توقیر نہیں کرتا جو کہتا ہے کہ خدا نے پیغمبر نہیں بھیجے۔ کتابیں نازل نہیں فرمائیں۔ یہاں یہ باتیں اس کی شان میں سزاوار ہیں؟ کیا اس نے مخلوق کو یونہی بے کار۔ عبث اور بے مصرف پیدا کیا ہے؟ کیا اس نے اپنے بندوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ جانوروں کی طرح پیٹ بھریں۔ اور وقت آئے تو جانوروں کی طرح مر جائیں؟

اسی طرح وہ آدمی بھی خدا کی قدر و توقیر نہیں کرتا۔ جو خدا کے اسماء حسنی اور صفات حق کی حقیقتوں کی نفی اور انکار کرتا ہے۔ سمع و بصر، الاداء و اختیار، علو و رفعت، کلام و تکلم کی خدا کی ذات سے نفی کرتا ہے اور عموم قدرت۔ بندوں کے افعال کے تعلق کی اسکی ذات سے نفی کرتا ہے۔ اس کی قدرت و مشیت سے افعال عباد کو خارج کر دیتا ہے۔ اور کہتا ہے بندے خود ان افعال کے خالق ہیں۔ خدا کی مشیت کا ان سے کوئی تعلق نہیں جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ خدا کے ملک میں وہ ہوتا ہے جو وہ نہیں چاہتا۔ اور جو وہ چاہتا ہے نہیں ہوتا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی شان ان محبوسوں۔ اور محبوس نما لوگوں کے قول و خیال سے بلند و بالا ہے۔

وہ شخص بھی اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کرتا جو کہتا ہے کہ خدا بندے کو ایسے کاموں کی سزا دیتا ہے جو بندے کے اختیار میں نہیں۔ بندے اس پر قادر نہیں۔ مجبور عرض ہے۔ کام کرنے میں بندوں کو کوئی دخل نہیں سارے کام صرف اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ وہ خود ہی کرتا ہے۔ بندوں سے جبراً کام کراتا ہے۔ مخلوق پر مخلوق جبر کرتی ہے۔ تو خود اللہ تعالیٰ کراتا ہے۔ تعالیٰ اللہ من ذالک علماً کبیراً۔ ایسا کہنے والے لوگ کس قدر بجاوی گناہ کر رہے ہیں۔ جبکہ فطرت و عقل میں یہ چیز راسخ ہے کہ اگر کوئی سیدہ آقا اپنے غلام سے جبراً کوئی کام کرائے اور اسے اس کام کے لئے مجبور کرے اور پھر اسے اس کام کی سزا بھی دے تو آقا کا یہ عمل بدترین عمل ہو گا۔ جب بندوں کے متعلق فطرت و عقل کا یہ فیصلہ ہے تو پھر یہ کیسے صحیح ہے کہ وہ عادلوں کا عادل۔ احکم الحاکمین۔ ارحم الراحمین۔ اپنے بندوں کو ایسے عمل کی سزا دے جس میں بندوں کا کوئی دخل نہ ہو۔ اس کے ارادہ کو اس کے فعل و عمل سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اور پھر وہ اسے سزا دیتا ہے۔ تعالیٰ اللہ من ذالک علماً کبیراً۔ ان لوگوں کا قول بھی بدترین قول ہے اور یہ بھی محبوسوں کے بھائی ہیں۔ یہ گروہ اور پہلا گروہ دونوں اللہ تعالیٰ



کی قدر نہیں کرتے۔

اور وہ لوگ بھی خدا کی قدر و توقیر نہیں کرتے جو ذات الہی کو تعفن، بدبودار، شہیاد اور گوبر پاخانہ سے بھی محفوظ نہیں مانتے۔ اور اس جگہ بھی اسے مانتے ہیں جس کے ذکر سے بھی لوگ نفرت کرتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں مانتے کہ وہ عرش پر قائم ہے۔ اور یہ نہیں مانتے کہ

الیسما یصعد الکلم الطیب والحمد  
الصالح میرفعہما۔  
اچھی باتیں خدا کی جانب اوپر کو چڑھتی ہیں  
اور عمل صالح اسے اوپر لے جاتے ہیں۔

یہ نہیں مانتے کہ فرشتے اور روح اس تک جاتی ہے اور آتی ہے۔ فرشتے آسمان و زمین کی تدبیر و تنظیم کرتے ہیں۔ اور اس تک جاتے ہیں۔ ایک طرف تو یہ لوگ خدا تخت پر بیٹھ کر پریشیا ہے اس سے انکار کرتے ہیں۔ دوسری طرف یہ کہتے ہیں کہ خدا ہر جگہ ہے۔ اس جگہ بھی ہے جہاں جانے سے انسان بلکہ حیوان تک نفرت کرتے ہیں۔ جو لوگ خدا کی محبت، رحمت و راحت رضا مندی، غضب و خفگی کی حقیقت کا انکار کرتے ہیں۔ خدا کی حکمت کا انکار کرتے ہیں جو اس کے افعال کی محمود ترین غایت و مقصود ہے۔ اس کے افعال کو اختیاری۔ اور اس کی ذات کے ساتھ قائم نہیں مانتے۔ بلکہ معقول کو فاعل سے افضل مانتے ہیں۔ خدا کے آنے جانے۔ عرش پر تہنم ہونے۔ طود پر حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کلام کرنے۔ قیامت کے دن بندوں کے قضایا کا فیصلہ کرنے اور اس قسم کے دیگر افعال و اوصاف کما لیبہ کی نفی اور انکار کرتے ہیں۔ وہ ہرگز ہرگز خدا کی قدر نہیں کر رہے ہیں۔ گویا ان سے یہی رٹ لگائے جا رہے ہیں کہ ہم خدا کی قدر و توقیر کر رہے ہیں وہ لوگ بھی خدا کی ناقدری کرتے ہیں جو خدا کی بیوی و بیٹا مانتے ہیں۔ یا یہ کہتے ہیں کہ خدا اپنی تمام مخلوقات میں حلول کئے ہوئے ہے۔ یا وہ مخلوقات کا عین وجود ہے۔ لیکن حقیقت یہ لوگ خدا کی ناقدری کر رہے ہیں۔

وہ لوگ بھی خدا کی ناقدری کر رہے ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں کہ خدا نے اپنے رسول۔ اور رسول کے دشمنوں کو غلبہ دیا۔ اور انہیں عزت و شرف سے نوازا۔ ان کی شان بلند کی اور دنیا میں انہیں شہرت و مملکت بخشی۔ ملک و خلافت دے کر انہیں تمام پر غالب کر دیا اور اپنے رسول کے خاندان سے محبت کرنے والوں کو ذلیل و خوار کر دیا۔ ان کی قیمت پر ذلت و نکبت کی مہر ثبت کر دی کہ جہاں بھی یہ لوگ ہوں خوار و ذلیل ہی بن کر رہیں۔

خدا کی جناب میں ایسی باتیں کرنا انتہا درجہ کی گستاخی ہے۔ خدا کی ذات و افعال کے اس

قول سے نہایت بلند اور بالا ہے۔ ان کا یہ قول یہود و نصاریٰ کے قول سے ماخوذ ہے وہ بھی پروردگار عالم کی شان میں کہا کرتے تھے کہ خدا نے ظالم بادشاہ بھیجا جس نے نبوت کا دعوے کیا۔ جو خدا پرست نئے جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ ہمیشہ وہ جھوٹ ہی بولتا رہا اور کہتا رہا خدا نے مجھے یہ کہا۔ ایسا حکم فرمایا۔ فلاں چیز سے منع فرمایا۔ میرے لئے اس نے تمام اگلی نعمتیں منسوخ کر دیں۔ اور ان پیغمبروں کے متعلقین اور ماننے والوں کا خون۔ مال۔ ان کی عورتیں۔ میرے لئے حلال اور مباح کر دیں۔ اور کہتا تھا خدا نے تمام چیزیں میرے لئے مباح کر دی ہیں۔ خدا ہمیشہ میری امداد فرمائے گا۔ اور اپنی تائید سے مجھے نوازے گا۔ مجھے تمام پر غلبہ دے گا۔ میری قوت بڑھائے گا۔ وہ میری دعائیں قبول کرتا ہے۔ میرے مخالفین اور دشمنوں پر مجھے تمکنت اور قابو دے گا۔ میری صداقت پر وہ ایسے ایسے دلائل پیش کرتا ہے۔ جس کی کوئی مخالفت اور تردید نہیں کر سکتا۔ اور ہر شخص اس ظالم و جابر بادشاہ کے قول و فعل۔ تقریر و گفتار کی تصدیق کرتا رہا اور قیامت تک اس کی تصدیق ہوتی ہی رہے گی۔ اور نت نئی دلیلیں اس کی صداقت پر قائم ہوتی چلی جائیں گی۔

یہ ظاہر ہے کہ رب العالمین کی ذات کے متعلق ایسا کہتا اور ایسا خیال کرنا نہایت قبیح اور اس کی شان کے خلاف ہے۔ اس کے علم پر۔ اس کی رحمت و ربوبیت پر۔ اس کی حکمت پر بدترین حملہ ہے۔ خدا کی ذات۔ خدا کی شان ان منکرین خدا کے قول سے بہت بلند اور بالاتر ہے۔ ان لوگوں کے قول میں۔ اعدان کے بھائی یہود و نصاریٰ کے قول میں تو ہیں کسی قسم کا فرق نظر نہیں آئے گا۔ دونوں کے قول اور خیال ایک ہی قسم کے ہیں۔ اور ٹھیک ٹھیک شاعر کے اس قول کے مطابق ہے۔

صنعی لبان ثدی ام تقاسم      باسمہ و ارج عوض لا تنقد

میں اور میرا مدوح دونوں توأم ہیں۔ ہم دونوں نے ایک ہی ماں کے دو پیتاؤں سے دودھ پیایا ہے۔ ہم دونوں نے اندھیری رات میں باہم قسم کھائی ہے کہ ہم کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے

اسی طرح وہ شخص بھی خدا کی ناقدری کرتا ہے جو کہتا ہے اللہ تعالیٰ کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنے مطیع و فرمانبردار بندوں کو جہنم میں بھیجے اس کی نافرمانی نہ کی ہو۔ جہنم میں ڈال دے اور اپنے دشمنوں اور نافرمانوں کو جہنم میں بھیجے اس کی اطاعت و فرمانبرداری نہ کی ہو۔ ثواب سے مالا مال



کر دیوے۔ اور انہیں جنت میں جگہ دیوے۔ یہ دونوں باتیں اس کے لئے مباح ہیں اور کتاب و سنت میں جو وعیدیں وارد ہیں۔ وہ محض خبر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جن کے معنی یہ ہیں کہ ایسا کرنا خبر کے خلاف ہے۔ نہ کہ حکمت و عدل کے خلاف اور حال یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس بات کو جائز رکھنے والے کے خلاف سخت وعید فرمائی ہے۔ اور اس حکم کو بدترین حکم قرار دیتا ہے اس طرح وہ شخص بھی حق تعالیٰ کی قدر نہیں کرتا جو کہتا ہے کہ قیامت کے دن خدا مردوں کو زندہ نہیں کرے گا۔ قبروں سے زندہ کر کے نہیں اٹھائے گا۔ قیامت کا دن وہ دن ہے کہ خدا مخلوق کو زندہ کرے گا۔ نیکو کاروں کو ان کی نیکیوں کا۔ اور بدکاروں کو ان کی بدکاریوں کا بدلہ دے گا۔ مظلوم کو ظالم سے حق دلائے گا۔ جن لوگوں نے دنیا میں اس کی رضا مندی کے لئے مشقتیں اور تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ انہیں اپنے بہترین انعامات سے نوازے گا۔ اس دن تمام اختلافات واضح ہو جائیں گے جن میں مخلوق آج مبتلا ہے۔ کافروں کو ان کے کفر کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ غرض! جو لوگ ان تمام باتوں کا انکار کرتے ہیں وہ بھی حق تعالیٰ کی قدر نہیں کرتے۔

اسی طرح وہ شخص بھی خدا کی قدر نہیں کرتا۔ جو اس کے احکام کو بے حقیقت سمجھ کر احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ ممنوعات منہیات۔ محرکات کا ارتکاب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کو بے وقعت سمجھ کر ضائع کرتا ہے۔ اس کے ذکر کو فراموش کر دیتا ہے۔ اس کا قلب اس سے غافل ہو جاتا ہے۔ اس کی رضا مندی کے مقابلہ میں اپنی خواہشات کو ترجیح دیتا ہے۔ اسکی اطاعت کے مقابلہ میں مخلوق کی اطاعت کو مقدم سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ اسے یہ معمولی بات سمجھتا ہے۔ لیکن یہ جو دیکھ رہا ہے۔ اسے اہم سمجھتا ہے۔ اپنے اعمال قلب۔ اعمال علم اپنے اعمال و کردار مال و زر وغیرہ میں۔ خدا کی ذات کو ایک فاضل ذات سمجھتا ہے کہ دوسرے لوگ اول خدا بعد میں اور یہ اسی لئے کرتا ہے کہ مخلوق اس کے نزدیک اہم ہے۔ اور خدا کی ذات غیر اہم حالانکہ یہ اور اس کی تمام چیزیں خدا کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اور اس کی قسمت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اپنے برے کاموں کو مخلوق سے چھپاتا ہے۔ لیکن خدا سے چھپانے کی کوشش نہیں کرتا لوگوں سے لڑتا ہے۔ خدا سے نہیں ڈرتا۔ مخلوق کے ساتھ حسن معاملہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اس بارے میں اپنی استطاعت و قدرت سے زیادہ جدوجہد کرتا ہے۔ لیکن خدا سے ایسا نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے ساتھ نہایت معمولی اور ادنیٰ اور حقیر معاملہ کرتا ہے۔ اگر اپنے کسی دوست و عزیز

کی خدمت کرتا ہے۔ پوری توجہ، پوری تن دہی سے کرتا ہے۔ دل، اعضاء، ہاتھ، پاؤں تمام اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں: تاہم لکھ لیا اوقات اپنی ذاتی مصلحتوں کو بھی اس کے لئے قربان کر دیتا ہے۔ لیکن جب خدا کا نام آتا ہے۔ اور یہ بھی اس وقت جب کہ مقدر اس کا ساتھ دے تو اس طرح وہ انجام دیتا ہے کہ اس کے اس عمل سے مخلوق کا ادنیٰ آدمی بھی راضی نہیں ہو سکتا۔ اللہ کے لئے اپنے مال میں سے کچھ نکالتا ہے تو اس قدر کم نکالتا ہے کہ اتنا سا کسی انسان کے سامنے پیش کرتے ہوئے بھی شرم آئے۔

جن لوگوں کی یہ حالت ہو۔ اور جن کی یہ صفات ہوں۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی قدر و توقیر کر رہے ہیں؟ خدا کی عظمت و جلالت کا حق ادا کر رہے ہیں؟

اور کیا وہ لوگ خدا کی قدر و عظمت کر رہے ہیں جو اس کے خالص حق میں اس کے دشمن کو شریک کرتے ہیں؟ اجلال و تعظیم، طاعت و عبادت، تذلّل و خاکساری، خضوع و خشوع، خوف و بھار امید و بیم صرف اسی کا حق ہے۔ اور وہی اس کا حقدار ہے کہ یہ تمام باتیں اسی کے حضور میں پیش کی جائیں۔ یہ تو وہ چیزیں ہیں کہ اس کے دشمن کے رویہ و توکجا اس کے کسی مقرب بزرگ کے رویہ و پیش کرنا بھی جائز نہیں۔ یہ تو ایک انتہا درجہ کی بھارت ہے۔ خدا کے خالص حق پر دست درازی ہے۔ اس کی توہین ہے۔ جس بات میں کسی کو خدا کا شریک بنانا ممنوع۔ اور حرام ہے جس کا استحقاق خدا کی ذات کے سوا کسی کو نہیں۔ اس میں غیر کو شریک کیا جا رہا ہے۔ جب یہ حق کسی خدا کے مقرب بندے کو نہیں پہنچتا تو پھر خدا کے مبغوض، مقرب جس پر خدا نے لعنت بھیجی ہے۔ جس پر وہ سخت سے سخت ناراض ہے۔ خدا کا سخت ترین دشمن ہے۔ جو خدا کے نزدیک انتہا درجہ ذلیل و خوار ہے۔ اسے اس کا شریک بنانا کیونکر جائز ہوگا؟ اللہ کے سوا کسی کو بھی شریک کرنا شیطان کی عبادت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الم اعلم انکم یابنّی آدم ان لا تعبدوا الشیطان۔ انما لکم عندہ مبین وان اعبدوا فی ہذا صراط مستقیم (یس)

اے اولاد آدم کیا میں نے تم سے وعدہ نہیں لے لیا تھا کہ شیطان کی پرستش نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے اور میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے۔

مشرک لوگ اپنے خیال اور اپنی دانست میں فرشتوں کی عبادت و پرستش کرتے تھے۔ لیکن خدا نے اسے شیطان کی عبادت پرستش قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔



و یوم نحشرهم جمیعاً ثم لقول  
للملائکة اهلوا ایاکم کا لو یعیدون؟  
قالوا سبحانک انت ولینا من دونهم  
بل کانوا یعیدون الجن اکثرهم  
بهم مؤمنون (سبا)

جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا۔ اور فرشتوں  
سے فرمائے گا۔ کیا یہی لوگ تمہاری پرستش کیا  
کرتے تھے؟ فرشتے کہیں گے تو پاک ہے تو ہمارا کار  
ساز ہے۔ نہ وہ یہ تو جنابت کی پرستش  
کرتے تھے۔ ان میں اکثر انہی پر ایمان رکھتے  
تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ فرشتوں کی عبادت و پرستش شیطان ہی کی عبادت و پرستش ہے  
شیطان اس طریقہ سے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہے۔ گو یہ لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ فرشتوں کی  
عبادت و پرستش کر رہے ہیں۔

یہی حال آفتاب و مہتاب اور ستاروں کی پرستش کرنے والوں کا ہے۔ یہ لوگ اپنے  
زعم میں ان چیزوں کی روحانیت کی پرستش کرتے ہیں اور یہی سمجھتے ہیں کہ یہی چیزیں ان سے  
خطاب کرتی ہیں۔ اور یہی ان کی حایت کرتی ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ شیطان ہی کی عبادت و پرستش  
ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت شیطان سورج کے قریب جا بیٹھتا  
ہے کفار و شرکین آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں تو حقیقتاً وہ شیطان ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔

مسیح اور یحییٰ کی والدہ کی عبادت و پرستش کرنے والے بھی درحقیقت شیطان ہی کی عبادت  
و پرستش کرتے ہیں۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں مسیح اور یحییٰ کی والدہ کی عبادت کا حکم خدا نے دیا ہے اور خدا  
اس عبادت سے راضی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ نہ خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ نہ خدا  
کے رسول کی بلکہ شیطان لعین کی عبادت کرتے ہیں۔ خدا نے قدوس کا یہ ارشاد اس کی  
توضیح کرتا ہے۔

الماعلم الیکم یا بنی آدم الا  
تعبدوا للشیطان۔ انہ لکم عدو  
مبین۔ وان اعبدونی هذا  
صراط مستقیم (قص)

اے اولاد آدم کیا میں نے تم سے وعدہ نہیں لے  
لیا تھا کہ شیطان کی پرستش نہ کرنا؟ کیوں کہ وہ  
تمہارا صریح دشمن ہے۔ اور میری ہی عبادت  
کرنے ہی سیدھی راہ ہے۔

حقیقت امر یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی کی بھی عبادت کی جائے۔ جہاں بھی کی جائے جس  
شکل میں بھی کی جائے شیطان ہی کی عبادت ہے۔ اور عبادت کرنے والا ان چیزوں کو اپنا

معبود سمجھتا ہے اور اپنی اغراض و اعلیٰ مقامات میں بطور معبودان چیزوں کو استعمال کرتا ہے اور ان  
استفادہ کی کوشش کرتا ہے اور معبود عبادت کرنے والے سے اپنی تعظیم کراتا ہے اور خدا کا شریک بن  
ہے اور عبادت کرنیوالوں سے مستفید ہونے کی کوشش کرتا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو شیطان کا اصل مقصد  
اور اس کی انتہائی غایت و غرض ہے اس کا عین مقصد یہی ہے کہ عابد اپنے معبود سے استفادہ کرے اور  
معبود اپنے عبادت کرنے والوں سے اور قرآن حکیم اسی امر کی توضیح اس طرح کرتا ہے۔

و یوم یحشر ہم جمیعاً یا معشر الجن قد گائے گروہ جنات تم نے آدمیوں میں بڑا حصہ  
استکثرت من الالبس (انعام) یعنی تم نے انسانوں کو ورغلا کر اپنی جماعت بڑھائی۔

چنانچہ قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں اس کی جماعت کے لوگ کہیں گے۔

وقال اولیاءہم من الالبس ربنا استمتع بعضنا ببعض وبلغنا اجلنا الذی اجلت لنا النار مثواکم خالدین فیہا الا ما شاء اللہ ان ربک حکیم علیم (انعام)

اور آدمیوں میں سے جو ان کے دوست تھے کہیں گے پروردگار ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا۔ اور ہم اس میعاد تک پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لئے مقرر کی تھی۔ اللہ فرمائے گا دوزخ تمہارا ٹھکانہ ہے۔ ہمیشہ اس میں رہو مگر ہاں جو اللہ چاہے۔ تمہارا رب یقیناً حکیم والا۔ اور دانابہ۔

اور یہ ایک لطیف اشارہ ہے۔ اس حقیقت و راز کی طرف جس کی وجہ سے خدا نے شرک اکبر الکبائر کو گردانا ہے جو بغیر توبہ و استغفار کے معاف نہیں ہو سکتا۔ اور جس کی وجہ سے خلود فی النار دائمی جہنم واجب کر دی گئی ہے۔ شرک کی قباحت محض اس لئے نہیں ہے کہ شریعہ میں اس کی نہی اور محافوت وارد ہے۔ بلکہ اس کی اصل وجہ یہی حقیقت اور یہی راز ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کو غیروں کی عبادت غیروں کی پرستش کی اجازت دے۔ یہ بھی ممکن نہیں کہ اپنی صفات کمالیہ۔ اور شان و جلالت کے خلاف اور متناقض امور کو اپنے حق میں قرار دیوے۔ بھلا اس کا خیال بھی کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو ذات اپنی ربوبیت میں منفرد و یکتاہ اپنی الوہیت و الہیت میں منفرد و یکتاہ۔ اپنی عظمت و جلالت میں منفرد و یکتاہ وہ کسی دوسرے کو اپنا شریک گرداننے کی اجازت دے یا اس چیز سے راہ



ہو۔ تعالیٰ اللہ عن ذالک عطا کبیرا۔

## فصل

خدا نے جس مقصد سے مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ شرک  
اس کے بالکل خلاف ہے۔ اور اس لئے یہ  
سب سے بڑا گناہ ہے۔

جس مقصد کے لئے خدا نے مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ شرک اس کے بالکل منافی ہے۔ اور اس  
لئے اللہ کے نزدیک یہ اکبر الکبائر (یعنی سب سے بڑا گناہ) ہے۔ اور کبر و تکبر۔ اور کبر و تکبر کے  
تواہج و لوازمات بھی یہی حکم رکھتے ہیں۔ جیسا کہ تم اوپر پڑھ چکے ہو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو صرف  
اسی لئے پیدا کیا ہے کہ طاعت و عبادت صرف اسی وحدہ لا شریک کی کی جائے۔ اسی مقصد  
کے لئے اس نے پیغمبر بھیجے۔ اور اپنی کتابیں نازل کیں۔ شرک و کبر اس مقصد کے سرسرفلات  
متضاد اور منافی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ مشرکین کے لئے اس نے جنت قطعاً حرام کر  
دی۔ نیز اہل کبر و تکبر کے لئے بھی جہنم کے دل میں ذرہ برابر کبر و تکبر ہو گا وہ بھی  
جنت میں داخل نہیں ہو گا۔

## فصل

بغیر علم کے صفات خداوندی اور اس کے احکام پر  
گفتگو کرنا سب سے بڑا گناہ ہے۔

یہ نقصان رسانی اور فساد انگیزی میں شرک کے قریب قریب ہی ہے یہ بات کہ خدا کے  
اسماء و صفات اور اس کے افعال کے بارے میں بغیر علم کے گفتگو اور مباحثے کئے جائیں۔ خود  
خدا نے اور خدا کے رسول نے جن صفات سے ذات الہی کو متصف بتایا ہے اس کے خلاف  
اور ان صفات کے اصداؤں سے خدا کو متصف مانا جائے۔ ان صفات کی اصداؤں سے خدا کو متصف  
ماننا خدا کے کمال خلق و امر میں مداخلت ہے۔ اس کی ربوبیت پروردگاری اور اس کی  
خصوصیات ربوبیت میں نقص و قیاحت پیدا کرنے کے مترادف ہے۔ اور پھر اگر علم کے  
ذریعہ ایسا کیا جاتا ہے تو ذات خداوندی کے خلاف سخت ترین عناد ہے۔ جو شرک سے

بھی زیادہ قبیح ہے۔ مشرک عند اللہ بہت بڑا گناہ ہے۔ لیکن جو مشرک صفات ربوبیت کا اقرار کرتا ہے۔ وہ اس معطل۔ منکر سے بہتر ہے۔ جو پڑو کا عالم کی صفات کا لہیہ کا انکار کرتا ہے مثلاً ایک شخص بادشاہ کی بادشاہت۔ اور صفات شاہی کا انکار کرتا ہے۔ اس کی صفات شاہی۔ شان سلطانی کا انکار نہیں کرتا۔ لیکن وہ یہ کرتا ہے کہ بادشاہ سے تقرب حاصل کرنے کی غرض سے کسی اور کو امور شاہی میں شریک گردان لیتا ہے۔ تو یہ شخص اس آدمی سے بہتر ہے جو بادشاہ کی شاہی اور سلطانی کا انکار کرتا ہے۔ اور دنیا جہان کی ساری فطرتیں اور ساری عقلیں اسے تسلیم کرتی ہیں کہ صفات کمال میں نقص ماننے۔ اور سرے سے صفات کمال کا انکار کرنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پہلی صورت میں معبود حق کو معبود حق تسلیم کیا جا رہا ہے۔ اور صرف معبود حق کے تقرب کی غرض سے واسطہ کی پرستش کی جاتی ہے۔ اور دوسری صورت میں سرے سے معبود حق اور اس کی صفات کا لہیہ کا انکار کیا جاتا ہے۔ تعطیل کا مرض ایک مہلک و لا دوا مرض ہے اس سے شفا یاب ہونے کی توقع ہی نہیں۔ چنانچہ حق سبحانہ و تعالیٰ قرآن حکیم کے اندر امام المعطلین فرعون کا وہ قول نقل فرماتا ہے جو اس نے حضرت موسیٰ کے خلاف پیش کیا تھا۔ حضرت موسیٰ نے فرعون سے یہ کہا کہ میرا رب تو آسمانوں پر ہے۔ تو فرعون نے انکار کیا اور اپنے وزیر ہامان کو خطاب کر کے کہا۔

ہامان ابن لی صرعا۔ لعلیٰ ابلغ

الاسباب۔ اسباب السماوات فاطلع

الی اللہ موسیٰ۔ وانیظنہا کاذبا۔

دوسری

اے ہامان! میرے لئے ایک نمبر تو کھڑی کرو

تاکہ میں سیڑھیوں پر چڑھوں آسمانوں کی سیڑھیوں

پر اور موسیٰ کے خدا کو دیکھ لوں اور میں تو

اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔

اور یہی وہ آیت ہے جسے شیخ ابوالحسن اشعری اپنی کتابوں میں گروہ معطلہ کی تردید میں بطور حجت پیش کرتے رہے ہیں۔ شیخ موصوف کی دلیل۔ طرزا استدلال۔ اثبات علو۔ اور یہ کہ قول بلا علم اور مشرک لازم و ملزوم ہیں۔ یہ تمام باتیں ہم اپنی کتاب "اجماع الجیوش الاسلامیہ علی حرب المعطلہ والجمہیہ" کے اندر پوری وضاحت سے پیش کر چکے ہیں۔

چونکہ یہ گمراہ کن بدعات۔ جہالت۔ صفات الہی سے لاعلمی اور عناد کی وجہ سے ہیں اور ان صفات کی تکذیب کی جارہی ہے۔ جن کا ثبوت خود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے دیا ہے اس لئے ان کا شمار اکبر الکبائر میں ہے۔ گو کفر سے اس کا درجہ کم سہی۔ لیکن اکبر الکبائر ضرور



ہے۔ ابلیس لعین کو یہ بدعتیں دیگر کبار کے مقابلہ میں زیادہ محبوب اور زیادہ پسندیدہ ہیں جیسا کہ بعض سلف صالح کا قول ہے۔

البدعت اھب الی ابلیس من المعصیۃ      دوسری معصیتوں کے مقابلہ میں شیطان کو بدعت  
لان المعصیۃ یتاب منها والبدعت      زیادہ محبوب ہے۔ کیونکہ معصیت سے توبہ ممکن  
لا یتاب منها :      ہے۔ اور بدعت سے توبہ ناممکن ہے۔

ابلیس لعین کہا کرتا ہے۔ ”میں نے بنی آدم کو گناہوں کے ذریعہ ہلاک کیا۔ لیکن انہوں نے مجھے ”لا الہ الا اللہ“ اور توبہ و انابت اور استغفار کے ذریعہ ہلاک کیا۔ جب میں نے معاملہ یہ دیکھا تو میں نے ان کو خواہشات کے پھندوں میں پھانسا شروع کر دیا۔ اس طرح وہ گناہ کرتے ہیں اور توبہ نہیں کر سکتے اور گناہ کو عین نیکی سمجھتے ہیں۔“

یہ اچھی طرح واضح ہے کہ عام گناہ خود بخود کرنے والے کے حق میں مضر ہوتے ہیں۔ لیکن بدعات کا ضرر و نقصان عام لوگوں تک محدود ہوتا ہے۔ مبتدع کا فتنہ اہل دین میں فساد ڈالتا ہے۔ دوسرے گناہوں کا فتنہ خواہش نفس تک محدود رہتا ہے۔ مبتدع عوام کو صراطِ مستقیم سے ہٹکا دیتا ہے اور دوسری معصیت کا ارتکاب کرنے والا ایسا نہیں کرتا۔ مبتدع پروردگار عالم کی صفات اور کمال صفات میں نقص پیدا کرتا ہے۔ لیکن مذنب و گنہگار ایسا نہیں کرتا۔ مبتدع آخرت کی پیش کردہ صفات کے خلاف اور مناقض چیزیں پیش کرتا ہے۔ لیکن گنہگار ایسا نہیں کرتا۔ مبتدع لوگوں کی آخرت کی راہ مارتا ہے۔ اور غلط راہ پر لگاتا ہے۔ لیکن گنہگار ایسا نہیں کرتا۔ گو وہ خود آخرت کے راستہ میں سست رفتار ہو جاتا ہے۔

## فصل

قتل کی برائیوں کے مختلف درجات توبہ کرنے سے

قتل کا گناہ معاف ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

مذکورہ گناہ کے بعد ظلم و عدوان کا درجہ ہے۔ ظلم و عدوان۔ عدل و انصاف کے خلاف ہے۔ اور عدل و انصاف ہی سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول و پیغمبر اسی لئے بھیجے ہیں کہ لوگوں کو قسط و عدل کی تلقین کریں۔ اور اپنی کتاب میں بھی اسی لئے اتاری ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عند اللہ ظلم اکبر الکبائر ہے۔ اور گناہ کی عظمت کے مارج باعبار ظلم اور

مفسد کے مدارج کے ہے جس درجہ کے مفسد اسی درجہ کا ظلم ہوگا۔

اگر ایک آدمی اپنے پیغمبر و بے گناہ بچہ کو قتل کر دیتا ہے۔ حالانکہ خدا نے انسانی حیات اور طبیعت کچھ ایسی بنائی ہے کہ وہ بچہ سے محبت کرے۔ بچہ پر رحم و شفقت کرے اور پھر ماں باپ کو تو خاص طور پر محبت و شفقت کا حصہ زیادہ دیا گیا ہے۔ پھر بھی وہ صرف اسے اس گھر سے قتل کر دیتا ہے کہ اس کے ساتھ کھائے گا۔ پیئے گا۔ اور اس کے مال میں شریک ہوگا۔ تو یہ قبیح ترین اور سخت ترین ظلم ہے۔ اسی طرح ماں باپ کو قتل کرنا بھی جو اس کے وجود کا سبب ہیں۔ اسی درجہ کا ظلم ہے۔ قتل کے مدارج باعتبار اس کی قباحیت و نتائج کے مختلف ہیں۔ اگر مقتول نیک آدمی ہے۔ دین کی تبلیغ و تلقین کرتا تھا۔ وعظ و نصیحت سے لوگوں کو دین کی راہ بناتا ہے تو اس کو قتل کرنا زیادہ گناہ ہے۔ مقتول کی ان خصوصیات کے لحاظ سے قتل کے درجات مختلف ہوں گے۔ اور یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن وہ آدمی سخت ترین عذاب کا حقدار ہوگا جو کسی پیغمبر کو قتل کر دے۔ یا نبی اور پیغمبر سے قتل کر دے۔ اسی کے قریب قریب جرم ہے۔ امام عادل اور عالم دین کو قتل کرنے کا جو لوگوں کو قسط و عدل کی تلقین کرتا ہے۔ احکام الہی کی پابندی کی لوگوں کو تعلیم دیتا ہے۔ وعظ و نصیحت سے لوگوں کو دین پر چلنے کی ہدایت کرتا ہے۔ مذکور امور کی حیثیت۔ قلت و کثرت کے لحاظ سے اور قباحیت کے جرم کے لحاظ سے مختلف ہوگی۔ اور اسی حیثیت کے مطابق مدارج ہوں گے۔

حق سبحانہ و تعالیٰ نے کسی مومن کو عداً قتل کرنے کی سزا خلود فی النار۔ دائمی جہنم۔ خدا نے عداً کا غضب اس کی لعنت۔ اور عذاب عظیم قرار دیا ہے۔ یہ سزا مومن کو عداً۔ قصداً۔ اور بالارادہ قتل کرنے کی ہے بشرطیکہ کوئی مانع پیش نہ آئے۔

اور اگر کسی مسلم نے اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ کسی مسلمان کو عداً۔ قصداً۔ اور بالارادہ قتل کرنے کے بعد قتلی اسلام قبول کر لے تو اسلام اس سزا کو روک دیتا ہے۔ یہ سزا اس پر نافذ نہیں ہوگی۔ لیکن بحث طلب مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو عداً۔ قصداً اور بالارادہ قتل کر دے۔ تو اس کی توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟ اور اس سزا سے وہ بچ جائیگا یا نہیں؟ اس بارے میں علماء سلف و خلف کے دو قول ہیں۔ امام احمد سے بھی یہی دو قول مروی ہیں۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ تو یہ سے یہ سزا دور نہیں ہو سکتی۔ وہ یہ



دلیل پیش کر رہے ہیں کہ یہ آدمی کا حق ہے۔ اور یہ دنیا میں اپنا حق وصول نہیں کر سکا، اور قاتل اس کا حق دنیا میں اسے ادا نہیں کر سکا، اور مقتول اپنا حق قاتل سے وصول کئے بغیر رخصت ہو رہے۔ اس لئے لازمی امر ہے کہ یہ حق پرم عدل میں وصول کیا جائے۔ اور ادا کیا جائے۔ یہ لوگ کہتے ہیں مقتول کے ورثا جو حق وصول کرتے ہیں۔ وہ ان کا اپنا حق ہے۔ وہ چاہیں وصول کریں۔ چاہیں معاف کر دیں۔ انہیں اختیار ہے۔ اگر ورثا اپنا حق وصول کرتے ہیں۔ تو مقتول کو کیا نفع پہونچتا ہے؟ اگر ورثا نے اپنے حقوق وصول کر لئے تو مظلوم مقتول پر جو مظالم ٹوڑے گئے ہیں اس کا کیا تدارک ہوا؟

مسند کے دو قولوں میں سے یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ کہ ورثا کے اپنے حقوق وصول کر لینے سے مقتول کا حق ساقط نہیں ہوگا۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ وغیرہ کے اصحاب کی بھی اس بارے میں یہی دلیل ہے۔

ایک گروہ کا یہ قول ہے کہ توبہ۔ استغفار۔ اور ورثا کے حقوق وصول کر لینے سے مقتول کا حق ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ توبہ کرنے سے ماقبل کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ نیز قاتل پر جب حد شرعی قائم کر دی گئی تو گناہ اور جرم کا بدلہ اس سے وصول کر لیا گیا۔

نیز یہ گروہ کہتا ہے کہ جب کفر۔ شرک۔ سحر جیسے بڑے بڑے گناہ توبہ سے محو ہو جاتے ہیں۔ تو پھر قتل تو اس سے کم درجہ کا گناہ ہے۔ کیوں معاف نہیں ہوگا۔ کیوں توبہ سے قتل کے اثرات محو نہیں ہو سکتے؟ اللہ تعالیٰ نے تو ان کافروں کی بھی توبہ قبول کر لی ہے۔ جنہوں نے خدا کے مخصوص دوستوں کو قتل کیا تھا۔ اور نہ صرف ان کی توبہ قبول کی ہے۔ بلکہ ان کو اپنے پسندیدہ بندوں میں شامل کر لیا ہے۔ اور ان لوگوں کو جنہوں نے خدا کے خاص دوستوں کو آگ میں بھلایا۔ اور دین کے معاملہ میں ان کو بڑی بڑی مصیبتوں میں مبتلا کیا۔ خدا نے ان کو دعوت دی کہ تم توبہ کر لو۔ نیز قرآن حکیم کے اندر خدا کا ارشاد ہے۔

یا عباد الٰہ الذین اسرفوا علی انفسکم  
لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔ ان اللہ یغفر  
الذنوب جمیعاً (سورہ زمر)

میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی  
ہے۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ سب گناہ اللہ  
تمام گناہ بخش دے گا۔

اس آیت کا حکم عام ہے۔ توبہ کے اندر کفر۔ اور کفر سے کم درجہ کے تمام گناہ آجاتے ہیں۔ بندہ توبہ کر لے تو یہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

نیز یہ لوگ کہتے ہیں جب بندہ توبہ کر لیتا ہے۔ اور گناہوں سے اپنی مغفرت مانگ لیتا ہے تو اسے گناہوں کی سزا کس طرح دی جاسکتی ہے؟ توبہ کے بعد سزا دینا شریعت الہی۔ اور اصول ہزار و سزا کے قطعاً منافی ہے۔

نیز یہ لوگ کہتے ہیں قاتل جب توبہ کرتا ہے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ قاتل نے اپنی جان مقتول کے حوالہ کر دی۔ لیکن چونکہ مقتول مرجعاً نہیں ہے۔ اس لئے اس کے حوالہ کرنا غیر ممکن ہے اس لئے شارع نے مقتول کے ورثہ کو اس کا قائم مقام کر دیا۔ جب اس نے مقتول کے ورثہ کے حوالے اپنی جان کر دی تو گویا مقتول ہی کے حوالے کر دی۔ جس طرح مرنے والے کا مال اس کے ورثہ کو دے دیا گیا۔ تو وہ ادا ہو جاتا ہے۔ وارث کو دے دینے کے معنی یہی ہیں کہ مورث کو دے دیا گیا۔

اصل مسئلہ کی پوری پوری تحقیق و وضاحت یہ ہے کہ قتل کے ساتھ تین قسم کے حقوق وابستہ ہوتے ہیں۔ حق اللہ۔ حق مقتول۔ حق ولی۔ اگر کوئی قاتل برضا و رغبت اپنے اختیار سے اپنی جان مقتول کے حوالے کر دیتا ہے اور اپنے اس فعل پر فادم اور پشیمان ہے۔ خوف الہی سے اس کا دل لرز اٹھا ہے۔ اور توبہ نصوح کر رہا ہے تو یقین ہے کہ توبہ سے حق اللہ معاف ہو جائیگا اور جب مقتول کا ولی اپنا حق وصول کر لیتا ہے یا اس سے مصالحت کر لیتا ہے۔ یا معاف کر دیتا ہے تو حق ولی بھی معاف ہو جائے گا۔ اب باقی رہا مقتول کا حق۔ تو جب قاتل نے توبہ کر لی۔ نیکو کار بن گیا۔ تو قیامت کے دن خدا اپنی جانب سے مقتول کو معاوضہ دے دیگا۔ اور قاتل و مقتول میں مصالحت کرا دے گا۔ اس طرح کرنے سے نہ تو مقتول کا حق مارا جائے گا نہ توبہ کرنے والے کی توبہ رائیگاں جائے گی۔

اب رہا مال کا مسئلہ تو اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے اگر کسی دیندار قرضدار نے مال کے اصل مالک کے مرجعاً کرنے کے بعد مالک کے وارثوں کو وہ مال ادا کر دیا۔ تو قرضدار آخرت میں اسی طرح قرض سے بری الذمہ ہو جائے گا جس طرح دنیا میں ادائیگی کے بعد بری الذمہ ہو جاتا ہے۔

دوسرا گروہ کہتا ہے نہیں۔ بلکہ جس پر ظلم ہوا ہے۔ جس کا مال لیا ہے۔ قیامت کے دن اس کا مطالبہ علی حالہ باقی ہی رہے گا۔ اور اس دن وہ اپنی چیز وصول کرے گا۔ ورثہ کے وصول کرنے سے جو ظلم کہ اس پر ہوا ہے۔ اس کا تدارک قطعاً نہیں ہو سکتا۔ مال کا اصل مالک اپنی عمر کی آخری



ساعتوں تک قرص دار کی نادمندگی کی وجہ سے اپنے مال سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔ مرنے تک وہ اس سے محروم رہا۔ یہ ایسا ظلم ہے کہ اس کا تدارک ہی نہیں ہو سکتا۔ مرنے کے بعد اس کے ورثا کو دیا گیا تو ورثا معتقید ہو رہے ہیں۔ اس کی ذات کو کیا فائدہ پہونچا؟

اس گروہ نے اس مسئلہ کی بنیاد اس مسئلہ پر رکھی ہے۔ کہ ایک ملکیت اور مالیت کے مالک متعدد ہیں۔ لیکن اس کی صورت یہ ہو گئی ہے کہ یہ مال ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اور وارث اس کے بہت سے ہیں۔ اس صورت میں مطالبہ کا حق تمام کو ہے۔ کیوں کہ ہر وارث اپنے حصہ کا حقدار ہے۔ قبضہ دار کا فرض تھا کہ وہ ہر ایک کو اس کا حصہ دے دیتا۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے شاگردوں کا اس بارے میں یہی مسلک ہے۔

میرے استاد حضرت شیخ ابن تیمیہؒ ان ہر دو گروہ کے مسلک سے الگ ایک دوسرا فیصلہ فرماتے ہیں۔ ایک مورث دوسرے سے مال کا قبضہ لے سکتا تھا۔ مطالبہ کر سکتا تھا۔ پھر بھی اس نے یہ مال وصول نہیں کیا۔ تاہم کہ وہ مر گیا تو اس صورت میں آخرت میں ورثا کو موٹ سے مطالبہ کا حق باقی رہے گا۔ جیسا کہ دنیا میں حاصل تھا۔ اور اگر وصول کر لے۔ مطالبہ کرنے کی اس میں قدرت و استطاعت ہی نہ تھی۔ ظلم و عدوان درمیان میں حاصل تھا۔ تو اس صورت میں قیامت کے دن مطالبہ کا حق صرف مورث کو ہو گا۔ اس مسئلہ کی یہ بہترین تفصیل و توضیح ہے کیونکہ جب ظالم سب مال کو ہلاک کر لویتا ہے۔ اور مورث کے پاس اس کا حق پہونچنے ہی نہیں دیتا اور اس پاس کا وصول کرنا و شوار کر دیا تو اس مال کی نوعیت اس غلام کی سی ہو گئی کہ کسی نے اس کے غلام کو قتل کر دیا یا اس گھر کی سی ہو گئی جسے کسی نے جلا دیا۔ یا اس کھانے پینے کی سی ہو گئی جسے کسی نے زبردستی کھا پی لیا۔ ان صورتوں میں درحقیقت مال مورث کے حق میں تلف ہوا ہے نہ کہ وارث کے حق میں۔ اور قیامت میں اس کے مطالبہ کا حق بھی صرف اسی کو ہو گا جس کی ملکیت تلف ہوئی۔ اور ملکیت اس مورث کی ہے نہ اس کے ورثا کی۔

اب مسئلہ کی شکل یہ ہو گی کہ اگر مال از قسم عقار و زمین ہے۔ یا کوئی ایسی مالیت و ملکیت ہے جو اس مورث کے مرنے کے بعد قائم اور باقی ہے۔ تو وہ مورث کے ورثا کی ملکیت ہے غاصب کا فرض ہے کہ موٹ کے ورثا کو اسی وقت یہ مال واپس کر دے۔ اگر اس نے مورث کے ورثا کو مال واپس نہ کیا تو قیامت کے دن یہ ورثا اس مال کے مطالبہ کا حق رکھتے ہیں جس طرح کہ دنیا میں مطالبہ کے حقدار تھے۔ سوال کی یہ صورت اس قدر قوی ہے کہ اس سے غلطی ناممکن ہے۔ دلیل نہایت

توی ہے۔ ہاں البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس صورت میں مطالبہ کا حق مورث کو بھی ہے اور ورثہ کو بھی تمام کو مطالبہ کا حق پہنچتا ہے جس طرح کہ کسی غاصب ظالم نے ایک گروہ کا مشترکہ مال غصب کر لیا تو گروہ کے تمام افراد کو اپنے اپنے حق کے مطالبہ کا حق ہے۔

اور جس طرح کہ کوئی آدمی ایسے وقت کا متولی بن گیا جو کئی خاندانوں پر وقت کیا گیا ہے اس نے تمام کے حقوق ضائع کر دیئے تو قیامت کے دن یہ سب کے سب اس سے مطالبہ کا حق رکھتے ہیں۔ یہ نہیں کہ کچھ کو مطالبہ کا حق ہوگا اور کچھ کو نہیں۔ واللہ اعلم

## فصل

ایک انسان کا قتل گویا تمام بنی نوع انسان کا قتل ہے

انسان کو قتل کرنے کے مفاسد نہایت ہی اہم اور خطرناک ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

من اجل ذالک کتبنا علی بنی اسرائیل  
انما من قتل نفساً بغير نفس او فساد فی الارض  
فکانا قتل الناس جمیعاً و من احیاهم  
فکانا احی الناس جمیعاً  
(مائدہ)

اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے متعلق لکھ دیا  
تھا کہ جو شخص کسی کو بغیر کسی جان کے عوض اور  
بغیر زمین میں فساد پھیلانے کے قتل کرے گا۔ تو  
گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر دیا۔ اور جس  
نے ایک کو مرنے سے بچا لیا اس نے گویا سب  
آدمیوں کو بچا لیا۔

قتل کے اثرات اور مضرتیں چونکہ نہایت ہی خطرناک۔ اور ہمہ گیر ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ تشبیہ دی ہے۔ لیکن بہت سے علماء کو اس آیت کے سمجھنے میں اشکال و لوٹگیر رہا ہے چنانچہ کہنے لگتے ہیں کہ سو آدمیوں کا قتل کرنا عند اللہ ایک آدمی کے قتل سے کہیں بڑا گناہ ہے، پھر اس تشبیہ کے کیا معنی؟ جب یہ اشکال پیش آتا ہے تو اپنے خیالات کے مطابق آیت کی تاویل کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں یہ تشبیہ گناہ اور عقوبت گناہ کے متعلق ہے۔ ایک آدمی کو قتل کرنے کی سزا اور گناہ وہی ہے جو سارے نوع انسانی کو قتل کرنے کی سزا اور گناہ ہے۔ لیکن قرآن کا سیاق و سباق اس معنی پر دلالت نہیں کرتا۔ ایک چیز کو دوسری چیز سے تشبیہ دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام باتوں میں یہ دونوں چیزیں مساوی ہوں۔ اور تمام احکام میں دونوں



چیزی برابر ہوں: مثلاً اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

جس روز لوگ قیامت کو دیکھ لیں گے تو معلوم ہوگا کہ بس دنیا میں ایک شام یا اسکی ایک

صبح رہے ہیں۔

(تاریخات)

اور ارشاد فرماتا ہے۔

اس دن یہ اس عذاب کو دیکھ لیں گے جس کا  
ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے تو معلوم ہوگا کہ صرف  
ایک گھڑی دنیا میں وہ ٹھہرے تھے۔

(روحاتی)

ان آیتوں میں دنیا کی زندگی کی جو مثال اور تشبیہ دی گئی ہے۔ اس کے یہ معنی قطعاً نہیں کہ لوگ صرف اتنی ہی مقدار دنیا میں رہے۔ اس قسم کی مثال و تشبیہ احادیث کے اندر بھی موجود ہیں۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔

من صلی العشاء فی جماعتہ فکانما قام  
نصف اللیل۔ ومن صلی الفجر فی جماعتہ  
فکانما قام اللیل کلاً۔

جس نے نماز عشاء جماعت کے ساتھ ادا کی گویا  
وہ آدھی رات تک نماز پڑھتا رہا۔ اور جس نے  
نماز فجر جماعت سے ادا کر لی تو گویا وہ تمام  
رات نماز پڑھتا رہا۔

یعنی نماز عشر اور نماز فجر جماعت سے ادا کی گئی تو گویا ساری رات نماز میں گزاری گئی۔  
ایک دوسری حدیث میں اس سے بھی زیادہ صراحت و وضاحت موجود ہے۔ آنحضرتؐ کا  
ارشاد ہے۔

من صام رمضان . واتبعها ستا  
من شوال ثكاتها صام الدهر

جس نے رمضان کے روزے رکھے . اس کے بعد شوال کے  
چھ روزے رکھ لئے تو گویا وہ صائم الدھر ہے .

اور ایک دوسری حدیث میں مرقوی ہے۔

من قرأ قل هو الله احد فكان بها  
قرأ ثلث القرآن

جس نے قل هو الله احد کی سورۃ پڑھ لی گویا  
اس نے ایک تہائی قرآن پڑھ لیا۔

یہ اچھی طرح واضح ہے کہ ان اعمال کی انجام دہی کا ثواب اصل مشبہ بہ کے ثواب کے برابر ہے۔ ثواب کی مقدار میں مشبہ بہ مساوی نہیں ہو سکتے۔ اگر مقدار ثواب میں مشبہ بہ اور مشبہ بہ

مساوی ہوں تو عشاء اور فجر کی نماز جس نے جماعت کے ساتھ ادا کر لی اس کے لئے تہجد وغیرہ پڑھنا بالکل بے سود ہے۔ خواہ مخواہ اس کی زحمت و تکلیف کیوں گوارا کی جائے؟ تو معلوم ہوا کہ اللہ کے وہ معنی نہیں جو یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ایک انسان کو قتل کرنا بھی نوع انسانی کو قتل کرنے کے برابر ہے۔ دونوں کا گناہ اور عقوبت برابر ہے۔ بات اصل یہ ہے کہ ایمان خدا کی ایک زبردست نعمت ہے۔ لیکن ایمان کے بعد بڑی سے بڑی نعمت کتاب اللہ۔ کتاب الرسول کی فہم و ادراک ہے۔ و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

حیث آیت کا یہ مطلب نہیں جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس تشبیہ و تمثیل کے معنی کیا ہیں؟ کس بات میں تشبیہ و تمثیل دی گئی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس تشبیہ کی متعدد وجوہ ہیں۔

اول: یہ کہ دونوں کے دونوں اللہ اور اللہ کے رسول کے نافرمان ہیں۔ دونوں کے دونوں اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم کے خلاف اقدام کرنے والے ہیں۔ دونوں کے دونوں خدا کی عقوبت و سزائیں اپنے کو پیش کر رہے ہیں۔ دونوں کے دونوں غضب الہی، لعنت خداوندی کے حقدار۔ اور خلود فی النار۔ دائمی جہنم کے مستحق ہیں۔ دونوں کے لئے سخت سے سخت عذاب تیار کیا گیا ہے اگرچہ عذاب کے مدارج مختلف اور متفاوت ہیں۔ ایک شخص کسی نبی، پیغمبر یا امام عادل، یا کسی عالم باعمل کو قتل کرتا ہے۔ جو لوگوں کو عدل و انصاف، اتباع حق کی تلقین و تبلیغ کرتا ہے تو اس کا گناہ۔ اور جرم جس قدر بھاری اور سخت نہیں ہوگا جیسے وہ کسی عادی کو قتل کرتا تو اس کا گناہ اور جرم ایسا خفیف ہوتا۔

دوم: قتل کرنے میں دونوں کے دونوں مساوی ہیں۔ دونوں کے دونوں خون حرام کے مرکب ہیں۔

سوم: دونوں کے دونوں قتل حرام کے مرکب ہیں۔ دونوں کے دونوں مستحقان کے محض فساد و تحصیل مال کی غرض سے قتل نفس کا اقدام کیا ہے۔ اور جس نے اپنی مخصوص غرض کے ماتحت ایک جان کو قتل کرنے کی جرات کی۔ وہ اس غرض کے ماتحت ہر اس شخص کو قتل کرنے کی جسرات کر سکتا ہے جس کے قتل کرنے سے ۱۵ اپنی یہ غرض پوری کیڑ سکے۔ اور اس لئے حقیقتاً وہ ساری نوع انسانی کا دشمن ہے۔

چہارم: ایک آدمی کو قتل کرنے والے کو بھی قتل، ظالم، فاسق، عاصی، مجرم



کہا جائے گا۔ اور سارے انسانوں کے قاتل کو بھی انہی اسماء و اوصاف سے یاد کیا جائے گا۔  
**پنجم۔** ایمان والوں کی شان اللہ تعالیٰ نے ایسی بنائی ہے کہ یا بھی مودت۔ محبت  
 تراحم۔ تعاطف۔ صلہ رحمی وغیرہ میں تمام اہل ایمان جسم واحد کی طرح ہیں کسی ایک عضو کو  
 بھی کوئی شکایت اور تکلیف پہنچتی ہے۔ تو سارا جسم درد محسوس کرتا ہے اور سارا جسم بخار  
 بے چینی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جب کسی قاتل نے اہل ایمان کے اس جسم سے کسی ایک عضو کو  
 کاٹ ڈالا۔ ایک مومن کو قتل کر دیا۔ گویا اس نے پورے جسم کو تلف کر دیا۔ جسم کے سارے  
 اعضاء کو الم و تکلیف میں مبتلا کر دیا۔ پس جس نے ایک مومن کو تکلیف دینا پہنچائی۔ اس نے  
 تمام اہل ایمان کو تکلیف دینا پہنچائی۔ اور یہ بالکل واضح ہے کہ اہل ایمان کو تکلیف د  
 ایذا پہنچانا پوری نوع انسانی کو تکلیف دینا پہنچانے کے مترادف ہے کیونکہ ایمان والوں  
 کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دنیا سے ظلم و عدوان کی لعنت کو مٹانا چاہتا ہے۔  
 غور کرو کسی غیر مسلم متعاہد قوم کے کسی ایک نفر کو تکلیف دینا پہنچائی جائے تو اسلام  
 میں اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ خود مسلمانوں کو تکلیف دینا پہنچائی گئی۔  
 نیز آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔

او قتل نفس بغير حق الاکان علی ابن  
 آدم کفل منها۔ لانه اول من سن  
 القتل؛

جب کوئی جان ہلا کسی استحقاق کے قتل کر دی جائے  
 تو آدم کے پہلے رطے کو جس نے سب سے پہلے یہ  
 جرم کیا تھا۔ اس قتل کے جرم سے حصہ ملیگا۔ کیونکہ  
 قتل کا طریقہ اسی نے سب سے پہلے جاری کیا  
 قتل میں وہ خرابیاں ہیں جو اد پر بیان کی گئی ہیں۔ اور اسی لئے قرآن میں ایک جان کے  
 قتل کو سارے نوع انسانی کو قتل کرنے کے مشابہ قرار دیا ہے۔ قاتل کیلئے جو وعید وارد ہوتی ہے سب سے  
 پہلے زانی۔ سب سے پہلے ساری۔ سب سے پہلے شراب خور کیلئے بھی وارد نہیں ہوتی۔ نیز اولین قاتل کے  
 مقابلہ میں اس قسم کی وعید کا مستحق وہ شخص تھا جس نے سب سے پہلے شرک کی ایجاد کی۔ لیکن ایک  
 آدمی کے شرک کے سارے نوع انسانی کا شرک قرار نہیں دیا گیا۔ حالانکہ سب سے پہلے شرک  
 کرنے والے کے متعلق آنحضرتؐ نے یہ خبر دی ہے کہ آپ نے عمر بن لُحی خزاعی کو دیکھا کہ اُسے جہنم میں  
 سخت سے سخت عذاب پہنچا جا رہا ہے کیونکہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دین اسی نے  
 تبدیل کیا تھا۔ اور اس بارے میں خود اللہ تعالیٰ کا بھی یہ ارشاد ہے۔

ولا تكونوا اول كافرين : (بقدرہ) اور سب سے پہلے تم ہی قرآن کے منکر نہ بنو۔

یعنی تم پہلے کافر نہ بنو کہ تمہارے بعد والے تمہاری تقلید میں کفر کی راہ اختیار کریں۔ اور ان کفر کرنے والوں کا گناہ تم پر بھی لاوا جائے۔

اور یہی حکم اس شخص کے لئے بھی ہے جو دین کے بارے میں کوئی ایسا برا طریقہ جاری کرے جس کی لوگ بعد میں پیروی کریں۔

غرض اقتل سخت ترین جرم ہے اور اس کے مفسد نہایت خطرناک ہیں چنانچہ جامع ترمذی میں حضرت عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔

يَجِيئِي الْمَقْتُولُ بِالْقَاتِلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن مقتول اپنے قاتل کو اس شان سے  
 ناصيته وراسي بيده - واداجه خدا کے حضور میں لائیکا۔ کہ اس کی پیشانی اور سر  
 تشعب دمًا - يقول - يا رب سل هذا اس کے ہاتھ میں ہوں گے۔ اور اس کی شہ رگوں سے  
 فيم قتلني؟ خون کی دھاریں بہہ رہی ہوں گی اور وہ کہے گا  
 اے پروردگار اس سے پوچھ لے اس نے مجھے  
 کیوں قتل کیا ہے؟

اس موقع پر لوگوں نے حضرت عباسؓ سے سنا ہے تو بہ کا ذکر کیا کہ اگر کسی نے توبہ کر لی تو؟  
 حضرت ابن عباسؓ نے جواب میں یہ آیت پڑھی۔

ومن يقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤه جهنم خالداً فيها (ن) اور جو شخص کسی کو عمدہ قتل کر دے۔ تو اس کی  
 سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

اس کے بعد فرمانے لگے یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی۔ نہ تبدیل ہوئی ہے۔ مومن کے قاتل کیلئے  
 توبہ کہاں؟ امام ترمذیؒ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں ہذا حدیث حسن

اور صحیح بخاری میں حضرت عمر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ

اول ما ينقن من الانسان بطنه فمن سب سے پہلے انسان کا شکم بدبودار ہوتا ہے  
 استطاع منكر ان لا ياكل الا طيباً پس چاہیے کہ تم طیب اور پاک غذا کھاؤ۔  
 فليفعل - ومن استطاع ان لا يبول اور تم میں سے جو استطاعت رکھے۔ خون کا  
 بينه وبين الجنة من كف من دم ایک چلو بھی اپنے اور جنت کے درمیان حائل  
 اهرقني فليفعل : نہ ہونے دیوے۔



اور جامع ترمذی میں حضرت نافعؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں ایک روز حضرت  
عبداللہ بن عمرؓ نے کعبۃ اللہ کی طرف اپنی نرگاہ اٹھائی اور فرمایا۔

مَا أَعْظَمَكَ - وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكَ وَالْمَوْنُ  
عِنْدَ اللَّهِ - أَعْظَمَ حُرْمَتَهُ مِنْكَ  
تیری عظمت بہت ہی بڑی ہے تیری حرمت  
بہت ہی عظیم الشان ہے لیکن مومن کی حرمت  
خدا کے یہاں تجھ سے بہت زیادہ ہے۔

امام ترمذی اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں۔ ہذا حدیث حسن  
نیز صحیح بخاری میں انہی حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

لَا يَزَالُ الْمَوْنُ فِي قَسْمَتِي مِنْ دِيْنِي  
مَا لَمْ يَصِبْ دَمًا حَرَامًا  
مومن اپنے دین کی وجہ سے بڑی وسعت میں ہے  
جب تک کہ اس نے کوئی حرام خون نہیں بہایا۔

نیز اسی صحیح بخاری سے اندھا نہی حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں۔

مِنْ وَطْأَتِ الْأُمُورِ لَتَى الْأَخْرَجَ  
مَنْ أَوْقَعَ لَفْسًا فِيهَا - سَقَطَ الدَّمُ  
مِنْ يَدَيْهِ حَتَّى  
میں وہ طواتر امور لے کر نکال دے گا  
جو کسی نے اس میں لپکا ہوگا۔ اس کا خون  
اس کے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔

صحیح بخاری۔ اور صحیح مسلم سے اندر حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ مرفوع حدیث مروی ہے۔

سَيَابِ الْمَوْنِ نَسْرُ - وَتَنَالَهُ كَفَرٌ  
نیز انہی دو کتابوں کے اندر مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَكْفُرُ بِبَعْضِكُمْ  
بَعْضٌ  
میرے بعد تم کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے  
کی گردن مار رہے ہو۔

اور صحیح بخاری سے اندر مروی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا۔

مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا - لَمْ يَرْحَمْ رَأْسُهُ  
الْجَنَّةَ وَانْ رَجَعْنَا بِجَدِّهِ مِنْ مَسِيرَةٍ  
اربعين عاماً  
جس نے کسی معاہدہ کرنے والے کو قتل کیا تو وہ  
جنت کی بوتل تک نہیں پاسکے گا۔ حالانکہ جنت کی  
خوشبو چالیس سال کی مسافت سے بھی پہنچ  
جاتی ہے۔

نقد کرد یہ اس آدمی کی منرا ہے جس نے خدا کے دشمن کو قتل کیا ہے۔ ہاں نہ صرف اتنی  
ہے کہ اس سے معاہدہ کیا گیا تھا اور ہم اسے اپنے عہد و ذمہ۔ اور امان میں لے چکے ہیں۔ بتلاؤ

پھر کسی مومن بندے کو قتل کر نیکا جرم کیا۔ اور کیسا ہوگا۔

اور ایک عورت صرف اس لئے جہنم میں ڈال دی جاتی ہے کہ اس نے ایک بلی کو بھوکا پیاسا باندھ رکھا تھا اور وہ بلی اسی حالت میں مر گئی آنحضرتؐ نے اس عورت کو اس حال میں دیکھا کہ بلی اس کا منہ۔ اور سینہ نوچ نوچ کر کھا رہی ہے بتلاؤ اس شخص کا کیا حال ہوگا جو کسی مومن کو بلا وجہ مقید و محبوس کر دے اور وہ اسی قید و حبس میں مر جائے۔

نیز بعض سنن میں مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

لَا أَوَّلَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ قَتْلِ مَوْءِنٍ يَغِيرُ حَقَّهِ  
ساری دنیا کا ختم ہو جانا مومن کے ناحق خون کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

## فصل

زنا عظیم ترین مفاسد کا منبع ہے۔ نظام عالم کی برہی۔ انساب

کی بے حرمتی عصمت و عفت کی بربادی کا موجب ہے

زنا کے مفاسد۔ نہایت خطرناک ہیں۔ اس سے دنیا میں بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ایسی خرابیاں جو مصاحت نظام عالم۔ حفظ انساب تحفظ آبرو۔ ضمانت حرمت اور عفت و عصمت کے سراسر خلاف اور منافی ہیں۔ ہر انسان کی بی بی بیٹی بہن۔ ماں کی عصمت خطرے میں پڑ جاتی ہے اور اس لئے سخت ترین عداوتیں اور بعض وکینہ پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ زنا ان تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ اور ان خرابیوں سے بچنے کی راہ میں ذہر دست روڑ ہے۔ اور ظاہر ہے۔ زنا سے دنیا بھر کی خرابیاں وابستہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قتل و خونریزی کے مفاسد کے بعد زنا کے مفاسد کا درجہ ہے۔ اور اسی لئے قتل کے گناہ کے بعد زنا کے گناہ کا درجہ رکھا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اللہ کے رسولؐ نے اپنی سنت میں قتل کے ساتھ ہی ساتھ زنا کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ تم پہلے پڑھ چکے ہو۔

امام احمدؒ کا قول ہے۔

(۱) غائبان ابن قیم اپنے شیخ ابن تیمیہ کے واقعہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ قلعہ دمشق میں وہ بند

کر دیئے گئے تھے تاکہ اسی میں انہوں نے انتقال کیا۔



لا اعلم بعد قتل النفس شيئاً اعظم من الزنا۔ قتل نفس کے بعد زنا سے بڑا گناہ میں کسی گناہ کو نہیں سمجھتا۔

اور اللہ تعالیٰ زنا کی حرمت و ممانعت کی توضیح و تاکید کس قدر وضاحت کے ساتھ پیش فرماتا ہے؟ ارشاد ہوتا ہے۔

والذین لا یذعنون مع الله انھا آخر ولا یقتلون النفس التي حرم الله۔ وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو شریک کر کے عبادت نہیں کرتے اور نہ خلاف حق کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں۔ جن کا قتل کرنا

خدا نے حرام کر دیا ہے۔ اور نہ زنا کرتے ہیں (الایت سورہ فرقان)

اللہ تعالیٰ اس آیت میں زنا کو شرک اور قتل نفس کے ساتھ بیان فرما رہا ہے۔ اس جرم کی سزا اللہ تعالیٰ نے خلود فی النار اور سخت ترین ذلت آمیز عذاب قرار دی ہے اور بندہ جب تک اس سزا کے موجب اور سبب کو توبہ نصوح اور ایمان اور عمل صالح سے دفع نہ کر دے اس جرم کی سزا سے رستگاری ممکن نہیں۔ ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولا تقربوا الزنا۔ انہی کان فاحشتی دسار سبیلا (سورہ بنی اسرائیل) اور زنا کے پاس بھی نہ جاؤ۔ وہ بے حیائی اور بری راہ ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ بیان فرماتا ہے کہ ثانی نفسہ ایک فحش اور قبیح فعل ہے اور ظاہر ہے زنا ایک انتہائی درجہ کی قباحت ہے جس کا قبیح ہونا تمام انسانی عقول میں راسخ ہو چکا ہے تا آنکہ بعض جانوروں تک میں اس کی قباحت مسلم ہے جیسا کہ امام بخاری کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے صحیح بخاری کے اندر عمر بن میمون الادوی سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

رأیت فی الجاہلیۃ۔ قرداً زناً بقردۃ فاجتمع الفرد علیہا فوجہوا۔ جاہلیت کے زمانے میں میں نے دیکھا تھا ایک بندہ نے ایک بندہ یا کے ساتھ زنا کیا اس وقت بہت سے بندہ جمع ہوئے اور بندہ پر ہند یا بدلو

کواہوں نے پھرا مارے۔ تا آنکہ دو لوگ مر گئے

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت سے اندر زنا کی قباحت میان فرمائے کے بعد ہی یہ فرمایا۔

دسار سبیلا زنا بہت ہی بری راہ ہے۔

کیونکہ زنا دنیا میں بھی ہلاکت و تباہی اور قہر و مذلت کی راہ ہے اور آخرت میں بھی۔ آخرت

میں بھی عذاب۔ رسوائی۔ ذلت۔ خدا کی پٹھکار زانی کے لئے لازمی ہے۔

اور چونکہ باپ کی بی بی سے نکاح کرنا حد سے زیادہ قبیح اور مذموم ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر قرآن میں اس کی مذمت فرمائی۔ فرمایا۔

انہ کان فاجشتہ و متعنا و سار سبیلہ (سورہ نسا)  
وہ بے حیائی ہے اور خدا کی خفگی کی چیز ہے۔ اور بری راہ ہے۔

دوسرے مقام میں بندوں کی فلاح و نجات اللہ تعالیٰ نے شرمگاہوں کی حفاظت کے ساتھ معلق فرمائی ہے۔ فرماتا ہے۔

قد افلح المؤمنون۔ الذین هم فی صلاتہم خاصعون، والذین هم عن اللغو معرضون۔ والذین هم للزکوۃ فاعلون، والذین هم لفروجہم حافظون، الاعلیٰ ازواجہم اوما ملکت ایمانہم فاولئک من العادین: (سورۃ المؤمن۔ آیت نمبر ۱۰)

بلاشبہ وہ ایمان والے کامیاب ہوئے۔ جو اپنی نماز میں خشوع کر نیوالے ہیں۔ اور جو بیہودہ باتوں سے منہ موڑنے والے ہیں۔ اور جو زکوٰۃ ادا کر نیوالے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کو بچانے والے ہیں۔ بجز اپنی بیویوں یا لونڈیوں کے تو وہ قابل ملامت نہیں ہیں اور جس نے اس کے سوا کوئی اور راہ اختیار کی وہی لوگ زیادتی کر نیوالے (مگراہ) ہیں۔

یہ آیت تین امور پر مشتمل ہے۔

اول۔ جو آدمی شرمگاہ کی حفاظت نہیں کرتا۔ وہ فلاح سے محروم ہے۔

دوم۔ وہ آدمی مومنین سے ہے۔ ملامت اور پٹھکار اس کے حصہ میں آتی ہے۔

سوم۔ وہ آدمی عادیں میں سے ہے یعنی زیادتی کر نیوالا، غلط کار اور مگراہ ہے۔

پس جو آدمی شرمگاہ کی حفاظت نہیں کرتا۔ وہ اپنے لئے فلاح کا دروازہ بند کر دیتا ہے

عدوان و زیادتی کر نیوالوں کی فہرست میں اپنا نام درج کراتا ہے۔ اور اپنے کو ملامت و پٹھکار کے گڑھے میں گرا دیتا ہے۔

غور کرو شہوت کی تکلیف اور اس کی پریشانیوں کے مقابلہ میں یہ تکالیف اور یہ

پریشانیاں کس قدر ناقابل برداشت ہیں۔ اور شہوت کی تکالیف کے مقابلہ میں کس قدر آسان ہیں؟



اس آیت کا طرز استدلال ویسا ہی ہے جیسا کہ قرآن حکیم کے اندر کسی دوسرے مقام پر خدا نے انسان کی ناشکر گزاری کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ انسان بڑا بے صبر اور ناشکر گزار پیدا کیا گیا ہے۔ نہ وہ تکلیف کے موقع پر صبر کرتا ہے نہ خیر و فلاح کے موقع پر شکر۔ جب اُسے خیر۔ اور بھلائی نصیب ہوتی ہے۔ تو مال اور پیسے کی محبت میں مست ہو جاتا ہے۔ بخل اختیار کر لیتا ہے۔ ہاتھ تنگ کر لیتا ہے۔ اور جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور کچھ نقصان ہو جاتا ہے۔ تو جزع و فزع کرنے لگتا ہے۔ گھبرا جاتا ہے اور ہائے وائے کرنے لگتا ہے۔ اور نجات و فلاح پانے والے بندے وہی ہوتے ہیں جو ان باتوں سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ اور ان مذموم اوصاف سے پاک صاف ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسی طرح۔ اسی طرز بیان کے ساتھ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نجات و فلاح پانوالوں کا ذکر کرتا ہے۔

الذین هم لغر حهم حافظون۔ الا  
علی ادواجهم۔ اور ما ملکت ایمانهم  
خالنهم غیر ملومین۔ فمن ابغی وراء  
ذالک فاولاء هم العادون؛  
اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں  
سوائے اپنی بیبیوں اور اپنی باندیوں کے تو اس  
صورت میں ان پر کوئی ملامت نہیں۔ ہاں جو  
لوگ اس کے علاوہ ہوس کریں گے وہ حد سے  
تجاوز کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا ہے کہ وہ ایمان والوں کو کہیں کہ نامحرم عورتوں سے  
وہ اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اپنی شرمگاہوں کی پوری پوری حفاظت کریں۔ اور انھیں سمجھا دیں  
کہ اللہ تعالیٰ انکے اعمال و کردار کو دیکھ رہا ہے اور ان کی ہر چیز سے باخبر ہے۔  
یعلم خائنة الاعین وما تخفی الصد  
خیانت کرنے والی آنکھوں کو اور سینے جو کچھ  
چھپاتے ہیں خدا خوب جانتا ہے۔

چونکہ ہمہ قسم کی بد عملیوں اور بد کرداریوں کی ابتداء رنگاہ سے ہوتی ہے۔ اس لئے خدا نے  
شرمگاہ کی حفاظت سے پہلے آنکھ کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔ دنیا کے تمام حوادث و واقعات  
کا مبداء رنگاہ ہے جس طرح کہ بڑی سے بڑی آگ کا مبداء ایک ننھی سی چنگاری ہوتی ہے چنانچہ  
غور کرو۔ شہوت سب سے پہلے آنکھ کو مجروح کرتی ہے۔ اس کے بعد دل کی طرف رُخ کرتی ہے  
اور دل میں خطرات جگہ بناتے ہیں۔ پھر انسان کے قدم کی طرف رُخ کرتی ہے۔ اور وہ  
گناہ کی طرف اقدام کرنے لگتا ہے۔ اس کے بعد گناہ سرزد ہوتا ہے۔ اور اسی بنا پر بعض بزرگوں

نے کہا ہے۔

من حفظ هذه الاربعة - احذر حينه  
الخطات - والخطوات - واللفظات  
والخطوات  
جس نے ان چار چیزوں کی حفاظت کر لی اس نے  
اپنا دین محفوظ کر لیا۔ لفظات یعنی نگاہ خطرات  
(خیالات) الفاظ اور قدم۔

پس بندے کا فرض ہے کہ وہ ان چار دروازوں کی پوری پوری حفاظت کرے۔ ان بچوں  
کی پوری پوری مستعدی کے ساتھ نگرانی کرے۔ کیونکہ ان کا دشمن انہی کین گاہوں اور انہی  
بچوں سے اندر داخل ہوتا ہے۔ اور اسکی آبادیوں کو تاراج اور تباہ و برباد کرتا ہے۔

## فصل

معاصی اور گناہ کی راہیں کس طرح بند کی جائیں  
نگاہ تکالیف اور حسرتوں کا سبب ہوتی ہے

معاصی اور گناہ اکثر و بیشتر انہی چار راستوں سے آتے ہیں جو اوپر بیان کئے گئے ہیں  
ہم ان میں ہر ایک کو ایک جدا گانہ فصل میں پیش کرتے ہیں۔

لحظات۔ یعنی نظر و نگاہ تمام برائیوں کا پیش خیمہ ہے۔ نظر و نگاہ کی حفاظت میں شرنگار  
کی حفاظت ہے۔ جو آدمی نگاہ کو آزاد و بے لگام کر دیتا ہے۔ نگاہ اُسے تباہی و ہلاکت کے  
گڑھے میں لے جا کر ڈال دیتی ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔

يا على! لا تتبع النظرة النظرة فانما  
للك الاولى وليست لك الثانية  
اے علی! کسی پر لپکا ایک نظر پڑ جائے۔ تو پھر  
دوبارہ اور نگاہ نہ ڈالو۔ پہلی نظر تو تباہی کے  
لئے معاف ہو سکتی ہے لیکن دوسری نگاہ معاف  
نہیں ہو سکتی۔

اور مسند میں آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔

النظرة سهم مسموم من سهام ابليس  
نگاہ ابلیس کا زہر میں بھیجا ہوا تیر ہے۔

جو آدمی محض رخصا مندی کی خاطر کسی عورت یا مرد کے محاسن اور خوبصورتی سے آنکھیں  
پھیر لیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو عبادت کی غلاوت اور شیرنی سے بھر دیتا  
ہے۔ اور یہ ایک حدیث کے معنی ہیں۔



آپ نے ارشاد فرمایا۔

اپنی آنکھیں نیچی رکھو اور اپنی شرمٹکا ہوں کی حفاظت کرو۔

عضو البصار کم۔ واحفظوا فردجکم

نیز آپ نے ایک مرتبہ فرمایا۔

راستوں پر بیٹھنے سے بچو۔

ایاکم والجلوس علی الطرقات :

صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ ہماری مجلسیں ہوا کرتی ہیں۔ راستوں پر بیٹھنے بغیر

چارہ نہیں ہوتا۔

اگر تمہیں ایسا کرنا ضروری ہی ہو تو پھر راستہ

کے حقوق ادا کیا کرو۔

فان کفتم لابد فاعلین فاعطرا

الطریق ختمہ

صحابہؓ نے عرض کیا۔ راستہ کے حقوق کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا۔

آنکھ پست رکھنا۔ ایذا رسانی سے بچنا۔ اور

سلام کا جواب دینا۔

عض البصر۔ وكف الاذی۔ ودد

السلام :

حوادث اور مصائب و آلام جو عموماً انسان کو پیش آتے ہیں۔ انکی اصل جڑ نظر و نگاہ

ہے۔ نظر و نگاہ خطرات قلب کا موجب ہوتی ہے تو ارادہ وقوع میں آتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ

ارادہ میں پختگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور بالآخر ارادہ عزیمت جا ئزہ بن جاتا ہے۔ اس سے بعد

فعل کا عملی شکل میں وقوع پذیر ہونا لازمی ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی چیز مانع نہیں ہے تو فعل

عملی صورت اختیار کر کے ہی رہتا ہے اور اسی بنا پر کسی صاحب بصیرۃ نے فرمایا ہے۔

آنکھ بند کرنے کی تکلیف پر صبر کر لینا۔ اس

تکلیف پر صبر کرنے سے بہت آسان ہے جو

کرنے کے بعد ہوتی ہے۔

الصبر علی عضو البصر۔ اليسر من

الصبر علی المر بعدہ :

اور اسی بنا پر کسی شاعر نے کہا ہے۔

ومعظم النار من مستصغر الشرر

اور بڑی آگ چھوٹی چنگاری سے ہی لگتی ہے

کبلغ السهم بین القوس والوتر

جس طرح کمان اور چلیہ میں تیر بیٹھ جاتا ہے۔

کل الحوادث مبداها من النظر

تمام حوادث کا مبدا نظر ہے۔

کم نظرة بلغت فی قلب صاحبها

کتنی نگاہیں نظر کر نیوالے کے قلب میں اس طرح بیٹھ جاتی ہے۔

والعبد ماد امر ذل طرف یقلبہ  
 آدمی آنکھیں ادھر ادھر مارتا رہتا ہے  
 لیسر مقلتہ ما ضرر مہجبتی  
 آنکھوں کو وہ خوش کرتا ہے جس سے کول کو فر پہنچتا ہے  
 فی اعین الناس موقوف علی الخطر  
 لوگوں کی آنکھوں میں اور خطرہ کے قریب ہوتا ہے  
 لا مرجبا لبرور عاد یا لضرر  
 اس سرت کو مرجبا نہیں کہا جاسکتا جو فرد کو لے آئے  
 نظر و نگاہ کی آفتوں اور مصیبتوں میں سے یہ کتنی بڑی آفت اور مصیبت ہے کہ انسان  
 حسرتوں، آنسوؤں، سوز و دردوں کا شکار بن جائے؟ جس سے اس کے سامنے ایسی ایسی  
 مصیبتیں آکھڑی ہو جاتی ہیں کہ اس کی قدرت و استطاعت سے باہر ہوتی ہیں جس پر اسے صبر  
 کرنا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔

غور کرو! یہ کتنا بڑا عذاب ہے کہ ایسی مصیبت تمہارے سامنے آکھڑی ہو جس پر تمہیں صبر  
 کرنا بھی دشوار ہو۔ بلکہ بسا اوقات یہ مصیبت اتنی بڑی ہوتی ہے کہ اس سے کم درجہ کی مصیبت بھی  
 قابل برداشت نہیں ہوتی۔ انسانی طاقت سے بھی باہر ہوتی ہے۔ چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے۔  
 دکت متی ارسلت طرفک رائدا  
 لقلبک یوما العینک المناظر  
 جب تم نے اپنے قلب کے قاصد کو آزاد چھوڑ دیا  
 تو ایک دن اس کے مناظر تمہیں تھکا دیے  
 رأیت الذی لا کلہ انت قادہ  
 علیہ دلا عن بعضہ انت صابر  
 تم ایسی چیزیں دیکھو گے جو تمہاری قدرت سے  
 باہر ہوں گی بلکہ تمہیں اس سے کم پر بھی صبر مشکل ہو جائے گا  
 شاعر کا قول ہے کہ "لا کلہ انت قادہ علیہ" (تو کل پر قادر نہیں ہوگا) یہ کل پر  
 قدرت کی نفی کرتا ہے۔ اور کل کی نفی اسی وقت ممکن ہے۔ جب کہ کل کے ہر ہر فرد سے قدرت  
 کی نفی ہو۔

آہ! کتنے ہی آزاد نگاہ انسان اپنی نگاہ بازیوں سے ہلاک ہو کر رہ گئے۔ نگاہ بازیوں کی  
 زنجیروں میں ایسے کس مینے گئے کہ انہی زنجیروں میں تڑپ تڑپ کر وہ مر گئے۔ چنانچہ کسی شاعر  
 کا قول ہے۔

یا ناظر ما اقلعت لحظا تنہ  
 حتی تشحط بینہن فتیلا  
 اے نظر باز تیری نظر بازی اس وقت تک  
 جب تک کہ تو اپنی نظر بازیوں میں تڑپ  
 دیر نہیں ہوگی۔  
 تڑپ کر مر نہیں جائیگا۔

اور اس بات سے میں میرے بھی کچھ اشعار ہیں۔



مل السلام فاعتدت لخطاتہ  
سلامتی خطرے میں پڑ جاتی ہے اسکی نظریں  
ما زال تتبع اثرہ لخطاتہ  
وہ اپنی نگاہ کی اتباع کرتا رہتا ہے  
یہ کیسی عجیب بات ہے کہ نگاہ کا تیر منظر تک یعنی جس کی طرف دیکھتا ہے نہیں پوچھتا  
بلکہ خود نظر کرنے والے کے قلب کو نشانہ بناتا ہے چنانچہ میرے قصیدے کے یہ دو شعر ہیں۔  
یا راحبا لبھام الخط مجتهدا  
اے نظر کے تیر قوت سے چلانے والے  
وباعت الطرف یر تاوا الشفار لہ  
اور اے نظر کو شفار کے لئے بھیجے والے  
اور پھر اس سے عجیب تر بات یہ ہے کہ نظر و گناہ انسان کے قلب کو اس طرح مجروح کر دیتی  
کہ زخم پر زخم - اور چرکوں پر چرک لگتے ہی چلے آتے ہیں۔ لیکن ان زخموں اور  
چرکوں کی تکلیف کچھ ایسی میٹھی ہوتی ہے کہ ان زخموں کو دودھ کرنے کی خواہش تک انسان کے اندر  
پیدا نہیں ہوتی اور اس بارے میں بھی میرے کچھ شعر ہیں۔

ما ذلت تتبع نظرة فی نظرة  
فی اثر کل صلیحة و مسلم  
تو ہر صلیحہ عورت اور ہر بلح امر پر نظر پر نظر ڈالتا چلا جا رہا ہے  
وتظن ذالک دوار جرحک وھو فی التحقیق تجریم علی تجریم  
اور تو اسے اپنے زخم کی دوا سمجھتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ زخم پر زخم لگا رہا ہے۔  
فذل بحت طرفک بالخطات وبالبا  
فالقلب منک ذبیح ای ذبیح  
خود تو لے ہی لگا ہوں۔ اور رونے سے اپنے کو ذبح کیا ہے تیرے قلب کو خود تو نے ہی ذبح کیا ہے۔  
اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ نظر و گناہ کو روک لینا مسلسل اور دوامی صرتوں اور تکلیفوں سے  
مقابلہ میں بہت سہل اور آسان ہے۔

## فصل

خطرات قلب خیر و شر کا سہارا منبغ ہیں تمام ارادے

ہمیں۔ غریبتیں خطرات ہی سے پیدا ہوتی ہیں خطرات کے چار اصول ہیں۔

خطرات قلب کا معاملہ بڑا ہی سخت اور نازک ہے، ہمہ قسم کے خیر و شر کا مبداء خطرات قلب ہیں۔ انسان کے اندر ارادے ہمیں۔ غریبتیں خطرات ہی کے ذریعہ پیدا ہوتی ہیں جو شخص خطرات قلب کی بھارت اور صحیح پاسا بنی کرے تو وہ اپنے نفس کے اختیارات کا مالک بن جاتا ہے۔ اپنی خواہشات پر پورا پورا قابو پالیتا ہے اور جس پر خطرات غالب آجاتے ہیں اس پر خواہشات اور نفس پوری قوت سے غلبہ پالیتے ہیں اور جب کوئی شخص خطرات سے مغلوب ہو جاتا ہے تو خطرات اسے جبراً۔ قہراً ہلاکتوں اور تباہیوں کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں۔ کیوں کہ خطرات کی جائے ورود قلب ہے۔ اور قلب پر جب متواتر اور پے بہ پے خطرات کا ورود ہوتا ہے وہ باطل تمنائوں اور غلط آرزوؤں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اور یہ باطل تمنائیں اور غلط آرزوئیں ایسی ہوتی ہیں جیسا کوئی پیاسا انسان کسی چٹیل میدان کو پانی کا سمندر سمجھ کر دوڑ پڑتا ہے۔

کسراب یقتتہ بحسب النعمان ماء  
حتی اذا جائتہ لم یجدہ شیئاً ووجد  
اللہ عندہ فوافہ حسابہ والذی  
سریع الحساب  
انکے اعمال مثیل اس سراب کے ہیں جو میدان میں  
ہو کہ پیاسا اسے پانی خیال کرتا ہو۔ یہاں  
تک کہ جب اس کے پاس جاتا ہے تو کچھ نہیں  
پاتا۔ اور اللہ کو اپنے پاس موجود پانا ہے پس  
اللہ اس کا پورا پورا حساب دیتا ہے اور اللہ  
جلد حساب لینے والا ہے۔

(سورۃ النور)

وہ آدمی نہایت ہی دون ہمت اور ذلیل النفس ہے جو حقائق کے مقابلہ میں غلط تمنائوں اور جھوٹی آرزوؤں پر قناعت کر بیٹھے۔ اور اپنی تمنائوں اور آرزوؤں سے اپنے کو مرین اور آراستہ کرتا ہے قسم خدا کی۔ یہ غلط تمنائیں، جھوٹی آرزوئیں، مفلس، کنگالوں کا سرمایہ اور غلط کار سودے بازوں کا راس المال ہے۔ یہ تمنائیں اور آرزوئیں ان ناکارہ انسانوں کی طاقت ہے جو صرف خیالات کی دنیا میں بستے ہیں اور حقائق کی غلط امیدیں باندھتے ہیں کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔

امانی من سعدی رواء علی الظماء  
سعدی سے میری تمنا پیاسے کی سیرابی تھی  
منی ان تکن حقائق احسن المخی  
تمنائیں اگر تھیں تو بہترین تمنائیں ہوتیں  
سقتنا بہا سعدی علی ظمائر بردا  
سعدی نے پیاس پر اگلے دیئے  
ولا فقد عشنا بہا زمنا وغدا  
ورنہ ہم اس کے ساتھ مدتوں خوش رہے ہیں



یہ غلط تمنائیں اور آرزوئیں انسان کے حق میں جب قدر مضر ہیں دوسری کوئی چیز اس قدر مضر نہیں ان کی پیداوار محض عجز و کسل بے ہمتی - کاہلی سے ہوتی ہے اور پھر اس سے ہمہ قسم کی کوتاہیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور سب کچھ ضائع ہو جاتا ہے اور پھر سوائے حسرتوں اور ندامتوں کے اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ سمجھ لو کہ یہ حرمان نصیبیاں انکی قسمت میں مقدر ہو چکی ہیں۔ جس آدمی کی زندگی صرف تمنائوں۔ اور آرزوؤں سے وابستہ ہے حقیقت تک کبھی اسے رسائی نہیں ہوتی۔ ایسا آدمی جب کبھی حقیقت کا کوئی عکس اور صورت دیکھ پاتا ہے تو اسے بہت بڑی چیز سمجھ لیتا ہے۔ اور اس کی طرف دالہا نہ دوڑتا ہے اس سے معالغہ کرتا ہے اور بخلگیر ہوتا ہے۔ اور اس خیالی۔ وہمی۔ فکری صورت کے پالینے پر کہ جس سے اسے کوئی فائدہ نہیں قناعت کر لیتا ہے۔ اس کی مثال بچہ ایسی ہوتی ہے۔ جیسا ایک بھوکا پیاسا آدمی اپنے وہم و خیال میں کھانے پینے کی صورت پالیتا ہے، اور اسی پر قناعت کر لیتا ہے حقیقتاً وہاں نہ کوئی کھانا ہے۔ نہ پینے کی کوئی چیز ہے۔ اسی قسم کی خیالی۔ وہمی چیزوں پر مطمئن ہو جانا اور ان پر قناعت کر لینا۔ انتہا درجہ کی خست۔ اور ذالت نفس کی دلیل ہے۔ شرافت نفس طہارت نفس۔ علو نفس۔ اور پلندہ نفسی تو یہ ہے کہ انسان ہر بے حقیقت خطرہ کو اپنے سے دور رکھے۔ کبھی گوارا بھی نہ کرے کہ کوئی بے حقیقت خطرہ اس کے قلب پر وارد ہو سکے۔ اور نفس کے قریب پہنچ کر سہارا لے سکے۔

جب خطرات کی حقیقت تم پر واضح ہو گئی تو اب یہ سمجھ لو کہ ہر قسم کے خطرات چار اصول کے ماتحت پیدا ہوتے ہیں۔

اول۔ وہ خطرات جن سے انسان اپنا دنیوی مفاد حاصل کرتا ہے۔

دوم۔ وہ خطرات جن کے ذریعہ دنیا کی مفرتوں کی مدافعت کی جاتی ہے۔

سوم۔ وہ خطرات جن کے ذریعہ آخرت کی مصالح حاصل کی جاتی ہے۔

چہارم۔ وہ خطرات جن کے ذریعہ آخرت کی مفرتوں کی مدافعت کی جاتی ہے۔

بندے کو چاہیے کہ اپنے تمام خطرات۔ افکار اور مہوم کو ان چار اصول کے اندر محدود و محصور کر لے کسی ہنس کر کے خطرات جب ان چار قسموں میں محدود و محصور ہو جائیں۔ تو چاہیے کہ تا امکان چاروں کو اپنے لئے جمع کر لیوے اور ہر ایک کو اپنے اختیارات کی حدود میں بند کرے۔ اگر کبھی بے شمار خطرات کا ہجوم ہو جائے مثلاً ہر قسم کے خطرات اور خطرات سے

متعلقات۔ اور متعلقات کے افکار کی کثرت و فراوانی ہو جائے تو چاہیے کہ الہم فالہم  
 کا اصول اختیار کر لے۔ جو زیادہ اہم ہوں۔ اور ان کے فوت ہونے کا خطرہ ہوا نہیں مقدم رکھا  
 جائے۔ اور جو اہم نہ ہوں۔ ان سے فوت ہونیکا خطرہ اور اندیشہ نہ ہوا نہیں موخر کر دیوے۔ اب  
 رہے دوسری قسم کے افکار کہ اہم ہیں لیکن فوت ہونیکا اندیشہ نہیں ہے اور اہم نہیں ہے  
 اور ان کے فوت ہونے کا خطرہ اور اندیشہ بھی نہیں ہے۔ یہ دو قسمیں ایسی ہیں کہ ہر ایک کی شان  
 ایسی ہے کہ اسے مقدم رکھا جائے اس صورت میں انسان نہایت متروک اور پریشان ہو جاتا  
 کرتا ہے کہ کسے اختیار کرے؟ اور کسے مقدم سمجھے؟ اگر اہم کو مقدم رکھتا ہے تو کم درجہ کی چیز  
 فوت ہو جاتی ہے۔ اگر کم درجہ کی چیز کو مقدم رکھتا ہے تو جو اس سے اہم ہے اس سے توجہ ہٹ  
 جاتی ہے اور یہ مشکل و ہاں پیدا ہوتی ہے۔ جہاں ایسی دو چیزیں سامنے آ جاتی ہیں جن کا  
 اجتماع بیک وقت ناممکن ہوتا ہے اور ایک کی تحصیل سے دوسری کا فوت ہونا لازمی ہوتا ہے ایسا اس لئے  
 واقع ہوتا ہے کہ انسان کو پوری عقل و فہم۔ اور کامل بصیرت و معرفت سے کام لینے کی  
 ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں سے رفعت و بلندی حاصل کرے تو الارتفاع  
 بلندی حاصل کر لیتا ہے۔ و فلاح یا نیوالانجات و فلاح پالیتا ہے اور خسارہ یا نیوالا خسارہ  
 پالیتا ہے۔ اکثر ارباب عقل و بصیرت کو تم ایسا پاؤ گے کہ وہ غیر اہم امر کو جس کے فوت ہونیکا اندیشہ  
 نہیں۔ اہم امر سے جس کے فوت ہونیکا اندیشہ ہے۔ موخر کر دیتے ہیں۔ اور یہ ایک مانا ہوا کلیہ  
 ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا البتہ اس کلیہ پر کوئی زیادہ عمل کرتا ہے۔ کوئی کم۔ اور اس کلیہ  
 کی اصل وہ قاعدہ کلیہ ہے جس پر شرع و قدر کا دار و مدار ہے اور جس کی طرف تخلیق و امر کی رجعت  
 ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ بڑی اور اعلیٰ مصالحت کو چھوٹی سے مقابلے میں زیادہ ترجیح دی جائے  
 بڑی خرابی کی مدافعت سے لے چھوٹی خرابی اختیار کر لی جائے۔ بڑی مصالحت کی تحصیل کیلئے چھوٹی  
 مصالحت کو ترک کر دیا جائے بڑے مفدے کی مدافعت کے لئے چھوٹا مفدہ اختیار کر لیا جائے  
 یہ وہ کلیہ ہے کہ کوئی صاحب عقل و بصیرت اس سے متجاوز نہیں ہو سکتا دنیا کی تمام شریعتوں  
 کی بنیاد اسی قاعدہ کلیہ پر ہے۔ دنیا اور آخرت کی کوئی مصالحت اس کلیہ کے بغیر انجام نہیں  
 پاسکتی اور ظاہر ہے کہ سب سے اعلیٰ۔ اجل۔ اور نافع ترین فکر و غور وہ ہے جو صرف اللہ  
 تعالیٰ اور آخرت کے لئے صرف ہو۔

جو فکر اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی ہے اس کی چند قسمیں ہیں۔



اول۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی آیتوں پر غور و تدبیر کیا جائے۔ آیتوں۔ اور آیتوں کی مراد پوری عقل و بصیرت کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ فہم و ادراک سے کام لیا جائے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ خدا نے قرآن اتارا بھی اسی لئے ہے کہ اس پر غور و تدبیر کیا جائے سمجھا جائے محض تلاوت کے لئے نہیں اتارا۔ بلکہ تلاوت بھی اسی لئے لازم کی گئی ہے کہ یہ فہم و ادراک کا ذریعہ ہے چنانچہ بعض سلف صالحین کا قول ہے۔

انزل القرآن لیعمل بہ۔ فاتخذوا قرآن اس لئے اتارا گیا ہے کہ اس پر عمل کیا جائے لہذا تم عمل کے لئے تلاوت کرو۔

دوم۔ یہ کہ خدا کی مشہود یعنی روزمرہ مشاہدے سے گزرنے والی نشانیوں پر غور و تدبیر کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی نشانیاں اور علامتوں پر غور و تدبیر کا حکم دیا ہے سوچنے سمجھنے کا امر فرمایا ہے۔ اور ان سے غفلت کرنیوالوں کی مذمت فرمائی ہے۔

سوم۔ خدا کی بخششوں۔ اور اس کے احسانات پر غور و تدبیر کیا جائے۔ کہ اس نے اپنے بندوں پر کیسے کیسے احسانات و انعامات کئے ہیں؟ اور اس کی مغفرت و رحمت۔ حلم و بردباری کس قدر وسیع۔ اور ہمہ گیر ہے؟

غور و تدبیر۔ فکر و تامل کی یہ تین قسمیں ایسی ہیں جو قلب انسان کو معرفت الہی۔ محبت خداوندی۔ خوف ورجاء۔ امید و بیم سے مالا مال کر دیتی ہیں۔ اور اگر دائمی غور و تدبیر کے ساتھ ذکر خداوندی کا سلسلہ بھی جاری رکھا جائے۔ تو معرفت الہی۔ اور محبت خداوندی کے رنگ سے پوری طرح رنگ جاتا ہے۔

چہارم۔ یہ کہ عیوب نفس۔ آفات نفس۔ عیوب عمل پر غور و تدبیر کیا جائے یہ غور و تدبیر نہایت نفع بخش ہے۔ دنیا و آخرت کی بڑی بڑی بھلائیاں اس سے وابستہ ہیں یہ غور و تدبیر ہمیشہ کی خیر و فلاح کا دروازہ ہے۔ یہ غور و تدبیر نفس امارہ کی قوتوں کو پاش پاش کر دیتا ہے اس سے نفس امارہ اس قدر بے بس ہو جاتا ہے کہ برائیوں کے حکم سے اسے رک جانا پڑتا ہے اور جب نفس امارہ ٹوٹ گیا تو پھر نفس مطمئنہ اطمینان و خوش عیشی سے اپنا وقت گزارتا ہے اور ہر طرح خوش عیشی کے ثمرات سے مستفید ہوتا ہے اور حکم و فرمانروائی بھی اسی کی جاری رہتی ہے۔ جب نفس مطمئنہ خوش عیشی سے وقت گزارتا ہے۔ تو قلب بھی زندہ رہتا ہے اور خوشگوار زندگی گزارتا ہے اور اپنی مملکت میں پوری قوت سے حکومت کرتا ہے ساری مملکتیں صرف اسی کا حکم چلتی ہیں

نیز قلب کے تمام امراء حکام اور قلب کا سلاسل الشکر اس کا مطیع ہوتا ہے۔ اور مملکت کی ساری مصاحبتیں اور حکمتیں قلب کے منشا کے مطابق عمل میں لاتے ہیں اور ساری قوتیں۔ صلاحیتیں قلب کی مرضیات پر نثار کر دیتے ہیں۔

پنجم۔ یہ کہ وقت کے واجبات اور ضروریات اور وظیفہ اعمال پر غور و تدبیر کیا جائے اور عزم و ہمت کی تمام تر توجہات اپنی چیزوں کی طرف موڑ دی جائیں۔ چنانچہ عرفا انسان وقت کا بیٹا ہوتا ہے۔ اگر انسان وقت کی قدر نہیں کرتا اور اسے ضائع کر دیتا ہے تو گئے ہوئے وقت کا وہ کبھی تدارک ہی نہیں کر سکتا۔ امام شافعی کا مقولہ ہے۔

صحبت الصوفیۃ۔ قلم استفد منہم  
سوی حرقین۔ احدهما تو لہم  
الوقت سیف۔ فان لم تقطعه  
قطعک۔ والاخری ونفسک ان  
شغلتهما بالحق۔ والا شغلتهما  
بالباطل۔

صوفیہ کی محبت سے میں نے چار باتیں حاصل  
کی ہیں ایک یہ کہ وقت تلوار ہے۔ اگر تم اس  
سے نہیں کاٹتے تو سامنے والا تمہیں اس سے  
کاٹے گا۔ دوسری یہ کہ اگر تم اپنے نفس کو حق  
میں مشغول نہیں کرتے تو وہ تمہیں باطل میں  
الجہاد یگا۔

حقیقت امر یہ ہے کہ اسی وقت کا نام انسان کی عمر ہے۔ نعیم مقیم۔ جنت کی دائمی زندگی کا اصل مادہ اور مواد بھی وقت ہے۔ اور وقت نہایت تیز رفتار ہے بادلوں سے بھی جلد آتا ہے اور گزر جاتا ہے۔ پس انسان کا وہ وقت جو صرف اللہ کے لئے ہو وہی اس کی زندگی اور اس کی عمر کا حقیقی مواد ہے۔ اس سے سوا دوسرا وقت جیسا کہ زندگی میں محسوب ہی نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ انسان کتنی ہی طویل زندگی پالے۔ اس کی یہ زندگی چوپایوں اور جانوروں کی زندگی ہوگی جس انسان کا وقت غفلت۔ شہوت۔ رانی۔ باطل تماشوں اور فاسد آرزوؤں میں بسر ہو رہا ہو۔ اس کا سونا اس سے جاگنے سے بہتر ہے اس کا دینا میں جتنا ہی بے کار ہے۔ اس کے حق میں زندگی سے موت بہتر ہے۔ نماز سے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ بندہ نماز پڑھتا ہے تو نماز میں اس کا اتنا ہی حصہ جتنا وہ سمجھتا ہے حقیقتاً ایک انسان کی عمر وہی ہے جو اللہ کے لئے اور اللہ کے لئے بسر ہوئی ہو۔

مذکورہ بالا خطرات و افکار کے سوا جس قدر بھی خطرات و افکار ہیں وہ شیطانی وسوسوں باطل تمنائیں اور محض فریب ہیں ان خطرات و افکار کا وہی حال ہے جو نشہ میں بدست و سوسوں



کے مارے ہوئے آدمی کے خطرات قلب اور افکار و مافی کا حال ہوتا ہے۔ اصل حقیقت کا پتہ انہیں اس دن لگے گا جب ان پر حقیقت منکشف ہوگی اور وہ زبان حال سے کہتے ہوئے۔

ان کان منزلی فی الحب عند کم ما قد لقیتم فقد صبحت ایامی  
اگر محبت میں میرا مقام تمہارے نزدیک اسی قدر ہے جو میں پارہا ہوں تو میں نے اپنے دن ضائع کئے  
امینۃ ظفرت بھانڈا منا والیوم احسبھا افناعات احلام

میری وہ تمنائیں جنہیں میری جان ایکسٹ میں حاصل کیا تجھے خوابے خیال کی باتیں نظر آرہی ہیں۔  
خوب سمجھ لینا چاہیئے قلبی حشرات فی نفس مجھے نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ ہے کہ خواجہ خواہ دعوت دیجائے اور ان سے انس پیدا کیا جائے۔ خواطر کی حیثیت راہ گزرا مسافر کی سی ہے۔ اگر اسے منہ نہ لگایا جائے اس سے بات چیت نہ کی جائے۔ وہ خود بخود چلتا بنے گا۔ لیکن اگر تم اسے منہ لگاؤ گے تو تمہیں اپنی بیٹھی بیٹھی باتوں سے بھالے گا۔ اور تمہیں دھوکہ دے گا۔

جو نفس فارغ و معطل۔ اور بیکار رہتا ہے۔ خواطر و افکار اس پر بہت بری طرح حملہ کر دیتے ہیں۔ البتہ اس قلب و نفس پر خواطر کا حملہ و شوار ہوتا ہے۔ جو شریف اور آسمانی ہوتے ہیں اور عالم بالاسے رشتہ طہانیت جوڑے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر دو قسم کے نفس پیدا کئے ہیں۔ نفس امارہ۔ نفس مطمئنہ۔ یہ ہر دو نفس ہمیشہ باہم لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔ کیونکہ جو چیز نفس امارہ کے لئے معمولی ہوتی ہے۔ نفس مطمئنہ کے لئے بھاری ہوتی ہے۔ جس چیز سے نفس امارہ لذت اندوز ہوتا ہے نفس مطمئنہ کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ نفس امارہ کو یہ بہت بھاری اور انتہا درجہ تکلیف دہ ہے۔ کہ انسان صرف اللہ تعالیٰ کیلئے عمل کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کو سب سے مقدم سمجھے۔ اور خواہشات سے مقابلہ میں رضائے الہی کو ترجیح دے۔ لیکن نفس مطمئنہ کے لئے اس سے بہتر نفع بخش فرحت آگیاں کوئی چیز نہیں۔ نفس مطمئنہ کو اس عمل سے انتہا درجہ تکلیف ہوتی ہے جو غیر اللہ کے لئے کیا جائے۔ یا خواہشات کی پیروی کی جائے۔ یہ باتیں نفس مطمئنہ کے حق میں سخت مفرت رساں ہیں۔

قلب کی یہ حالت ہے کہ قلب اک واسطی جانب نفس مطمئنہ اور فرشتہ رہتا ہے اور بائیں جانب نفس امارہ اور شیطان اس فرشتہ اور شیطان میں ہمیشہ جنگ جاری رہتی ہے۔ باطل و فاسد اعمال شیطان اور نفس امارہ سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اور حق۔ اور صالح عمل فرشتہ اور نفس مطمئنہ سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اور زندگی بھر جانین کی جنگ جاری رہتی ہے کبھی سب گزردہ

غالب رہتا ہے، کبھی وہ لیکن نصرت و ظفر مندی صبر و استقامت کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔ جو شخص صبر کرتا ہے۔ باہم حق کی تلفین کرتا ہے۔ باہم ربط و تعلقات استوار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ ایسے شخص کے لئے فلاح و نجات ضروری ہے۔ خدا کا حکم کبھی تبدیل نہیں ہو سکتا اس نے صاف صاف فرما دیا ہے۔ انجام کار تقویٰ و پرہیزگاری کے لئے ہے۔ فوز و فلاح متقیوں اور پرہیزگاروں ہی کے لئے ہے۔

انسان کا قلب ایک سادہ بے نقش و نگار لوح ہے۔ خواطر و افکار کے نقوش قلب پر منقش ہوتے ہیں جس قسم کے خواطر و افکار ہونگے۔ اسی قسم کے نقوش منقش ہونگے۔ پس کسی عقلمند کے لئے یہ کیوں مندر ہے کہ وہ اس سادہ اور بے نقش لوح کو کذب و غرور، فریب، دھوکہ۔ اور باطل تمناؤں، فاسد آرزوؤں اور سرابِ نسابہ حقیقت نقوش سے سیاہ کرے؟ ان باطل نقوش سے کسی حکمت۔ کوئی مصلحت۔ کوئی نسا علم۔ کوئی ہدایت قلب میں منقش ہو سکتی ہے؟ اگر انسان چاہتا ہے کہ ان نقوش کے ساتھ علم و حکمت اور رشد و ہدایت کے نقوش قلب پر منقش کرے۔ تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں۔ کہ ایک سیاہ لوح پر علم نافع کے نقوش لکھ رہا ہے جس سے کوئی فائدہ نہیں۔ قلب اگر خواطرِ دبیہ سے پاک نہیں ہے تو اس میں مفید خواطر۔ مفید افکار۔ حکم ہی نہیں پاسکتے۔ پاکیزہ خواطر۔ مفید افکار تو پاکیزہ صاف ستھری جگہ ہی میں منقش ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

اقا فی ہوا ہا قبل ان اعرف الہوی نصار قلبا خالیاً فتمکنا

اُس کا عشق میرے پاس سو وقت آیا جب کہ میں عشق کو پہچانتا بھی نہ تھا تو ایسے خالی قلب مل گیا جہاں وہ جاگزیں ہو گیا اور اسی بنا پر اکثر صوفیہ اپنے مسلوک کی عمارتِ حفظِ خواطر پر قائم کی ہے اور کہتے ہیں تاں امکان کسی خطرے کو قلب میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ اور قلب کو بالکل فارغ۔ اور صاف ستھرا رکھا جائے تاکہ قلب کشف و وجدان۔ اور ظہور حقائقِ علیہ کے قابل رہے۔ لیکن ان صوفیہ نے اس ایک چیز کی حفاظت کر لے میں بہت سی قیمتی چیزیں ضائع کر دیں۔

صوفیہ نے قلب کو اس قدر خالی رکھنے کی کوشش کی کہ کسی ایک خطرے کو بھی جگہ نہ دی گئی۔ لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ جب اس جگہ کو شیطان نے خالی پایا تو دوڑ پڑا۔ اور باطل۔ فاسد امور کو ان چیزوں کا جامہ پہنا دیا۔ جن کو یہ لوگ اعلیٰ اور اشرف سمجھتے تھے۔ ان باطل اشیاء کو خیالی۔ وہی بزرگ دال چیزوں کا جامہ پہنا کر ان خواطر و افکار کے عوض میں لادھرا جو حقیقتاً علم و ہدایت کا



مادہ ہے۔ جب قلب ان شریف خواطر و افکار سے خالی رہا۔ تو شیطان دوڑ پڑا۔ اور صاحب  
 قلب کے مناسب حال کوئی مشغلہ تجویز کر لیا۔ اور مشغلہ کے مناسب حال خواطر و افکار کھڑے کر  
 دیئے۔ اور انہیں اسے مشغول کر دیا۔ ظاہر ہے کہ ایک انسان اگر سفلی خواطر و افکار کی صلاحیت  
 نہیں رکھتا۔ تو اس میں علوی خواطر و افکار کی صلاحیت کہاں ہوگی چنانچہ شیطان  
 نے ایک ارادہ سے اسے الگ کر دیا۔ لیکن تجرید و فراغ کے ارادہ میں مشغول کر دیا۔ کہ بندہ  
 بالکل بیکار ہو کر رہ جائے۔ درحقیقت موجب صلاح و فلاح وہ ارادہ ہے جو اس کے قلب پر اپنی  
 حکومت قائم کرے اسے عملی زندگی عطا کرے اور یہ وہی ارادہ ہو سکتا ہے جو خدا کے دینی۔ امری  
 مرا کو پورا کرے۔ جو خدا کو محبوب و پسندیدہ ہے اور حبیب کی رضا مندی والبتہ ہے۔ اور وہی ہے جو قلب کو او  
 قلب کی ساری صف و فیستوں کو معرفت الہی اور معرفت الہی کی تفصیلات کی طرف موڑ دے۔ اور خدا  
 کی مخلوق میں خدا کے دینی۔ امری احکام کے نفاذ و اجراء کی طرف اسے متوجہ کر دے۔ اور اس کے لئے  
 سعی عمل کے جذبات پیدا کر دے۔ اس طرح بندہ اپنے کو خدا تک پہنچانے کی کوشش کرے اور مشغول  
 میں خدا کے دینی و امری احکام نافذ کرے۔ لیکن شیطان ان کو اس راہ سے ہٹا دیا۔ اور کہہ دیا تمہیں  
 ان گورکھ دھندہوں سے کیا واسطہ؟ اور زہد و تقشف کی راہ کشادہ کر دی۔ دنیا۔ اور دنیا کے اسباب  
 سے یک لخت الگ کر دیا۔ اور صحیح مراطہ مستقیم سے ہٹا کر غلط راہ پر لگا دیا۔ اور وہی بات و خیالات کی  
 دنیا میں لیجا کر کھڑا کر دیا۔ اور کہہ دیا۔ لوگو! انسان کا کمال یہی ہے۔ کہ وہ تجرید و فراغ کی بے عملی میں  
 زندگی گزار دے۔ دنیا اور دنیا کے اسباب سے بندے کو کیا واسطہ؟ افسوس۔ عہد افسوس  
 بندے کا کمال تو یہی ہے کہ خواطر و ارادہ کے ذریعہ بندہ اپنے قلب  
 اور باطن کی صفائی کرے۔ دنیا والوں کی پروا نہ کرتے ہوئے پروردگار عالم کی پناہ میں  
 حاصل کرنے میں اپنے خواطر۔ ارادوں میں کو کام میں لائے۔ ان طریقوں اور راستوں پر  
 غور و تدبر کرنا جو خدا تک پہنچاتے ہیں۔ پس کامل ترین انسان وہ ہے۔ جس کے  
 خواطر و افکار۔ اور ارادے بے شمار ہوں۔ لیکن وہ صرف پروردگار عالم  
 کی رضا مندی کے لئے ہوں۔ اور ناقص ترین انسان وہ ہے۔ جس کے  
 خواطر و افکار۔ اور ارادے بے شمار ہوں۔ لیکن وہ حظ نفسی اور  
 خواہشات کے لئے ہوں۔ واللہ المستعان۔  
 یہ دیکھو! حضرت فاروق رضی اللہ عنہ۔ آپ کے خواطر و افکار کسی قدر

کثیر وافر ہوتے تھے۔ لیکن وہ محض رفنائے الہی کے ماتحت ہوتے تھے آپ کے خواطر و افکار اس قدر وافر ہوتے تھے کہ باہم ٹکراتے تھے بعض اوقات یہ خواطر و افکار نماز کی حالت میں آپ پر مستولی ہو جاتے تھے۔ اور آپ نماز ہی کے اندر ان سے کام لیتے تھے۔ اپنی نماز میں وہ مجاہدین کا لشکر ترتیب دیتے تھے۔ اور اس طرح آپ ایک عبادت میں دوسری عبادت کو داخل و شامل کر لیتے تھے۔ نماز میں جہاد کو داخل کر لیتے تھے۔ نماز بھی ادا ہو رہی ہے اور جہاد بھی ہو رہا ہے اللہ اللہ داخل عبادت فی العبادت کی کیا بہترین صورت ہے؟ یہ عزیز و شریف دروازہ اسی کے لئے وا ہوتا ہے جو صادق القول۔ حاذق القلب ہوتا ہے علم و بصیرت سے آراستہ ہوتا ہے عالی حوصلہ آور اور بلند ہمت ہوتا ہے۔ وہ ان امور میں اس قدر مہارت رکھتا ہو کہ ایک عبادت میں داخل اور شامل ہونے کے بعد وہ بہت سی عبادتیں اس کے اندر کس طرح داخل کر سکتا ہے۔ اور اس میں کس طرح وہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ یہ عبادت و عبادت محض خدا کا عطیہ ہے اور بس۔ و ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

## فصل

جہنم میں جانے والوں میں اکثر زبان کی وجہ سے جائینگے

غیر ضروری باتوں سے احتراز کرنا دین کی بہتری کے

زبان معاصی اور گناہوں کا پرخطر دروازہ ہے۔ اس کی حفاظت یہی ہے کہ زبان پر پورا پورا قابو رکھا جائے۔ بلا ضرورت ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالا جائے۔ وہی بات زبان سے نکالنے جس میں انسان اپنا فائدہ دیکھے۔ جب کوئی شخص بات کرنے کا ارادہ کرے تو پہلے غور کرے کہ اس سے اس کو فائدہ پہنچے گا یا نقصان؟ اگر اس میں فائدہ منظر نہ آئے تو خاموشی اختیار کرے اور اگر بات کرنے میں فائدہ نظر آتا ہے تو پھر سوچنا چاہیے کہ یہ بات اور یہ کلمہ زیادہ مفید ہے کلمہ یا کوئی دوسرا کلمہ؟ اگر دوسرا کلمہ زیادہ سودمند ہے تو وہی زبان سے نکالے۔ فائدہ کو کبھی ترک نہیں کرنا چاہیے۔

اگر تم کسی کے قلب و ضمیر کا پتہ لگانا چاہتے ہو تو اس کی زبان کی حرکت کو دیکھو۔ کوئی چاہے یا نہ چاہے بات دل کا راز کھول دے گی۔ چنانچہ حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں۔



القلب كالقدر - تغلى بها فيها  
والسنتها مغار فنها :  
قلب دیکھ کی طرح ہے۔ اس میں جو کچھ ہوتا ہے۔  
جوش کھاتا ہے۔ اور زبانیں کھیر ہیں۔

جب کوئی شخص گفتگو کرے تو دیکھو اس کی زبان سے وہی بات جو اس کے قلب میں ہوتی ہے۔ زبان قلب کا کھیر ہے۔ قلب میں جو کچھ شیریں۔ تلخ۔ لذیذ۔ خوشگوار چیز ہوگی۔ کھیر پرا جائے گی۔ زبان قلب کے ذائقہ کا پتہ دے گی۔ اور اسی طرح پتہ دے گی جس طرح دیکھ کا ذائقہ زبان سے چکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کے قلب میں جو کچھ ہوگا۔ اس کا ذائقہ تمہیں اس کی زبان سے معلوم ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک مرفوع حدیث کے اندر ہے۔

لا يستقيم ايمان عبد حتى ليتقيم  
قلبه - ولا يستقيم قلبه حتى  
يستقيم لسانه :  
جب تک بندے کا قلب درست نہ ہو اس کا ایمان درست نہیں۔ اور جب تک اس کی زبان درست نہ ہو اس کا قلب درست نہیں  
آنحضرت صلعم نے کسی سے دریافت کیا لوگ زیادہ تر جہنم میں کس چیز کی وجہ سے جا رہے گئے؟ آپ نے فرمایا۔  
الغمر والفرج !  
منہ اور شرمگاہ۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن اور صحیح کہا ہے۔  
ایک مرتبہ حضرت معاذ نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ۔ وہ کونسا عمل ہے۔ جس سے بندہ جنت میں داخل ہو اور جہنم سے بچ جائے؟ آپ نے خاص خاص غموں اور اصولی چیزیں بتلانے کے بعد فرمایا۔

الاخبرك بملاك ذالك كله ؟  
کیا میں تمہیں ان تمام پر حاوی چیز بتلاؤں  
حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ کیوں نہیں ضرور بتلائیں۔ آپ نے اپنی زبان اپنی انگلیوں سے پکڑ لی۔ اور فرمایا۔

كف عليك هذا :  
اسے اپنے قابو میں رکھو۔

حضرت معاذ نے عرض کیا۔ کیا ہم بات کرتے ہیں۔ اس کا بھی مواخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا۔

تلكذك امك يا معاذ - وهمل  
معاذ! تمہاری ماں تم پر روئے لوگنے بان

فیک الناس فی النار علی وجوههم  
 - اوقال - علی مناخرهم الا حصائد  
 ہی سے تو منہ کے بل جہنم میں پھینکے جاتے ہیں  
 یا فرمایا کہ ناک کے بل - اپنی زبانوں کے  
 کھرتوت سے۔

امام ترمذی نے اس ہدایت کو حسن اور صحیح کہا ہے۔

یہ کچھ عجیب بات ہے کہ انسان حرام کھانے سے ظلم و زنا کاری سے چوری اور سرخواری  
 سے اپنے کو بچا لیتا ہے۔ غیر محرم عورت پر نگاہ ڈالنے سے با آسانی اپنے کو بچا لیتا ہے۔  
 اور گناہ سے باز رہتا ہے۔ لیکن انفس کہ زبان کی حرکت سے اپنے کو نہیں بچا  
 سکتا۔ بسا اوقات تم دیکھو گے کہ ایک دیندار آدمی ہے جو زہد و عبادت میں بلند  
 پایا رکھتا ہے۔ اس کی دینداری کا گھر گھر چپا ہے جس راستہ سے گزرتا ہے لوگ شاہ  
 کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ تشریف لے جا رہے ہیں۔ ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے  
 انکو اپنی زبان پر قابو نہیں ہوتا۔ نہایت بے باکی۔ اور لاپرواہی سے اس کی زبان سے ایسے  
 الفاظ نکلتے ہیں جس سے خدا سخت ناراض ہوتا ہے۔ بسا اوقات ایسا لفظ۔ ایسا کلمہ  
 اس کی زبان سے نکلتا ہے۔ جو اسے اس کے مقام سے اتنی دور پھینک دیتا ہے جس کا  
 فاصلہ مشرق و مغرب کی طرح ہوتا ہے۔ بہت سے متورع۔ پرہیزگار۔ آدمیوں کو تم  
 دیکھو گے کہ وہ فواحش۔ فسق و فجور۔ ظلم و جور سے بہت دور رہتے ہیں۔ لیکن زبان بے  
 سوچے سمجھے نہایت لاپرواہی سے چلتی ہی رہتی ہے۔ زندوں۔ اور مردوں کی غیبت۔ برائی  
 آبروریزی بے دھڑک کیجاتی ہے۔ کیا کہہ رہا ہے۔ کیا کہہ رہا ہے اس کی اسے پرواہ نہیں  
 ہوتی۔ اس قسم کی بے پرواہی سے باتیں کرنا حقیقت تم معلوم کرنا چاہتے ہو تو صحیح مسلم میں  
 حضرت عبداللہ بن جندبؓ کی حدیث دیکھ لو۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

قال رجل واللہ لا لیغفر اللہ  
 بفلان۔ فقال اللہ عزوجل۔ من  
 ذا الذی یتألمی علی انی لا اغفر  
 بفلان۔ قد عفرت له وامیطت  
 عملہ۔  
 کسی آدمی نے کہا قسم خدا کی فلاں آدمی کی خدا  
 مغفرت نہیں کرے گا۔ خدا نے فرمایا یہ اس  
 بات پر قسم کھانے والا کون؟ میں نے اسے  
 بخش دیا۔ اور تیری نیکیاں میں نے غیبت  
 نالیکہ دیں۔

غور کرو۔ عابد۔ زاہد۔ پارسا آدمی ہے عبادت و طاعت سے اپنے کو مزین و آراستہ



کر رکھا ہے۔ لیکن ایک کلمہ نے اس کے تمام اعمال سوخت کر دیئے۔ یہ روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے، اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔

تکلم بکلمۃ اور بقت و نباہ و آخرت خراب کر دی۔

اور صحیح بخاری۔ اور صحیح مسلم کے اندر۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان العبد لتکلم بالکلمۃ من رضوان اللہ لا یلقى لها بالاً لا یرفعہ اللہ بہا درجات۔ وان العبد لیتکلم بالکلمۃ من سخط اللہ لا یلقى لها بالاً یہوی بہا فی نار جہنم۔

بندے کے منہ سے کبھی نہایت بے پڑائی سے خدا کی رضا مندی کا کلمہ نکل جاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ اس کے درجات بڑھا دیتا ہے اور بندے کے منہ سے کبھی نہایت بے پڑائی سے خدا کی خفگی کا کلمہ نکل جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ جہنم میں جھونک دیا جاتا ہے۔

اور صحیح مسلم کے اندر ہے۔

العبد یتکلم بالکلمۃ ما یتبین ما فیہا یہوی بہا فی النار العبد ما بین المغرب والمشرق۔

بندے کے منہ سے کبھی ایسا کلمہ نکل جاتا ہے جس کی بدی اس پر ظاہر نہیں ہوتی اور اس کی وجہ سے وہ جہنم سے ایسے گڑھے میں ڈال دیا جاتا ہے جس کی گہرائی مشرق و مغرب کے فاصلے سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔

ترمذی میں حضرت بلال بن عاصؓ نے ارشاد فرمایا۔

ان احدثکم لیتکلم بالکلمۃ من رضوان اللہ ما یظن ان تبلغ ما بلغت فیکتب اللہ لی بہا رضوانہ الی یوم یلقاہ وان احدثکم لیتکلم بالکلمۃ من سخط اللہ ما یظن ان تبلغ ما بلغت فیکتب

تم سے آدمی کبھی ایسی بات خدا کی مرضی کی بول دیتا ہے کہ اسکو خود خدا کی اس رضا مندی کا گمان تک نہیں ہوتا کہ اتنی رضا مندی حاصل ہوگی اللہ تعالیٰ اس کو اس وجہ سے قیامت تک کے لئے اس کے حق میں اپنی رضا مندی لکھ دیتا ہے اور تم میں سے کوئی خدا کی خفگی کی ایسی بات

اللہ نے بھانپ لیا کہ اس کا یوم  
میلقاہ ہے۔

بول دیتا ہے جس کی خبر نہیں ہوتی کہ وہ کہاں  
پہنچے گی۔ اور اللہ تعالیٰ قیامت تک کے  
لئے اس کے حق میں اپنی خفگی لکھ دیتا ہے۔

حضرت علقمہ کہا کرتے تھے۔ بلال بن عمارت کی اس حدیث نے مجھے کتنی ہی باتوں  
سے روک دیا ہے۔

نیز جامع ترمذی کے اندر حضرت انسؓ سے مروی ہے کسی صحابی کا انتقال ہو گیا  
کسی نے کہا ”تمہیں جنت کی بشارت ہے“ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

اولا تدري لعلمك فيما  
لا يعينها او بمنزل مما لا ينقص  
تمہیں کیا خبر؟ شاید اس نے لایعنی بان  
کی ہو۔ یا جس سے اسے کچھ کمی نہ پڑتی اس  
سے اس نے سب مل گیا ہو۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن کہا ہے۔

دوسرے الفاظ میں یہ حدیث اس طرح مروی ہے کہ غزوہ احد میں ایک نوجوان  
شہید ہو گیا۔ اس کی لاش اس حالت میں ملی کہ اس کے پیٹ پر بھوک کی وجہ سے پتھر  
بندھا ہوا تھا۔ اس کی ماں نے اسے دیکھا۔ اور اس کے منہ سے مٹی پونچھنے لگی۔ اور کہا بیٹا  
تمہیں جنت مبارک ہو۔ یہ سن کر آنحضرتؐ صلعم نے فرمایا۔

وما يدريك؟ لعلمك ان  
يتكلم فيما لا يعينها ويمنعها  
لا ينقصها  
تمہیں اس کا حال کیا معلوم؟ شاید اس  
نے کوئی غیر ضروری بات کی ہو۔ یا جس  
سے اسے نقصان نہیں تھا۔ اس سے ہاتھ  
روک دیا ہو۔

اور صحیح بخاری۔ اور صحیح مسلم کے اندر حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے  
من كان يومه باللّٰه واليوم  
الاخر فليقل خيرا وليصمت  
جو آدمی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان  
رکھتا ہے۔ اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے  
یا خاموش رہے۔

مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

من كان يومه باللّٰه واليوم الاخر

جو آدمی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان



فاذا شهد امرأ فليتكلم بخير۔ رکھتا ہے۔ جب کسی بات کی گواہی دیوے تو اولیست : بھلی بات کہے۔ یا خاموش رہے۔

امام ترمذی نے صحیح اسناد سے ایک حدیث بیان کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔  
من حسن اسلام المرء ترك ما کسی آدمی کے اچھے مسلمان ہونے کی ایک صفت  
لم يعينه : یہ ہے کہ لایعنی باتیں ترک کر دے۔

حضرت سفیان بن عبداللہ الشافعی سے مروی ہے وہ لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی خدمت میں میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اسلام کے بارے میں ایسی بات مجھے بتلا دیجئے کہ آپ کے بعد کسی سے میں نہ پوچھوں۔ آپؐ نے فرمایا۔

قل آمنت بالله ثم استقم، کہو میں اللہ پر ایمان لایا پھر تم اس پر مستقیم رہو  
میں نے عرض کیا میری نسبت کس چیز کا خوف ہے؟ آپؐ نے اپنی زبان پکڑ لی اور فرمایا۔ ہذا اس زبان کا خوف ہے۔

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔  
كل كلام ابن آدم عليه. لا اله الا امر بالمعروف والنهي عن المنكر. اور ذكر الله عز وجل :  
آدمی کی ہر بات اس پر بوجھ ہے۔ سو مند نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ اچھی بات کا حکم کرے اور بری بات سے روکے۔ اور اللہ عزوجل کا ذکر کرے۔

ترمذی اس حدیث کو حسن کہتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

اذا أصبح العبد فان الاعضاء كلها تكفر اللسان. تقول اتق الله فانما نحن بك. فاذا استقمت استقمنا وان اعوججت اعوججنا :  
بندہ صبح کرتا ہے۔ تو اس کے تمام اعضا اس کی زبان سے پناہ مانگتے ہیں۔ کہتے ہیں تو خدا سے ڈر ہمارا انجام تیرے ہاتھ ہے۔ تو سیدھی ہے تو ہم سیدھے ہیں۔ تو پکڑی ہے تو ہم پکڑے ہیں۔

بہت سے بزرگان سلف کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنی سردی گرمی کے دنوں کے کاموں کا حساب لکھا کرتے تھے کہ کتنے نیکیاں کام ہم سے ہوئے۔ اور کتنے برے۔

بعض اکابر اہل علم کو ان سے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا گیا۔ اور ان سے پوچھا گیا کہ کیا معاملہ پیش آیا؟ انہوں نے جواب دیا صرف ایک بات کی وجہ سے میں معلق ہوں۔ میرے منہ سے نکل گیا کہ بارش کی ضرورت کیسے تھی؟ اس پر مجھے کہا گیا۔ کیا سمجھ کر تم ایسا بولے میرے بندوں کی مصاحتوں کو میں خود ہی اچھی طرح سمجھتا ہوں۔

صحابہ میں سے کسی نے اپنے خادم سے کہا۔ دسترخوان لاؤ۔ کچھ اس سے ساتھ بھی کھیل کر لیں۔ اس کے بعد ہی کہنے لگے۔ استغفر اللہ میں بغیر نیکی اور حکام کے کبھی بات نہیں کرتا۔ آج کیا ہو گیا جو ایسا ہو گیا۔ میری زبان بے نیکی اور بے زبان ہو گئی پھر کہنے لگے۔ انسان کے اعضاء کی حرکتوں میں سب سے بری اور ہرزہ رساں حرکت زبان کی حرکت ہے۔

علماء سلف و خلف کا اس بارے میں بہت اختلاف ہے کہ آیا انسان کی تمام باتیں لکھی جاتی ہیں؟ یا صرف خیر و شر کی باتیں۔ ایک گروہ کہتا ہے۔ تمام باتیں لکھی جاتی ہیں۔ دوسرا گروہ کہتا ہے۔ صرف خیر و شر کی باتیں لکھی جاتی ہیں بہ ظاہر تو پہلا ہی قول صحیح ہے بعض سلف کا کہنا ہے۔ انسان کا ہر لفظ اس پر بوجھ ہے۔ اس کے لئے سود مند نہیں ہے۔ سوائے ذکر خداوندی کے۔ یا جو ذکر خداوندی کے قریب قریب ہو۔ (۱)

حضرت ابو بکر صدیقؓ اکثر اپنی زبان پکڑتے۔ اور کہتے۔

هذا اردنی الموارد اس نے مجھے بہت سی مصیبتوں میں ڈالا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ گفتگو۔ اور بات چیت تمہاری اسیر ہے۔ لیکن جب یہ منہ سے نکل جائے تو تم اس کے اسیر بن جاتے ہو۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آدمی کی زبان کے ساتھ ہی خدا ہوتا ہے۔ وما یلفظ من قول الا لہدینا رقیب (سورہ ق) پاس ایک نگہبان تیار رہتا ہے۔

انسان کی زبان میں دو آفتیں لازمی ہیں۔ اور دونوں میں سے کسی ایک سے بھی رستگاری اور گلو خلاصی ناممکن ہے۔ اور یہ دونوں آفتیں اپنی جگہ بہت خطرناک ہیں۔ ایک بات

(۱) اسے یہاں سلف کا قول کہا گیا ہے۔ لیکن یہ حضرت ام المؤمنین ام حبیبہؓ کی حدیث ہے

جیسا کہ تم اوپر پڑھ چکے ہو۔



کرنے کی آفت۔ اور دوسری خاموشی کی آفت اور یہ دونوں ایک دوسرے سے بڑی ہیں۔ اگر کوئی زبان حق بات سے خاموشی اختیار کرتی ہے۔ تو انسان کو گونگا شیطان بننا پڑتا ہے۔ اور خدا کا نافرمان بندہ بن جاتا ہے۔ ریاکار۔ مداہن ہو جاتا ہے۔ اور باطل سپردہ بات کرنا لانا طعش شیطان ہے۔ خدا کا نافرمان ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ خدا کی زیادہ تر مخلوق بولنے اور خاموشی کے بارے میں سیدھی راہ سے ہٹ چکی ہے۔ ہر اطمینان سیدھی راہ ہی ہے۔ کہ درمیان فی راہ اختیار کی جائے۔ انسان اپنی زبان کو باطل۔ ناحق۔ ناروا بات سے روک لے۔ اور وہی بات کرے۔ جس سے آخرت کا فائدہ ہو۔ کوئی ایسی بات نہ کرے۔ جس سے آخرت خراب ہو۔ آخرت میں نقصان پہنچانے والی بات کبھی زبان پر نہ لانی جائے۔ کیونکہ خدا کے بہت سے بندے قیامت کے دن خدا کے حضور میں پہاڑوں کے برابر نیکیاں لیکر حاضر ہونگے۔ لیکن ان کی بے لگامی نیکیوں کے ان پہاڑوں کو منہدم کر دے گی۔ اور بہت سے بندے گناہوں کے پہاڑ لیکر حاضر ہونگے۔ لیکن ان کی زبانی اکثر ذکر خداوندی میں مشغول ہوتی تھیں۔ تو گناہوں کے یہ تمام پہاڑ منہدم ہو کر رہ جائیں گے۔

## فصل

خطوات یعنی قدم۔ چلنا۔ پھرنا۔ اور اس میں حزم و احتیاط برتنا جو قدم ثواب کا موجب نہ ہو اس سے بہتر ہے کہ بندہ بیٹھا رہے۔  
خطوات یعنی قدم۔ چلنے پھرنے۔ اٹھانے اور رکھنے کی حفاظت یہ ہے کہ بندہ اسی جگہ اٹھائے جہاں اسے عند اللہ ثواب کی امید ہو۔ اگر قدم اٹھانے میں ثواب نہیں دیکھتا یا مزید ثواب کی امید نہیں رکھتا تو اس کے لئے یہی بہتر ہے کہ ایک جگہ بیٹھا رہے۔  
بندے کے لئے یہ بہت ممکن ہے کہ اپنے مباح اور جائز قدم کو بھی تقرب الی اللہ کا ذریعہ بنائے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ ہر قدم کے لئے جناب باری میں ثواب و تقرب کی نیت کرے۔ اس طرح بندہ کا ہر قدم تقرب الہی کا موجب ہو گا۔ اس طرح بقیہ سے اس کی روزمرہ کی عادی اور مباح چیزیں بھی اس کے حق میں طاعات و عبادات بن سکتی ہیں۔ اگر بندہ اپنے عادی۔ اور مباح امور میں ثواب و تقرب کی نیت کرے۔ تو اس کے

تمام عارفی اور مباح امور ثواب و تقرب کا موجب بن سکتے ہیں۔

چونکہ بندے کی اکثر و بیشتر لغزشیں قدم اور زبان سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان دو کو ایک ہی ساتھ بیان فرماتا ہے۔

و عباده الرحمن الذين هم مشغون على  
الارض هونا. و اذا خاطبهم الجاهلون  
قالوا سلاما: (سورہ فرقان)

اس آیت میں نیک بندوں کی شان۔ اور صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ کلام و گفتگو۔  
خطوات قدم میں مستقیم اور راست رہ کر رہتے ہیں۔

آیت میں یہ دو چیزیں اسی طرح ایک ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ جس طرح لخطات اور  
خطرات کو اس آیت میں ایک ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

يَعْلَمُ مَا تَكْتُمُ الْعَيْنُ وَمَا تَخْفَى  
الصدور (سورہ غافر)  
اللہ غائب آنکھوں کو اور جو کچھ سینوں میں  
مخفی ہے جانتا ہے۔

## فصل

زنا کے مفسد قلب۔ روح۔ جوارح۔ اور انسان کے

تمام امور پر طاری ہو جاتے ہیں۔ زنا کی حد لوگوں کے

اجتماع میں جاری کرنے کی حکمت تو بہ نصوح سے تمام گناہ

معاف ہو جاتے ہیں۔ معاصی سے خاتمہ بالخیر نہ ہونیکا خطر ہے

تحريم فواحش. حفظ عصمت کا وجوب وغیرہ امور جو ہم نے اب تک پیش کئے۔ وہ بطور

مقدمہ اور تہیہ کے پیش کئے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اکثر ما يدخل الناس النار الفرج اکثر لوگوں کو سنہ اور شرمگاہ جہنم میں لیجائیگی۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔

مسلم کا خون تین باتوں میں سے کسی ایک کے

بغیر حلال نہیں ہے۔ شیب زانی۔ یا جان کے بدلہ

میں جان۔ یا وہ جو دین چھوڑ کر مرتد ہو جائے اور

لا یحیل دما مرء مسلم الا باحدى

ثلاث الثیب الزانی. و انتفس بالانفس

والتارک لحدیثہ. المستفارق



للجماعة: جماعت سے الگ ہو جائے۔

جس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زنا کو کفر اور قتل نفس کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یہ بعینہ اس آیت کی نظیر و مثال ہے۔ جو سورہ فرقان میں وارد ہے۔ اور بعینہ حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث کی نظیر و مثال ہے۔ آنحضرتؐ نے سب سے پہلے وہ گناہ پیش فرمایا جو کثیر الوقوع ہے۔ اس کے بعد وہ گناہ بیان کیا جو اس سے کم وقوع میں آتا ہے۔ چنانچہ باعتبار قتل نفس کے زنا کا وقوع زیادہ ہے۔ تو زنا کو پہلے بیان کیا۔ اور بمقابلہ ارتداد کے قتل کا وقوع زیادہ ہے۔ اس لئے ارتداد سے پہلے قتل نفس کا ذکر کیا۔

نیز اس میں یہ بات بھی ہے کہ ایک کبیرہ گناہ کے بعد دوسرے کبیرہ گناہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ہر پہلا گناہ اگلے گناہ سے بڑا ہے اور جس کے مفاسد پہلے سے مفاسد سے زیادہ ہیں۔ زنا کے مفاسد اور خرابیاں۔ صلاح عالم۔ فلاح دنیا کے سراسر خلاف اور متناقض ہیں۔ کیونکہ جب کوئی عورت زنا کا ارتکاب کرتی ہے۔ وہ اپنے سارے کنبے اور قرابتداروں اور ماں باپ بھائی بہنوں کے لئے موجب عار بن جاتی ہے۔ اور اس کی وجہ سے اس کے سارے گھر لانے۔ اور کنبے والوں کے سر نیچے ہو جاتے ہیں۔ اور اگر کہیں وہ زنا سے حالہ ہو گئی۔ تو پھر انکے عار کی انتہا نہیں رہتی۔ اور اگر وہ عار کی وجہ سے اپنے حمل کو مار دیتی ہے تو زنا۔ اور قتل نفس دو گناہوں کا ارتکاب کرتی ہے۔ اور اگر حمل باقی رہ جاتا ہے تو شوہر پر بلا وجہ بھڑپا جاتا ہے اور اجنبی کے نطفہ کو اپنے اور اپنے شوہر کے کنبے سے جوڑ دیتی ہے جو قطعاً اس کنبے سے الگ ہے اور پھر وہ اسکو الکاوارث اور حقدار بنا دیتی ہے۔ حالانکہ وہ غیر ہے اور پھر وہ انہی میں رہتا ہے اور انہی میں پرورش پاتا ہے اور انہی کے نسب و خاندان میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ اور اس قسم کی بہت سی خرابیاں عورت کے دنا سے وابستہ ہیں۔

اگر مرد زنا کا رہے تو اس سے بھی اختلاط و نسب واقع ہوتا ہے۔ محفوظ و ماموں عورت کو خراب۔ تباہ و برباد کرنے کا موجب اور سبب بنتا ہے۔ غریب عورت کو تلف و بربادی کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔

پس اس کبیرہ سے دین و دنیا دونوں ہی خراب و برباد ہو جاتے ہیں۔ اور برباد و برباد آخرت میں آگ کا سامان مہیا ہوتا ہے۔

زنا وہ گناہ کبیرہ ہے کہ بے شمار محرمات الہیہ حلال کر لی جاتی ہیں۔ بے شمار حقوق فوت ہو جاتے ہیں۔ اور بے شمار مظالم اس کی وجہ سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

زنا کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ فقر و مذلت زانی کے لئے لازم ہو جاتی ہے۔ اور زانی کی عمر کوتاہ ہو جاتی ہے۔ اور لوگوں میں عموماً روسیاء ہو جاتا ہے۔

اور یہ بھی زنا کی خاصیت ہے کہ زانی کا قلب مضطرب اور منتشر ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس کا قلب موت کی گھاٹ نہیں اترتا تو کم از کم بیمار اور مریض ہو جاتا ہے۔ اور حزن و غم اور خوف و ہراس کا خزن ضرور بن جاتا ہے اور خدائے مالک الملک اور فرشتوں سے اسے دور پھینک دیتا ہے۔ اور شیطان کے قریب۔ بلکہ شیطان کی گود میں بیٹھا دیتا ہے۔

غرض قتل و خونریزی کے مفسدہ کے بعد زنا کے مفسدہ سے بڑھ کر کوئی مفسدہ نہیں ہے اور یہی وجہ ہے جو شریعت نے زانی کے لئے بدترین۔ رسوا کن طریق قتل کی سزا تجویز فرمائی زنا اس قدر تکلیف دہ برائی ہے کہ اگر کسی سے کہا جائے کہ تمہاری بی بی نے خودکشی کر لی تو اسے سخت صدمہ ہوگا۔ لیکن اگر کسی نے اسے یہ کہہ دیا کہ تیری بی بی نے فلاں کے ساتھ فحاش کیا تو اسے اس قدر صدمہ ہوگا۔ کہ خودکشی کرنے کے صدمہ سے لاکھوں درجہ بڑا صدمہ ہو گا چنانچہ حضرت سعد بن عبادہؓ کی ایک روایت ہے۔

لو رأیت رجلاً مع امرئتی لقربته  
یا لسیف غیر مصفوح  
اگر میں اپنی بی بی کے ساتھ کسی کو دیکھ پاؤں تو  
اڑھی تلوار سے اسے قتل کر دوں۔

آنحضرتؐ کو حضرت سعدؓ کی اس بات کی خبر ہوئی تو آپؐ فرماتے گئے۔  
أَتَعْجَبُونَ غَيْرَةَ سَعْدٍ؟ وَاللَّهِ لَا نَا  
غَيْرَ مِنْهُ - وَاللَّهِ اَغْيَرُ مِنِّي -  
کیا تمہیں سعد کی غیرت پر تعجب ہو رہا ہے؟ قسم  
خدا کی میں سعد سے زیادہ عینور ہوں اور اللہ  
مجھ سے بھی زیادہ عینور ہے اور اس غیرت ہی  
کی وجہ سے خدا نے ظاہری باطنی فواحش کی  
حرام گردانا ہے۔ (متفق علیہ)

نیز صحیح بخاری۔ اور صحیح مسلم کے اندر آنحضرتؐ سے مروی ہے۔  
ان اللہ یغار۔ وان المؤمن  
یغار وغیرۃ اللہ ان یاتی العبد  
ما حرم علیہ :  
اللہ تعالیٰ عینور ہے اور مؤمن عینور ہے۔ اور  
بہندہ جرائم کا ارتکاب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ  
کو غیرت آتی ہے۔

اور صحیح بخاری۔ اور صحیح مسلم کے اندر مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔



لا احد اغیر من اللہ . من اجل  
 ذالك حرما الفواحش ما ظهر منها  
 وما بطن . ولا احد احب الیہ  
 العذر من اللہ من اجل ذالك  
 ارسل الرسل مبشرين ومنذرين  
 ولا احد احب الیہ المرح من  
 اللہ ومن اجل ذالك اتشی  
 علی نفسہ :

خدا سے زیادہ کوئی غیور نہیں . اور اسی لئے  
 اس نے ظاہری باطنی فواحش کو حرام کر دیا ہے اور  
 خدا سے زیادہ عذر و معذرت کا پسند کرنے والا  
 کوئی نہیں اور اسی لئے اس نے بشارت دینے  
 والے اور ڈرانے والے رسول و پیغمبر بھیجے . اور  
 خدا سے زیادہ کسی کو اپنی تعریف  
 پسند نہیں . اور اسی لئے خدا نے خود اپنی  
 تعریف کی ہے ۔

اور صحیح بخاری . اور صحیح مسلم کے اندر ہے کہ آنحضرتؐ کے سورج گرہن کے خطبہ میں مرقی  
 ہے ۔ آپؐ نے فرمایا ۔

یا امۃ محمد . واللہ انہ لا احد  
 اغیر من اللہ . ان یزنی عبدہ  
 اور تزی امۃ یا امۃ محمد . واللہ  
 لو تعلمون ما اعلم لفکتمہ قلیلا  
 ولبکیتمہ کثیرا :

اے محمد کی امت! قسم خدا کی . خدا سے زیادہ  
 کوئی غیرت مند نہیں کہ اس کا کوئی بندہ یا  
 بندی زنا کاری کرے ۔ اے محمد کی امت! قسم  
 خدا کی جو میں جانتا ہوں تم جان لو تو تم ہنسنا  
 کم کرو اور بہت زیادہ رو دیا کرو ۔

اس کے بعد آپؐ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور بارگاہ الہی میں عرض کی ۔  
 اللہم ! اہل بلیغہ !  
 اے خدا! تو گواہ ہے میں نے تیرا دین پہنچا دیا ۔  
 سورج گرہن کی نماز کے بعد خطبہ میں اس کبیرہ گناہ کا ذکر خاص معنی رکھتا ہے اور عذر و تاویل  
 کرنے والوں کے لئے اس میں عجیب و غریب اسرار و رموز پوشیدہ ہیں ۔

زنا کی کثرت تباہی عالم کی بڑی نشانی ہے . نیز زنا کی کثرت قیامت کی نشانیوں میں سے  
 ایک بڑی نشانی ہے . جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر حضرت انس بن مالکؓ سے  
 مروی ہے . وہ فرماتے ہیں میں ہمیں ایک حدیث سنا تا ہوں . جو شاید میرے بعد ہمیں کوئی  
 نہیں سنائے گا . یہ حدیث آنحضرتؐ صلعم سے سنی ہے . آپؐ نے فرمایا ۔

من اشراط الساعة ان یرفع  
 العلم ویظہر الجہل . ویشرب الخمر  
 قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے . کہ علم اٹھ  
 جائے گا . جہالت بڑھ جائیگی . شراب خوب

وَيُظْهِرُ الزَّانَا - وَيَقْلُ الرِّجَالَ وَ  
تَكْثُرُ النِّسَاءُ حَتَّى يَكُونَ لِكُلِّ مِائَةِ  
أَمْرَأَةٍ الْقِيمَةُ الرَّاحِدُ :

پی جائے گی۔ اور زنا کی کثرت ہو جائے گی۔  
مرد کم ہو جائیں گے اور عورتوں کی کثرت ہو  
جائیگی۔ عورتوں کی اس قدر کثرت ہو جائیگی کہ  
ایک ایک مرد پچاس پچاس عورتوں کا بار اٹھائے گا

اور اللہ تعالیٰ کی یہ عادت، اور سنت مستترہ یہی ہے کہ جب زنا کی کثرت ہو جاتی ہے۔ تو  
اس کا غضب و غصہ تیز ہو جاتا ہے اور جب اس کا غضب غصہ تیز ہو جاتا ہے تو اس کے غضب ناراضگی سے  
آئنا زمین پر بھورت عقوبت و عذاب ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں  
مَا ظَهَرَ الرَّجُلُ - وَالزَّانَا فِي قَرْيَةٍ  
إِلَّا أَذِنَ اللَّهُ بِأَهْلَاكِهَا :

جب کسی قریہ، اور آبادی میں سود خوری  
اور زنا کاری کی کثرت ہو جاتی ہے۔ تو اللہ  
تعالیٰ اسے ہلاک کرنے کا حکم دے دیتا ہے۔

بنی اسرائیل کے بعض اجارہ نشا کے متعلق وارد ہے کہ اس کا لڑکا کسی عورت سے آنکھیں  
لٹانے لگا۔ یہ دیکھ کر اس نے اپنے بیٹے سے کہا۔ خوب بیٹے خوب۔ اور اسی وقت وہ سر کے بل تخت  
سے نیچے گرا۔ اور اس کی شہ رگ ٹوٹ گئی۔ اور اس کی بی بی بھی اسی طرح گر پڑی۔ اس  
کے بعد اس سے خطاب کیا گیا۔ اپنے بیٹے پر میرے لئے عفو کرنے کی یہی حیثیت ہے؟ تم  
جیسے لوگوں میں کبھی خیر و برکت نہ ہوگی۔

خدا نے زنا کی حد کو دوسری حدود کے مقابلہ میں تین خصوصیتوں سے ممتاز کر دیا،  
ایک یہ کہ زنا کی حد کا طریقہ نہایت ذلت آمیز اور رسوا کن مقرر فرمایا۔ کہ لوگوں کے  
اجتماع میں زانی محض کو سنگسار کیا جائے۔

اور جہاں جن صورتوں میں زنا کی عقوبت و سزا کم رکھی ہے۔ وہاں بھی جہانی اور قلبی سزا  
تجویز کی گئی۔ کہ جسم پر کوڑے لگائیں جائیں۔ اور ایک سال کے لئے اسے حبس و وطن  
کر دیا جائے

دوسری یہ کہ زنا کی سزا جو دین و شرع نے مقرر کی ہے۔ اس میں کسی قسم کی رحمدلی۔ اور  
راقت قلبی نہ برقی جائے۔ خدا کی حد کے اجراء میں رحمدلی رکاوٹ نہ ڈالے۔ کیوں کہ حق  
سجائے و تعالیٰ نے یہ عقوبت و سزا عین اپنی رحمت و رافت کی بنا پر ہی شروع فرمائی ہے  
وہ رحم الراحمین ہے۔ سب سے بڑا مہربان ہے۔ باوجود اس کے اس



وہ رحم الرحیم ہے۔ سب سے بڑا مہربان ہے۔ باوجود اس کے اس کی رحمت اس عفویت و سزا کو روکتی نہیں ہے۔ پس اگر تمہارے قلوب میں بھی رحمت و رافت کا جذبہ ہو تو اس کے فرمان کے نفاذ میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ ڈالو۔ اگرچہ یہ بات ہمہ قسم کی حدود میں ہونی چاہیے لیکن زنا کی حد میں خصوصیت کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ یہاں اس کے ذکر کی سخت ضرورت تھی۔ اس لئے کہ عموماً لوگ چوروں۔ ڈاکوؤں۔ اور تہمت لگانے والوں۔ سزا بخواروں کے خلاف جو خفگی۔ ناراضگی۔ غصہ اور نفرت رکھتے ہیں۔ وہ زانی کے خلاف نہیں رکھتے۔ بلکہ زانی پر جس قدر رحم و رافت ان کے دلوں میں ہوتی ہے۔ اتنی دوسرے جرائم کے ارتکاب کرنے والوں پر نہیں ہوتی و نیز کے واقعات و شواہد اس کی بین دلیل ہیں۔ اور اس لئے اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری سے منع فرمایا کہ اس بارے میں رحم و رافت کو قطعاً جگہ نہ دی جائے۔ تاکہ حدود الہی معطل ہو کر نہ رہ جائیں۔

زنا کے متعلق یہ خصوصیت کیوں ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ زنا کا ارتکاب شرفار سے بھی ہوتا ہے۔ اور متوسط طبقہ کے لوگوں سے بھی۔ اور ادنیٰ طبقہ کے لوگوں سے بھی۔ زنا کے دواعی و اسباب بہت سے ہیں۔ لیکن سب سے بڑا سبب عشق ہے اور انسانی قلوب حبلی اور طبعی طور پر عاشق پر رحم کرنا پسند کرتے ہیں۔ بلکہ بہت سے لوگ تو عاشق کی اسلاد و اعانت کو طاعت و ثواب سمجھتے ہیں۔ اگرچہ معشوق کی صورت دیکھنا بھی حرام ہے۔ لیکن پھر بھی یہ چیز عام طور پر مکروہ نہیں سمجھی جاتی۔ اور جذبہ عشق تو وہ چیز ہے کہ مختلف قسم کے چوپایوں تک میں پایا جاتا ہے۔ اور محبت و عشق سے بے شمار واقعات ہم لوگوں کی زبانی سن چکے ہیں۔ اور یہ ہوگ اکثر و بیشتر ان لوگوں میں ویاہر پایا جاتا ہے۔ جو عقل و دین سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ خصوصاً خدام۔ نوکر۔ چاکر اور عورتوں میں یہ مرض زیادہ ہوا کرتا ہے۔

نیز یہ گناہ عموماً طرفین کی رضامندی سے سرزد ہوتا ہے۔ ظلم و عدوان اور جبر سے شاذ و نادر ہی اس گناہ کا صدور ہوتا ہے۔ اور عموماً ہر انسان میں غلبہ شہوت موجود ہوتا ہے۔ اور یہ غلبہ اس کے اندر خاص قسم کا تصور پیدا کرتا ہے۔ اور یہ تصور اس کے قلب میں رحمت و رافت کے جذبات پیدا کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ یہی چاہتا ہے۔ کہ

ایک مستحق حد و سزا اس خدا اور مہر اس کے کسی نہ کسی طرح پرچ جائے تو بہتر۔ حالانکہ یہ بات صنعت ایمان کی دلیل ہے۔ کمال ایمان۔ اور قوت ایمانی تو یہ ہے کہ حکم الہی کے نفاذ میں وہ قوی تر اور دلیر ہو۔ اور وہ کام کرے جس کے کرنے میں محدود و کمزور کے لئے آخرت کی رحمت اترے۔ اور جو رحمت خداوندی۔ اور پروردگار عالم کے منشاء کے عین مطابق ہو۔

تیسری یہ کہ زانی اور زانیہ پر مسلمانوں کے عام اجتماع میں حد عیار ہی کی جاتی ہے تنہا کی میں نہیں۔ اور یہ مصلحت حدود اور حکمت نہ جو تو بیچ کے عین مطابق ہے۔

مضمون زانی کی حد قوم لوط کی مراسے متقی و ماخوذ ہے خدا اس قوم کو اوپر سے پھر برسا کر ختم کر دیا تھا۔ اور یہ اس لئے کہ زنا۔ اور لواطت فحش اور فساد و خرابی میں برابر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ دونوں چیزیں مخلوق۔ اور امر الہی کی حکمت و مصلحت کے خلاف ہیں۔ لواطت بھی وہ خرابیاں پائی جاتی ہیں جن کا انحصار و شمار مشکل ہے۔

مفعول کو قتل کر دینا مفعول کے حق میں عین خیر و بھلائی ہے۔ اس کے ساتھ رعایت کرنا اس کی خیر و بھلائی کے خلاف ہے مفعول کے اندر لواطت سے وہ وہ مفاسد اور خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں کہ اس کے بعد اس کی اصلاح ناممکن ہو جاتی ہے۔ خیر و بھلائی کی تساہل نہیں اس کیلئے مسدود ہو جاتی ہیں۔ اور خدا کی زمین اس کے منہ اور پیشانی سے شرم جبار کا سارا پانی اور جوہر عذب کو لیتی ہے۔ اس کے بعد وہ اس قدر بے حیا و شرم بن جاتا ہے کہ نہ وہ خدا سے شرماتا ہے، اور نہ خدا کی مخلوق سے۔ اور فاعل کا لطف اس کے اندر ہو چکا ہے کہ وہ کام کرتا ہے جو زیر کام کرتا ہے۔

یہ مسئلہ کہ مفعول جنت میں داخل ہوگا۔ یا نہیں؟ اس کے متعلق علماء کے دو قول ہیں اور یہ دو قول میں نے اپنے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے سنے ہیں۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مفعول جنت میں داخل نہیں ہوگا وہ اپنے دعوے کے ثبوت پر چند دلائل پیش کرتے ہیں۔

ایک دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

لا یدخل الجنة ولد الزنا ولدنا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

جب ولدنا جنت میں داخل ہو گیا تھا۔ حالانکہ اس کا کوئی گناہ نہیں تو پھر مفعول کس طرح جنت کا حق دار ہوگا؟ ولد الزنا کے اندر عیب ہے تو یہی کہ شر



جہانٹ کا خطرہ ہے۔ اور اس سے فیرو فلاح کی امید نہیں کیونکہ یہ خبیثہ نطفہ کی پیداوار ہے۔ اور وہ جسم جو حرام غذا سے پرورش پاتا ہے۔ اس کے لئے جب جہنم بہتر سمجھی گئی تو وہ جسم جو نطفہ حرام سے پیدا ہوا ہے۔ اس کا بھی یہی حال ہونا چاہیے۔

اس کے بعد وہ کہتے ہیں لوطی مفعول ولد الزنا سے بھی بدتر۔ اور ذلیل و خوار۔ اور خبیث و ناپاک ہے۔ اور اس سے کسی فیرو فلاح کی امید نہیں ہے۔ اور اس کا یہ فعل اس کے اور جنت کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ اگر لوطی مفعول کوئی نیک کام بھی کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے اندر کچھ ایسے رخنے پیدا کر دیتا ہے جس سے اس کا عمل فاسد۔ باطل اور ردى ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور یہ بھی اس کے عمل بد کی شر کی طور پر کیا جاتا ہے۔

اور یہ بات تم بہت کم پاؤ گے کہ کسی کو بچپن میں یہ بیماری لاحق ہو گئی۔ اور بڑا ہونے کے بعد وہ سیدھی راہ پر آ گیا ہے۔ بلکہ بڑا ہونے کے بعد وہ بچپن سے بھی زیادہ بدتر ہو جاتا ہے نہ تو اسے نیک عمل کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ نہ علم نافع کی۔ نہ توبہ نصوح کی۔

اصل مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ جو شخص اس مرض و عیبت میں مبتلا ہو گیا۔ اور پھر اس نے خدا کی طرف رجوع کیا۔ اور خدا نے اسے توبہ نصوح کی توفیق بخشی۔ نیک اعمال کی توفیق عطا کی۔ اور بچپن کی بری خصلت کو بڑا ہونے سے بعد اس نے ترک کر دی۔ برائیوں کو نیکیوں سے دھو ڈالا۔ طاعات۔ عبادات۔ اور تقرب خداوندی کے وسائل و ذرائع اختیار کر کے پچھلی بد عملیوں۔ بد کرداریوں کو صاف کر دیا۔ اور اسے آنکھیں بند کر لیں۔ اور خدا کے ساتھ اپنا معاملہ درست کر لیا، تو ایسے شخص کے لئے مغفرت و بخشش ضروری ہے۔ اور وہ جنتی ہو گا کیونکہ خدا ہر قسم کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ کیونکہ جب توبہ کرنے سے ہر قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ شرک تک تو بہتے معاف ہو جاتا ہے۔ اور خدا کے پیغمبروں اور خدا کے رسولوں کو قتل کرنے کا گناہ توبہ سے معاف ہو جاتا ہے۔ کفر و ہاد کا گناہ توبہ سے معاف ہو جاتا ہے۔ تو کچھ یہ گناہ توبہ سے معاف کیوں نہ ہو گا؟ جبکہ حکمت الہی کی حکمت۔ عدل و فضل ہی پر قائم ہے کہ

التائب من الذنب کما لا  
ذنب لہ  
گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے  
گناہ کیا ہی نہیں۔

اور پھر یہ ہر اخصاصت دیتا ہے کہ جو آدمی شرک و کفر قتل نفس۔ زنا و غیرہ سے توبہ کرے گا

اس کے گناہ اور برائیاں نیکیوں میں تبدیل کر دی جائیں گی۔ اور یہ حکم ہر اس شخص کے لئے ہے جو اپنے گناہوں سے توبہ کرے۔ گناہ کسی قسم کے بھی ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

قل یا عبادى الذین اسرفوا  
عنى القسهم لا تقنطروا من رحمة  
الله ان الله یغفر الذنوب  
جمیعا۔ انه هو غفور الرحیم

کہہ دو! اے میرے وہ بندگان جنہوں نے  
اپنے اوپر زیادتی کی ہے۔ تم خدا کی رحمت سے  
ناامید نہ ہو۔ خدا تمام گناہوں کو یقیناً بخش  
دے گا۔ وہ واقعی غفور رحیم ہے۔

آیت کے عموم سے کوئی ایک گناہ بھی خارج نہیں ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ حکم خاص توبہ کرنے والوں کے حق میں ہی ہے۔

ایسا آدمی جسے بچپن میں مغولیت کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اور بڑا ہونے کے بعد بچپن سے زیادہ خراب ہو جاتا ہے۔ اسے توبہ نہ صوح۔ اور عمل صالح کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ ایسا آدمی اپنے نافات کی تلافی بھی نہیں کر سکتا۔ اور جو ہر اس سے فنا ہو چکا اسے پھر واپس نہیں لا سکتا۔ اور نہ وہ اپنی برائیوں کو خیر و بھلائی سے تبدیل کر سکتا ہے ایسے انسانوں سے بہت بعید ہے کہ موت کے وقت انہیں ایسے کام کی توفیق نصیب ہو جس سے وہ جنت کے حقدار بن سکیں۔ اور یہ بھی اس کے اعمال بد اور کوار خبیثت کی عقوبت دسرا ہے۔ کیونکہ خدا گناہوں کی سزا گناہوں کے ذریعہ ہی دے دیتا ہے۔ اور جب گناہوں پر گنا بڑھتے جاتے ہیں۔ تو عقوبتوں پر عقوبتوں کا بار بھی پڑھتا جاتا ہے اور یہ اسی طرح جس طرح نیکی کا بدلہ نیکی سے دیا جاتا ہے اور اس طرح بے شمار نیکیاں جمع ہو جاتی ہیں۔

تم اکثر دیکھو گے کہ عالم نزع میں حسن خاتمہ۔ اور انسان کے درمیان بد عملیاں اور گناہ بطور عقوبتہ و سزا ہاں مل ہو جاتے ہیں۔ اور انہی گناہوں کی وجہ سے انکو خاتمہ بالخیر کی توفیق نصیب نہیں ہونے پاتی۔ چنانچہ عبدالحق الاشعریؒ کہتے ہیں ”سو خاتمہ۔ اغا ذنا اللہ منہا کے بہت سے اسباب۔ بہت سے طریقے۔ اور بہت سے دروازے ہیں۔ اور بڑا سے بڑا سبب اور طریقہ۔ اور دروازہ یہ ہے کہ انسان دنیا طلب دنیا۔ اور حرص دنیا میں غور و مستغرق ہو جائے اور آخرت کی جانب سے کلیتہً اعراض کر لیوے۔ اور محاصی اور خدا کی نافرمانی میں بے دھڑک اندام کرتا چلے جائے“

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جن پر مختلف قسم کے گناہ۔ اور مختلف قسم کی نافرمانیاں



غالب آجاتی ہیں اور خدا سے اعراض و غفلت۔ معاصی و گناہ کی جانب جرات و اقدام کا حصہ غالب آجاتا ہے۔ اور اس لئے قلب پر یہ امور غالب آجاتے ہیں۔ قلب کے مالک بن جاتے ہیں۔ اور اس کی عقل و بصیرت کو اسیر و غلام بنا لیتے ہیں۔ الوارثی کی قدریں سمجھ جاتی ہیں۔ خدا کی جانب بڑھنے کی راہوں میں یاری مل جاتی ہے جسکی وجہ سے کوئی تذکرہ۔ کوئی نصیحت اسے کارگر نہیں ہوتی۔ نہ کسی موعظت و تذکرہ سے اسے نور اور روشنی حاصل ہوتی ہے۔ اور بسا اوقات اسی حالت میں موت کا پنجہ اسے آدبوجھتا ہے۔ اور کچھ دور سے موت کی صدا بھی اس کے کانوں تک پہنچ جاتی ہے۔ لیکن اب اسے نہ تو اپنے مقصد و ارادہ کا پتہ چلتا ہے۔ نہ راہ مقصد کا سرخ ملتا ہے۔ اگرچہ اس وقت خدا کا داعی بار بار اسے مقصد اور راہ مقصد کی طرف دعوت دیتا رہا۔ لیکن سب بے سود اور بیکار۔

حافظ عبدالحق الاشہلی کہتے ہیں ”مجھے الناصر سے بعض خواص نے یہ کہا ہے کہ جب الناصر حالت نزع میں تھا۔ اس کا بیٹا اس کے سر ہانے بیٹھ کر کہنے لگا۔ لا الہ الا اللہ“ پڑھیے۔ الناصر نے اس کے جواب میں کہا مولای (میرا غلام کہاں ہے؟)۔ لڑکے نے پھر اس کی تلقین کی۔ لیکن الناصر نے وہی جواب دیا۔ اس کے بعد اس پر غشی طاری ہو گئی۔ پھر کچھ ہوش آیا تو الناصر کے منہ سے وہی جملہ نکلا۔ اس کے بعد اس نے اپنے بیٹے سے کہا۔ اے فلاں الناصر تجھے تیری تلوار کی وجہ سے پیچا پتا ہے۔ اٹھ اور اسے جلد سے جلد قتل کر دے۔ اور یہ کہتے ہوئے الناصر نے جان دے دی۔

عبدالحق الاشہلی کہتے ہیں۔ ایک اور شخص جسے میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ حالت نزع میں اس سے کیا کہا گیا ”لا الہ الا اللہ“ کہو اس کے جواب میں وہ کہنے لگا۔ فلاں مکان اس طرح آراستہ کرو۔ فلاں باغ اس طرح درست کرو“

یہی عبدالحق الاشہلی کہتے ہیں۔ ابو طاہر السلفی نے مجھ سے یہ قصہ بیان کیا کہ ایک شخص حالت نزع میں تھا۔ اسے کلمہ لا الہ الا اللہ کی تلقین کی گئی تو وہ فارسی میں کہنے لگا۔ وہ یازد (دس گیارہ) ایک اور آدمی سے کہا گیا تو وہ کہنے لگا تمام متجانب کا راستہ کدھ ہے“

حمام متجانب کا قصہ ایک عجیب و غریب قصہ ہے ایک شخص اپنے گھر کے دروازے

کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے گھر کا دروازہ ایسا ہی تھا جیسا حمام منجاب کا۔ اس وقت ایک لڑکی وہاں سے گذری۔ اور اس نے اس سے پوچھا حمام منجاب کا راستہ کدھر ہے؟ اس نے کہا حمام منجاب یہ ہے۔ یہ لڑکی اس گھر میں گھس پڑی سمجھے سمجھے یہ بھی پہنچ گیا۔ لڑکی نے اندر جا کر دیکھا کہ یہ حمام منجاب نہیں ہے۔ بلکہ اس شخص کا گھر ہے۔ اور اس نے اس کے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ فوراً اس نے اسے جھانسا دینے کی کوشش شروع کر دی۔ خوشی و مسرت کا نہایت گرمجوشی سے اظہار کیا۔ اور کہنے لگی ہم دونوں بڑے خوش نصیب ہیں جو اس طرح یہاں جمع ہو گئے اور پھر اس نے اسے دھوکہ دے کر بھاگ نکلنے کی تدبیر نکالی کہنے لگی۔ موقع تو خوب ملا ہے۔ کیا اچھا ہو اگر اس وقت ہماری مسرتوں میں اضافہ کرنے والی چیزیں بھی موجود ہوتیں۔ اس نے کہا اچھا جو کچھ تم کہو بھی مہیا کر دوں۔ یہ کہہ کر اسے تنہا مکان میں چھوڑا اور بانار کی طرف دوڑا۔ جاتے ہوئے دروازے کو کھڑکی اور قفل بھی لگانا بھول گیا۔ جب وہ بازار سے واپس لوٹا تو دیکھا لڑکی تیار رہی۔ بغیر کسی قسم کی خیانت کے وہ لڑکی بھاگ نکلی۔ اور اپنی عصمت کو نہایت خوبصورتی سے بچائے گئی۔ یہ دیکھ کر اس شخص پر سکتہ طاری ہو گیا اور اب وہ اسی کی یاد میں اپنا سارا وقت گزارنے لگا۔ راستوں میں۔ بازاروں میں۔ گلی کوچوں میں۔ گھومتا۔ اور یہ شعر پڑھتا رہتا۔

یادیا قائلۃ یومکادقد تعبت  
لے وہ جو تھکی ہاری تھی اور کہہ رہی تھی کہ حمام منجاب کا راستہ کدھر ہے؟  
ایک مرتبہ وہ یہی شعر پڑھ رہا تھا۔ اس کی ایک بانڈی نے قریب کی گھر کی سے پڑھا۔

هل لا جعلت سولعا از طرفت بها  
خود اعلی الدار او قذلا تلی الباب  
جب تو اس پر کامیاب ہو گیا تو تو نے حلق سے جلد۔ اسے گھر میں محفوظ کیوں نہ کر لیا اور دروازے پر تالا کیوں نہ پڑھا دیا۔

بانڈی کے اس شعر نے اس کے اندر رنج و غم اور حسد میں آگ بھڑکادی۔ اور اس کے اندر ایک ہجانی کیفیت پیدا کر دی۔ اور وہ بالکل بالکل سا ہو گیا۔ ہر طرف دیوانہ وار گھومتا پھرا۔ اور آخری نتیجہ یہ نکلا کہ موت کے وقت اس کے منہ سے جو الفاظ بار بار نکلتے رہے وہ یہی شعر تھا۔



اور یہی عبد الحق الاشہلی کہتے ہیں ”ایک شخص ایک آدمی پر عاشق ہو گیا۔ اور عشق نے بیماری کی شکل اختیار کر لی۔ اور بالآخر صاحب فراش ہو گیا۔ معشوق کا یہ حال تھا کہ اس سے سخت نفرت کرتا تھا اور دور بھاگتا تھا۔ بعض لوگوں نے کوشش کی کہ ایک مرتبہ اس کے پاس آجائے تاکہ یہ بیماری سے کچھ افادہ حاصل کر سکے۔ معشوق نے وعدہ کر لیا اور اسے خبر دی کہ وہ عبادت کے لئے آئے گا۔ اسے اس خبر سے بہت خوشی ہوئی۔ اور رنج و غم کچھ کم ہو گیا۔ لیکن پھر وہ آدمی آیا اور اس نے خبر دی کہ فلاں راستہ تک وہ میرے ساتھ آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ اس نے مجھے رسوا اور بدنام کر دیا ہے۔ اور ہر جگہ میرا نام لیتا رہتا ہے اس لئے میں نہیں آ سکتا۔ باوجودیکہ میں نے سخت امر ار کیا۔ لیکن وہ واپس چلا گیا۔ یہ سن کر وہ اسی دقت بے ہوش ہو گیا اور زمین پر گر پڑا۔ اور موت کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں۔ اس حالت میں اس کے منہ سے بار بار یہ شعر نکلنے لگے۔

اُسلم یا راحۃ العلیل      دیا شفاء المذلت الخلیل  
لئے بیمار کی راحت اور اے      حقیر و نحیف کی شفا میں تجھ پر سلامتی بھیجتا ہوں  
رضاک اشہر الی نوادی      من دھمتہ الخالق المجلیل

مرے دل میں تیری رضا مندی خالق علیل کی رحمت سے بھی زیادہ مرغوب ہے۔  
سننے والے نے کہا۔ اے شخص! یہ کیا بک رہا ہے۔ ذرا خواستے ڈر اس نے جواب دیا۔ یہ تو سوچ کا ہے۔ اور یہ واقعہ ہے۔ یہ سن کر میں رہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور گھر کے دروازے سے باہر نہیں نکلا تھا کہ مرنے کی آواز آنے لگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سو عمر عافیت اور برے انجام۔ اور منحوس خانم سے محفوظ رکھے۔

بیان کرتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوریؒ ایک مرتبہ رات کو صبح تک روتے رہے۔ صبح کسی نے آپ سے پوچھا کیا گناہوں کی وجہ سے آپ اس قدر روتے ہیں؟ حضرت سفیان ثوریؒ نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا۔ اور فرمایا۔ گناہ تو اس تنکے جتنی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ میں برے خانم اور سو عمر انجام سے ڈر رہا ہوں۔“

حقیقت یہ ہے اعلیٰ تقہ فی الدین اور معرفت حق کہ بندہ ڈرتا ہے کہ موت کے وقت کہیں اس کے گناہ اسے دھوکہ نہ دیجائیں اور حسن خانم اور انجام بالخیر کے درمیان گناہ اور ماضی خائل نہ ہو کر خانم بالخیر کے درمیان دیوار نہ بن جائیں۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ حضرت ابوالدرداءؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداءؒ پر حالت نزع میں کچھ بیہوشی طاری ہو گئی پھر کچھ دیر کے بعد افاقہ ہوا تو یہ آیت ان کی زبان پر جاری ہو گئی۔

ونقلب أفئدة قلوبهم ما يشاءهم  
اور ہم ان کے دل اور ان کی آنکھیں پلٹ  
کمالہ یومنا یہ اول مرة ونذرهم  
دیں گے جیسا کہ پہلی بار وہ قرآن پر ایمان  
فی طغیانہم ليعصون۔  
نہیں لائے۔ اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں بھٹکے  
(العام) ہوئے پھوڑ دیں گے۔

بزرگان سلف کا یہ عام دستور تھا کہ وہ گناہوں سے اس لئے ڈرتے اور بچتے تھے کہ  
کہیں گناہ خاتمہ بالخیر انجام بالخیر کی راہ میں دیوار بن جائیں۔

عبدالحق الاشبیلیؒ کہتے ہیں ”خدا برے خاتمہ سے ہمیں محفوظ رکھے جس کا ظاہر اچھا  
باطن صالح ہے وہ برے خاتمہ سے محفوظ ہے واللہ الحمد!“ برا خاتمہ  
اس کا ہوتا ہے جس کا عقیدہ اور اعتقاد صحیح نہیں۔ اور کبیرہ گناہوں پر اصرار  
کرتا ہے جس شخص پر گناہ غلبہ پالیتے ہیں۔ اور توبہ کرنے سے پہلے موت اسے آدھو چتی ہے  
اصلاح۔ انابت رجوع والی الشد سے قبل ہی موت اس کا خاتمہ کر دیتی  
ہے۔ ایسے شخص پر حالت نزع و سکرات میں موت کے وقت شیطان غالب  
جاتا ہے اور خاتمہ بالخیر سے بھٹکا دیتے ہیں۔ العباد باللہ العظیم۔

عبدالحق الاشبیلیؒ کہتے ہیں کہ ”ایک واقعہ میں نے سنا ہے کہ مصر میں  
ایک شخص تھا جو اذان و مناز کا سخت پابند تھا۔ اور ہر اذان و مناز  
کے لئے مسجد میں پڑا رہتا تھا۔ طاعات و عبادات کی وجہ سے اس کے منہ پر پیشاب  
پر نور ہرستا تھا۔ ایک روز وہ اپنی عبادت کے موافق اذان کہنے کی غرض سے منارہ  
چڑھا۔ منارہ کے نیچے ایک عیسائی کا گھر تھا۔ اتفاق سے اس گھر پر اس کی نظر پڑی۔ دیکھا  
ایک لڑکی کھڑی ہوئی ہے۔ اس وقت یہ بے قابو ہو گیا۔ اذان و مناز کو خیر باد کہہ کر  
منارہ سے نیچے اتر آیا۔ اور سیدھا اس عیسائی کے مکان پر پہنچا۔ لڑکی نے اس سے کہا میں  
کیوں آئے ہو؟ کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا مجھے تجھ سے محبت ہو گئی ہے۔ میرا دل  
تو نے چھین لیا ہے۔ میرے قلب کی تو مالک ہو گئی ہے۔ لڑکی نے کہا میں برا کام ہرگز نہ  
کر سکتی۔ اس نے کہا میں تجھ سے شادی کر لیتا ہوں۔ لڑکی بولی۔ تو مسلمان۔ میں عیسائی



میرا باپ ہرگز تجھ سے میری شادی نہیں کرے گا۔ اس نے کہا۔ میں عیسائی ہونے کو تیار ہوں  
 لڑکی نے کہا ہاں ایسا ہو تو میں شادی کرنے کو تیار ہوں۔ چنانچہ یہ شخص اسی وقت عیسائی  
 ہو گیا۔ اور اس لڑکی سے شادی کر لی۔ اسی گھرانے سے وابستہ ہو گیا۔ لیکن اتفاق کی بات  
 یہ ہے۔ کہ شادی کے دن ہی وہ گھر کے کوٹھے پر چڑھا وہاں سے گر پڑا اور اسی وقت مر گیا  
 اس لڑکی سے خلوت تک نصیب نہ ہوئی اور بے حاصل اپنا دین بھی کھو بیٹھا۔ اور آخرت  
 بھی برباد کر لی۔

## فصل

لواطت کی خرابیاں اور سزا۔ لواطت کا گناہ قریب قریب  
 کفر کے ہے۔ لواطت از دو واجی مصاحبتوں کے سرسری خلاف  
 قوم لوط پر خدا کا عذاب کس طرح نازل ہوا۔ لوطی کی سزا۔

لواطت کی خرابیاں بڑی خطرناک ہیں۔ اس لئے اس کی عقوبت و سزا بھی یہاں اور  
 آخرت میں دونوں جگہ خطرناک ہیں۔

علماء کے اندر اختلاف ہے کہ لواطت کی سزا زیادہ سخت ہے۔ یا زنا کی۔ یا دونوں  
 کی یکساں ہے؟ اس بارے میں علماء کے تین قول ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی  
 حضرت علی بن ابی طالبؓ۔ حضرت خالد بن ولیدؓ۔ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ۔ حضرت  
 عبداللہ بن عباسؓ۔ حضرت خالد بن زیدؓ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ امام  
 زہریؒ۔ ربیعہ بن ابی عبد الرحمنؒ۔ مالکؒ۔ اسحاق بن راہویہؒ۔ امام احمد  
 بن حنبلؒ۔ ان کی ایک صحیح روایت کے مطابق۔ امام شافعیؒ ان کے ایک  
 قول کے مطابق یہ کہتے ہیں۔ کہ لواطت کی عقوبت و سزا زنا کی عقوبت و سزا سے  
 زیادہ سخت ہے۔ لواطت کی سزا قتل ہے۔ لواطت کرنا الا محض ہو یا غیر محض۔

حضرت عطار بن ابی یحییٰؒ۔ حضرت بن بھرئؒ۔ حضرت سعید بن المسیبؒ۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ۔ حضرت  
 قتادہؒ۔ امام اوزاعیؒ۔ امام شافعیؒ۔ اندلسی طاہر مذہبؒ۔ امام احمد بن حنبلؒ۔ دوسری روایت کے مطابق امام  
 ابو یوسفؒ۔ امام محمدؒ اس طرف سے کہتے ہیں کہ لواطت اور زنا دونوں کی عقوبت و سزا یکساں ہے۔

حاکم۔ اور امام ابو حنیفہؒ یہ کہتے ہیں کہ لواطت کی سزا اور عقوبت زنا کی سزا اور عقوبت

سے کم ہے۔ لواطت کے لئے کوئی شرعی مقررہ حد نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لئے تعزیر ہے۔  
ان کی دلیل یہ ہے کہ لواطت ایک سخت ترین معصیت ہے جس طرح کہ اور بہت  
سے بڑے بڑے معاصی ہیں۔ اور اللہ۔ اور اللہ کے رسول نے اس کے متعلق کوئی خاص  
حد مقرر نہیں فرمائی۔ اس لئے اس میں صرف تعزیر ہوگی۔ جیسا کہ مردار کا گوشت  
اور خون۔ اور خنزیر کا گوشت کھانے میں تعزیر ہے۔

نیز ایک یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ لواطت میں شہوت کا استعمال ایسے مقام میں  
ہوتا ہے جس سے انسانی طبائع گریز کرتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے شریعت نے اس  
کے متعلق کوئی خاص حد مقرر نہیں کی۔ جیسا کہ جانور اور گدھے کے ساتھ وطی کرنے  
میں کوئی حد مقرر نہیں کی گئی۔

نیز ایک دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ لواطت کو لغت۔ شرع اور عرف میں زنا نہیں  
کہا جاتا۔ اور اس لئے یہ نصوص کے ماتحت نہیں آتی جو زنا کی حد پر دلالت کرتی ہیں۔  
نیز یہ لوگ کہتے ہیں کہ قواعد شرعیہ عموماً ایسے بنائے گئے ہیں کہ اگر معصیت گنا  
طبعی اقتضاء کے ماتحت ہے۔ تو اقتضاء طبائع کی وجہ سے شرع نے اس کے لئے حد مقرر  
کی ہے۔ جیسا کہ زنا۔ چوری۔ شراب نوشی وغیرہ کے لئے حد مقرر کر دی گئی ہے۔ کیونکہ یہ  
معاصی اور گناہ مقتضیات طبائع سے سرزد ہوتے ہیں۔ اور مردار کھانے۔ خون پینے۔ اور  
خنزیر کا گوشت کھانے پر حد مقرر نہیں کی۔ کیونکہ اس کا کھانا طبائع انسانی کے  
مقتضیات کے خلاف ہے۔

نیز یہ علماء یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ لواطت کی حیثیت بجینہ وہی ہے جو چوپائے  
اور مردے کے ساتھ وطی کرنے کی ہے۔ یہ امر بالکل واضح ہے کہ مرد مرد سے وطی کرے  
یہ طبائع انسانی کے سرسخر خلاف ہے۔ خدا نے انسانی طبائع کی جبلت ہی کچھ ایسی بنائی ہے کہ مرد مرد سے وطی  
کرنے سے سخت نفرت کرتا جس طرح کہ یہ طبائع انسانی کے خلاف ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد سے اسکا خواہشمند ہو کہ  
اسکے ساتھ وطی جماع کرے۔ بخلاف زنا کے کہ اس میں دونوں جانب کے داعیہ موجود ہوتا ہے۔

نیز یہ علماء ایک یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ دونوں قسم کے افراد یعنی فاعل و مفعول اگر  
اپنی اپنی جنس سے فائدہ اٹھائیں۔ تو اس میں ضرر نہیں ہے مثلاً عورت عورت کے ساتھ مساحقہ  
کرے تو اس میں ضرر نہیں ہے۔ اسی طرح اگر مرد مرد سے فائدہ اٹھائے تو



حد نہیں ہوگی۔

قائلین قول اول یعنی جمہور اُمت جو اس کے قائل ہیں کہ لواطت کی عقوبت و سزا زنا کی عقوبت و سزا سے زیادہ سخت ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ اس کی عقوبت و سزا پر صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے۔ لواطت کے مفاسد حد سے زیادہ خطرناک ہیں کسی گناہ کے مفاسد اس کے مفاسد کے برابر نہیں۔ اس کے مفاسد قریب قریب کفر کے مفاسد کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ بسا اوقات قتل نفس سے زیادہ اس کی خرابیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ اور یہ ہم عنقریب انشاء اللہ بیان کرینگے۔

اس کبیرہ گناہ کی سزا میں خدا نے کسی قوم کو قوم لوط سے پہلے اس طرح ہلاک نہیں کیا کہ اسے جڑ بن سے اکھاڑ دیا ہو اس قوم کو اس فعل بد کی وجہ سے خدا نے وہ سخت سزا دی کہ دنیا کی کسی قوم کو ایسی سزا نہیں دی۔ اور اسے ہلاک کرنے میں مختلف قسم کی عقوبتیں جمع کر دی گئیں۔ ان کی آبادی۔ ان کے مکان ان پر الٹ دیئے گئے۔ انہیں زمین کے اندر دھنسا دیا۔ آسمان سے ان پر پتھر برسائے گئے اور انہیں سنکسار کیا گیا۔ ان کی آنکھیں اندھی کر دی گئیں۔ اور ہمیشہ کے لئے یہ عذاب ان پر لازم کر دیا گیا۔ اس قوم پر خدا کی خفگی ایسی ہوئی کہ یہ جرم بہت سی خرابیوں کا موجب ہے۔ اتنا بڑا جرم ہے کہ اس سے زمین کا پیسے لگتی ہے اور جس وقت زمین پر یہ گناہ ہوتا ہے۔ زمین کے کنارے جنبش کر جاتے ہیں۔ فرشتے یہاں سے بھاگ کر آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ اور زمین کے دور دراز گوشوں میں جا کر پناہ لیتے ہیں جبکہ وہ اس فعل بد کو دیکھ پاتے ہیں اور اس لئے بھاگ جاتے ہیں کہ کہیں عذاب الہی اتر آیا تو یہ بھی اس کی زد میں آجائیں گے۔ زمین بارگاہ خداوندی میں پیکار مٹھتی ہے پہاڑ لرز جاتے ہیں۔

کسی انسان کو قتل کر دیا جائے یہ اس کے ساتھ لواطت کرنے سے بہتر ہے۔ ناحق قتل کر دیئے جانے سے وہ شہید ہوگا۔ لیکن اس کے ساتھ لواطت کرنے کے بعد وہ قتل کیا جائے گا۔ تو بخواتین ناممکن ہی نہیں اور وہ آخرت کی فلاح و نجات سے بھی محروم ہوگا اور یہ لوگ اس پر یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ قاتل کی حد قتل کے درجہ کے اختیار میں ہے اگر وہ چاہیں تو معاف کر سکتے ہیں۔ اور اسے قصاص میں قتل ہونے سے بچا سکتے

ہیں لیکن لو اطلت کرنے والے پر تو حتمی طور پر حد جاری ہوگی۔ رہائی ممکن بھی نہیں ہے اور اس حد پر اصحاب رسول اللہؐ کا اجماع ہو چکا ہے۔ صحیح اور صحیح احادیث جس کی کوئی ایک حدیث بھی معارض نہیں ہے اس پر دلالت کرتی ہیں۔ آنحضرتؐ کے صحابہ نے اور خلفاء راشدین نے ان احادیث پر عمل کیا ہے۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ سے ثابت ہے کہ عرب کے بعض اطراف میں ایک شخص انہوں نے ایسا دیکھا جو عورتوں کی طرح مرد کے ساتھ تہاوی کرتا تھا انہوں نے خلیفہ اسلام حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے صحابہ کرامؓ کو جمع کیا اور اس بارے میں مشورہ کیا۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے تمام سے سخت رائے دی۔ فرمایا: دنیا میں صرف ایک ہی قوم اس جرم کی مرتکب ہوئی ہے۔ اور آپ جانتے ہیں خدا نے اس کے ساتھ کیسا سخت معاملہ کیا ہے؟ میری رائے تو یہی ہے کہ اسے جلا دیا جائے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو یہ حکم بھیجا۔ اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے اسے جلا دیا۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ رائے دی کہ ایسے آدمی کو آبادی میں جو سب سے بلند جگہ ہو وہاں لے جایا جائے۔ اور وہاں سے سرکے بل نیچے پھینکا جائے۔ اور اسے پتھروں سے سنگسار کر دیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ حد اور سزا قوم لوط کی عقوبت و سزا سے اخذ کی ہے۔

نیز حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے آنحضرتؐ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

من وجد قوم یعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول  
جس کو تم قوم لوط کا کام کرتے پاؤ تو تم فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔

یہ روایت تمام اہل سنن نے روایت کی ہے۔ ابن حبان وغیرہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ امام احمد بن حنبلؓ نے بھی اس روایت کو قابل حجت تسلیم کیا ہے، اس حدیث کی اسناد بخاری کی شرائط کے مطابق ہے۔

نیز یہ لوگ دلیل پیش کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔

لعن اللہ من عمل قوم لوط۔ جو آدمی قوم لوط کا کام کرے اس پر

خدا کی لعنت ہے۔



لعن اللہ من عمل قوم لوط۔ جو آدمی قوم لوط کا کام کرے اس پر خدا کی لعنت ہے۔

لعن اللہ من عمل قوم لوط۔ جو آدمی قوم لوط کا کام کرے اس پر خدا کی لعنت ہے۔

ایک ہی حدیث میں تین مرتبہ لعنت وارد ہے۔ اور زانی کے حق میں کسی جگہ ایک ہی حدیث میں تین مرتبہ لعنت وارد نہیں ہے۔ زنا کے علاوہ دیگر کبائر میں بھی لعنت وارد ہے مگر صرف ایک ہی مرتبہ۔ اور یہاں لوطی کے حق میں تین مرتبہ لعنت وارد ہے۔ نیز آنحضرتؐ کے تمام صحابہ لوطی کے قتل پر متفق ہیں کسی ایک صحابی نے بھی اس بارے میں اختلاف نہیں کیا ہے۔ اگر کسی نے کچھ اختلاف کیا ہے تو صورت قتل میں کہ کس طرح اسے قتل کیا جائے؟ نفس قتل میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ لوگ خواہ مخواہ کہتے ہیں کہ مسئلہ اختلافی ہے اور صحابہ کا اس میں اختلاف ہے۔ حالانکہ یہ صحابہ کرام کا اجماعی مسئلہ ہے۔ صرف صورت قتل میں اختلاف ہے۔

نیز کہتے ہیں کہ زنا کے بارے میں جو خدا نے مذمت کی ہے اور لواطت کے بارے میں جو مذمت کی ہے۔ دونوں پر غور کیا جائے تو فرق واضح ہو جائے گا۔ زنا کے بارے میں ارشاد ہے۔

ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشاً و ساء سبیلاً (سورۃ الاسراء)  
اور تم زنا کے قریب مت جاؤ کہ یہ بیچینی ہے اور برا راستہ ہے۔  
اور لوطی کے متعلق ارشاد ہے۔

اتاقون الفاحشۃ اما سبقکم بہا من احد من العلمین (سورۃ الاعراف)  
کیا تم بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو؟ ایسا برا کہ دنیا جہان میں تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔  
زنا کے متعلق لفظ فاحشۃ بصورت نکرہ وارد ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح اور فواحش ہیں۔ ایک یہ بھی فاحشہ عمل ہے۔ لیکن لوطیوں کے متعلق الفاحشۃ بصوت معرفہ وارد ہے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں۔ کہ یہ فعل فحش کے پورے پورے معنی پر مشتمل اور جامع ہے۔ یعنی تم لوگ سب کام کرتے ہو۔ جس کا فحش ہونا تمام کے نزدیک مسلم ہے۔ یہ کام اس قدر ظاہر الفحش ہے کہ اس کے فحش ہونیکے ذکر کی بھی ضرورت نہیں ”الفاحشۃ“ فرمایا جس سے دوسری

جانب اشارہ بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ اسم دوسرے مسمیٰ کی طرف خیال بھی پیدا نہیں کر سکتا۔ اور یہ بعینہ اس قول کی نظیر و مثال ہے جو فرعون نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا۔

و فعلت فعلتک التي فعلت۔ اور کیا تو نے وہ حرکت نہیں کی جو تو کر گزرا؟  
(سورة الشعراء)

یعنی تم نے ایسا کام اور برا عمل کیا ہے جس کی برائی بالکل واضح ہے۔ اور اس کی برائی سے ہر ایک واقف ہے۔ اس کے بعد خدا اس فعل کی برائی کو سخت انداز میں پیش کرتا ہے کہ یہ وہ بدترین فعل ہے۔ کہ تم سے پہلے کسی نے یہ فعل نہیں کیا۔

ما سبقکم بہا من احد من العالمین۔ یہ کام دنیا جہان میں تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔

اس کے بعد اس کی مزید برائی پیش کرتا ہے۔ فرماتا ہے۔

انکم لتاتون الرجال تم مردوں کے ساتھ برا کام کرتے ہو۔

یعنی یہ ایسا برا کام ہے۔ کہ اس کے سننے سے قلوب لرز جاتے ہیں۔ اور کان پھٹ جاتے ہیں کہ مرد مرد کے ساتھ ایسا کام کرتا ہے۔

اس کے بعد خدایہ تشبیہ فرماتا ہے کہ یہ کام ہرگز ہرگز کرنے کا نہیں۔ محض شہوت رانی کی غرض سے یہ فعل کیا جاتا ہے۔ وہ مرد و عورتیں اس سے پوری نہیں ہوتیں جو مرد اور عورت کے جوڑے سے وابستہ ہیں۔ مثلاً یہ کہ مرد عورت کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس سے اپنی حاجت پوری کرتا ہے۔ میاں بی بی میں محبت و الفت کا وہ رشتہ قائم ہو جاتا ہے کہ عورت اپنے ماں باپ کو بھول جاتی ہے۔ اور صرف شوہر ہی کو یاد کرتی رہتی ہے۔ نیز عورت کے ذریعہ نسل پیدا کی جاتی ہے۔ جس سے نوع انسانی۔ اشرف المخلوقات کا تحفظ اور اس کی بقا و وابستہ ہے۔ عورت کی عفت و عصمت کی حفاظت ہوتی ہے۔ مصاہرہ کا وہ رشتہ قائم ہوتا ہے جو بعینہ نسب کے رشتہ کے برابر ہوتا ہے۔ عورتوں پر مردوں کی حکومت قائم ہوتی ہے۔ عورتوں سے ہم بستری کر کے خدا کی محبوب ترین مخلوق پیدا کی جاتی ہے۔ انبیاء۔ اولیاء۔ اہل ایمان اور دیندار۔ خدا پرست لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ رسول صل اللہ علیہ وسلم کی امت میں اضافہ ہوتا ہے۔ جس کی کثرت و فراوانی سے آپ دوسرے انبیاء کے مقابلہ میں قیامت کے دن فخر کریں گے۔ یہ اور اس قسم کی بے شمار مصلحتیں عورتوں سے وابستہ ہیں۔ لوطی ان تمام



مصلحتوں کے خلاف اقدام کرتا ہے۔ لواطت ان تمام باتوں کی پرورش کرتی ہے۔ جن کی خرابیاں حصر و احصاء سے باہر ہیں۔ جس کی خرابیاں اور خرابیوں کی تفصیل خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اس کے بعد خدا اس کی قباحت کی مزید تاکید فرماتا ہے۔ کہ لوطی فطرت انسانی کے خلاف اقدام کرتا ہے۔ مرد کو جس فطرت پر پیدا کیا ہے اس کی خلاف ورزی کرتا ہے فطرت یہ ہے کہ مرد عورتوں سے اپنی شہوت پوری کریں۔ نہ کہ مردوں سے۔ لیکن لوطی اس فطرت کے خلاف کام کرتا ہے۔ فطرت طبیعت جبلت کے سراسر خلاف اقدام کرتا ہے اور یہی وجہ تھی جس کی بنا پر قوم لوط کی آبادیوں کو خدا نے الٹا دیا۔ منقلب کر دیا۔ سر کے بل مے مارا۔

اس کے بعد اس کی قباحت کی مزید تاکید فرماتا ہے۔ کہ یہ بے راہ روی اور زیادتی ہے۔ اور یہ لوگ حد چھوڑ کر آگے بڑھتے ہیں۔ فرماتا ہے۔

میل انتم قوم مسرفون (سورة الاعراف) بلکہ تم لوگ بے راہ روی کرنے والے لوگ ہو۔ غور کرو اس قسم کی تاکید۔ یا اس کے قریب قریب بھی زنا کے متعلق وارد ہے؟ پھر خدا ان کے متعلق یہ تاکید فرماتا ہے۔

ونجیثاۃ من الفرقۃ الّتی کانت تعمل الخبائث : (سورة الانبیاء) اور لوطؑ کو ہم نے اس سبتی سے نجات دی جو ناپاک کام کرتی تھی۔

اس کے بعد خدا اس قوم کے دو مکروہ وصف بیان کر کے اس کی انتہا درجہ کی قباحت کو واضح فرماتا ہے۔ فرماتا ہے۔

الھم کان قوم سوء فاسقین (سورة الانبیاء) واقعی وہ لوگ برے اور بدکار لوگ تھے۔

اپنے پیغمبر کی زبان سے یہ کہہ لواتا ہے۔

رب الفری فی علی القوم المفسدین (سورة العنکبوت) اے میرے پروردگار! ان تباہی انگیز لوگوں کے مقابلہ میں میری مدد کر۔

اور پھر فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے قوم لوط کو ظالم کہا۔  
 انا مہلکوا اہل هذه القرية۔ ان ہم اس بستی کے رہنے والوں کو ہلاک کرنے والے  
 اہلہا کا نواظا ملین، (سورۃ العنکبوت) ہیں۔ یہاں کے باشندے یقیناً ظالم ہیں۔  
 غور کرو۔ یہ عقوبت و سزا کسی اور کے لئے یہی بیان کی گئی ہے؟ ایسی مذمت کسی دوسرے  
 گناہ کی بھی نہیں کی گئی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس قوم کے بالے میں کچھ حجت پیش کرتے ہیں۔ اور  
 عذاب کے ٹل جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو فرشتے جواب دیتے ہیں۔  
 یا ابراہیم اعرض عن هذا اللہ قد جاء امر ربک والہم آیتہم عذاب  
 غیر مردود (سورۃ ہود) لے ابراہیم ایہ بات چھوڑ دو۔ تمہارے رب  
 کا حکم آپہونچا ہے۔ ان پر عذاب اتر کر ہے گا۔ ٹلنے والا نہیں ہے۔

ان لوطیوں کے تہرہ و غرور پر غور کرو۔ انکی خیانت و سرکشی کس درجہ بڑھی ہوئی  
 تھی؟ جب یہ فرشتے حضرت لوطؑ کے یہاں پہنچتے ہیں۔ انسانی شکل میں نہایت خوبصورت  
 شکلوں میں پہنچتے ہیں۔ لوطی حضرت لوطؑ کے مکان پر دوڑ پڑتے ہیں۔ خدا کا  
 یہ پیغمبر جب انکو دیکھتا ہے تو گھبرا جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔

یا قوم! ہولاء نباقی ہن اطہر لکم  
 لے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں نہایت  
 پاکدامن ہیں۔ تمہارے لئے موجد ہیں۔ (ہود)

اپنے مہمانوں کی عزت و اکبر و بچانے کے لئے اپنی لڑکیاں پیش کرتا ہے کہ لوگو! میری  
 لڑکیوں سے تم شادی کرو۔ مگر میرے مہمانوں کو نہ چھڑو۔ میرے لئے یہ خرم و عذر  
 کا موجب ہے۔ چنانچہ حضرت لوطؑ ان سے کہتے ہیں۔

یا قوم ہولاء نباقی ہن اطہر لکم  
 لے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں۔ نہایت  
 پاکدامن ہیں۔ تمہارے لئے موجد ہیں۔ (ہود) تم خدا سے ڈرو۔ اور مہمانوں کے مقابلہ میں  
 مجھے سوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی بھلا آدمی نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ مہر و لوگ کیا دیتے ہیں؟ اس پر بھی غور کرو۔ جواب دیتے ہیں۔



لقد علمت مالنا فی بئناک من حق دانک لتعلم ما نرید۔  
 تم جانتے ہو کہ ہم کو تمہاری بیٹیوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ جو ہماری غرض ہے۔ وہ تم خوب جانتے ہو۔

یہ سن کر خدا کا پیغمبر ٹھنڈی سانس لیتا ہے۔ اور کہتا ہے۔  
 لو ان لی بکمر قوۃ او آدی الی رکن شدید،  
 کاش مجھ میں تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی یا کسی زبردست سہارے کی پناہ مل جاتی  
 یہ سن کر خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت لوط کو حقیقت حال سے مطلع کرتے ہیں۔  
 اور کہتے ہیں۔ آپ گھبرائیے نہیں۔ وہ نہ ہمارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ اور نہ آپ کو دکھ دے سکتے  
 ہیں۔ ہم کو خدا نے انکی ہلاکت کے لئے بھیجا ہے۔

انا رسل ربک لن یصلوا الیک :  
 ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں  
 ان کی رسائی تم تک نہیں ہوگی۔

پھر انہیں خدا کی بشارت سناتے ہیں۔ اور لوطیوں کے لئے جو عذاب لے کر آئے ہیں  
 اس کی ہمیں اطلاع دیتے ہیں۔ کہتے ہیں۔

فاسریا ہلک بقطع من اللیل ولا یلتفت منکم احد الامراتک۔ انه یصیبہما ما اصابہم۔ ان موعدا ہم الصبح۔ الیس الصبح بقریب :  
 تم کچھ رات گئے اپنے گھر والوں کو لے کر چلے جاؤ۔۔۔ اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ نہ دیکھے۔ ہاں تمہاری بی بی ضرور مڑ کر دیکھے گی اس پر وہی عذاب آئے گا جو ان لوگوں پر آئے گا۔ ان کا مقررہ وقت صبح ہے۔ کیا صبح کا وقت قریب نہیں ہے ؟

جب خدا کا پیغمبر ان کی ہلاکت میں کچھ دیر پاتا ہے تو کہتا ہے۔ عذاب جلد اترنا چاہیئے  
 فرشتے کہتے ہیں۔ ہاں جلد سے جلد عذاب اترے گا۔

الیس الصبح بقریب ؟ (ہود)  
 کیا صبح کا وقت قریب نہیں ہے ؟  
 قسم خدا کی خدا کے ان دشمنوں کی ہلاکت دیر بادی۔ اور خدا کے پیغمبر اور خدا کے دوستوں کی نجات میں سحر سے لے کر طلوع فجر سے زیادہ وقت نہیں گذرا۔ خدا کے دشمنوں کی آبادیاں بیخ و بن سے اکھاڑ دی گئیں۔ آسمان کے قریب تک لے جانی گئیں۔

اور اس قدر اونچی بے جانی گئیں۔ کہ آسمان کے فرشتے ان کے کتوں اور گدھوں کی آوازیں سنتے تھے۔ اور وہ فرمان الہی جو رد نہیں ہو سکتا۔ خدا کے بندے حضرت جبریل کے ساتھ دہرایا گیا۔ کہ انکو اٹھ دو۔ اوندرھا کر دو۔ اور ہلاک کر مار دو۔

فلما جاء امرنا جعلنا عاليها سافلها واضطرنا عليها حجارة من سجيل : (ہود) غرض جب ہمارا عذاب آپہونچا۔ تو ہم نے سافلہا واضطرنا علیہا اس بستی کو زیر و زبر کر دیا۔ اور کنکریلے پتھر حجارة من سجيل : ہم نے ان پر تہہ بہ تہہ برسائے۔

اور ان کی ہلاکت و بربادی کو خدا نے دنیا جہاں کے لئے عبرت و یادگار چھوڑا۔ پرہیزگاروں کے لئے موعظت و نصیحت کا سامان مہیا کر دیا۔

ان فی ذالک لآیات للمتوسمین۔ اس میں سمجھنے والوں کے لئے نشائیاں ہیں۔  
وانھا لبسبیل مقیم۔ ان فی ذالک اور وہ بستی سیدھے راستہ پر ہے۔ اس  
لآیات للمومنین : (سورۃ الحجر) ایمانداروں کے لئے نشائیاں ہیں۔

حضرت جبریلؑ نے اس طبقہ کو اس حالت میں اٹھایا کہ یہ لوگ بے خبر تھے۔ غروب کے نشہ میں سوئے پڑے تھے۔ صبح ہوتے ہوتے یہ سب کے سب عذاب الہی کا شکار بن گئے۔ اور کوئی چیز ان کے لئے نفع بخش ثابت نہ ہوئی۔

مآدب كانت فی الحیاة لاهلہا عذابا فصارت فی الہمات عذابا وہ مقاصد حوان کی زندگی میں ان کے لئے عذاب تھے۔ موت کے بعد بھی ان کے عذاب ہی رہے۔

افسوس صد ہزار افسوس ساری لذتیں مسرتیں ختم ہو گئیں۔ اور حسرتیں ساتھ لے گئے۔ خواہشات کی ساری رگیں ٹوٹ گئیں۔ اور شقاوت و بد بختی و رشتہ میں لے گئے۔ عیش و عشرت کی سماعتیں بہت کم ملیں۔۔۔ لیکن دائمی عذاب ساتھ لے گئے۔ پر خار چراگاہوں سے چارہ کھایا۔ لیکن دردناک عذاب اپنے سروں پر لاو گئے۔ افسوس شہوات و خواہشات کے نشہ نے انکو افاقہ کا موقع ہی نہ دیا۔ آیت تو اس وقت جبکہ ان کی آبادیاں دردناک عذاب میں دھری گئیں۔ غفلت نے ان کو ان کے بے خبر سلاویا کہ ہلاکت و بربادی کے وقت تک جاگ ہی نہ سکے۔ افسوس وہ اس وقت بیدار ہوئے اور نادام ہوئے جبکہ بیداری اور ندامت ان کے کام نہیں آ سکتی۔ اور اب وہ اپنی بدکرداری و اعمالیوں پر افسوس کے بدلے خون رونے لگے۔



اے کاش! تم ان لوگوں کے حالات دیکھ لیتے کہ وہ کس طرح الٹ دیئے گئے۔ تلے اوپر کر دیئے گئے۔ اور اب ان کے منہ اور جسم سے آگ بھڑ رہی ہے۔ جہنم کے پر خطر طبقوں میں جل رہے ہیں۔ لذیذ شراب کی بجائے گرم پیپ پی رہے ہیں۔ ان کے چہرے جھلس گئے ہیں۔ اور انہیں کہا جا رہا ہے۔ اپنے اعمال کا مزہ چکھو۔

اصلوہا فاصبروا اولاً تصبروا اس میں داخل ہو۔ اور صبر کرو یا نہ کرو۔  
سواء علیکم انما تجزون ما کنتم تعلمون : (طور)  
تمہارے لئے برابر ہے تم کو تمہارے کئے کی سزا دی جائے گی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس قوم کے پیروں اور بدکرداروں کو سخت سے سخت وعید سے ڈراتا ہے۔ فرماتا ہے۔

وما ہی من الظالمین یبعید: (۱)  
اور وہ مقہور آبادی ان ظالموں سے کچھ دور نہیں ہے۔ (ہود)

## فصل

(ان لوگوں کے جوابات جو لواطت کی عقوبت کو زنا کی عقوبت سے)

(کم بتلاتے ہیں)

جو لوگ کہتے ہیں کہ لواطت ایک ایسی معصیت اور گناہ ہے جس کی حد اللہ تعالیٰ نے متعین نہیں کی۔ اور اس لئے لواطت کی عقوبت زنا کی عقوبت سے کم ہے اس قول کے چند جوابات ہیں:

اول۔ یہ کہ دین الہی کے مبلغ حضرت پیغمبر خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لواطت کی حد قتل مقرر فرمائی ہے۔ اور قتل کا حکم حتمی اور یقینی ہے۔ خدا کا رسول جو چیز بھی شروع فرماتا ہے۔ وہ خدا ہی کی جانب سے شروع ہوتی ہے۔ پس اگر تمہارا مقصد یہ ہے کہ لواطت کی حد شرعاً شروع نہیں ہے۔ تو یہ قطعاً غلط ہے۔ اور اگر تمہارا

(۱) یہاں علامہ ابن قیم نے اس مضمون کے چند حسرتناک اشعار لکھے ہیں۔ ہم نے فیروز دی سمجھ کر یہ اشعار چھوڑ دیئے ہیں۔ ترجمہ۔

مقصد یہ ہے کہ قرآن حکیم کی کسی نص سے حد ثابت نہیں ہے تو یہ صحیح ہے۔ لیکن انتفاء حکم لازم نہیں آتا۔ کیونکہ اسکی حد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت۔  
دوم۔ یہ کہ تمہارا یہ استدلال حکم رجم سے ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ رجم کا حکم سنت نبوی سے ثابت ہے۔ قرآن سے نہیں۔

اگر تم کہو کہ رجم کا حکم قرآن سے ثابت ہے۔ جس کے الفاظ قرآن سے منسوخ ہوئے ہیں اور حکم باقی ہے تو ہم کہیں گے شراب نوشی کی حد سے یہ دلیل ٹوٹ جاتی ہے کہ شراب نوشی کی حد سنت نبوی سے ثابت ہے۔

سوم۔ یہ کہ ایک خاص معین دلیل کی نفی سے مطلق دلیل کی نفی لازم نہیں اور نہ ہی مدلول کی نفی لازم آتی ہے۔ اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ جس دلیل کی تم نفی کر رہے ہو وہ منطقی نہیں ہے۔

ہم یہ کہتے ہو کہ لواطت ایک ایسا فعل ہے جو طبائع انسانی کے خلاف۔ اور طبیعتیں اس سے نفرت کرتی ہیں۔ اور اس لئے لواطت کرنا مردہ عورت چوپائے کے ساتھ وطی کرنے کے مانند ہے۔ اس کا جواب ہم چند طریقوں سے دیں گے۔  
اول۔ یہ کہ تمہارا یہ قیاس بالکل غلط قیاس ہے۔ یہ قیاس رسول اللہ کی سنت و اجماع صحابہ کے خلاف ہے۔ اس لئے مردود ہے۔ جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا۔

دوم۔ یہ کہ حسین و خوبصورت مرد کے ساتھ کہ جس کا فتنہ تمام فتنوں کو ہادہ ہے وطی کرنے کو گدھے چوپائے۔ اور مردہ عورت کے ساتھ جماع کرنے پر قیاس کرنا باطل قیاس ہے۔ کیا کسی حسین و خوبصورت آدمی کو کوئی گدھی۔ گائے اور مردہ عورت کے برابر کہہ سکتا ہے؟ کیا گدھی۔ گائے پر کوئی عاشق ہو سکتا ہے؟ یا انکا عشق کسی کو اسییر بنا سکتا ہے؟ اور کسی کے فکر اور نفس پر غالب آ سکتا ہے۔ اب بتاؤ اس قیاس کے فاسد ترین قیاس کو نسا قیاس ہو سکتا ہے؟

سوم۔ یہ کہ تمہاری یہ دلیل اس سے بھی ٹوٹ جاتی ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اپنی بہن۔ بیٹی سے وطی کرتا ہے۔ تو باوجودیکہ یہاں طبعی نفرت مکمل طریقہ پر موجود ہے اسے سخت سے سخت سزا دی جائیگی۔ اور ایک قول سے بموجب اس پر سخت ترین عقوبت بھی کی جائے گی۔ یہ شخص محض ہی اغیر محض قتل کیا جائے گا۔ اور ایسی ہی ایک روایت



میں امام احمد بن حنبلؒ سے یہی مروی ہے۔ اور امام اسحاق بن راہویہؒ اور محدثین کی ایک بہت بڑی جماعت اس کی قائل ہے۔

اور سنن ابی داؤد۔ سنن ترمذی۔ میں حضرت برار بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں۔

لَقِيتُ عُمِي . وَمَعَهُ الرَّايَةُ فَقُلْتُ  
لَهُ اَلَيْ اَبْنُ تَرْبِيدٍ ؟ قَالَ بَعْثَنِي رَسُولُ  
اللّٰهِ صَلَّيْ اِلَى رَجُلٍ نَكَحَ امْرَاةً اَتَتْهُ  
مِنْ بَعْدِهِ . اَنْ اَضْرِبَ عُنُقَهُ .  
وَاَحْذِ مَالَهُ :

میں اپنے چچا سے ملا۔ ان کے ہمراہ علم  
تھا۔ میں نے ان سے پوچھا۔ کہاں کا ارادہ  
رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا۔ مجھے رسول اللہ صلعم  
نے ایک آدمی کی طرف بھیجا ہے۔ جس نے  
اپنے باپ کی بی بی سے ہارپکے مرنیکے بعد نکاح  
کیا ہے۔ میں جا کر اس کی گردن اڑا دوں۔  
اور اس کا مال لے لوں۔

(قال الترمذی ہذا حدیث حسن)

جو زبانی کہتے ہیں۔ برار کے چچا کا نام عارت بن عمرو ہے۔

اور سنن ابی داؤد۔ اور ابن ماجہ کے اندر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ  
کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

مَنْ وَقَعَ عَلَى ذَاتِ مُحْرَمٍ  
فَاَقْتُلُوهُ۔

جو آدمی اپنے ذی محرم کے ساتھ زنا  
کرے اسے قتل کر دو۔  
حجاج بن یوسف کے سامنے ایک شخص کو پیش کیا گیا۔ جس نے اپنی بہن پر قبضہ  
جما رکھا تھا۔ حجاج نے اسے مجبوس رکھنے کا حکم دیا۔ اور کہا اس سے متعلق آنحضرتؐ کے صحابہ  
سے مسئلہ دریافت کرو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسرفؒ سے دریافت کیا گیا انہوں  
نے کہا۔ آنحضرتؐ صلعم سے میں یہ سنا ہے۔

مَنْ تَمَنَّى حَرَمًا مَلُؤَ مِنْهُ مَخْطُورًا  
وَسَطُهُ بِالسَّيْفِ :

جو آدمی ایمان والوں کی حرمت کاٹنے سے  
تم بھی مکر سے کاٹ دو۔  
گو اس حدیث میں وسط درمیان سے کاٹ دینے کا حکم ہے۔ لیکن اصل مسئلہ کی  
مقتل دلیل آسمیں موجود ہے۔ اور وہ یہ کہ جس سے کسی حال میں بھی وطی و جماع جائز نہ ہو  
اس سے وطی و جماع کرنے والے کی سزا اور قتل ہے۔ اور اس پر وہ حدیث بھی دلالت

کرتی ہے جو ان پٹی کے ساتھ جماع کرنے سے قتل واجب کرتی ہے۔ دیگر ذوات محسوم کے متعلق بھی یہی کہا جائے گا کہ جو آدمی ایسی عورت سے وطی جماع کرے جس سے کسی حال میں وطی جماع جائز نہیں۔ اس کی حد قتل ہے۔ جس طرح کہ وطی کی حد قتل ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ ان ہر دو مسئلوں پر نص سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ نیز قیاس صحیح بھی ان ہر دو مسئلوں کی صحت پر شہادت دیتا ہے، البتہ کچھ اختلاف ہے۔ اور وہ یہ کہ اس خصوصیت رشتہ کی وجہ سے قتل کی سزا دی جائے گی۔ یا حد زنا کی بنا پر؟ اور اس میں دو قول ہیں۔ امام شافعی؟ امام مالک؟ اور امام احمد؟ ایک روایت کے مطابق اس طرف گئے ہیں کہ اس کی حد۔ زنا کی حد ہو گی۔ اور امام احمد۔ امام اسحاق؟ اور محدثین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ ہر حال میں قتل کرنا یہی اس کی حد ہے۔

یہ تمام حضرات اس امر پر بھی متفق ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی ذی محرم سے نکاح کر لیا اور اس سے جماع کیا۔ اور اس کی حرمت سے وہ واقف تھا تو اس پر زنا کی حد جاری ہوگی۔ صرف امام ابو حنیفہ کا اس بارے میں یہ مسلک ہے کہ چونکہ شبہ کی گنجائش موجود ہے۔ اس لئے حد ساقط ہو جائے گی۔

اس کے جواب میں دوسرا فریق یہ کہتا ہے۔ نکاح کا نام دھڑکرا کر اس نے جماع کیا ہے اس لئے جرم اور زیادہ وزنی ہو جاتا ہے۔ دُودِ حرام چیزوں کا اس نے ارتکاب کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ عقد حرام کا مرتکب ہوا۔ دوسرا جماع حرام کا مرتکب ہوا جب حرام عقد کے ساتھ۔ جماع حرام ضم ہو گیا۔ تو عقوبت و سزا کیونکر ہلکی ہوگی۔

مردہ عورت کے ساتھ جماع وطی کرنے کے متعلق فقہاء کے دو قول ہیں۔ اور یہ دونوں قول امام احمد بن حنبل وغیرہ کا مسلک ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ مردہ عورت کے ساتھ زنا کرنے سے حد واجب ہوگی۔ اور یہ امام اوزاعی کا قول ہے۔ اس پر حد یقیناً جاری ہوگی۔ کیونکہ اس کا یہ فعل ایک بہت بڑا جرم ہے اس لئے کہ ایک اس کے فحش کام کیا اور پھر مردے کی حرمت توڑ دی۔

## فصل

چوپائے کے ساتھ بد فعلی کرنے سے حد لازم ہوگی یا تادیبی تعزیر؟



چوپائے کے ساتھ وطی اور بد فعلی کرنے کی عقوبت و سزا کے متعلق تین قول ہیں۔  
 اول۔ یہ کہ چوپائے کے ساتھ بد فعلی کرنے والے کی تادیب کی جائے گی اس پر حد نہیں ہوگی۔ یہ قول امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ اور ایک قول امام شافعیؒ کا بھی ہے۔ اور امام اسحاقؒ کا بھی یہی قول ہے۔  
 دوم۔ یہ کہ اس کا حکم زانی کا حکم ہے۔ اگر کنوارا۔ غیر شادی شدہ ہے۔ تو اسے کوڑے لگائے جائیں گے۔ اور اگر محسن شادی شدہ ہے۔ تو اسے رجم کیا جائے گا۔  
 اور یہ قول حضرت حسنؒ کا ہے۔

سوم۔ یہ کہ اس کا حکم لوطی کا حکم ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کی بھی یہی تصریح ہے۔  
 ان ہر دو مختلف اقوال سے پیش نظر یہ امر مستخرج و مستنبط ہوتا ہے کہ یا تو حتمی طور پر قتل کر دینا اس کی حد ہے یا اس کی حد وہ حد ہے جو زنا کی ہے؟  
 جو لوگ اس کی حد قتل بتلاتے ہیں وہ استدلال میں ابوداؤد کی وہ روایت پیش کرتے ہیں جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔  
 من اتی بھیمۃ فافتلوه واقتلوه جو شخص چوپائے کے ساتھ بد فعلی کرے اُسے قتل کر دو۔ اور اس کے ساتھ چوپائے کو بھی قتل کر دو۔

اور یہ اس لئے کہ یہ وطی و دخول ایسا ہے کہ کسی حال میں جائز نہیں۔ لہذا اس کی حد قتل ہے۔

اور جو لوگ اس کے متعلق حد سے قائل نہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ اس بارے میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے۔ اگر کوئی صحیح حدیث موجود ہوتی تو ہم ضرور اس کے قائل ہو جاتے۔ اس کی مخالفت کا ہمارے پاس کوئی راستہ ہی نہ ہوتا۔ چنانچہ اسماعیل بن سعید الشافعیؒ اس باب میں کہتے ہیں۔ میں نے امام احمدؒ سے پوچھا کہ چوپائے کے ساتھ بد فعلی کرنے والے کا کیا حکم ہے؟ تو امام صاحب خاموش ہو رہے۔ اور عمرو ابن ابی عمرو کی حدیث اس بارے میں ثابت شدہ حدیث نہیں ہے۔ طحاوی اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں۔ نیز یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے لیکن خود ان کا فتویٰ اس کے خلاف ہے۔ وہ یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ اس پر حد

نہیں ہے۔ چنانچہ ابو داؤد رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ ابن عباس کا یہ فتوے ان کی حدیث کو متعین قرار دیتا ہے۔

اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے کہ اس بارے میں طبعی زجر تو بیخ باعتبار لواطت طبعی زجر و توزیح سے زیادہ قوی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ النہانی طبائع میں چھپائے کے ساتھ وطی و دخول کرنے اور انسان کے ساتھ وطی و دخول کرنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور اسلئے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا۔ قیاس فاسد ہے۔

## فصل

(مرد سے مرد کی وطی و دخول کو دو عورتوں کی)

(باہمی مساحقت پر قیاس کرنا غلط ہے)

کسی مرد کے ساتھ وطی کرنے کو دو عورتوں کی مساحقت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق اور فاسد ترین قیاس ہے۔ وہاں ایلاج و دخول متصور نہیں ہے۔ بلکہ یہ البیہ ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد سے بلا ایلاج دخول کے مباشرت کر لیتا ہے۔ علاوہ ازیں بعض احادیث مرفوعہ کے اندر یہ بھی وارد ہے۔

اذا اقت المرأة المرأة فھما عورت عورت سے اختلاط کرے۔ نو زانیان۔ وہ دونوں زنا کار ہیں۔

لیکن اس میں حد لازم نہیں آتی۔ کیونکہ اس میں ایلاج و دخول متصور نہیں ہے گواہی پر زنا کا اطلاق ہوا ہے۔ مگر یہ اسی قسم کا زنا ہے جو آنکھ۔ قدم۔ زبان وغیرہ کا زنا ہوا کرتا ہے۔ اور اس پر بھی زنا کا اطلاق ہوتا ہے۔

جب یہ امر ثابت ہو اور واضح ہو گیا تو اب یہ بھی سمجھ لو کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ اپنے مملوک و غلام کے ساتھ لواطت کرنا ویسا ہی ہے جیسا کسی اور کے ساتھ لواطت کرنا۔ جن لوگوں کا خیال ہے کہ اپنے مملوک و غلام کے ساتھ لواطت جائز ہے۔ اور وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

الاعلیٰ ازواجہم او مملکتہن یا ما حکمنا فاحکم  
غیر مملوین (سورۃ المؤمنون والمعاہج)  
اور جو لوگ اپنی خرمکاپوں کی حفاظت کرتے  
ہیں یوائے اپنی بیبیوں۔ اور اپنی باندیوں۔



کیونکہ اس صورت میں ان پر ملامت نہیں۔

جو لوگ مملوک ہاندی پر مملوک غلام کو قیاس کرتے ہیں۔ وہ کافر ہیں ایسے لوگوں سے توبہ کرنے کا مطالبہ اسی طرح کیا جائے گا۔ جس طرح مرتد سے توبہ کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے اگر توبہ کر لیوے فہارینہ سے قتل کر دیا جائے۔ اپنے مملوک و غلام سے لواطت کرنا گناہ ہے اور حکم کے لحاظ سے وہی حکم رہتا ہے۔ جو غیر کے مملوک و غلام کے ساتھ لواطت کرنے کا ہے۔ یا غیر مملوک سے لواطت کرنے کا ہے۔

## فصل

مرض عشق کی دوا آنکھوں کی حفاظت نگرانی سے خداوند بعیرت  
عطا فرماتا ہے۔ اور اس سے قلب کو ثابت و مستقیم رکھتا ہے

اب اگر کہا جائے کہ باوجود ان تمام باتوں سے آیا اس مہلک مرض کی کوئی دوا بھی ہے یا نہیں؟ اس قاتل جادو کے اتار کا کوئی شتر ہے یا نہیں؟ ان مہلک خیالات کے دفعیہ کا کیا فدیہ؟ اور کیا طریقہ ہے؟ کیا اس سے لئے مقصود تک پہنچنے کی کوئی راہ ہے یا نہیں؟ کیا خوش کاشہ اتارنے اور اس نشہ سے افساقہ حاصل کرنے کی کوئی شکل ہے یا نہیں؟ کیا کسی طبیب کے پاس مرض عشق کی دوا ہے؟ اور عاشق کے قلب میں جو مرض اپنی جگہ کر چکا ہے۔ اور وہ اپنا دل کھو چکا ہے اس کا کوئی علاج ہے؟ کیا وہ پھر اپنے قلب کا مالک ہو سکتا ہے۔ اس کا کیا طریقہ ہے؟ اسی کے قلب کو کیوں کر اور کس طرح صحت نصیب ہو سکتی ہے؟ اس کا حال یہ ہو چکا ہے کہ محبوب کے بارے میں کوئی ملامت کرتا ہے۔ تو وہ بجائے شرمندہ ہونے کے اس سے لذت اندوز ہوتا ہے۔ اگر کوئی نصیحت کرتا ہے۔ تو وہ اس بارے میں اور تیز کام ہو جاتا ہے۔ اس کا قلب زبانِ قال سے پکارتا ہے۔

وقف الہوی بی حجت انت فلیس لی  
متاخر عنہ ولا متقدم  
تیری محبت نے مجھے وہاں لا کھڑا کر دیا  
اب مجھے یہاں سے نہ کوئی پیچھے بٹھا سکتا  
جہاں تو ہے۔  
جہے۔ نہ آگے بڑھا سکتا ہے۔

اغلباً اصل استفاء سے اندر جو پہلا سوال ہے۔ اور جس مرض کی دوا طلب کی گئی ہے

اس کا مقصد یہی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے جو مرض بھی پیدا کیا ہے اس کی دوا پیدا کی ہے لیکن دوا جو جانتا ہے۔ جانتا ہے۔ جو نہیں جانتا وہ نہیں جانتا۔

اس مرض کے علاج کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ سرے سے مرض کا مادہ بھی پیدا نہ ہو۔ پائے۔ دوسرا یہ کہ مادہ تو پیدا ہو چکا ہے۔ اور اب اس کا قلع قمع کیا جائے۔ اور یہ وہ باتیں خدا جس سے لئے آسان کر دیتا ہے۔ آسان ہے۔ اور خدا کی مدد جس سے لئے اس سے لئے دشوار ہے۔ سارے اختیارات خدا کے ہاتھ میں ہیں۔

اس مرض کو روکنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ آنکھ کی حفاظت کی جائے۔ کیونکہ نظر و نگاہ ابلیس لعین کا زہر ہے سمجھا ہوا تیر ہے جس کی نظر و نگاہ آزاد ہے اس کی حسرت دائمی ہیں۔ آنکھ کی حفاظت میں بے شمار فوائد ہیں۔

اول۔ یہ کہ اس سے حکم الہی کا امتثال ہوتا ہے۔ اور امتثال امر بندے کی دنیا عقیبی کی اصل سعادت ہے۔ امتثال امر سے بہتر دنیا عقیبی میں نیک کے لئے کوئی نفع نیک چیز نہیں۔ اور دنیا میں جس شخص نے بھی دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل کی ہے۔ امتثال امر ہی کے ذریعہ حاصل کی ہے۔ اور جو آدمی بھی دنیا اور آخرت کی شقاوت کا حقدار ہے وہ حکم الہی کی خلاف ورزی ہی سے حقدار ہے۔

دوم۔ یہ کہ آنکھ کی حفاظت میں یہ فائدہ ہے کہ وہ سموم و زہر آلود تیر جو قلب تک پہنچ کر انسان کو ہلاک کر دیتا ہے۔ قلب تک پہنچنے نہیں پاتا۔

سوم۔ یہ کہ آنکھ کی حفاظت سے قلب کو ذات الہی سے انسیت و محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور پوری طرح جمعیت خاطر حاصل ہو جاتی ہے۔ اور نگاہ آزاد ہوتی ہے۔ تو قلب منتشر اور پرانگندہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ چیز بندے کو خدا سے دور چھینک دیتی ہے۔ پس آزاد نگاہی سے دیا ہوا بندے کے حق میں کوئی محنت و سہاں چیز نہیں۔ آزاد نگاہی بندے اور خدا کے درمیان وحدت کا موجب بن جاتی ہے۔

چہارم۔ یہ کہ آنکھ کی حفاظت سے انسان کا قلب قوی اور مضبوط رہتا ہے۔ اور قلب ہمیشہ خوشی و مسرت میں رہتا ہے۔ جس طرح کہ آنکھ کی آزادی سے آپ کمزور اور ہر وقت مغموم و مخزون رہا کرتا ہے۔



پنجہم۔ یہ کہ نگاہ پست رکھنے سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے۔ جس طرح کہ آزاد رکھنے سے تاریک ہو جاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے جو خدا کی آنکھ کی حفاظت کا ذکر کرنے کے بعد ہی آیت نور پیش کرتا ہے۔ فرماتا ہے۔

قُلْ لِلّٰہِ مُنِینٌ یَّغْضُوْا مِنْ اِیْصَادِہُمْ  
وَمِنْ یَّغْضُوْا فَرِحْہُمْ :  
(سورۃ النور)

اے پیغمبر! مسلمانوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں  
نیچی رکھا کریں۔ اور اپنی شر نگاہ کی حفاظت  
کرتے رہیں۔

اس کے بعد ہی فرمایا۔

وَاللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ  
مِثْلُ نُوْرِ مِثْنٰکَاتٍ فِیْہَا مِصْبَاحٌ :  
(سورۃ النور)

اور اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس  
کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو اور  
طاق کے اندر چراغ ہو۔

یعنی جو مومن قلب اوامر کی اطاعت۔ اور نواہی خداوندی سے اجتناب کرتا ہے  
اس کی مثال ایسی ہوتی ہے۔

اور جب نورانی ہو جاتا ہے تو ہر جانب سے خیرات و برکات۔ نجات و فلاح کے  
وفود اس کی جانب دھڑا پڑتے ہیں۔ جس طرح کہ تاریک قلاب کی طرف مصائب و  
آلام و فساد و تکالیف و اذیت کے دل بادل دوڑ پڑتے ہیں۔ اور چہار طرف سے  
اُسے گھیر لیتے ہیں۔

قلب کا نور تمام ضلالتوں۔ بدعتوں۔ گمراہیوں۔ اور خواہشات کی پرستش سے  
بندے کو روکتا ہے۔ اور اس سے دور رکھتا ہے۔ اسباب سعادت کے امراض سے محفوظ  
رکھتا ہے۔ شقاوت کے اسباب کے اشتغال سے محفوظ رکھتا ہے۔ جب یہ نور مفقود  
ہو جاتا ہے تو بصیرت و بصارت دونوں ختم ہو جاتی ہے اور انسان تاریکیوں کی کوٹھڑیوں  
میں ٹامک ٹوٹیاں مارتا رہتا ہے۔

ششم۔ یہ کہ نگاہ کی حفاظت صحیح اور سچی فراست بندے کے اندر پیدا ہوتی  
ہے جس سے حق و باطل۔ صادق و کاذب میں بندہ امتیاز کر سکتا ہے چنانچہ شاہ شجاع  
کرمانی کہا کرتا تھا جو آدمی اتباع سنت کے ذریعے اپنے ظاہر کی۔ اور رقبہ کے ذریعے اپنے  
اپنے باطن کی تعمیر کر لیتا ہے۔ اور عورات سے اپنی نگاہ پست کر لیتا ہے۔ شہوانت و

خواہشات سے پانے کو بچاتا ہے۔ اور اس حلال کا اپنے کو عادی کر لیتا ہے۔ اس کی فراست کبھی خطا نہیں کرتی؛ خود ستاہ شجاع کا حال یہ تھا کہ اس کی فراست کبھی خطا نہیں کرتی تھی۔

حق سبحانہ تعالیٰ کا یہ عام دستور رہا ہے کہ اعمال کا بدلہ اعمال کی جنس سے دیتا ہے۔ جو آدمی صرف خدا کی رضا مندی کی خاطر کسی چیز کو چھوڑتا ہے۔ خدا اس کے بدلہ میں بہترین چیز عطا فرماتا ہے۔ پس جب بندہ خدا کی رضا مندی کے لیے اپنی آنکھ اور نگاہ پست کر لیتا ہے۔ تو خدا اس عمل کے بدلہ میں اسے بہیرت عطا فرماتا ہے اور اسے علم ایمان۔ اور معرفت و فراست کی برکتوں سے نوازتا ہے اور یہ چیزیں ایسے نقاب کی بہیرت ہی کے فدیہ حاصل ہوتی ہیں۔ دیکھو برائیوں کے متعلق خدا کا جوار شام ہے بالکل اس کے خلاف ہے۔

اصول انهم لفي مسكرتهم  
یہ ہوں،  
ایسے محمد، تمہارے جان کی قسم وہ لوگ اپنے لئے  
یہ بدست ہیں انہوں کی طرح ٹامک  
لڑکیاں مارتے ہیں۔  
(سورۃ البقرہ)

ان لوگوں کی حالت کو خدا اللہ بایوں کی حالت سے تعبیر کرتا ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کی عقلیں فاسد اور خراب ہو گئی ہیں۔ اور اندھا ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ان کی بصارتیں خراب ہو چکی ہیں۔

پس صورتوں کے متعلق سے فساد عقل لازم ہے۔ اور جس کی بہیرت ختم ہو جاتی ہے اس کا قلب مسکرا اور زہ باز کا سا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔  
سکران مسکر کھری و مسکر مدامت  
و معنی افاقۃ من مد مسکران  
یہ لوگ۔ خواہشات اور خواہشات کی ملازمت  
انہیں بدستوں کو افاقۃ کہہ سکتا ہے۔  
کے نقشہ سے بدست ہیں۔

کسی دوسرے شاعر نے کہا ہے۔  
قالوا جنت دین هری ثقلت لهم  
زک کہتے ہیں تو اپنے محبوب کی محبت میں  
محبوب ہو گیا ہے۔  
العشق اعظم ما بالیا مبین  
جس نے ان سے کہا عشق تو مجاہد و یووالد  
سے بھی زیادہ سخت ہے۔



العشق لا يستفيق الدهر صاحبه وانما يصرع المجنون في الحين  
عشق کے مارے ہوئے کو تو کبھی افاق ہی نہیں ہوتا۔ اور مجنوں پر تو کبھی کبھی بے ہوشی کا دورہ پڑتا ہے۔  
ہفتہ۔ یہ کہ نگاہ پست رکھنے سے قلب کے اندر استقامت اور ثبات ثبات پیدا ہوتا ہے۔  
قوت پیدا ہوتی ہے۔ اور خدا اس کے بصیرت و محبت، قدرت و قوت کے خزانے جمع کر  
دیتا ہے۔ چنانچہ ایک شعر کے اندر وار دہے۔

الذي يخالط هواه يقصر  
الشیطان من ظلمه :  
جو آدمی اپنی خواہشات کی مخالفت کرتا ہے  
شیطان اس کے سایہ سے بھاگتا ہے۔

خواہشات کی پیروی کرنے والے کو تم سراسر اس کے خلاف پاؤ گے۔ وہ اپنے نفس کو  
ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔ اپنے کو بے قدر، ذلیل اور حقیر بنا لیتا ہے جو آدمی خواہشات کی  
پیروی نہیں کرتا۔ بلکہ اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہونے  
دیتا جیسا کہ حضرت بصریؒ کا قول ہے : ”اگرچہ ان لوگوں کے نچران کو اٹھا کے پھرتے ہیں او  
گھسے پر وہ سوا ہوتے ہیں۔ لیکن حقیقتہً معصیت و گناہ تو خود ان کی گردن  
پر سوار ہے۔ جو آدمی خدا کی نافرمانی کرتا ہے۔ خدا اسے ذلیل و خوار  
کر کے چھوڑتا ہے۔“

خدا لیے عزت کو طاعت و عبادت کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ اور ذلت کو معصیت  
و گناہ کے ساتھ۔

والله العزة والرسول واللمؤمنين  
(سورة النافقون)  
اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول و ایمان  
والوں ہی کے لئے ہیں۔

اور فرماتا ہے۔

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم  
الاصحون ان كنتم مؤمنين  
(سورة آل عمران)  
اگر تم مسلمان ہو تو بہت نہ مارو۔ اور نہ رنج  
کرو۔ کیونکہ تم ہی لوگ غالب رہو گے  
اگر تم ایمان والے ہو۔

ادب پر باجماع ظاہر ہے کہ ایمان نام ہے۔ قول و فعل۔ اور ظاہر یا ظنی عمل کا۔ اللہ  
تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

من كان يريد المخرج فلنكف المخرج  
جو شخص عزت چاہتا ہے۔ تو ساری عزت

الیہ یصعد الکلم الطیب والعل  
الصالح یرفعه :

(سورۃ فاطر) کر دیتا ہے۔

یعنی جو عزت کا خواستگار ہے اسے چاہیے کہ خدا کی طاعت و عبادت کرتا رہے  
اور اچھے کلام۔ اچھے اعمال سے خدا کو یاد کرتا رہے۔  
دعا کے قنوت کے اندر وارد ہے۔

انہ لا یدال من والیت ولا  
یعز من عادیت :

جس سے تو دوستی کرتا ہے۔ اسے کوئی ذلیل  
نہیں کر سکتا۔ اور جس سے تو دشمنی کرتا ہے  
کوئی عزت نہیں دے سکتا۔  
جو شخص خدا کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا ہے۔ خدا اس سے اس کی اطاعت کے  
مطابق محبت کرتا ہے۔ اور اطاعت کے مطابق اسے عزت سے سرفراز فرماتا ہے۔ اور جو  
کی نافرمانی کرتا ہے۔ اس سے وہ عداوت کرتا ہے اور اس کی معصیت و نافرمانی کے  
اعتبار سے اسے ذلیل و بے عزت کرتا ہے۔

ہشتم۔ یہ کہ نگاہ و نظر پشت رکھنے سے شیطان کے لئے قلب تک پہنچنے  
کا راستہ بند کر دیتا ہے۔ کیونکہ شیطان نگاہ و نظری کی راہ سے قلب تک پہنچتا ہے۔  
شیطان نظر و نگاہ کی راہ سے اس قدر تیزی سے جا گھٹتا ہے کہ کسی خالی جگہ میں خواہش  
بھی اس تیزی سے نہیں پہنچ سکتی۔ شیطان منظور الیہ کی صورت و شکل بن کر بڑی ہی  
سے قلب کی طرف دوڑ پڑتا ہے اور اسے نہایت مزین اور آراستہ کر کے قلب کے  
سامنے پیش کرتا ہے۔ اور قلب کو بڑی بڑی تمنائیں۔ آرزوئیں۔ اور امیدیں دلاتا ہے  
پھر اس کے اندر شہوت کی آگ مشتعل کر دیتا ہے۔ اور پھر رفتہ رفتہ معامی و گناہ کا ایک  
اس آگ میں جھونکتا رہتا ہے۔ اور شیطان اسی صورت و شکل کے ذریعہ معامی و گناہ  
کمانے میں کامیاب ہوتا ہے۔ اس کے بعد آگ کے شعلوں میں بڑی طرح گھر جاتا ہے۔  
اس کی سانس سے بھی آگ کے شعلے اٹھتے ہیں۔ اور انہی شعلوں میں وہ جلتا رہتا  
جھنسا رہتا ہے۔ کیونکہ قلب ہر جانب سے اس آگ میں گھر جاتا ہے اور  
طرح بکری کو تنور کے اندر بھوننے کے لئے رکھا جاتا ہے اور اس کے جانب آگ



ہوتی ہے۔ اس طرح قلب آگ کے اندر وسط میں پڑا ہوا جلتا رہتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ شہوت پرستوں کے لئے خدائے محرمات کی صورتوں اور شکلوں کے مطابق عقوبت و سزا مقرر کی ہے۔ اور برزخ میں ان کے لئے آگ کے تنور بنا رکھے ہیں۔ اور ان کی رگوں کو قیامت تک کے لئے ان تنوروں میں مقید کر دیا جائے جیسا کہ خدائے اپنے پیغمبر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی کیفیت سے خواب میں آگاہ باخبر کیا ہے۔ اور یہ خواب کی حدیث بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے۔

نہم۔ یہ کہ غصہ بصیر۔ یعنی نگاہ پست کر لینے۔ اور محرمات سے منظر کو بچانے سے قلب کو اس قدر فراغت و اطمینان حاصل ہوتا ہے کہ بندہ اپنے مصالح اور مفید و مشغول پر پوری یکجہتی۔ اور کامل یکسوئی کے ساتھ غور کر سکتا ہے۔ بخلاف اس کے کہ جب نگاہ آزاد و آوارہ رہے۔ اور منظر محرمات پر دوڑتی رہے تو انسان کا دل تشقت و انتشار و اضطراب سے بھریا جاتا ہے اور پھر مفید امور اور مصالح پر غور و فکر کرنے سے روکتی ہے۔ اور اس لئے اس کے جس قدر بھی کام ہوتے ہیں۔ پر آگزدہ ہو جاتے ہیں۔ اور یہ صرف خواہشات نفس ہی کے پیچھے لگا رہتا ہے۔ اور رب العالمین کے ذکر سے بالکل غافل اور بے خبر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولا تمنع من اغفلنا قلبہ  
عن ذکرنا واتبع ہواہ  
وکان امرہ فرطاً  
اور اس شخص کا کہانت مانو جس نے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے لگا ہوا ہے اور اس کا کام حد سے گزرا ہوا ہے۔

آزاد نگاہی سے یہ تینوں باتیں جو آیت کے اندر مذکور ہیں۔ بقدر آزادی لازم و ضروری ہو جاتی ہے۔

دھم۔ یہ کہ آنکھ اور قلب کے درمیان ایک ایسا سوراخ اور راستہ ہے۔ جس کی وجہ سے نگاہ اور قلب میں اس قدر اتحاد و یکجہتی رہتی ہے کہ جس کام میں آنکھ مشغول ہو جاتی ہے قلب بھی مشغول ہو جاتا ہے اور قلب مشغول ہو جاتا ہے تو آنکھ بھی مشغول ہو جاتی ہے۔ ایک کی اصلاح سے دوسرے کی اصلاح۔ ایک کے فساد سے دوسرے کا فساد لازم و مظلوم ہیں۔ جب انسان کا قلب فاسد ہو جاتا ہے۔ تو اس کی قوت فکریہ

فاسد ہو جاتی ہے۔ اور خب اس کی نگاہ فاسد ہو جاتی ہے۔ تو قلب فاسد ہو جاتا ہے۔ اور نگاہ ابھی رہتی ہے تو قلب اچھا رہتا ہے۔

جب کسی انسان کی آنکھ۔ نگاہ و منظر فاسد اور خراب ہو جاتی ہے۔ اور نگاہوں کی خرابی کی وجہ قلب فاسد اور خراب ہو جاتا ہے تو اس کا حال مزبلہ کا سا ہو جاتا ہے جہاں بھلائی اور ناپاکیاں اکوڑا اور میل کچیل مھینکا جاتا ہے۔ اور اب وہ اس قابل ہی نہیں رہتا کہ اس کے اندر خدا کی معرفت۔ خدا کی محبت۔ رجعت الی اللہ خدا سے انس و قرب الہی۔ اور سرور و تقرب کو اس کے اندر جگہ مل سکے۔ بلکہ اس کے اندر وہی امور رستے بستے ہیں جو ان مقدس اوصاف کی اضداد ہیں۔

عنصر بصر۔ حفاظت نظر۔ اور لپٹ نگاہی کے فوائد کی طرف یہ ایک مختصر اجمالی اشارہ ہے۔ جس سے تمہیں اسکے حاصل ہونے والے فوائد کی خبر ہو سکے گی۔

## فصل

اس مرض کی مدافعت کا دوسرا طریقہ صحیح بصیرت محبوبہ مکروہ کے درجات کا امتیاز اور فی محبوب کے مقابلہ میں اعلیٰ محبوب کی ترجیح ہے۔

مرض عشق کی مدافعت کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ قلب کو ایسے امور میں مشغول رکھا جائے جو اس میں مبتلا ہونے سے دل کو روک سکیں۔ اور اس کی شکل یہ ہے کہ خطرہ خوف اور ڈر اس کے سامنے پیش کیا جائے۔ یا کوئی ایسی محبت پیش کر دی جائے جو اسے جبراً اپنی طرف کھینچ لے۔ اور دوسری جانب روک دے۔

جب تک قلب میں اس امر کا خوف نہ ہو کہ فلاں چیز کا فوت ہونا۔ اس محبوب و مطلوب کے حصول سے زیادہ مفرت رساں ہے۔ یا فلاں چیز کا حاصل کرنا۔ اس محبوب و مطلوب کے فوت سے زیادہ مفرت ہے۔ یا فلاں چیز کی محبت اس کیلئے اس محبوب و مطلوب کے زیادہ نافع اور موجب خیر ہے۔ یا فلاں چیز کا فوت ہونا اس محبوب و مطلوب کے فوت سے زیادہ مفید ہے۔ جب تک یہ حقیقت اس کے سامنے نہیں آتی۔ لازمی طور پر وہ صورتوں اور اشکوں کے عشق میں گرفتار رہے گا۔



اس کی شرح و توضیح اس طرح ہے کہ نفس کسی محبوب و مطلوب کو اس وقت تک کہ نہیں کرتا جب تک کہ اس کے سامنے کوئی اس سے اعلیٰ و برتر محبوب و مطلوب نہ آئے۔ یا اسے اس امر کا خطرہ اور خوف نہ ہو کہ فلاں ناگوار چیز یا فلاں مصیبت و مشکل جو میرے سامنے آئے گی اس کی مدافعت اس محبوب کے قوت ہونے سے میرے لئے زیادہ مضر ہوگی یا ایسا شخص دو باتوں کا محتاج ہے۔ اگر وہ ان دو باتوں کو یا دو میں سے کسی ایک کو ضائع کر دیتا ہے۔ تو وہ اپنی جان کو قطعاً کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔

اول۔ یہ کہ اس کے اندر صحیح بصیرت موجود ہو جس کے فدیہ وہ محبوب اور کرہ کے درجات کو سمجھ سکے اور ان میں فرق و امتیاز کر سکے۔ اور اعلیٰ محبوب کو ادنیٰ محبوب کے مقابلے میں ترجیح دے سکے اور برے مکرہ کے مقابلے میں ادنیٰ مکرہ پر بری مصیبت کے مقابلے میں ادنیٰ مصیبت کو برداشت کر لے اور عقل و دانشمندی کا یہی خاصہ اور خصوصیت ہے جو اس طریقہ کے خلاف ہے۔ وہ عقلمند اور سمجھدار نہیں رہے۔ بلکہ بعض اوقات چھپائے اور جانور اس سے زیادہ سمجھتے ہیں۔

دوم۔ یہ کہ اس کے اندر غم و ہمت۔ صبر و استقامت کی پوری پوری قوت ہو۔ تاکہ پوری ہمت سے وہ کام کو گزرے۔ اور جو کام چھوڑنے کے قابل ہو اسے چھوڑ سکے بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ آدمی ان امور کو۔ اور ان قدروں کو۔ اور قدروں کے تفاوت کو اچھی طرح سمجھتا ہے لیکن اس کے اندر غم و ہمت کی کمی ہوتی ہے۔ اور جس نفس پر غم و ہمت کی کمی اور خشیت کی وجہ سے نافع ترین چیز کو خبیث ترین چیز کے مقابلے میں ترجیح دینے سے قاصر ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص نہ خود اپنی جان کو نفع پہنچا سکتا ہے۔ نہ کسی دوسرے کو۔ خدا اکامت فی الدین کا درجہ صرف اسی کو عطا کرتا فرماتا ہے جو بہر یقین کا حامل ہو۔ فرماتا ہے۔

وجعلنا منہم ائمة یہدون  
بار میرنا لما صبروا وکانوا یاتنا  
اور انہی میں سے ہم نے کچھ پیشوا بنائے تھے  
جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔ جبکہ  
انہوں نے صبر کیا۔ اور ہماری آیتوں پر  
یقین رکھتے تھے۔ (سیدہ)

اس قسم کے آدمی اپنے علم سے خود بھی نفع حاصل کر سکتے ہیں اور دوسرے کو بھی لے

نفع پہونچتا ہے۔

بعض لوگ بالکل اس کے برعکس ہوا کرتے ہیں۔ نہ وہ خود نفع اٹھا سکتے ہیں۔ اور دوسروں کو اس سے نفع پہونچتا ہے۔

بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اپنے علم سے خود نفع اٹھاتے ہیں۔ لیکن دوسروں کو نفع نہیں پہونچا سکتے۔

پہلی قسم کے لوگ اپنے نور کی روشنی میں چلتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی اس نور سے فائدہ پہونچاتے ہیں۔ دوسری قسم کے لوگوں میں نور کی قدر بلکہ بالکل بھی ہوئی ہوتی ہیں وہ خود بھی تاریکیوں میں ٹانک ٹوپیاں مارتے پھرتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی تاریکیوں میں بھٹکاتے پھرتے ہیں۔ اور تیسری قسم کے لوگ اپنے نور کی روشنی میں خود ہی چلتے ہیں۔ اور خود ہی اس فائدہ اٹھاتے ہیں۔ دوسرے اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

## فصل

(مجموعہ سبکی سچی محبت ہو تو اس میں غیر کی شرکت ممکن نہیں)

جب تم یہ مقدمہ اور تمہید سمجھ چکے تو اب کچھ لو کہ قلب کے اندر محبوب اعلیٰ کی محبت اور اس کا عشق اور محسوس صورتوں کا عشق ایک جمع نہیں ہو سکتا۔ یہ دونوں باہم ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور ضد کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہوا کرتی ہیں۔ بلکہ یہ لازم و ضروری ہے کہ ایک کی محبت دوسرے کی محبت کو قلب سے نکالی جائے۔

پس جس کی محبت قوی تر ہے۔ اور اس کی ساری محبتیں اس محبوب اعلیٰ سے وابستہ ہیں جس کی محبت کے سوا تمام محبتیں باطل اور موجب عذاب ہیں۔ ایسا شخص دنیا کی ساری محبتوں سے منہ موڑ لیتا ہے۔ اسکے سوا تمام سے اپنا رشتہ توڑ لیتا ہے۔ وہ اگر خدا کے سوا کسی اور سے محبت بھی کرتا ہے تو صرف محبوب اعلیٰ کی خاطر۔ یا اس لئے کہ یہ محبت محبوب اعلیٰ کی محبت کا ایک ذریعہ ہے۔

شخص محبوب اعلیٰ کے سوا تمام سے اپنا رشتہ توڑ لیتا ہے۔ یا پھر وہ اس چیز کو توڑ دیتا ہے جو اس محبوب اعلیٰ کی محبت کے مخالف ہو یا محبوب اعلیٰ کی محبت میں کہیں کچھ رخنہ انداز ہوتی ہے۔ محبت صادقہ کا اقتضائے تو یہ ہے کہ محبوب صرف ایک ہو۔ اور کسی کو اس کی



محبت میں شریک نہ کیا جائے۔

انسان جب بھی اپنے جیسے انسان ہی سے محبت کرتا ہے۔ تو محبوب کبھی گوارا نہیں کرتا کہ محبت کرنے والا کسی دوسرے کو اس کا شریک کر لے۔ بلکہ اگر وہ ایسا غموس کرے تو اس پر بگڑتا ہے۔ اس پر برہم ہوتا ہے۔ محبت کرنے والے کو اپنے پاس نہیں آنے دیتا۔ اسے دھتکار دیتا ہے۔ اور کہہ دیتا ہے۔ تیرا دعویٰ اے محبت جھوٹا ہے۔ حالانکہ یہ محبوب اس امر کا اہل بھی نہیں ہے۔ کہ محبت کی تمام ترقیوں اس کے قدروں پر سرنگول ہو جائیں۔ تو پھر وہ حبیبِ اعلیٰ۔ محبوبِ برتر و بالا کہ تمام ترقیوں کا مقدار صرف وہی ہے۔ کیونکہ گوارا کر لیا کہ اس کی محبت میں کسی اور کو شریک نہ کیا جائے؟ اور حال یہ ہے کہ اس کی محبت کے سوا تمام محبتیں موجبِ عذاب۔ اور باعثِ وبال ہیں اور یہی وجہ ہے جو اللہ تعالیٰ اس آدمی کو کبھی نہیں بچتے گا جو اس کی محبت میں کسی دوسرے کو شریک کرے گا۔ اس کے سوا دوسروں کو جسے چاہے گا بخش دے گا۔

پس وہ شخص جو صورتوں سے محبت کرتا ہے۔ وہ اپنے لئے نافع ترین محبت کو فوت کر دیتا ہے۔ اب بندہ ان دو محبتوں میں سے جسے چاہے اختیار کر لے یہ دو محبتیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ نہ دونوں کی دونوں مسرتفع ہو سکتی ہیں جو شخص محبتِ الہی۔ ذکرِ خداوندی۔ اور شوقِ لقاءِ رب سے لڑھکی کرتا ہے۔ خدا سے دنیا میں بھی غیروں کی محبت میں گرفتار کر دیتا ہے۔ اور عالمِ بزرخ۔ اور عالمِ آخرت میں بھی اسے عذاب دیتا ہے۔ بتوں کی محبت کے ذریعہ عذاب دیتا ہے حبیب کی محبت کے ذریعہ۔ آگ کی محبت کے ذریعہ۔ سردیوں اور لوٹھوں کی محبت کے ذریعہ۔ غریبوں کی محبت کے ذریعہ۔ کاروبار۔ خاندان۔ قبیلہ اور دوست و احباب کی محبت کے ذریعہ۔ یا اس سے بھی کم تر درجہ کی حقیر بے وقعت بے قدر۔ اور ادنیٰ چیزوں کی محبت کے ذریعہ اسے عذاب میں مبتلا کرتا ہے اور انسان کو ہر حال میں اپنے محبوب ہی کا بندہ ہوتا ہے۔ وہ محبوب خواہ کوئی ہو۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

فاختر لنفسك في الهوى من تصطفى

انت القليل لكل من احبته

جس سے تو محبت کرتا ہے تو اس کا کشتہ پس تو اسے اپنے لئے منتخب کر جسے تو اپنے لئے مخصوص کیا کرتا ہے۔

پس جس کا معبود۔ مالک۔ مولا خدا نہیں۔ اس کا معبود مالک اور مولا اس کی خواہشات ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ان رأیت من اتخذ الہہ ہواہ  
وافضلہ اللہ علی علم۔ وھتم  
علی سمعہ وقلبہ وجعل علی  
بصرہ غشاوۃ۔ فمن یھدیہ  
من بعد اللہ۔ افلا تذکرون  
(سورۃ الجاثیہ)

بھلا اس شخص کو دیکھو جس نے اپنی خواہش کو معبود بنالیا ہے اور باوجود اس کے ذی علم ہونے کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے۔ اور اس کے گوش و ہوش اور قلب پر مہر لگا دی ہے۔ اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اب اللہ کے سوا اس کو کون راہ پر لا سکتا ہے؟ کیا تم سوچتے نہیں؟

## فصل

محبت کے درجات و مراتب درجات کے نام  
اور ان کی خصوصیات اور محبت کے اسباب

تعبیر کی یہ خاصیت ہے کہ خضوع و انکساری کے ساتھ محبوب سے محبت کی جائے۔ اور محبوب کے سامنے اپنے کو ذلیل و حقیر اور بے قدر و بے توقیر کر دیا جائے۔ جب آدمی کسی سے محبت کرتا ہے۔ اور محبوب کے سامنے خضوع و انکساری ظاہر کرتا ہے تو اس کا قلب اس کی عبادت کرتا ہے۔ بلکہ محبت کے آخری درجہ کا نام ہی تعبیر ہے۔ اور محبت کے اس درجہ کا نام عربی میں التتبع ہے۔ محبت کے ابتدائی درجہ کو "علاقہ" کہتے ہیں۔ اور اسے علاقہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں قلب کا محبوب سے تعلق قائم ہوتا ہے۔

شاعر کہتا ہے۔

تعلق لیلیٰ وہی ذات تمنا ہم ولہر یبدل الاثر اب من تدبیرنا فہم  
لیلیٰ سے میری ابتدائی محبت اس وقت ہوئی جب کہ وہ ابھی تعویذوں والی تھی اور کھیلنے



کے لئے اس کی چھایتوں پر کوئی ابھار شروع نہیں ہوا تھا۔  
ایک دوسرا شاعر کہتا ہے۔

اعلاقتا ما الوليد بعد ما  
ابتم ام الوليد سے عشق کرنے چلے ہو۔  
افنان راسک کا اللثام الابيض  
جب کہ تمہارے سر کی زلفیں سفید لثام کی  
طرح کے ہو چکے۔

علاقہ کے بعد العبابہ کا درجہ ہے۔ اسے العبابہ اس لئے کہتے ہیں۔ کہ اس  
میں قلب پوری گرویدگی کے ساتھ محبوب کی طرف جھک پڑتا ہے۔  
يشكى المحبون العبابة ليعتني  
مجت کر نیوالے صبابہ کی شکایت کرتے ہیں  
تحملى ما يلحقون من بيتهم وحدي  
کاش کہ تمام محبت کر نیوالوں کا سارا بوجھ  
میں اکیلا ہی اٹھا لیتا۔

نکانت لقلی لذّة الحب کلها  
تو محبت کی ساری لذت میرے ہی دل کے  
فلم يلقها قلی محب ولا بعدی  
کوئی محبت کرنے والا اس لذت کو نہ مجھ  
سے پہلے پاتا اور نہ میرے بعد۔

اس کے بعد الغرام کا درجہ ہے۔ الغرام نام ہے قلب کی اس محبت کا جو قلب  
کے اندر ہمیشہ کے لئے لازمی طور پر جاگزیں ہو جاتی ہے۔ اور جو کسی وقت بھی قلب  
سے الگ نہیں ہوتی۔ قرضدار کو غریم اس لئے کہا جاتا ہے۔ کہ جب تک وہ قرض ادا  
نہیں کر لیتا وہ قرض میں پھنسا رہتا ہے۔ اور اسی معنی میں خدا کا یہ ارشاد ہے۔  
ان عند ابها کان غراماً: (سورة الفرقان) بلاشبہ اس کا عذاب لازم ہونے والا ہے۔  
علماء متاخرین نے عموماً الغریم۔ الغرام کا لفظ محبت کے معنی میں زیادہ استعمال  
کیا ہے شعر افرغ نے اس لفظ کو عموماً محبت ہی کے معنی میں زیادہ استعمال کیا ہے۔ دوسرے  
معنی میں بہت کم استعمال کیا ہے۔

اس کے بعد درجہ ہے عشق کا۔ یہ افراط محبت کا درجہ ہے۔ پروردگار عالم کی محبت میں  
عشق کا لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ نہ اس کے حق میں اس لفظ کا اطلاق صحیح ہے۔

۱۔ لثام ایک پودا ہے جس میں سفید پھول اور سفید ہی پھل آتے ہیں۔

اس کے بعد درجہ ہے شوق کا۔ اور شوق نام ہے قلب کے اس سفر کا جو پوری تیزی سے محبوب کی طرف شروع کیا جائے۔ شوق کا اطلاق پروردگار عالم کے متعلق ہوتا ہے۔ جیسا کہ سند امام احمد میں حضرت مسابن یا ستر کی حدیث میں مروی ہے۔ حضرت عمارؓ نے ایک مرتبہ کامل اطمینان۔ اور پورے خضوع و خشوع کے ساتھ نماز گزار دی۔ ختم نماز کے بعد لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے اس قدر اطمینان کے ساتھ نماز کیوں اس قدر لمبی کی؟ انہوں نے جواب دیا۔ میں نے نماز میں وہ دعائیں پڑھیں جو آنحضرتؐ پڑھا کرتے تھے۔

اللّٰهُمَّ! اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِعِلْمِکَ الْغِیْبِ۔ وَقَدْرَتِکَ عَلٰی الْخَلْقِ۔ اِحْیِیْ اِذَا کَانَتَ الْحَیَاتِ خَیْرًا لِیْ وَتَوَفِّیْ اِذَا کَانَتَ الْوَفَاتِ خَیْرًا لِیْ  
اللّٰهُمَّ! اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَشِیَّتِکَ فِی الْغِیْبِ وَالشَّهَادَةِ۔ وَاسْئَلُكَ کَلِمَةَ الْحَقِّ فِی الرِّضَاءِ وَالْغَضَبِ۔ وَاسْئَلُكَ الْقَصْدَ فِی الْفَقْرِ وَالْفُتْرِ۔ وَاسْئَلُكَ لِقَاءَ لَا یَنْفَدُ۔ وَاسْئَلُكَ قُرَّةَ عَیْنٍ لَا تَنْقَطِعُ وَاسْئَلُكَ الرِّضَاءَ بَعْدَ الْمَوْتِ۔ وَاسْئَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ اِلٰی وَجْهِکَ الْکَرِیْمِ۔ وَاسْئَلُكَ الشُّوْقَ اِلٰی لِقَائِکَ۔ فِی غَیْرِ ضَرَرٍ مُّضَرٍّ وَلَا فِتْنَةٍ۔ اللّٰهُمَّ! اِزِیْنَا بِزِیْنَةِ الْاِیْمَانِ رَاجِعِلْنَا هِدَاةَ مُهْتَدِیْنَ۔

اے اللہ! میں تجھ سے علم غیب کی برکت سے اور مخلوق پر جو تیری قدرت ہے۔ سوال کرتا ہوں۔ جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہے۔ مجھے زندہ رکھ۔ اور جب تو جالے کہ میرے لئے موت بہتر ہے۔ تو مجھے موت دے۔ اے اللہ! میں چھپے اور ظاہر تجھ سے تیسرا خوف مانگتا ہوں۔ اور خوشی اور غم سے میں کلمہ حق کہنے کی تجھ سے توفیق مانگتا ہوں۔ اور محتاجی و آسودگی میں تجھ سے درمیاں رقتار مانگتا ہوں۔ اور تجھ سے نہ ختم ہونے والی نعمت مانگتا ہوں۔ منقطع نہ ہونے والی اور تجھ سے آنکھوں کی ٹھنڈک مانگتا ہوں۔ اور تجھ سے تیرے فیصلے سے بعد راضی ہونا مانگتا ہوں اور تجھ سے مرے بعد عیش کی ٹھنڈک مانگتا ہوں اور تجھ سے تیرے رخ کی طرف دیکھنے کی لذت مانگتا ہوں اور تیری ملاقات کا شوق مانگتا ہوں وہ جو تکلیف دہ ایذا رسانی اور گمراہ کر نیوالے فتنے سے پاک ہے اے اللہ! تو ہمیں ایمان کی زینت سے آراستہ



کر۔ اور ہم کو ہدایت کرنے والے اور ہدایت  
پائے ہوئے بنادے۔

ایک دوسرے اثر میں یہ الفاظ ہیں۔

طال شوق الابرار الی وجہک . تیری ذات کے لئے ابرار کا شوق بہت طویل  
وانا الی لقاءک اشد شوقا . ہے۔ اور میں تیری ملاقات کا بہت شائق  
ہوں۔

اور یہاں شوق کا لفظ اسی معنی میں مستعمل ہوا ہے جس کی تعبیر اس حدیث میں ہوئی  
ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

من احب لقاء اللہ . احب اللہ . جو آدمی خدا کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔  
لقاءک . خدا اس کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔

بعض اہل بصیرۃ آیت

من کان یرجو لقاء اللہ . فان . جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہے تو  
اجل اللہ لآت . اللہ کا وعدہ ضرور آنے والا ہے۔

کے بارے میں کہا ہے۔ چونکہ خدا کو اس امر کا علم ہے کہ اس کے دوست اس کی ملاقات  
کے شائق اور متہمی ہیں۔ اور ان کے قلوب کے جذبات محبت اس وقت تک ٹھنڈے نہیں  
ہوں گے جب تک کہ وہ اس سے ملاقات نہیں کر لیں گے لہذا اس نے ان کے لئے ایک  
اجل و میعاد متعین کر دی۔ اور اس اجل و میعاد پر ان سے ملاقات کا وعدہ کر لیا۔ تاکہ  
انہیں کچھ تسلی و تسکین ہو جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ طیب اور پاکیزہ۔ اور خوشگوار زندگی ان ہی لوگوں کی زندگی کا نام  
ہے۔ اس سے بہتر خوشگوار اور پر نعمت زندگی کسی کی ہو ہی نہیں سکتی۔ اور اسی حیات  
طیبہ۔ اور نفیس ترین زندگی کا تذکرہ اس آیت کے اندر کیا گیا ہے۔

من عمل صالحا من ذکرو . جس نے سچا ایمان نیک کام کیا خواہ  
النقی و هو من ملئینہ . وہ مرد ہو یا عورت ہم اس کو پاکیزہ  
حیا قاطیۃ . (سورۃ النحل) زندگی عطا کریں گے۔

اس حیات و زندگی سے وہ حیات و زندگی مراد نہیں ہے جو اہل ایمان۔ اور اہل کفر میں

اور ابرار و فجار میں مشترک ہے۔ مثلاً اچھا کھانا ملے۔ اچھا لباس اور کپڑا ملے۔ اچھی عورت ملے۔ یہ چیزیں تو خدا کے دشمنوں کو بھی حاصل ہیں۔ بلکہ بمقابلہ خدا کے دوستوں کے خدا کے دشمنوں کو زیادہ حاصل ہیں۔

اسی آیت میں خدا نے اس امر کی ضمانت دی ہے اور وعدہ کیا ہے کہ وہ عمل صالح کرنے والوں کو حیات طیبہ، خوشگوار زندگی سے نوازے گا۔ یقیناً خدا اپنے وعدے کا سچا ہے وہ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا۔ اور انسان کو اس سے بڑھ کر کون سی زندگی چاہیے کہ اس کی ساری توجہات خدا ہی کی طرف ہو جائیں۔ اور صرف اسی کی رضا و رضا جوئی کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اس کے قلب میں کسی قسم کا تشویش و اضطراب نہ رہے۔ قلب کی تمام تر توجہ خدا ہی کی طرف رہے۔ اس کے تمام افکار جو منقسم و منتشر ہوتے ہیں اور ہر آدمی میں پراگندہ صورت میں گھومتے پھرتے ہیں وہ صرف خدا کے لئے واحد پر۔ اس رضامندی و رضا جوئی پر مجتمع ہو جائیں۔ اور وہ صرف اپنے محبوب اعلیٰ ہی کا ذکر کرتے اور اس پر محبت خداوندی، شوق لقاء محبوب اعلیٰ، اور محبوب اعلیٰ سے انس اور تقرب اس پر غالب آجائے۔ اور اس کے سائے ہموں و غموں، فرحتیں اور مسرتیں اور تصورات اسی محبوب اعلیٰ کے گرد طواف کرتے رہیں۔ بلکہ اسکے خطرات قلب بھی اس محبوب اعلیٰ کے گرد طواف کرتے رہیں۔ ایسا آدمی خاموش بھی رہتا ہے۔ تو صرف خدا کے لئے۔ خدا کی رضا جوئی کے لئے۔ وہ بولتا بھی ہے تو صرف خدا کے لئے سنتا بھی ہے تو خدا کے لئے۔ دیکھتا بھی ہے تو خدا کے لئے، اور خدا کے ساتھ۔ خدا کی رضامندی کے لئے۔ اور اس کی تمام تر حرکات و سکنات صرف اسی کی مرضی۔ اسی کی رضامندی و رضا جوئی کے لئے ہوتی ہیں۔ اسی • • • • • وہ اپنی زندگی گزارتا ہے۔ اور اسی پر وہ مر رہا ہے۔ اور اسی پر آخرت میں اٹھایا جائے گا۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ حدیث قدسی میں خدا فرماتا ہے۔

ما تقرب الی عبدی بہ	میرا بندہ مجھ سے تقرب حاصل کرتا ہے
بمثل اذا ما افرضت علیہ	اس کے پاس ہوتا ہے جو اس پر میں
ولا یزال عبدی یتقرب الی	فرض کیا تھا۔ اور یہ میرا بندہ تو امن کے ذریعہ
بالنوافل حتی احبہ، فاذا	مجھ سے تقرب حاصل کرتا ہے تا آنکہ میں اس سے
احبته کنت سمعہ الذی لیس معہ	کرنے لگتا ہوں۔ اور جب میں اسے اپنا دوست



ویدۃ الی یبیطش بھا۔ ورجلی  
 الی ہمیشی بھا۔ منی لیسیم۔ وری  
 یبصر۔ وری یبیطش۔ وری ہمیشی  
 ولش سئلنی لاعطینہ۔ ولش  
 استعاذنی لاعینہ۔ وما  
 ترددت فی شیء انا فاعلہ  
 ترددی عن قبض روح عبدی  
 المومن۔ بکرۃ الموت والکرۃ  
 مسائتہ۔ ولا یدلہ منہ۔

ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے  
 وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس  
 سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اس کا ہاتھ بن جاتا  
 ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اس کا پاؤں  
 بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے پس وہ میری ہی  
 مدد سے سنتا ہے۔ میری ہی مدد سے دیکھتا ہے۔  
 میری ہی مدد سے پکڑتا ہے۔ اور میری ہی مدد  
 سے چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے۔ تو  
 میں اسے دیتا ہوں۔ اور اگر وہ میری پناہ مانگتا  
 ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔ میں جو کچھ کرنا چاہتا  
 ہوں اس میں مجھے کبھی تردد نہیں ہوتا جیسا  
 تردد مجھے میرے مومن بندے کی روح قبض  
 کرنے میں ہوتا ہے وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں  
 ایسی کوئی بات پسند نہیں کرتا۔ جو اسے بُری لگے  
 لیکن موت سے اس کو چارہ نہیں ہے۔

اس حدیث قدسی کے معنی اور اسرار علیہ السطوح۔ کثیف القلب انسان ہرگز نہیں سمجھ  
 سکتا۔ حدیث کی مراد یہ ہے کہ خدا کی محبت سے اسباب دو قسم کے ہیں۔ فرائض کا ادا کرنا  
 اور نوافل کے ذریعہ تقرب خداوندی حاصل کرنی۔ خدا نے حدیث میں یہ خبر دے دی  
 کہ جو لوگ مجھ سے تقرب اور نزدیکی حاصل کرنا چاہیں۔ وہ پہلے فرائض ادا کریں اس کے  
 بعد نوافل کی کوشش کریں۔ نوافل کا وجہ فرائض ادا کرنے کے بعد ہے خدا سے محبت کرنے  
 والا جب نوافل کی کثرت کرتا ہے۔ تو وہ خدا کا محبوب بن جاتا ہے۔ تو یہ محبت ایک  
 اور محبت کی موجب بن جاتی ہے۔ جو پہلی محبت سے مافوق اور قوی تر  
 ہوتی ہے۔ یہ محبت اس کے قاسب کو غیر محبوب کی فکر و اہتمام سے  
 مستغنی کر دیتی ہے اس کی روح فکر انبیاء سے متقابلہ میں غالب جاتی ہے اور اس میں کسی غیر کی گنجائش نہیں  
 چھوٹی اس کے سامنے صرف اسی محبوب کی محبت اور اسی محبوب کا ذکر ہوتا ہے۔ اور اس۔ یہ اور یہی محبت اس کے

قلب کے زمام کی مالک ہو جاتی ہے۔ اور اس پر اسی طرح مستولی اور غالب ہو جاتی ہے  
 طرح ایک محبوب پر کسی محب صادق کی محبت مستولی اور غالب آجاتی ہے۔ کہ اس کی محبت  
 تمام تر قوتیں اور کوششیں صرف اسی محبوب کے لئے وقف ہو جاتی ہیں۔ اور بلا ریب یہ  
 ایسا محب اور دوست ہوتا ہے کہ محبوب ہی کے لئے سنتا ہے۔ اور دیکھتا ہے اور محبوب ہی  
 پکڑتا اور چلتا ہے۔ محبوب ہی اس کے قلب میں بسا ہوا ہوتا ہے اور ہر وقت اس کے  
 ہوتا ہے۔ اور ہمہ وقت اس کا مولن اور ساتھی اور رفیق ہوتا ہے۔

حدیث میں جہاں حرف یا آیا ہے۔ مصاحبت اور معیت کے لئے ہے۔ اور وہ  
 و معیت ہے۔ جس کی نظیر و مثال نہیں مل سکتی۔ اس مصاحبت و معیت کا  
 اخبار و احوال و بیث کے الفاظ اور احاد و بیث کے ظاہر معنی سے ممکن نہیں۔ یہ مسئلہ محض  
 نہیں ہے۔ بلکہ دوسرے ہی شعبہ کا مسئلہ ہے۔ اور یہ کیفیت تو ایک ایسی کیفیت ہے  
 ایک انسان دوسرے انسان سے محبت کرنے لگتا ہے تو پیدا ہو جاتی ہے۔ حالانکہ  
 انسان کی محبت کے لئے پیدا نہیں کیا گیا اور جو اس کی فطرت سے خارج ہے۔ جیسے  
 بعض محبت کے مارے نے کہا ہے۔

خیالک فی عینی و ذکرک فی فہمی  
 و مثوالک فی قلبی فاین تغیب  
 میری آنکھ میں تیرا خیال ہے اور زبان پر تیرا ذکر  
 تیرے آرام کی جگہ میرا قلب ہے پس اب تو کہاں ہے  
 ایک اور شاعر کہتا ہے۔

و تطلبہم عینی و ہم فی سوا سہا  
 و لیشتاقہم قلبی و ہم بین اضلال  
 میری آنکھیں ان کو ڈھونڈتی ہیں اور حال یہ ہے کہ وہ ان کے دل میں ہیں۔ اور میرا قلب ان کا  
 مشتاق ہے حالانکہ وہ میری بغل میں ہیں۔

و مت عجب انی احن الیہم  
 فاسئل عنہم من لقیہ و ہوا فی  
 عجیب بات ہے کہ میں محبت سے ان کی طرف کھینچتا ہوں اور جو مجھ سے ملتا ہے اس سے انکا حال پتا  
 ہوں اور حال یہ ہے کہ وہ میرے ساتھ ہی ہے۔  
 کسی اور شاعر نے کہا ہے۔

ان قلت غبت فقلبی لا لقد قنی  
 اذ انت فیہ مکان السر لم افسد  
 اگر میں کہوں کہ تو مجھ سے غائب ہے تو میرا  
 کیونکہ تو میرے قلب میں ایسی جگہ چھپا ہوا ہے



قلب میری تصدیق نہیں کرتا۔ کہ تو غائب ہو ہی نہیں سکتا۔

اد قلت ما غبت قال لطف ذاكذب فقد تخبرون بين الصدق والكذب

اگر میں یہ کہوں کہ تو غائب نہیں ہو سکتا تو آنکھیں جھٹلاتی ہیں تو اب میں اس صدق و کذب میں حیران ہوں۔

محبوب سے محب جس قدر قریب ہوتا ہے دوسرا کوئی اس قدر نہیں ہوتا۔ اور بسا اوقات

یہ محبت اس قدر راسخ اور جاگزین ہو جاتی ہے کہ محبت کرنی والا اپنی جان تک کو فراموش

کر جاتا ہے۔ لیکن محبوب کو کسی حال میں فراموش نہیں کرتا جیسا کہ کہا گیا ہے۔

اريد لالسي ذكره فکانما تمثل لی لیلی بكل سبیل

میں اس کے ذکر کو بھی بھلا دینا چاہتا ہوں۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ لیلیٰ ہر راستہ پر میرے سلسلے میں

کسی اور شاعر نے کہا ہے۔

قلب کی طرف سے بھلا دینے کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ اور طبیعت الگ کر کے سے انکار کرتی ہے۔

حدیث مذکور میں خدائے کان۔ آنکھ۔ ہاتھ اور پاؤں کا ذکر خصوصیت سے کیا ہے اس

کی وجہ یہ ہے کہ یہ تعقل و ادراک کے آلات اور عمل کے ذرائع ہیں۔ کان۔ آنکھ قلب کے سامنے

نفس و ارادہ۔ کراہت و نفرت کو لاتے ہیں۔ اور یہی قلب کے سامنے

محبت و عداوت بھی پیش کرتے ہیں۔ اور پھر ہاتھ اور پاؤں کو قلب ان چیزوں میں استعمال

کرتا ہے۔ جب بندے کے کان اور آنکھ خدا کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ تو قلب اپنے آلات

ادراک کی طرف سے بالکل محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ اس کے اندر محفوظ ہو گیا۔ تو پھر

محبت و عداوت میں بھی وہ محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ اس بارے میں محفوظ ہو گیا۔

تو سمجھ لو ہاتھ اپنی گرفت۔ اور پاؤں چلنے میں محفوظ ہو جاتے ہیں۔

غور کرو! یہاں خدائے صرف کان۔ اور آنکھ۔ ہاتھ اور پاؤں کے ذکر پر اکتفا کر لی۔

زبان کا ذکر نہیں کیا۔ اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ کان سے سنا اور اس کا ادراک کبھی

اختیاری ہوتا ہے۔ اور کبھی غیر اختیاری۔ آنکھ سے دیکھنے کا بھی یہی حال ہے کبھی اختیاری

ہوتا ہے کبھی غیر اختیاری۔ ہاتھ اور پاؤں کا بھی یہی حال ہے۔ لیکن زبان کا

حال دوسرا ہے۔ یہ بغیر مقصد و ارادہ کے حرکت ہی نہیں کرتی۔ نیز بمقابلہ دیگر جوارح اور

اعضاء کے قلب سے تعلق اور اشتغال۔ زبان ہی کو ہوتا ہے۔ اور قلب کے تاثرات

سے سب سے زیادہ زبان ہی متاثر ہوتی ہے کیونکہ زبان قلب کی ترجمان۔ اور پیغامبر ہے۔  
 غور کرو! جب بندہ خدا سے محبت کرنے لگتا ہے۔ اور فرائض و نوافل کے ذریعہ اس کا  
 مقرب بندہ ہو جاتا ہے۔ تو اس کا کیا حال ہوتا ہے؟ اس کے سننے دیکھنے۔ چلنے پھرنے اور  
 پکڑنے کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ خدا فرماتا ہے۔

كنت سمعه الذی یسمع به۔ میں اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا  
 ولبصره الذی یبصر به۔ وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے  
 الی یبطش بہا ورجله الی یمشی بہا۔ وہ پکڑتا ہے۔ میں اس کا پاؤں  
 ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

اس سے اللہ تعالیٰ یہ ثابت کرتا ہے کہ کان اور آنکھ کے اور احکامات۔ اور ہاتھ پاؤں  
 کی حرکات میں خدا بندے کے ساتھ ہوتا ہے۔

غور کرو! اس کیفیت کا اظہار وہ اس طرح کرتا ہے۔

بی یسمع۔ وہی یبصر۔ وہی یبطش۔ میرے ساتھ سنتا ہے میرے ساتھ دیکھتا  
 وہی یمشی۔ ہے۔ میرے ساتھ پکڑتا ہے۔ میرے ساتھ چلتا ہے۔

یہ نہیں فرمایا۔

بی یسمع۔ وہی یبصر۔ وہی یبطش۔ میرے لئے سنتا ہے۔ میرے لئے دیکھتا ہے۔  
 وہی یمشی۔ میرے لئے پکڑتا ہے۔ اور میرے لئے چلتا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں بی کی جگہ لی ہونا چاہیے۔ لی اظہار رغایت  
 اور خصوصیت پر زیادہ دلالت کرتا ہے۔ کہ یہ کام خدا کے لئے کئے گئے ہیں۔  
 اور یہ معنی وقوع عمل میں خدا کی معیت پر زیادہ دلالت کرتے ہیں۔ لیکن یہ  
 ایک اہم اور سخت ترین غلطی ہے۔ کیونکہ یہاں لفظ با محض استعانت کے لئے  
 نہیں ہے۔ کیونکہ اور احکامات خواہ وہ ایسا ہی ہوں۔ خواہ فجار و فساق کے محض خدا  
 کی معونت ہی سے وقوع میں آتے ہیں۔ یہاں با مصاحبت و معیت کے لئے  
 ہے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ بندہ اس حال میں سنتا۔ دیکھتا۔ پکڑتا اور چلتا



ہے کہ خدا اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور یہ معنی ایک دوسری حدیث سے بھی واضح ہوتے ہیں۔  
 انا مع عبدی ما ذکرنی و تحریکت  
 بی شفتاء۔  
 وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ اور میرے لئے اس کے  
 ہونٹ حرکت کرتے ہیں۔

اور یہ وہی خاص قسم کی مصاحبت و معیت ہے جو اس آیت کے اندر ہے۔  
 ان اللہ معاً (سورة التوبہ)  
 اللہ ہمارے ساتھ ہے۔  
 اور جو اس حدیث کے اندر مذکور ہے۔

ما ظنک باثنين اللہ ثالثہما  
 ان دو کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن  
 میں تیسرا خدا ہے۔  
 اور وہ مصاحبت و معیت ہے جو اس آیت کے اندر ہے۔

وان اللہ مع المحسنين۔  
 اور جو اس آیت میں ہے۔  
 اور اللہ نیک کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ان اللہ مع الذين اتقوا والذين  
 هم محسنون۔  
 بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جنہوں نے  
 پرہیزگاری کی اور وہ نیکیاں کرنے والے ہیں

اور جو اس آیت میں ہے۔  
 واصبروا ان اللہ مع الصبرين۔  
 اور صبر کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں  
 کے ساتھ ہے۔ (سورة الانفال)

اور اس آیت میں ہے۔  
 کلا ان معی دبی سبھدین۔  
 موسیٰ نے کہا ہرگز نہیں۔ میرے ساتھ  
 میرا رب ہے۔ (سورة الشعراء)

اور اس آیت میں ہے جس کے اندر خدا نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو خطاب کرتے ہوئے کہا ہے۔  
 انبی معکما اسمع وادی۔  
 میں تم دونوں کے ساتھ ہوں۔ سنتا ہوں۔  
 (سورة طہ) اور دیکھتا ہوں۔

مصاحبت و معیت کے اس معنی پر صرف حرف باہی دلالت کرتا ہے۔ حرف لام  
 دلالت نہیں کرتا۔ بنسبت کے اخلاص۔ اور اس کے صبر و توکل۔ اور مقامات عبودیت

کے نزوال۔ اور مصاحبت و معیت کا اظہار و بیان صرف حرف باہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے نہ کہ لامر کے ذریعہ۔

خدا کی یہ مصاحبت و معیت جب بندے کے ساتھ ہوتی ہے تو بندے کی ساری مشقتیں اور سارے مصائب و آلام آسان ہو جاتے ہیں۔ اور ہم قسم کا خوف و ہراس اس کے حق میں امن و اطمینان کا باعث بن جاتا ہے۔ خدائی مصاحبت و معیت ہم قسم کی صعوبات و مشکلات کو آسان کر دیتی ہے۔ اور ہر بعید چیز قریب ہو جاتی ہے۔ احزان ہجوم و غم اس پر اللہ تعالیٰ کی معیت ہی میں نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ ہر حال میں اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسلئے نہ اسے ہم ہوتا ہے نہ غم۔ نہ حزن ہوتا ہے۔ نہ ملال۔ اور یہ معنی حرف باہی کے ذریعہ واضح ہوتے ہیں۔ اگر یہ معنی قوت ہو جائیں۔ تو سمجھ لو۔ بندہ کا قلب باہی بے آب کی طرح ٹڑپتا ہے۔

جب کسی بندے کو پروردگار عالم سے مصائب و مشکلات میں یہ مصاحبت و معیت حاصل ہو جاتی ہے۔ تو پھر اس کی تمام تر حوائج و ضروریات میں بھی اس کی مصاحبت و معیت ہوتی ہے۔ اور خدا اس کی تمام تر حوائج و ضروریات۔ اور سوالات کو پورا کرتا رہتا ہے جیسا کہ خود خدائے فرما رہا ہے۔

ولئن سئلنی لاعطینہ۔ ولئن استعاذنی لاعین نہ۔  
اور اگر میرا بندہ مجھ سے مانگتا ہے۔ تو میں اسے دیتا ہوں۔ اور مجھ سے پناہ چاہتا ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔

یعنی بندہ جب میرے ارادہ کی موافقت کرتا ہے۔ میرے احکام کی تعمیل کرتا ہے مشکلات و مصائب میں میرے پاس آتا ہے۔ اور اپنی احتیاجات کو وہ میرے آگے نہایت بیم و رجا کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ تو میں ضرور اس کا ساتھ دیتا ہوں۔ اور کمزوریاں و مشکلات میں مجھ سے پناہ چاہتا ہے۔ تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔

یہ مصاحبت اور اس قسم کی معیت خدائے جانین سے ثابت کی ہے۔ اور یہ مصاحبت و معیت وہ رشتہ ہے کہ خدائے ایسے بندے کی موت میں بھی تردد کرنے لگتا ہے۔ کیونکہ اس بندے کو موت پسند نہیں۔ اور جو چیز اس بندے کو پسند نہیں اسے پروردگار عالم بھی پسند نہیں کرتا۔ جب اس بندے کی کسی قسم کی برائی۔ اور رنج اسے پسند نہیں تو اس کا مقتضاء



یہ ہے کہ خدا سے موت بھی نہ دے۔ لیکن بندے کی مصلحت اسی میں ہے کہ وہ اسے موت سے ہم آغوش کر دے۔ کیونکہ خدا موت اسی لئے بھیجتا ہے۔ کہ وہ اسے دوبارہ زندہ کرے گا۔ مرض بیماری میں اس لئے مبتلا کرتا ہے کہ اسے صحت و صلاحیت سے نواز دے گا۔ اسے فقیر و مسکین اس لئے بناتا ہے کہ اسے غنی اور بامراد بنائے گا۔ جب اس کے کچھ روکتا ہے۔ تو کچھ عطا کرنے کے لئے ہی روکتا ہے۔ اسے اپنے باپ آدمؑ کی صلب میں رکھ کر اس لئے جنت سے نکالا ہے کہ وہ اسے پھر جنت میں داخل کرے۔ اس کے باپ کو خدا خارج مٹھا (جنت سے نکل جا) کہہ کر جنت سے نکال دیا ہے۔ اور اس لئے نکال دیا ہے ہے۔ کہ دوبارہ پھر اسے جنت میں داخل کرے۔

در حقیقت یہی ذات۔ اور یہی خدا حقیقی محبت سے لائق ہے۔ اور یہی حقیقی محبوب ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی حبیب ہو سکتا ہے نہ محبوب۔ اگر بندے کا ہر ہر بال۔ خدا کی محبت سے مست و سرشار ہو جائے تب بھی بندے پر جو خدا کا حق ہے ادا نہیں ہو سکتا کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔

تقل ثوادك حيث شئت من السهوى	ما الحب الا للحبیب الاول
اپنے دل کو خواہشات میں جہاں چاہو بھٹکاؤ	محبت تو صرف حبیب اول کے لئے ہی ہے۔
اكرم منزل في الارض يا الفخر الفتي	وحنينه ابد الادل منزل
زمین کی بہت منزلوں سے تو حیران الفت	لیکن اس کے دل کی بے قراری تو ہمیشہ پہلی
رکھتا ہے۔	ہی منزل کے لئے ہے۔

## فصل

تعبیر کی حقیقت یہ ہے کہ محبوب کے سامنے

اپنے کو انتہا درجہ ذلیل و خاکسار کر دیا جائے

اس کے بعد محبت کا وہ درجہ ہے جسے التیہ کہتے ہیں۔ یہ محبت کا آخری درجہ

ہے۔ التیہ کے یہ معنی ہیں کہ محبوب اپنے محبوب کی عبادت و پرستش کرنے لگ جائے

چنانچہ عرب کا محاورہ ہے۔ جب انسان کسی عبادت کرنے لگتا ہے۔ تو کہتے ہیں۔ تیہ

العیب (محبت نے اس کو بندہ بنا لیا ہے)

اور یہ جملہ بھی اس معنی میں ہے میتمر اللہ یعنی عبد اللہ۔

اور تعبد و عبادت کی یہ حقیقت ہے کہ محب اپنے محبوب کے سامنے انتہا درجہ کا خضوع و خاکساری ظاہر کرے۔ اور اس کے سامنے اپنے کو انتہا درجہ ذلیل و بے توقیر بنالیتا ہے۔ اور اسی محاورہ میں عرب کا یہ قول ہے طریقت معبد (ذلیل شدہ راستہ) یعنی وہ راستہ جسے مدتوں تک روند کر ذلیل و پامال کیا گیا ہو۔ پس عبد و بندہ وہ ہے جسے محبت نے محبوب کے سامنے خاضع اور ہرنگوں کر دیا ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ بندے کے تمام مقامات و حالات میں عبودیت سب سے زیادہ اشرف و اعلیٰ مقام ہے۔ اور اسی لئے سلوک کی راہ میں تعبد سے بڑھ کر کوئی شریف ترین منزل نہیں اور یہی وجہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اکرم الخلاق۔ محبوب ترین بندے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہم سے اہم مقام میں بھی وصف تعبد کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔ مقام دعوت۔ مقام نجاتی بالنبوة۔ مقام معراج میں بھی وصف عبودیت سے یاد فرمایا ہے۔ فرماتا ہے۔

وانہ لما قام عبد اللہ بدعوة۔ کادوا  
یکونون علیه لبدا :  
(سورة الجن)  
اور ہوا یہ کہ جب اللہ کا بندہ اللہ کی عبادت  
کرنے کھڑا ہوا تو جن اس پر غول سے غول  
بھلکے پڑتے تھے۔

یہ مقام دعوت میں فرمایا۔ مقام نجاتی نبوت کے مقام میں فرماتا ہے۔  
وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا  
فاؤا البسورة من مثلن :  
(سورة البقرة)  
اگر تمہیں اس کلام کی صداقت میں کوئی شبہ  
ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے  
تو ایسی ایک سورت ہی بتالادو۔

مقام اسراء و معراج کے موقع میں فرماتا ہے۔

سبحان الذی اسرى عبداً لیلاً من المسجد  
الحرام الی المسجد الاقصی (سورة الاسراء)  
پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو رات میں  
مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کو لے گیا۔  
اور شفاعت کی ایک حدیث داروست ہے۔

اذہبوا الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم عبد  
غفر اللہ لہ ما تقدم من ذنبہ وما  
ثم لاگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پاس جاؤ۔ وہ  
ایسا عبد (بندہ) ہے جس کے تمام اسلے پھلے گناہ



تاخر : خدا نے معاف کر دیئے ہیں  
آنحضرتؐ کو یہ مقام شفاعت کمال عبودیت و کمال مغفرت کے ذریعہ  
سے حاصل ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور خدا  
لا کوئی بھی شریک نہیں اور کھیت کی تمام انواع و اقسام میں عبادت  
ایک کامل ترین نوع اور اکمل ترین قسم ہے۔ عبادت میں انتہائی خضوع و خشوع  
اور انتہائی دولت و خاکساری ہوا کرتی ہے اور اسلام کی اصل حقیقت بھی یہی ہے  
حقیقۃً ملت ابراہیمی بھی یہی ہے جس سے بجز سفیدہ النفس اور احق کے کوئی رد گردانی  
ہی نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ خود خدا فرماتا ہے۔

ومن یرغب عن ملت ابراہیم الا  
من سفہ نفسہ۔ (سورۃ البقرہ)  
اور ابراہیم کے طریقہ سے وہی منہ پھیر  
سکتا ہے جس کی خود عقل مادی گئی ہو۔  
اور یہی وجہ ہے جو خدا کے نزدیک شرک سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں۔ شرک کے سوا  
وہ دوسرے گناہ معاف کرے گا۔ لیکن شرک کبھی معاف نہیں کرے گا۔  
اور خدا کے ساتھ اصل شرک یہی ہے کہ خدا کی محبت میں کسی اور کو شریک کیا جائے  
جیسا کہ خدا فرماتا ہے

ومن الناس من یتخذ من دون اللہ  
انداداً یحبونہم کحب اللہ والذین  
آمنوا اشد حباً للہ۔ (بقرہ)  
اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو خدا کے علاوہ  
اور کو شریک بناتے ہیں جن سے ایسی ہی محبت  
کرتے ہیں جیسی خدا سے کرتے ہیں۔ البتہ جو لوگ  
ایمان دار ہیں ان کو اللہ کی محبت سے زیادہ ہوتی

خدا اس آیت میں یہ خبر دیتا ہے کہ بعض لوگ خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک بنا  
لیتے ہیں اور اس سے ویسی ہی محبت کرتے ہیں جیسی وہ خدا کی ذات سے کرتے ہیں  
اور خدا اس آیت میں یہ بھی خبر دیتا ہے کہ ایمان والے خدا کی ذات سے انتہا  
درجہ کی محبت رکھتے ہیں اور ایسی کہ یہ مانند و مشیل بنانے والے اپنے مانند و مشیل سے  
رکھتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ بلکہ آیت کے یہ معنی ہیں کہ یہ مانند و مشیل گردانے  
والے جس قدر خدا سے محبت رکھتے ہیں اس سے زیادہ خدا پر ایمان لانے والے خدا سے

محبت رکھتے ہیں۔ یہ مانند و شیل گردانے والے خدا سے محبت رکھتے ہیں۔ لیکن جب وہ خدا کے ساتھ اپنے مانند و شیون کو اس محبت میں شریک کر لیتے ہیں تو خدا سے جو انہیں محبت ہے وہ کمزور ہو جاتی ہے اور موحیدین خدا کی محبت میں مخلص ہوتے ہیں اس لئے ان کی محبت خدا سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔

اور مشرک لوگ اپنی محبت میں رب العالمین کے ساتھ دوسروں کو شریک گردانتے ہیں اور ان کو خدا کا ہمسر مانند و شیل بنا لیتے ہیں۔

خدا نے مخلوق کو پیدا کیا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ مخلوق خالص خدا سے محبت کرے۔ کسی دوسرے سے محبت نہ کرے اور اسی لئے خدا ان لوگوں سے سخت ناراض ہوتا ہے جو کسی اور کو اپنا ولی۔ مددگار۔ شفیع و سفارشی بتاتے ہیں چنانچہ خدا کبھی ان ہر دو چیزوں کو ساتھ ہی ساتھ بیان کرتا ہے اور کبھی علیحدہ علیحدہ بیان کر کے اپنی ناراضگی و خفگی کا اظہار کرتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

ان یتکم اللہ الذی خلق السموات والارض  
فی ستة ايام ثم استوی علی العرش  
یعبدا لا شریک لہ من شفیع الاحسن  
بعد اذ نہ (سورۃ یونس)  
اور فرماتا ہے۔

اللہ الذی خلق السموات والارض  
ما ینہا فی ستة ايام ثم استوی  
علی العرش ما لکم من دونہ من  
ولی ولا شفیع افلا تذکرون  
(سورۃ آل عمران)

اور فرماتا ہے۔

وانذربہ الذین ینحافون ان یمشوا  
الی ربہم لیس لہم من دونہ ولی  
ولا شفیع لعلہم یتقون

اور اس قرآن کے ذریعہ ان لوگوں کو ڈراؤ جن کو  
اپنے پروردگار سے غافل ہیں جن کا خوف ہے نہ خدا کے  
سوا ان کا کوئی حمایتی ہے نہ سفارشی کیا جیسا ہے وہ



(سورة الانعام) پر میر گار بن جائیں ۔

اور فرماتا ہے ۔

اِمَّا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شِقَاقَ قُلُوبِهِمْ  
لَوْ كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ  
قُلْ لِلَّهِ الشِّفَاعَةُ جَمِيعًا  
(سورة الزمر)

کیا ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو  
سفارشی بنا رکھا ہے ۔ کہہ دو ۔ اگرچہ وہ کسی  
چیز کا اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ سمجھتے  
ہوں ۔ کہہ دو ساری سفارشیں اللہ ہی کیلئے ہیں

اور فرماتا ہے

مَنْ دَرَسَهُمْ جَهَنَّمَ وَلَا يَغْنَى عَنْهُمْ  
مَا كَسَبُوا شَيْئًا وَلَا مَا اتَّخَذُوا مِنْ  
دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ وَلَهُمْ عَذَابٌ  
عَظِيمٌ  
(سورة الحجرات)

ان کے پیچھے جہنم نہ ان کی کمائی اس سے  
انہیں بچا سکے گی اور نہ وہ معبود جن کو اللہ  
کے سوا انہوں نے حمایتی بنا رکھا ہے اور  
ان کے لئے بڑا عذاب ہوگا

جو بندہ صرف اپنے رب کو اپنا ولی اور دوست بناتا ہے تو اگر وہ کسی اور کو  
اپنا ولی، مددگار، دوست اور شفاعتی سفارشی بناتا ہے تو صرف خدا کے لئے بناتا  
ہے ۔ اور مومنین، صالحین کے ساتھ اپنا رشتہ موالاة و محبت جوڑتا اور استوار کرتا  
ہے ۔ اور یہ مومنین اللہ کی راہ میں اس کے ولی و مددگار ہوتے ہیں ۔ یہ موالاة و محبت  
اور چیز ہے ۔ بخلاف اس صورت کے کہ بندہ خدا کے علاوہ دوسروں کو اپنا ولی اور  
دوست بنائے ۔ یہ دوسری چیز ہے ۔ یہ اور رنگ ہے اور وہ دوسرا رنگ شفاعت  
شکر کیہ کا اور رنگ ہے ۔ اور شفاعت حقہ کا جس سے توحید وابستہ ہوتی ہے دوسرا  
رنگ ہے ۔ اور اہل شرک اور اہل تفریق کا یہی مقام ہے ۔ واللہ یہ د  
من يشاء الى صراط مستقيم

مقصود یہ ہے کہ حقیقت عبودیت اور عبودیت کے موجدات محبت اور لوازمات  
محبت میں کسی کو شریک بنا لینے کے بعد خالص نہیں رہ سکتی ہیں بخلاف اس کے کہ اگر  
خدا کے لئے کسی سے محبت کی جائے تو یہ محبت لوازمات عبودیت اور موجدات عبودیت  
میں سے ہے ۔ جیسا کہ آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ۔ بلکہ آپ  
سے محبت کرنا ۔ اور ایسی محبت کرنا کہ اپنی جان و مال آباد و آباد اور اولاد سے بھی

زیادہ ہو۔ اور ان تمام کی محبت سے آپ کی محبت کو مقدم سمجھنا۔ عین تکمیل ایمان ہے۔ آپ سے اس قسم کی محبت کے بغیر ایمان مکمل ہی نہیں ہو سکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ سے محبت کرنا خدا سے محبت کرنے کے معنی میں ہے۔ اور یہی حکم ہے ہر اس محبت کا جو اللہ فی اللہ ہو۔ جیسا کہ صحیحین کے اندر ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا :-

ثلاث من كن فيه وجد بهن حلاوة الايمان  
تین چیزیں جس کے اندر ہوں گی۔ وہ ایمان کی حلاوت پائے گا۔

صحیحین کے اندر دوسرے الفاظ میں :-

لا یجد عبد طعم الايمان الا من كان  
فی قلبه ثلاث خصال۔ ان یرکون  
الله ورسوله احب الیه مما سوا  
هما وان یحب المرء لا یحب الا  
الله۔ وان تکره ان یرجع الی  
الکفر بعد ان التقه  
الله منه کما یکره  
ان یقذف فی النار :-

بندہ ایمان کا مزہ نہیں پاتا جب تک  
کہ اس کے قلب میں تین خصلتیں موجود  
نہ ہوں۔ اللہ اور اللہ کا رسول اسے  
تمام سے زیادہ محبوب ہو۔ اور یہ کہ کسی  
سے محبت رکھے تو صرف خدا کے لئے رکھے  
اور یہ کہ جس کفر سے خدا نے اسے نکالا ہے  
اس کی طرف پھر لوٹنے کو وہ ایسا برا سمجھے  
جس طرح کہ وہ آگ میں ڈال دیئے جانے  
کو برا سمجھتا ہے۔

اور سنن کے اندر ایک حدیث ہے :-

من احب الله۔ والبغض لله  
واعطی الله ومنع الله۔ فقد  
استكمل الايمان

جس نے اللہ کے لئے محبت کی۔ اور اللہ کے لئے دشمنی  
کی۔ اور اللہ کیلئے دیا اور اللہ کیلئے روک دیا تو اس  
نے اپنے ایمان کی تکمیل کر لی۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے :-

ما تحاب رجلان فی الله الا كان  
افضاهما اشد هما  
حباً لصاحبه

جو دو آدمی خدا کے لئے آپس میں محبت  
رکھتے ہیں ان میں افضل آدمی وہ ہے جو  
اپنے ساتھی سے بہت زیادہ محبت رکھتا ہے

یہ محبت تو محبت الہی کے لوازمات و موجبات میں سے ہے اور جس قدر بھی یہ



محبت قوی اور زیادہ ہوگی۔ محبت الہی کی جڑیں قوی اور مضبوط ہونگی۔

## فصل

(محبت کے اقسام)

محبت کی چار قسمیں ہوتی ہیں جن کے مابین فرق و امتیاز واجب اور ضروری ہے اور جو لوگ اس راہ میں بھٹک جاتے ہیں وہ ان اقسام محبت کے مابین تمیز و تفریق نہ کرنے کے سبب ہی سے گمراہ ہوئے ہیں۔

اول۔ اللہ سے محبت کرنا۔ صرف اتنی محبت عذاب الہی سے نجات پانے۔ اور ثواب آخرت سے فائز المرام ہونے کے لئے کافی نہیں ہے۔ کیونکہ خدا سے محبت تو مشرک۔ کافر صلیب پرست اور یہودی بھی رکھتے ہیں۔

دوم۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اس سے محبت کرنا اور یہی محبت انسان کو اسلام میں داخل کرتی ہے اور کفر سے نجات دیتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا مربی سے بڑا دوست وہی ہے جس کے اندر یہ محبت زیادہ پائیدار اور زیادہ شدید ہو۔ سوم۔ الحب للہ والحب فی اللہ یعنی جو محبت صرف اللہ کے لئے ہو اور اللہ ہی کی راہ میں ہو۔ یہ محبت اس امر کو لازم اور واجب کر دیتی ہے کہ بندہ ہر اس شے سے محبت کرے جس سے خدا محبت کرتا ہے اور یہ محبت بھی اس وقت صحیح ہے جبکہ بندہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے محبت کرے اور اللہ کی راہ میں محبت کرے۔

چہارم۔ وہ محبت جو خدا کی محبت کے ساتھ کسی دوسرے سے بھی محبت کی جائے۔ یہ مشرکاتہ اور شرکیہ محبت ہے۔ جو آدمی اللہ کے ساتھ کسی اور سے بھی محبت کرتا ہے۔ اور وہ محبت اللہ کے لئے۔ اللہ کا مرضی کے مطابق نہیں ہے۔ اللہ کے دین کے لئے نہیں ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ خدا کے ساتھ دوسروں کو خدا کا شریک و سہیم بناتا ہے اور مشرک خدا سے اسی قسم کی محبت کیا کرتے ہیں۔

محبت کی ایک پانچویں قسم بھی ہے جس سے ہمیں بحث نہیں۔ اور وہ طبعی محبت ہے اس محبت کی حقیقت یہ ہے کہ انسان ان چیزوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی طبعی

مقتضیات سے ہیں۔ مثلاً پیاسا آدمی پانی سے محبت کرتا ہے۔ بھوکا روٹی سے محبت کرتا ہے۔ ایک شخص نیند سے اور اپنی بی بی بچوں سے محبت کرتا ہے۔ یہ محبت مذموم نہیں جب تک کہ یہ محبت اسے ذکر خداوندی سے غافل نہ کر دے۔ اور خدا کی محبت سے بھٹکا کر اپنے اندر الجھانے دے۔ جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے۔

یا ایہا الذین امنوا لاتملککم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ (سورۃ النبا)  
مسلمانو! تم کو نہ تمہارے مال یا  
خدا سے غافل بنادیں نہ تمہاری اولاد  
اور ارشاد فرماتا ہے۔

رجال لاتلہیہم تجارۃ ولا بیع  
عن ذکر اللہ (سورۃ النور)  
وہ لوگ جن کو اللہ کی یاد سے نہ تجارت روکی  
ہے اور نہ خرید و فروخت۔

## فصل

(محبت کا بلند ترین مقام یعنی مقام غلت)

اس کے بعد غلۃ کا درجہ ہے۔ غلت کمال محبت کا نام ہے۔ غلت میں قلب کے اندر محبوب کی محبت کے سوا کسی کی بھی محبت نہیں ہوا کرتی۔ محبوب کی محبت کے سوا قلب میں کسی کی محبت کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ غلت ایک ایسا منصب ہے جو کسی قسم کی شرکت کو برداشت نہیں کرتا اور یہ منصب صرف خدا کے دو خلیوں ہی کے لئے مخصوص تھا۔ حضرت ابراہیم اور حضرت محمد رسول اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام کیلئے جیسا کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے۔

ان اللہ اتخذ فی خلیلا مکما اتخذ  
ابراہیم خلیلا  
خدا نے مجھ اپنا خلیل بنا لیا ہے جس طرح  
ابراہیمؑ کو اس نے اپنا خلیل بنایا ہے۔

لو کنت متخذامن اهل الارض خلیلا  
لا اتخذت ابا بکر خلیلا: ولکن  
صاحبکم خلیل اللہ  
اگر زمین والوں میں سے کسی کو میں اپنا  
خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن  
تمہارا یہ دوست تو اللہ کا خلیل ہے۔



ایک اور حدیث کے اندر ہے۔

انے ابراء الی کل خلیل  
من خلته :  
میں خدا کی خلعت کی وجہ سے ہر دوسرے خلیل کی  
خلعت سے پاک ہوں۔

حضرت ابراہیمؑ نے بارگاہِ خداوندی میں لڑکے کی التجا کی کہ اے خدا تو مجھے لڑکے  
خدا نے ان کو لڑکا دیا اس لڑکے سے ان کو قلبی محبت ہو گئی۔ اور قلب کا ایک گوشہ لڑکے کی  
محبت سے پر ہو گیا۔ خدا کو اپنے خلیل کی یہ بات پسند نہ آئی۔ یہ اُسے گوارا نہ ہوا کہ میرے  
خلیل کے قلب میں میرے سوا کسی اور کو جگہ دیجائے۔ خدا نے حکم دیا کہ اس لڑکے کو  
میرے لئے ذبح کر دو۔ یہ حکم حضرت ابراہیمؑ کو خواب میں دیا گیا۔ تاکہ آپ کا پورا پورا  
امتحان کیا جاسکا۔ خدا کا یہ مقصد نہ تھا کہ حضرت ابراہیمؑ اپنے بچہ کو ذبح کریں۔ بلکہ مقصد  
یہ تھا حضرت ابراہیمؑ کے قلب سے بچہ کا تعلق منقطع کر دیا جائے اور آپ کا قلب صرف اللہ  
تعالیٰ کے لئے مخصوص ہو جائے۔ جب حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انشراح  
مصدقہ کے ساتھ حکم الہی کی تعمیل کی اور بچہ کی محبت کے مقابلہ میں خدا کی محبت کو مقدم رکھا تو  
خدا کا جو مقصد تھا پورا ہو گیا اور بچہ کو ذبح کر نیکا حکم دیا تھا اٹھا دیا گیا اور اس عظیم الشان و بچہ  
کے بدلہ میں فدیہ مقرر کر دیا۔ کیونکہ پروردگار عالم جب کبھی کسی چیز کا حکم دیتا ہے تو اسے سرے  
بالکلیہ ختم نہیں کرتا بلکہ یا تو اس کے کچھ حصہ کو اٹھا دیتا ہے اور کچھ کو باقی رکھا جاتا ہے یا اس کے بدلہ میں  
کوئی اور چیز مقرر کر دی جاتی ہے جیسا کہ اس عظیم الشان ذبح کے بدلہ میں فدیہ مقرر کر دیا جیسا کہ آنحضرت  
کے حضور میں۔ حاضری کے وقت صدقہ رینا قرعہ کیا گیا تھا پھر اس کی غرضیت کو اٹھا کر اسے مستحب کر دیا  
گیا اور جیسا کہ سچائش وقت کی نمازوں کے بدلہ میں پانچ وقت کی نمازیں باقی رکھی گئیں اور نمازوں کا ثواب  
پچائش نمازوں کا ہی باقی رکھا گیا اور ایسا وہ اس لئے کرتا ہے اس نے خود فرمایا۔

ما یبدل القول لہ ۱۰  
میرے پاس بات بدلی نہیں جاتی۔

قرعہ نمازیں فعل عمل کے لحاظ سے پانچ ہیں۔ لیکن اجماع ثواب کے لحاظ سے پچائش ہی ہیں۔

## فصل

۱۱) جیسا کہ سورہ مجادلہ کے اندر ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا اذا نالیکم الرسول فتقدوا ما یؤتی  
بکم بخیرکم صدقۃ: (مسلمانو! جب تم رسول سے کوئی راز کھو لو تو راز کھولنے سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو)

(محبت عام ہے اور خلۃ محبت کے ایک خاص درجہ کا نام ہے)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ محبت کا درجہ خلۃ کے درجہ سے بلند اور کامل ترین ہے۔۔۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام خلیل اللہ (اللہ کے خلیل تھے) اور آنحضرت محمد رسول اللہ حبیب اللہ (اللہ کے حبیب) ہیں۔ ان لوگوں کا یہ کہنا جہالت پر مبنی ہے۔ کیونکہ محبت عام ہے اور خلۃ خاصہ خلۃ محبت کے آخری اور انتہائی درجہ کا نام ہے جیسا کہ خدا آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عقل و انشی کا تقاضا ہے کہ اعلیٰ۔ برتر محبوب کو ادنیٰ محبوب کے مقابلہ میں ترجیح دی جائے۔

ان اللہ اتخذ لا خلیلا لہ الا اتخذ  
ابراہیم خلیلا  
اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا خلیل بنالیا ہے۔  
جن طرح ابراہیم کو اپنا خلیل بنالیا تھا۔

نیز تم پہلے پڑھ چکے کہ آنحضرتؐ نے صاف صاف فرمادیا کہ پروردگار کا عالم کے سوا میں کسی کو اپنا خلیل نہیں بنا سکتا۔ حالانکہ آپ کو حضرت عائشہ صدیقہ کے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر بن الخطابؓ سے بھی محبت تھی۔ اور خود آپ نے اس کی خبر دی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمایا ہے کہ اللہ محبوب التواہین (توبہ کرنے والوں کو خدا محبوب رکھتا ہے) محبوب العاصبرین (صبر کرنے والوں کو خدا محبوب رکھتا ہے) محبوب المتقین (پرمیزگاروں کو خدا محبوب رکھتا ہے)۔ محبوب المقسطین (انصاف کرنے والوں کو خدا محبوب رکھتا ہے)

لیکن خدا کی خلۃ تو صرف حضرت ابراہیم اور حضرت محمد رسول اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام ہی کے لئے مخصوص ہے حدیث میں وارد ہے۔

الشاب الثائب حبیب اللہ  
نوجوان توبہ کرنے والا خدا کا حبیب ہے۔

پس ان کا یہ کہنا محض ان کی کم علمی۔ اور کم فہمی کی بنا پر ہے کہ خدا کے رسول کو سمجھ ہی نہیں سکے

## فصل

بندہ دو محبوب چیزوں میں سے اعلیٰ محبوب کو اور دو مکروہ چیزوں میں  
سے آسان مکرر کو کیوں اختیار کرتا ہے

پہلے تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ بندہ اپنے کسی محبوب۔ اور محبوب چیز اور خواہش کو اس وقت



ترک کرتا ہے جبکہ اس کے سامنے کوئی دوسرا محبوب اور دوسری خواہش دوسری محبوب ترین چیز ہو۔  
محبوب ترین چیز کے مقابلہ میں کمتر محبوب چیز کو ترک کر دیتا ہے جس طرح محبوب ترین چیز کے لئے وہ  
مکروہ و تکلیف وہ چیز کو برداشت کر لیتا ہے اور بڑی مصیبت، بڑی تکلیف، بڑے مکروہ سے نجات  
حاصل کرنے کے لئے چھوٹی مصیبت اور چھوٹا مکروہ اختیار کر لیتا ہے۔

اور تم پہلے معلوم کر چکے ہو کہ عقل و دانش کی یہ خاصیت، اندہ تقاضا ہے کہ اعلیٰ و برتر محبوب  
کے مقابلہ میں۔ ادنیٰ محبوب کو ترک کر دیا جائے اور بڑے مکروہ بڑی تکلیف و بڑی مصیبت کے مقابلہ میں چھوٹے  
مکروہ چھوٹی تکلیف اور چھوٹی مصیبت کو اختیار کیا جائے۔

اور یہ بھی پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ بات محبت و عداوت کی قوت و ضعف پر مبنی ہے۔ اور  
درہلوز کے بغیر یہ چیز حاصل نہیں ہوتی۔ ایک قوت اور اک دوسری شجاعت قلبی۔

جب انسان کے اندر قوت اور اک کم ہو اور محبوب و مکروہ کے درجات و مراتب کو سمجھ نہ سکتا ہو  
یا پھر اس کا نفس و قلب کمزور ہو تو اس فعل و عمل سے وہ قاصر رہتا ہے یا وجودیکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے حق  
میں اصل چیز کونسی ہے؟ اصل چیز اختیار کرنے سے اس کا نفس اور قلب اس کی مطاوعت نہیں کرتا۔  
الجب کسی انسان کی قوت اور اک صحیح ہوتی ہے اس کا نفس قوی اور مضبوط ہوتا ہے اور اس کے اندر  
شجاعت و دلیری موجود ہوتی ہے تو وہ اعلیٰ محبوب کو ادنیٰ محبوب کے مقابلہ میں۔ اور بڑے مکروہ اور بڑی  
مصیبت کے مقابلہ میں۔ ادنیٰ اور چھوٹے مکروہ اور چھوٹی مصیبت کو ترجیح دیتا ہے۔ اور اس طرح وہ اپنے  
سے سعادت کے سارے اسباب مہیا کر لیتا ہے۔

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی شہوانی طاقت۔ عقل و ایمان کی طاقت کے مقابلہ میں قوی ہوتی ہے۔  
اس صورت میں غالب قوت کمزور قوت کو مغلوب کر لیتی ہے۔

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی قوت ایمانی۔ قوت عقل۔ قوت شہوات کے مقابلہ میں قوی اور  
طاقتور ہوتی ہے تو قوت ایمانی و عقل قوت شہوانی کو مغلوب کر لیتی ہے۔

جب کسی طبیب کے پاس کوئی مریض آتا ہے اور طبیب تشخیص مرض کے بعد مقرر اشیاء سے اسے  
پرہیز کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ لیکن مریض کا نفس، اور اس کی خواہشات عقل پر غالب آجاتی ہیں اور وہ مقرر  
اشیاء استعمال کر لیتا ہے۔ تو طبیب اس کے متعلق یہ رائے قائم کر لیتا ہے کہ اس کی قوت اولوی کمزور  
ہے اور دوا اسے سودمند نہیں ہو سکتی۔ یہی حال قلب کے مریض کا ہے جس کی قوت شہوانی قوی ہوتی  
ہے تو اس کا قلب اس چیز کو ترجیح دیتا ہے جو اس کے مرض کو اور زیادہ کر دیتی ہے۔

پس ثابت ہو گیا کہ ہر قسم کے شر۔ اور خرابی کی اصل جڑ منعف اور ایک۔ منعف نفس۔ اور نفس کی دفاست و دالت ہے۔ اور خیر و فلاح کی اصل جڑ کمال اور اک۔ کمال قوت نفس۔ اور نفس کی شرافت و شجاعت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ہر چیز ہر کام۔ ہر عمل و کردار کا مبداء و منبع محبت و ایثار ہے اور ہر چیز کے ترک کا مبداء و منبع مایوس کی کراہت و عدوت اور نفرت ہے۔ قلب کی یہی دو قوتیں سعادت و شقاوت کی اہل اور بنیادیں ہیں۔ اور عقل اختیاری اسی وقت ہوتی ہے جبکہ محبت اور ارادہ کا سبب پایا جاتا ہے۔ اور اس لئے کسی کام کا ترک کرنا۔ اس لئے ہوتا ہے کہ اس کا مقتضا اور سبب مفقود ہوتا ہے۔ اور کبھی اس لئے ہوتا ہے کہ اس کے اندر بغض و کراہت موجود ہوتی ہے جو اسے اس کام سے روک لیتی ہے اور امر و نہی کا تعلق اسی بغض و کراہت اور نفرت سے ہوتا ہے اور اسی کو اصطلاح میں کیف کہتے ہیں۔ اور ثواب و عقاب کا تعلق اسی سے ہے۔

پھر سے اس بیان سے وہ انتہاء و مسئلہ ترک کے متعلق کیا جاتا ہے کہ ترک امر و جودی ہے یا عودی؟ رفع ہو جاتا ہے۔

اور مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ ترک کی دو قسمیں ہیں۔ وہ ترک جس کی اضاقت سبب مقتضی کی طرف ہو یہ عودی ہے اور وہ ترک جس کی اضاقت سبب ملح من الفعل کی طرف ہو یہ جودی ہے۔

## فصل

(آدمی کے لئے انبیاء و مرسلین کا طریقہ)

(زیادہ مفید اور زیادہ آسان ہے)

فعل ہو یا ترک فعل، دونوں امر اختیار ہیں، ایک جائز و حیب دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرتا ہے تو یہ سمجھ کر اختیار کرتا ہے کہ اس سے کوئی فائدہ اسے حاصل ہو گا چاہے وہ حصول لذت کا فائدہ ہو یا انزال تکلیف کا فائدہ، اسی لئے محاورہ ہے کہ اس کا کلیجہ ٹھنڈا ہوا، اس کا دل ٹھنڈا ہوا۔

ہی الشفاء لداء لوظ فست بھا و لیس منها شفاء الداء مبذول

تراسے پا جائے یہ مقصود ہے کہ ہر ذی عقل اس کو ترجیح دیتا ہے، حتیٰ کہ بے عقل جانور بھی نفع اور استفادہ کو ترجیح دیتی ہے۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ بہت سے آدمی اس معاملہ میں غلطی کر جاتے ہیں اور بدترین قسم کی غلطی کر جاتے



ہیں وہ ایسی لذت حاصل کر چکی کوشش کرتے ہیں جس کا نتیجہ سخت رنج و الم ہوتا ہے ان یہ خیال کرتا ہے کہ وہ لذت  
 لغو ہے بلکہ اور دل کی تشنگی اس کو حاصل ہو رہی ہے مگر بعد میں جا کر وہ اسکی وجہ سے انتہائی رنج و الم محسوس کرتا ہے اور  
 ہر اس آدمی کی یہی شان ہوا کرتی ہے جو عواقب اور انجام پر نظر نہ رکھتے ہوئے فوری نفع پر نظر رکھتا ہے اور عقل کا خاصہ تو یہ ہے کہ  
 موجب الحوائج تمام چیز تک پہنچ جائے عقل اور دانشمند آدمی وہ ہے جو جلد ختم ہونے والی لذت کے مقابلہ میں دائمی لذت کو ترجیح دے اور  
 اعلیٰ اور بڑی لذت کو کم دے جو اپنی ابدی اور ہمیشہ بہشتی لذت و راحت اور خوشنودی کو جلد سے جلد ختم ہونے والی لذت و راحت  
 کے مقابلہ میں فروخت کر دے۔ جلد ختم ہونے والی لذت و راحت طرح طرح کے الام و خطرات سے بھری ہوئی ہوتی ہے لہذا اس  
 قدر جلد ختم ہوجاتی ہے کہ ادھر لذت و راحت میرا آئی اور میرا کام و خطرات اور رنج و سخن کا سلسلہ شروع ہو گیا۔  
 بعض علماء نے کہا ہے کہ میں نے عقلا رکی کوششوں پر غور کیا تو یہ معلوم ہوا کہ سب ہی مطلوب  
 واحد ہی کی طلب میں کوشاں ہیں گراں کی راہیں مختلف ہیں۔ سب کے سب یہی کوشش کرتے  
 ہیں کہ رنج و غم سالم و مصیبت سے اپنے آپ کو بچائیں اور اسی کے لئے کوئی کھانے پینے کی کوشش  
 کرتا ہے کوئی تجارت سننے لئے دوڑا دوڑی کرتا ہے کوئی شادی و نکاح کی تلاش میں جھاتا ہے۔ کوئی  
 کھاتا ہے۔ کوئی بجاتا ہے۔ کوئی رقص و سرود سے دل بہلاتا ہے کوئی ہوا و لعب میں وقت گزارتا ہے  
 مقصد اور مطلوب سب کا ایک ہی ہے کہ رنج و الم ہم و غم سے اپنے کو محفوظ رکھے۔

میں کہتا ہوں۔ بے شک عقلا رکا۔ ہی مطلوب اور ہی مقصد ہے اور ہر ایک اسی کے لئے  
 کوشاں ہے۔ لیکن اکثر و بیشتر طریقے اس مطلوب و مقصد کے خلاف ہی جاری ہیں۔ یہ سائنس  
 ہوں کہ سب کا مقصد یہی ہے کہ خدا کی طرف اپنے آپ کو موڑیں۔ اور صرف اسی کی ذات سے ان  
 کا معاملہ ہو۔ اور ہر شے کے مقابلہ میں صرف اسی کی رضامندی حاصل کی جائے۔ لیکن ان تمام باتوں  
 میں سے ایک راستہ ہی مجھے ایسا نظر نہیں آتا جو خدا تک پہنچتا ہو۔ خدا تک پہنچنے کا راستہ صرف ایک ہی  
 ہے اور وہ صرف انبیاء و مرسلین کا راستہ ہے جنہیں خدا نے بھیجا ہی اس لئے ہے کہ وہ لوگوں کو ہدایت  
 کریں اور لوگوں کو مراد و مستقیم کی طرف دعوت دیں۔ اس راہ پر چلنے والے اگر اپنا دینی حصہ فرستے ہی کر دیں  
 تو وہ اس اعلیٰ اور بہتر حصہ سے تو ضرور کامیاب ہو جاتا ہے جس کے حاصل ہونے کے بعد سبھی کو اس سے  
 کوئی حصہ نصرت ہی نہیں ہوا اور میں کو یہ حق مل گیا کہ جو اسے ہر چیز مل گئی۔ اور آگے اس کے ساتھ ہی  
 ساتھ دنیا کے حصہ سے بھی کامیاب ہو جائے تو مجھے تو کہتا ہے ہر طریقہ کی خوشی حاصل ہو گئی۔ نہیں دنیا کے  
 لئے اس راہ۔ اور اس طریقہ سے بہتر اور عمدہ منفرد کوئی راہ اور کوئی طریقہ نہیں۔ اس سے بڑھ کر جو حاصل  
 الیٰ مطلوبہ۔ موجب فرحت و مسرت۔ سلور با عیش سرور و سعادت کوئی راہ نہیں و بالادہ التوفیق۔

# فصل

## ( محبوب کی دو قسمیں ہیں محبوب لذاتہ محبوب لغیرہ )

محبوب دو قسم کے ہوا کرتے ہیں۔ محبوب لذاتہ۔ اور محبوب لغیرہ۔ اور محبوب لغیرہ کے لئے یہ لازمی ہے کہ اس کی انتہا محبوب لذاتہ پہ ہو۔ کیونکہ اگر محبوب لذاتہ پر انتہا تسلسل پیدا ہو جائے گا جو محال ہے ہر وہ محبوب جو ذات الہی کے سوا ہے وہ محبوب لغیرہ ہے اور سوائے ذات خدائے واحد کے کوئی ایسا نہیں جسے محبوب بقصد۔ اور محبوب لذاتہ بنایا جائے۔ خدا کی ذات کے سوا جس سے بھی محبت ہوگی۔ وہ ذات رب العالمین کی محبت کے ماتحت ہوگی۔ مثلاً فرشتوں سے اور انبیاء کرام۔ اور اولیاء اللہ سے محبت کرنا۔ ان سے محبت کرنا خدا کی محبت کے تابع ہے اور بالذات اور بظہر نہیں ہے اسے محبت کرنا خدا کی محبت کے لوازمات میں ہے کیونکہ محبت کی محبت کے لئے یہ لازمی امر ہے کہ محبوب جس سے محبت کرے اس سے بھی محبت کی جائے۔

یہ مقام ایک نہایت ہی غیر طلب اور قابل اعتبار مقام ہے۔ یہی وہ مقام ہے جس سے محبت نافعہ اور محبت غیر نافعہ کا فرق واضح معلوم ہوتا ہے۔

ابھی طرح سمجھ لو کہ محبت لذاتہ۔ محبت بظہر اسی ذات سے ہو سکتی ہے جس کا کمال اس کے لوازمات ذات سے ہو۔ اس کی مطلوبیت۔ ربوبیت وغنا اس کی ذات کے لازم ہے ہر انسان اس کے سوا کسی سے بغض و عداوت۔ کراہت و نفرت کرتا ہے تو وہ صرف اس لئے کرتا ہے کہ وہ اس محبوب لذاتہ کی محبت کے خلاف متصادم ملتا ہے۔

اور محبوب لذاتہ کے سوا جس چیز سے بھی اس کو بغض کراہت۔ نفرت ہوگی۔ وہ اسی قدر ہوگی۔ جس قدر یہ چیز محبوب لذاتہ سے زیادہ منافی اور متضاد ہوگی۔ اسی قدر اس سے کراہت۔ نفرت بغض و بعد زیادہ ہوگا۔ جو اعیان اوصاف۔ افعال و ارادات اس محبوب لذاتہ کے منافی ہونگے۔ وہ بقدر اپنی منافات الکل کے الکل سے بعد ہوں گے اور اسی منافات کے بقدر باہم کراہت و عداوت ہوگی۔ اور اسی منافات و تضاد کے مطابق اس سے بغض و بے ملوت ہوگی۔

محبت اور محبوب کے تعلق کی جانچ کے لئے جو میزان ہم نے پیش کی۔ وہ ایک بہترین میزان ہے۔ یہ ایک ایسی عادل میزان ہے کہ جس سے ہر دو گیار کی موافقت و مخالفت۔ موالات و



عداوت۔ دوستی و دشمنی پورے پورے عدل و انصاف کے ساتھ ہوتی اور جانچی جاسکتی ہے۔ اگر ہم دیکھیں کہ ایک شخص کسی ایسی چیز۔ یا ایسے امر۔ یا ایسے آدمی سے محبت کرتا ہے جس سے پروردگار عالم سخت نفرت کرتا ہے۔ یا وہ اس چیز سے نفرت کرتا ہے جس سے پروردگار عالم کو محبت ہے تو ہم کو اسکی محبت و نفرت کا اندازہ اس پیمانے کے ذریعہ پوری طرح ہو سکتا ہے۔ اور جب ہم دیکھیں کہ وہ اس چیز سے محبت کرتا ہے جس سے پروردگار عالم محبت کرتا ہے اور اس سے کراہت کرتا ہے جس سے پروردگار عالم کراہت کرتا ہے۔ اور پھر وہ چیز پروردگار عالم کو زیادہ محبوب ہے اس سے وہ زیادہ محبت کرتا ہے۔ اور دوسرے کے مقابلہ میں اسے ترجیح دیتا ہے۔ اور جس چیز سے پروردگار عالم نفرت اور عداوت رکھتا ہے اس سے یہ بھی نفرت و عداوت رکھتا ہے۔ اور جس قدر خدا کو اس چیز سے نفرت و کراہت ہے اس قدر اس کو بھی نفرت و کراہت ہے۔ تو اس سے ہم سمجھ لیں گے کہ اس کے اندر خدا کی موالات و محبت یا کراہت و نفرت اسی محبت و کراہت۔ الفت و نفرت کے مطابق ہے۔

اس اصول و کلیہ کو اپنے ذہن کے اندر رکھ کر اپنے اندر اور غیر کے اندر ولی و عہدہ خدائے وحدہ لا شریک کی محبت و کراہت کا اندازہ لگاؤ۔ خدائے قدوس کی محبت کا معیار اس کی محبت و خفگی کی موافقت و متابعت ہے۔ اس کی موالات کچھ نماز و روزے کی کثرت اور مختلف اقسام کی ریاضتوں کی کثرت پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ اس کی محبت و خفگی کے ساتھ موافقت پر موقوف ہے جسے خدا ثوب رکھتا ہے اسے محبوب رکھے اور جس سے وہ نفرت کرتا ہے نفرت کرے۔ اسی کا نام ولایت ہے۔

محبوب الغیرہ۔ یا محبت الغیرہ کی دو قسمیں ہیں۔ اول یہ کہ محبت کرنے والے کو اپنے محبوب کا ہر حال سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ اس محبت سے محبت کرنے والے کو رنج و الم اور تکلیف ہی پہنچتی ہو۔ لیکن اس محبت کو وہ صرف اس لئے برداشت کرتا ہے کہ یہ محبت اسے محبوب تک پہنچتی رہتی ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ دو امر ہیں کو سخت مکھڑا معلوم ہوتی ہے۔ اور وہاں پتا ہے تو نہایت کبیدہ خاطر ہو کر پتیا ہے۔ لیکن اس لئے پتیا ہے کہ اس سے صحت حاصل ہو جائے جو ایک محبوب ترین چیز ہے۔ دیکھو قرآن حکیم کے اندر ہے۔

کتب علیکم القتال وکرم لکم وعتسی  
ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم  
تم یزجھا و فرض کیا گیا ہے اگر چہ وہ تم پر شاق ہے لیکن  
مکن ہے ایک چیز تم پر شاق ہو لادہ تمھارے حق میں بہتر

وعسی ان تحبوا شیاء وهو شر لکم  
واللہ یعلم وانتم لا تعلمون (سورۃ البقرہ)  
ہو اور ایک چیز تم کو محبوب و پسندیدہ ہو اور وہ تمہارا  
حق میں بری ہو اور یہ اللہ جانتا ہے اور تم ناواقف ہو۔  
اس آیت میں خدا نے یہ خبر دی کہ قتال و جہاد سے لوگوں کو نفرت لگتا ہے۔ لیکن پھر  
بھی انکے حق میں یہی مبشر اور موجب خیر و برکت ہے کہ اس کے ذریعہ وہ اپنے اس محبوب تک  
پہنچ سکتے ہیں جو سب سے بڑا۔ سب سے زیادہ اس کے حق میں نافع محبوب ہے۔

انسان عموماً راحت۔ فراغ اور رفاہیت کو محبوب رکھتا ہے لیکن انسانوں کے حق میں یہ  
باتیں اور یہ چیزیں موجب شر۔ اور باعث تباہی ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ اس سے انسان اس محبوب  
حقیقی کو بھول جاتا ہے اور چھوڑ بیٹھتا ہے۔

عقلمند انسان اس محبوب کی لذت کی طرف نہیں دیکھتا جو اسے فوری طور پر حاصل ہوتی ہے۔  
اور جلد ختم ہو جاتی ہے۔ فوری لذت کو وہ دائمی نفع پر ترجیح نہیں دیتا۔ اور نہ وہ فوری الم و راحت  
کو دیکھتا ہے کیونکہ یہی چیز بعض اوقات اس کے حق میں موجب شر بن جاتی ہے بلکہ کبھی یہی بات اسے  
انتہائی رنج و الم کی طرف کھینچ لے جاتی ہے اور بڑی سے بڑی لذت اس سے فوت ہو جاتی ہے  
بلکہ خاص الخاص بات تو یہ ہے کہ عقلاء زمانہ کا۔ اور دانشمندان زمانہ کا یہ اصول رہا ہے۔  
کہ بڑی سی بڑی مشقتیں صرف اس لئے برداشت کرتے ہیں کہ بعد میں جا کر انہیں۔ لذت و  
سود حاصل ہو۔ اور یہ لذت و سود بھی جو جلد منتقل ہو جاتا ہے۔ لیکن انسان پائیدار لذت و سود  
اس کے لئے مشقت برداشت کرتا ہے۔

مذکورہ بالا بیان سے یہاں چار باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اول۔ یہ کہ ایک مکروہ سے دوسرا  
مکروہ پیدا ہوتا ہے۔ ایک مکروہ دوسرے مکروہ تک پہنچاتا ہے۔ دوم۔ یہ کہ ایک مکروہ  
جو اپنے محبوب تک پہنچا دے۔ سوم۔ محبوب کو محبوب تک پہنچانے کے جہاد۔ جو محبوب کو وہ تک پہنچا دے۔  
وہ محبوب جو محبوب تک پہنچاتا ہے اس کے فعل و عمل کے دواعی و دواعی ہیں۔ اور دوسرے ہیں  
اور وہ مکروہ سے مکروہ تک پہنچاتا ہے۔ اس کے اٹھ ترک فعل کے دواعی و دواعی  
کے ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسری دو قسمیں جو باقی ہیں۔ ان کا یہ حال ہے کہ یہاں دو مختلف  
دواعی ہوا کرتے ہیں۔ دواعی فعل اور دواعی ترک۔ اور ہر داعیہ انسان کو اپنی اپنی جانب  
کھینچتا ہے اور غمزدہ کیا جائے تو یہی دو قسمیں حقیقتاً ابتلا و امتحان کے مواقع ہیں۔ چنانچہ  
نفس انسانی ہر اس چیز کو جو اس کے سامنے اور اس کے قریب اور نزدیک ہو تو یہ اپنے جانب



ممکنہ ہے اور یہ وہی چیز ہے جو اسے دنیا میں فدی طور پر حاصل ہوتی ہے۔ لیکن عقل و ایمان کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ انسان وہ چیز حاصل کرے۔ جو اس کے لئے زیادہ سے زیادہ دیر پا۔ اور زیادہ سے زیادہ نافع ہو۔ اور یہ نفع بھی دائمی ہو۔

انسان کا قلب ان ہر دو مختلف جذبات کے درمیان دوڑتا پھرتا ہے۔ کبھی ایک کی طرف دوڑتا ہے۔ کبھی دوسرے کی طرف لپکتا ہے اور شرعاً۔ قدراً۔ ابتلا و امتحان۔ اور تکلیف کا اہل مقام بھی یہی ہے

عقل و ایمان کا داعی ہر وقت یہ ندا دیتا ہے۔

حی علی الفلاح فلاح و خیر کی طرف آؤ !

غیر صبح کے وقت وہ لوگ قابل تعریف ہیں جو شر و فساد۔ فتنہ و فتنہ سے گریز کرتے ہیں۔ اور فلاح و صلاح کے راستہ پر چل رہے ہیں۔ اور شام کے وقت وہ لوگ قابل تعریف اور موجب ستائش ہیں جو متقی اور پرہیزگار ہیں۔ اگر اس پر کسی کی محبت کی تاریکیاں غالب آ جاتی ہیں اور چھا جاتی ہیں اور شہوت و ہوس اس پر حکومت کرنے لگ جاتی ہے تو یہی منادی ندا دیتا اور بگاڑتا ہے۔ اے نفس! خدا صبر کر جا۔ یہ لذت تو گھڑی بھر کی ہے۔ گناہ باقی رہ جائے گا ہر چیز اور ہر لذت آتی جاتی ہے اور زائل ہو کر ہی رہے گی۔

## فصل

( اعمال دینیہ کی اصل اللہ۔ اور اللہ کے رسول کی محبت ہے )

( طہ کے باپ حضرت ابراہیم کے بعد جو کلمہ ہمیشہ کے لئے باقی )

( رہا وہ "لا الہ الا اللہ" ہے مومن باخلاص کی عیش )

( و زندگی سب سے بہتر اور خوشگوار ہوتی ہے )

ہر عمل خیر و شر نعل حق کی باطل کی اصل محبت ہے۔ اب سمجھ لو کہ اعمال دینیہ کی اصل اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہے۔

اقوال دینیہ کی اصل اللہ۔ اور اللہ کے رسول کی تصدیق ہے جو ارادہ ہی اللہ۔ اور اللہ کے رسول کی محبت کی تکمیل میں رکاوٹ پیدا کرے اور محبت میں مزاحمت کرے۔ سمجھ تو کیلئے تصدیق

میں وہ رکاوٹ پیدا کر رہا ہے۔ اور اصل ایمان کے خلاف ہے۔ اور اس سے ایمان کی جڑیں بہت ہی کمزور ہو جاتی ہے۔

اگر یہ ارادہ وہ جو اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ زیادہ قوی زیادہ تیز زیادہ مضبوط ہے تو وہ اصل محبت و تصدیق کے بالکل مخالف اور مقارض ہو جاتا ہے۔ اور نوبت کفر و شرک بلکہ شرک اکبر تک پہنچ جاتی ہے۔ اور اگر اصل محبت و تصدیق کے معارض و مخالف نہیں ہے تو یہ تو لابی ہے کہ یہ ارادہ محبت و تصدیق کی تکمیل میں قباحت اور رخنے ضرور ڈالتا ہے۔ اور اسے کمزور کر دیتا ہے اور بندے کی عزیمت و ہمت۔ قوت پر واز قوت طلب میں فتور اور نقص پیدا کر دیتا ہے اور پھر وصل و وصل۔ واصل و وصول۔ حصول مطلوب کی راہ میں یہ چیز ایک زبردست جاب پڑتی ہے۔ اور طالب کی راہ کاٹ دیتی ہے۔ راغب کی رغبت کو تلخ اور کڑوی کر دیتی ہے۔

دنیا میں کوئی مولات۔ کوئی محبت کامل، صلح۔ موجب خیر و فلاح نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس محبت و مولات کے لئے دشمنیاں بھی مول نہ لے لی جائیں۔ جیسا کہ خدائے قدوس قرآن حکیم کے اندر امام المحنفار و امام المجہدین حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول نقل فرماتا ہے جو انہوں نے اپنی قوم کے سامنے پیش کیا تھا۔

اِنَّ اَیَّتُمْ مَّا کُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ اَنْتُمْ وَاٰلَکُمْ وَاَلْحَدٰتِمْ  
فَاَنْتُمْ عَدُوٌّ لِّیْ الْاَبَدِ لِعَالَمِیْنَ (سورۃ الشعراء)

حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت و مولات اور خلعت۔ اسی وقت صحیح ہو سکتی تھی جبکہ آپ کی دشمنی غیر اللہ کے مقابلہ میں پوری طرح ابھر آتی۔ اللہ تعالیٰ سے دوستی۔ ولایت۔ مولات۔ مودت اسی وقت صحیح ہو سکتی تھی۔ جبکہ وہ خدا کے سوا ہر معبود سے اپنے کو بری کر لیتے۔ اور تمام معبودان باطل سے پوری قوت سے اپنے کو بری۔ اور پاکیزہ بنا لیتے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق خدا کا اشارہ ہے۔

فَدَکَاثَ لَکُمْ اَسْرَۃٌ حَسْرَۃٌ فِیْ اِبْرٰہِیْمَ وَالدِّیْنَ مَعَه  
اِذْ قَالُوا لَوْ کُنْھُمْ اَنَّا یُرٰہُمْ مِّنْکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ  
مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کُفْرًا لَّکُمْ وِبٰیِّنًا وِبَیِّنَکُمْ  
الْعَدَاوۃُ وَالبَغْضَاۃُ اَبَدًا حَتّٰی تَوْمِنُوْا بِاللّٰہِ

اسلامی ائمہ کے لئے ابراہیم اور جو لوگوں کے ساتھ تھے ان کا چھا  
خود زندگیاں تھیں انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم سے اور  
تمہارے معبودوں سے جسکی تم خدا کے سوا پرستش کرتے ہو  
کچھ سروکار نہیں تم کو بالکل نہیں مانتے ہم میں دینی دشمنی



وحدانہ : (سورة الممتحنة)

اور فرماتا ہے۔

واذ قال ابراهيم لابيہ وقومہ انی براء مما تعبدون الا الذی فطرنی فانیسہدین  
رجعلنا کلمتہ باقیتہ فی عقیدہ لعلہم  
یرجعون :

(سورة الزخرف)

اور ختم ہو کر اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ کو ایک کلمہ قرار دیا اور فرمایا کہ

اور ایک صفت لایم نام نے اپنے باپ اور قوم سے کہا کہ میں  
تم پرستش کرتا ہوں جو تم پر چھوڑا گیا ہے مگر میں تم پرستش کرتا ہوں  
اس خدا کے ساتھ جو تم پرستش کرتا ہے اور وہی راہ راست  
میں چھوڑا گیا ہے انہوں نے اس کو حق تعالیٰ کا نام لیا کہ وہ باقی  
نسل میں باقی رہے آئی انکی غرض یہ تھی کہ وہ کلمہ کو ایک صفت قرار دیں

یعنی موالات و مودت۔ اور محبت کو صرف خدا کے ساتھ مخصوص کر دیا اور خدائے  
معبود حقیقی کے سوا تمام معبودان باطل سے منہ موڑ لینا ایک ہمیشہ باقی رہنے والا کلمہ ہے جو  
انبیاء کرام اور سیردان انبیاء کرام سے بطریق قطع چلا آ رہا ہے اور وہ یہی کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔  
اور یہی وہ کلمہ ہے جو امام الخنقاہ حضرت ابراہیمؑ اپنے متقین اور پیروکاروں کو  
قیامت تک کے لئے ورثہ اور ترکہ میں دیا ہے۔

اور یہی وہ کلمہ ہے جس سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ اور جس پر خدا نے اپنی ساری  
خلوق کی فطرت کو قائم کیا ہے۔ اس کلمہ پر ملت کی تاسیس ہوتی ہے۔ اور اسی پر قبیلہ کی بنیادیں  
قائم ہوتی ہیں۔ اور اسی کلمہ کے لئے جہاد کی تلواریں ہمیشہ بنیام ہوتی چلی آئیں۔ اور یہ کلمہ تمام بندوں  
کے لئے محض اللہ کا حق ہے۔ اسی کلمہ سے خون۔ مال۔ اولاد اور ذریعہ کا تحفظ ہوتا ہے اس  
سے اس دنیا میں بھی تحفظ ہوتا ہے۔ اور اسی سے عذاب قبر۔ عذاب جہنم سے بھی نجات  
ملے گی۔ یہ کلمہ ایک زبردست خدائی منشور ہے۔ اس کلمہ کے بغیر کوئی شخص جنت میں نہیں  
جاسکے گا۔ یہ کلمہ خدا کی مضبوطی ہے۔ انسان اس وقت تک خدا تک نہیں پہنچ سکتا جب تک  
تک کہ اس مضبوطی کو متحام کما گئے نہ بڑھے۔ یہ اسلام کا مقدس و پاکیزہ کلمہ ہے۔ اسی کلمہ  
سے شفیق و سعید۔ مقبول و مردود کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔ اور اسی کلمہ سے دار الکفر و دار الاسلام  
کے راسخہ الگ ہو جاتے ہیں۔ اسی کلمہ سے دارالتعمیم اور دارالشفاعہ کے درمیان امتیاز ہوتا ہے اور  
یہی کلمہ وہ عمود دستون ہے جو فراتھ و سنن کا بار اٹھائے ہوئے ہے اور یہی وہ مقدس  
کلمہ ہے جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

ومن کان آخر کلمہ لا الہ الا اللہ دخل الجنة : جسکا آخری کلمہ لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا

اس مقدس کلمہ کی حقیقی روح اور راز یہ ہے کہ رب العالمین جل شانہ وقدرت  
اسمائہ مبارک اسمہ۔ وتعالیٰ عبودہ ولا الہ غیرہ کی ذات کو محبت و اجلال و عظمت و جلالت  
خوف و رجائے منفر و مانا جائے۔ اور اس کے تورات میں مثلاً توکل۔ انابت۔ رغبت و ہمت  
وغیرہ میں منفر و یکتا مانا جائے۔ اسکی ذات کے سوا بندہ کسی سے محبت نہ رکھے اور اگر کسی سے  
محبت کرے تو صرف اس لئے کہ اس سے محبت کرنا محبوب اعلیٰ کی محبت کے تابع ہے اور  
محبوب حقیقی و اصلی کی محبت کا ذریعہ۔ یا اضافہ محبت کا وسیلہ ہے ایسا بندہ خدا کی ذات  
کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا اور خدا کی ذات کے سوا کسی سے امید وابستہ نہیں رکھتا۔ کسی پر  
توکل و اعتماد نہیں کرتا۔ رغبت و ہمت امید و مبہم صرف ذات الہی سے رکھتا ہے اور بس۔  
وہ قسم کھاتا ہے تو صرف خدا کی۔ نذر مانتا ہے تو صرف خدا کی۔ توبہ و انابت کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے  
تو صرف اسی کے سامنے۔ اطاعت و پیروی کرتا ہے تو صرف خدا کی۔ طلب خیر و فلاح کی آواز دے رکھتا  
ہے تو صرف بارگاہ خداوندی سے۔ ہمہ قسم کے شرائد و تکالیف میں ادا و استقامت کا ہاتھ  
پھیلاتا ہے تو صرف اس کے سامنے۔ التجا کرتا ہے تو اسی کی بارگاہ میں سجدہ کرتا ہے تو اسی کی  
جناب میں سوچ کر کرتا ہے تو اسی کے لئے۔ اور اسی کے نام پر اور اسی کے نام سے۔

تمام اموا اگر ایک جملہ میں جمع کر دیئے جائیں تو یوں کہتے کہ ہمہ قسم کی عبادتیں صرف اللہ ہی کیلئے ہیں وہ تمام عبادتوں  
کا حقدار ہے اور کلمہ لا الہ الا اللہ کی حقیقت بھی یہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کلمہ کی حقیقی معنی ہیں شہادت دینے  
والے پر خدا نے جہنم حرام کر دی ہے اور فرمایا ہے۔ جو شخص بھی اس حقیقت کے ساتھ کلمہ شہادت کی تصدیق کر لیا  
اور اس پر قائم رہے گا اس کا جہنم میں جانا محال اور ناممکن ہے۔ پناہ ارشاد خداوندی ہے۔

والذین ہم بشہاد التہم قائمون (سورۃ الملعون) اور وہ جو اپنی گواہی پر شہادت قائم رہے۔  
یعنی بندے کے ظاہر و باطن۔ قلب و قالب میں یہ شہادت قائم و راسخ ہو چکی ہو۔  
تصدیق شہادت کی صورتیں مختلف ہیں۔ بعض کی شہادت مرہ ہوتی ہے بعض کی  
شہادت خفہ ہوتی ہے اگر اسے جکایا جائے تو جلد جاگ اٹھتی ہے۔ بعض کی شہادت بیٹھی ہوئی  
ہوتی ہے اور بعض کی کھڑی ہوئی۔

اور یہ شہادت قلب کے اندر اسی طرح ہوتی ہے جس طرح جسم کے اندر روح ہوا کرتی  
ہے۔ اور روح کے حالات بھی مختلف ہوتے ہیں۔ بعض موت کے قریب ہوا کرتی ہیں۔ بعض میں  
ایسی ہوتی ہیں جنہیں صرف زندہ کیا جاسکتا ہے۔ بعض روحیں ایسی ہوتی ہیں۔ جو ہر طرح صحیح و



سالم ہوا کرتی ہیں اور جسم کے تمام معاصر کو صحیح حوالہ پر قائم رکھے ہوئے ہیں چنانچہ حدیث صحیح کے اندر آنحضرت سے مروی ہے۔

اف لا علم کلمۃ لا یقولہا عید  
عند الموت۔ الا جدت روحہا ووحا:  
اس روح کی حیات و زندگی اس کلمہ سے وابستہ ہے۔ جس طرح کہ جسم کی حیات و زندگی اس روح سے وابستہ ہے۔

آدمی جو موت کے وقت اس کلمہ کو ادا کرتا ہے اور اس پر مرتا ہے تو اسے جنت حاصل ہوتی ہے اور جنت میں پوری آزادی و عشرت کے ساتھ رہنے کا حقد بن جاتا ہے۔ تعدہ شخص جس کی مادی زندگی اس کلمہ پر گزری۔ اور زندگی بھر اس نے کلمہ کو اپنائے رکھا تو اسکی کیا شان ہونی چاہیے؟ یقیناً اس کی روح جنت الملوٰی کے اندر سیر کرتی ہے گی اور پوری عیش و عشرت سے سیر کرے گی جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے۔

واما من خاف مقام ربہ وینفی النفس  
عن الهوی۔ فان الجنة علی الملوٰی (سورۃ النازعات)  
اور جو اپنے پروردگار سے حضور گھڑے ہوئے ہو  
ڈر اور نفس کو خواہشات سے بچا اسکا ٹھکانہ بھی جنت ہے۔  
ہندے خدا کے حضور میں جب قیامت کے دن حاضر ہونگے اس دن ایسے ہی آدمیوں کے لئے جنت ہے۔ جنت ایسے ہی آدمیوں کا مقام اور مادی دلچا ہے۔

اور جبکہ معرفت الہی محبت خداوندی۔ انس باللہ۔ شوق لقاء رب العالمین اور لقاء رب العالمین سے فرح و مسرت۔ رضا الہی دلیا ہیں۔ انسان کی روح کا مادی اور ملجاس ہے۔ جب دنیا میں ایسے آدمی کا مادی و ملجاس جنت اور ایسی جنت ہے تو پھر معاد و آخرت کا کیا کہنا؟ یقیناً جنت الخلد اسکا مادی ملجاس اور ٹھکانہ ہوگی۔ پس جو آدمی دنیا کی اس جنت سے محروم رہا وہ جنت الخلد سے یقیناً محروم رہے گا یعنی ابرار۔ خدا کے نیک بندے اگرچہ بظاہر تنگ عیش نظر آئیں۔ لیکن وہ نعمت و راحت ہی میں ہونگے اور فساق و فجار لوگ یہاں رہاں ہر دو جگہ جہنم میں ہونگے۔ اگرچہ دنیا کی ساری وسعتیں انکے لئے موجود ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

من عمل صالحا من ذکر و انشی و ہر مؤمن  
فلنمینہ حیاء طیبہ (سورۃ النحل)  
جو شخص نیک عمل کرے بیکار نہ ہو یا عورت۔ امددہ ایمان  
بھی رکھتا ہو تو ہم اسکی زندگی اچھی طرح بسر کریں گے

طیب الحیات اور بہترین زندگی جس کا اس آیت میں ذکر ہوا ہے۔ وہ اسی دنیا کی زندگی ہے اور اسی بہترین زندگی کا نام دنیا کی جنت ہے جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے۔

نمن یرد اللہ ان یرد یر بشرح  
صدرہ للاسلام۔ ومن یرد ان یفلح  
یعول صدرہ فینقا حرجا (سورۃ الانعام)

اب تم ہی بتلاؤ کہ شرح صدر سے زیادہ اور بڑی نعمت کیا ہو سکتی ہے؟ اور ضیق صدر تنگی قلب سے زیادہ کونسا بڑا اور سخت عذاب ہو سکتا ہے۔  
اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا  
ہم یحزنون۔ الذین آمنوا وکانوا یوقنون  
اہم البشری فی الحیۃ الدنیاء فی الآخرۃ  
لا تبدل کلمات اللہ ذالک  
فوز العظیم (سورۃ یونس)

پس وہ مومن مخلص بندہ جسے خدا نے قدوس سے کامل ترین خلوص ہے اس کی زندگی کا عیش۔ بہترین زندگی اور بہترین عیش ہے۔ اور ایسا آدمی سب سے زیادہ خوشحال۔ مسرت۔ الحلال اور مال مال ہے ایسے آدمی کو سب سے زیادہ ان شراح صدر اور سرور قلب حاصل ہوتا ہے اور یہ وہ جنت ہے جو اسے دنیا میں وعدے کی جنت سے قبل ہی حاصل ہوگی چنانچہ  
نہ انحضرت کا ارشاد ہے۔

اذا امرتکم بریاض الجنۃ فارتعوا  
یہ سن کر صحابہ عرض کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ۔ جنت کی کیاریاں کہاں۔ اور کیا ہیں اُپلنے فرمایا۔

خلق الذکر ذکر خداوندی کے خلق

اور اسی قسم کی جنت کے متعلق آنحضرت کا یہ ارشاد بھی ہے۔

ما بین بنیتین و منبری روضۃ من

میرے گہر اور میرے منبر کے درمیان جنت

ریاض الجنۃ کی کیاریاں ہیں۔



اور آپ کا یہ ارشاد بھی اسی قسم کی جنت کے متعلق ہے۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ  
اجمعین نے آپ سے صوم وصال کے متعلق دریافت کیا (۱) تو آپ نے لوگوں کو منع کر دیا۔ صحابہ  
نے عرض کیا۔

انک تو اصل آپ تو اس طرح روزے رکھتے ہیں۔  
آپ نے اس کا جواب دیا۔

انی لست کھیتکم انی اقل عند ربی بطعمنی ولینتقیننی : میں تمہاری طرح نہیں ہوں میرا حال یہ ہے کہ  
میرا رب مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔  
اس حدیث میں آپ یہ خبر دیتے ہیں کہ جو خدا اور جو خدا کا آپ کو مل رہی ہے وہ پروردگار  
کی جانب سے مل رہی ہے اور وہ اس محسوس اور ظاہر کھانے پینے کے قائم مقام ہوتی ہے اور غلام اور  
خدا کا آپ کو مل رہی ہے وہ صرف آپ ہی کے لئے مخصوص ہے دوسرے کسی کو حاصل  
نہیں ہے۔

جب خدا کا ایک بندہ کھانے پینے سے صرف محبوب اعلیٰ کی رضامندی و رضا جوئی کے  
سے احتراز کرتا ہے۔ تو اسے اس کے عوض ایسی چیز دی جاتی ہے۔ جو پوری طرح اس کی قائم مقام  
کرتی ہے۔ اس ظاہر خدا کا وفد اسے اسے مستغنی کر دیتی ہے جیسا کسی شاعر نے کہل ہے۔  
لہما احادیث من ذکر ال تشغلا عن الشراب وتلہیہا من الزاد  
اس کے پاس تجھے یاد کرے گی کچھ ایسی باتیں ہیں جو اسے بھانپنے سے بھی غافل اور خود فراموش بنا دیتی ہیں۔

لہما بوجہل نور لتستقی بے ومن حدیثہ فی اعتقابیہما ملوی  
تیرے چہرے کے نور سے وہ روشنی حاصل کرتی ہے اور تیری گفتگو اس سے میری خوانی کرتی ہے۔  
اذا انتکت من کلال السیر وعدھا روح اللقاء فتجی عند صیعاد  
جب سفر کے مکان کی اسے شکایت پیدا ہوتی ہے تو ملاقات کی روح اسے دیکر ایسا لگے کہ پھر زندہ کر دیتی ہے  
ہر وہ چیز جس کا وجود بندے کے لئے مفید ہے اور بندہ اس کا محتاج ہے اس کا فقدان بندے  
کے لئے سخت موجب تکلیف ہوگا۔ جس طرح کہ کسی چیز کا عام بندے کے لئے مافع ہے تو اس کا

(۱) صوم وصال اس روزے کا نام ہے کہ کسی کئی دن تک درمیان میں بلا فطر اور بلا سحری۔ بلا کچھ کھائے  
پچھ کئی کئی دن تک مسلسل متواتر۔ متصل روزے رکھے جائیں۔ اس طرح روزہ رکھنا شرقاً ومنوع  
اور حرام ہے۔ ۱۲۰ مسند۔

وجود اس کے حق میں سخت تکلیف دہ ہوگا۔

کوئی ایسی چیز جو علی الاطلاق بندے کے حق میں نافع اور مفید ہے وہ ہے اقبال اللہ اور اشتغال بذكر اللہ۔ خدا سے محبت۔ اور اس محبت سے لابت اندوز ہونا۔ اور خدا کی مرضی و رضا مندی کو ہر چیز پر ترجیح دینا۔ بلکہ اپنی حیات و زندگی اور دنیا کی ہر نعمت سرور و مسرت۔ فرحت و بہجت اور اپنی زندگی کی ہر چیز کو اسی خدا سے وابستہ کر دینا۔ ایسے امر کا بندہ کس لئے معدوم و مفقود ہو جانا اس کے لئے تمام تکالیف سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ مگر چونکہ اس کی روح دوسرے ظاہری امور و مشاغل میں خود سے متفرق ہوتی ہے اس لئے آلام و مصائب۔ اور تکلیف و عذاب اس کی آنکھوں سے اوجھل رہتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جس کی جدائی اور فراق اس کے سب سے زیادہ موجب رنج و الم ہے اور سخت سے سخت موجب تکلیف ہے وہ بھی اس سے فائدہ پہنچاتی ہے اور غائب رہتی ہے اور اسکی حالت بعینہ اس نشہ باز بدست کی سی ہو جاتی ہے جو نشہ شراب میں چور ہے۔ اس کا گھر جل رہا ہے۔ مال و اولاد تباہ ہو رہی ہے۔ لیکن وہ فخر میں اس قدر مدہوش و بے خبر ہے کہ اسے کسی چیز کی خبر ہی نہیں ہے۔ اس وقت ان اشیاء کا جلنا۔ تباہ و برباد ہونا اور اس تباہی و بربادی کی تکلیف اس کی قوت شعور سے باہر ہے کیونکہ شراب کے نشہ نے اسکی قوت شعور کو بیکار کر دیا ہے۔ لیکن جب یہ صحیح و تندرست ہو جاتا ہے۔ نقشہ آدر ہو جاتا ہے اور شراب کی بے ہوشی مدہوشی سے اسے افادہ ملتا ہے اور ہوش سنبھالتا ہے تو اس وقت اسے اپنے حالات کا پتہ لگتا ہے۔ بالکل ٹھیک ٹھیک دنیا اور آخرت کی زندگی کا یہی حال ہے۔ جب دنیا سے کوچ ہوگا۔ جو امور پردہ غیب میں ہیں شہود میں آئیں گے اور آخرت کی چیزیں یکے بعد دیگرے سامنے آئیں گی۔ اب وہ دنیا سے جانے کی تیاری کر رہا ہے۔ دنیا سے منتقل ہو کر بارگاہ الہی میں پہنچ رہا ہے اور اب وہ اپنے سامنے آلام و حسرتوں کا سامنا کرتا ہے۔ مصائب و عذاب دیکھتا ہے اور اس وقت جو آلام و حسرتیں مصائب و عذاب اس کے سامنے ہیں وہ اس قدر خطرناک ہیں کہ فیہوی آلام و تکالیف سے کسی ہزار گنا اور بھریہ کہ دنیا میں انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اسکی تلافی کی امید رکھتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ دنیا میں جو چیز بھی اس کے ہاتھ سے نکل گئی ہے وہ بھی ہی اس لئے کسی نہ کسی دن ختم ہوگی فنا ہوئی ہی تھی باقی رہنے والی نہیں تھی۔



بتاؤ اس شخص کا کیا حال ہوگا؟ جسکی ایسی چیز ضائع ہو رہی ہے جس کا عوض و بدلہ ہی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ایسی چیز ہے کہ اگر ساری دنیا اور دنیا میں کچھ ہے سب کا سب ہی اسکے عوض دے دیا جائے۔ یہ سب محض بے حیثیت ہونگی۔ اگر حق سبحانہ و تعالیٰ اس فوت شدہ چیز اور اسکی حسرت و الم کے عوض اسے موت دیدے تو بندہ اس کا حقدار بھی ہے اور موت ہی اس کے لئے ایک بہترین تمنا۔ اور خوش آئندہ آندہ اور بڑی سے بڑی حسرت ہو سکتی ہے۔

اور پھر یہ تمام باتیں بھی اسوقت ہیں جبکہ رنج و الم محض فوت شدہ اشیاء کے متعلق ہو پھر اس شخص کا کیا حال ہے؟ جس کی روح اور جسم پر دوسرے بہت سے امور کا بار بھی ہو جسکے اٹھانے کی اس کے اندر طاقت و قدرت بھی نہ ہو۔

بارک ہے وہ ذات جس نے اس ضعیف و کمزور مخلوق کو اسی قسم کے آلام و مصائب کا محل بنایا اور اس کے کندھے اس قابل بنا دیئے کہ ایسے عظیم الشان بوجھ کو اٹھا سکیں۔ جسے بڑے بڑے پہاڑ بھی نہیں اٹھا سکے۔

اسوقت تم اپنے سامنے اپنے محبوب کو لے آؤ جو دنیا میں سب سے زیادہ تمہیں محبوب ہے جس کی جدائی تمہیں قطعاً کوارا نہیں ہے۔ یہ محبوب یکایک تم سے چھن گیا اور تم سے الگ کر لیا گیا بتاؤ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا؟ حالانکہ یہ ایسا محبوب ہے کہ اس کا عوض اور بدل ممکن ہے جس محبوب کا بدل اور عوض ہی نہیں اور وہ فوت ہو گیا تو تمہارا کیا حشر ہوگا؟ کیا اچھا کسی شاعر نے کہا ہے۔

من کل شیء اذا ضیعت عوضه  
وما من اللہ ان ضیعت عوضه  
نکو ہر چیز کا جو تم ضائع کر دو عوض مل سکتا ہے لیکن اگر تو نے خدا کو کھو دیا تو اسکا کوئی عوض و بدل نہیں اور ایک حدیث قدسی کے اندر ہے۔

ابن آدم مرخلفتک لعبادتی فلا  
تلعب و تکفلت برزقک فلا  
تتعب۔ ابن آدم اطلبنی بتجدتی  
فان وجدتنی وجدت کل شیء  
وان فلتک فانک کل شیء فانا  
اے آدم کے بیٹے میں نے تجھے اپنی عبادت کے لئے  
پیدا کیا ہے تو اہر و لعب میں نہ پڑ جا میں نے تیرے  
رزق کی کفالت کی ہے خواجواہ تعجب و مشقت میں  
پڑا آدم کے بیٹے مجھے طلب کر تو مجھے پائیکا اگر تو نے  
مجھے پایا تو ہر چیز پائی اور تو نے مجھے کھو دیا تو ہر چیز کھو دی

احب الیك من كل شیء: اور حال یہ ہے کہ میں تجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں

## فصل

(جو شخص خدا کی محبت کو فوت کر دیتا ہے اس سے ہر چیز فوت ہو جاتی ہے)

محبت ایک جنس ہے جس کے ماتحت بہت سی نوعیں ہیں جو اپنی اپنی قدردانہ صف کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف اور متفاوت ہیں اور اس لئے اغلب یہ ہے کہ خدا پر جس نوع کا اطلاق ہوتا ہے وہ وہی ہوتی ہے جو ذات الہی کے ساتھ محقق اور مخصوص ہوتی ہے اور وہی اس کا سر اور ہوتا ہے۔

کسی دوسرے کے لئے اس کا اطلاق صحیح نہیں ہوتا نہ کسی دوسرے کے اندر اس کی صلاحیت ہوتی ہے۔ سوائے ذات خداوندی کے کوئی بھی اس کی اہلیت و صلاحیت نہیں رکھتا مثلاً عبادت، انابت وغیرہ۔

کبھی محبت کا ذکر اس کے اسم مطلق کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے۔

فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ حَسْبِهِمْ

ایسے لوگ موجود کریں گا جن کو دوست رکھتا ہو گا اور وہ اس کو دوست رکھتے ہوں گے۔ (سورۃ المائدہ)

اور ارشاد ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ ذُرِّيَّتَهُ

اللّٰهُ اَنۡدَادًا يَحِبُّوۡنَهُمْ يَحِيبُ اللّٰهُ

وَالَّذِيۡنَ آمَنُوۡا شَدَّ حُبُّ اللّٰهِ

(سورۃ البقرہ)

اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے سوا لوگوں کو بھی شریک کر لیتے ہیں اور جیسی محبت خدا سے

کرفی چاہیے ویسی محبت وہ ان سے رکھتے ہیں۔ اور جو ایمان والے ہیں ان کو سب سے بڑھ کر خدا کی محبت ہے

محبت کی مذکور ترین نوع وہ محبت ہے جس کے اندر اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو اس کا

شریک و سا بھی بنالیا جائے۔ بندہ کسی کو خدا کے برابر اور اس کا مثیل بنا کر اس سے محبت کرنے لگے

محمود ترین۔ اعلیٰ ترین عظیم ترین محبت کی نوع وہ ہے کہ اگر اللہ و وحدہ لا شریک کی ذات سے محبت کی جائے اور کسی کو اس میں اس کا شریک و سا بھی نہ بنایا جائے۔ اور سعادت کی اصل اور

سرچشمہ ہی محبت ہے اس محبت کے بغیر کوئی انسان نجات نہیں پاسکتا۔



اور شقاوت و بدبختی۔ محرومی و بد نصیبی کی اصل اور بڑی محبت مذمومہ شرکیہ ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے جہنم میں وہی شخص رہے گا۔ جس کے اندر یہ مذموم محبت شرکیہ موجود ہوگی۔

وہ لوگ جہنم میں نہیں جائیں گے جو صرف خدا سے محبت کرتے ہیں اور صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں اور اس محبت و عبادت میں کسی کو خدا کا شریک نہیں بناتے ایسے لوگ اگر اپنے دوسرے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں بھی داخل ہونگے تو یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہیں رہیں گے قرآن حکیم نے جس محبت کا امر و حکم دیا ہے اس کا مدار یہی محبت اور اس کے لوازم ہیں اور جس محبت سے وہ روکتا اور منع کرتا ہے وہ دوسری قسم کی محبت اور اس کے لوازم ہیں اور خدا نے ان ہر دو قسم کی محبت کی مثالیں دی ہیں پیمانے بتاتے ہیں قصص و حکایات۔ دونوں قسموں کے لوگوں کے اعمال کردار اور ہر دو قسموں کے اولیاء معبودوں کی تفصیل۔ افعال اور معاملات کی خبریں اور واقعات پیش کئے ہیں ان ہر دو قسم کے لوگوں کا حال ہر گز عالم یعنی عالم دنیا، عالم برزخ، عالم آخرت میں کیا ہوگا؟ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائیگا۔ اس کا ذکر بھی تفصیل سے کر دیا ہے اور جو کیا جائے تو سارا قرآن انہی دو قسم کے لوگوں کی شان میں والید ہوا ہے اتمام انبیاء و مرسلین کی دعوت کی اصل یہی ہے۔ لہذا دھندہ لاشریک کی عبادت ہے جو کمال محبت کمال خضوع و خشوع اور بارگاہِ خداوندی میں انتہائی تذلل بجا کسب اور خدا کی عظمت و جلالت اور اس کے لازم اور اس کے مناسب اور لازمی طاعات و تقویٰ پر مشتمل اور متضمن ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

والذی نفسی پیدا لا یومن  
احدکم حتی اکون احب الیہ  
من ولدا۔ ووالد۔ والناس  
اجمعین؛

قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے  
اس وقت تک تم میں سے کوئی آدمی مومن نہیں ہو  
ہو سکتا جب تک میں اسے اس کی اولاد اور اس کے  
والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

صحیح بخاری میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔  
آنحضرتؐ سے میں نے عرض کیا۔

واللہ لانت احب الی من کل  
شیء الا نفسی۔

قسم خدا کی آپ ہر چیز سے زیادہ مجھے  
محبوب ہیں سوائے میری جان کے۔

یہ سن کر آنحضرتؐ صلعم نے ارشاد فرمایا۔  
لا یا عمر! حتی اکون احب الیک  
ایہ عمر! ہرگز نہیں جب تک کہ میں تم کو

من نفسک:

قہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوں۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا۔

والذی بعثک بالحق لانت احب

قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق لے کر بھیجا ہے۔ آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب

الی من نفسی :

آنحضرتؐ نے فرمایا۔

اے عمر اب (بات بنی)

الآن یا عمر!

جبکہ خدا کے خاص بندے اور اس کے رسول کی محبت کے بارے میں یہ وارد ہے۔ جب تک ان سے اپنے ماں باپ اولاد حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت نہیں ہوگی کوئی شیخ مومن نہیں ہو سکتا۔ تو لب تلو جس ذات نے اپنے اس بندے کو اپنا رسول و پیغمبر بنا کر بھیجا اس کی محبت کس قدر مقدم ہوگی۔ پروردگار عالم کی محبت کسی اور کی محبت کے مقابلہ میں اپنی قدر وصف۔ اور تقریر و تخصیص کے لحاظ سے بالکل مخصوص اور مختص ہے اور خدا کی محبت تو اس طرح اور لازم ہے کہ بندے کو خدا اپنی، اولاد، اپنے ماں باپ بلکہ اپنی آنکھ اور جان سے بھی زیادہ محبوب ہو اور اس معبود و حق کی محبت کے مقابلہ میں ہر چیز کی محبت بیچ نظر آئے۔

محبت کا عام قاعدہ یہ ہے کہ ہر چیز من وجہ محبوب ہوا کرتی ہے۔ اور من وجہ غیر محبوب نیز یہ بھی قاعدہ ہے کہ چیز کی محبت کبھی لذاتہ ہوا کرتی ہے اور کبھی بغیرہ۔ لیکن وہ ذات جو محبوب ہے اور لذاتہ محبوب ہے وہ صرف خدا ہے وحدہ لا شریک کی ذات ہے۔

وكان فيهما امة الا الله لفسدتا

(سورة الانبياء)

اگر آسمان و زمین بھی اللہ کے سوا اور بھی اللہ کے

تو یہ آسمان و زمین دونوں ہی تباہ ہو جاتے۔

خدا پرستی اور عبودیت نام ہی ہے اللہ سے محبت، اس کی اطاعت اور اس کے حضور عاجز

کے اظہار کا۔

## فصل

(عالم علوی۔ اور عالم سفلی کی تمام شہرتوں کا اصل موجب)

(محبت ہے۔ یہی علت فاعلی ہے اور یہی علت غائی)



عالم علوی۔ اور عالم سفلی میں جس قدر بھی حرکات صادر ہوتی ہیں۔ انکی اصل و منبع محبت ہے۔ محبت ہی ان حرکات کی علت فاعلی ہے اور محبت ہی علت غائی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حرکتیں تین قسم کی ہیں۔ حرکت اختیاری (ارادی) حرکت طبعی اور حرکت قسری۔ حرکت طبعی کی اصل سکون ہے۔ کیونکہ جسم اسی وقت حرکت کرتا ہے جبکہ وہ اپنے مستقر اور مرکز طبعی سے علیحدہ ہو جاتا ہے اس وقت جسم صرف اس لئے حرکت کرتا ہے کہ وہ اپنے مرکز طبعی۔ اور اصل مستقر پر جلد سے جلد پہنچ جائے اور یہ جسم صرف اس لئے حرکت کرتا ہے کہ ایک قاسر حرکت دینے والا اسے حرکت دے رہا ہے۔ بنا بریں جسم کی یہ حرکت قسری اور جبری ہے۔ اور جس چیز کی بھی حرکت طبعی بذاتہ ہوا کرتی ہے اس کا مطالبہ اور مقتضی یہی ہوا کرتا ہے کہ وہ اپنے اصل مرکز کی طرف جلد سے جلد عود کر آئے۔

غرض اجسام کی حرکت خواہ قسری ہو خواہ طبعی دونوں کسی محرک قاسر کے تابع ہوتی ہے اور یہ محرک قاسری ان دونوں حرکتوں کا موجب ہوتا ہے۔ اور حرکت اختیاری و ارادی جو دوسری دو حرکتوں کی اصل خود ارادہ اور محبت کی تابع ہوتی ہے، اس طرح ہر قسم کی حرکتیں محبت اور ارادے کے تابع ہیں۔

حرکتیں صرف تین ہی قسم کی ہو سکتی ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ متحرک اگر ایسا ہے کہ اسے حرکت کا شعور ہے تو اس حرکت کو حرکت ارادی کہیں گے۔ اور اگر اسے حرکت کا شعور نہیں ہے تو پھر یہ دیکھیں گے کہ آیا وہ اپنی طبیعت کے مطابق حرکت کر رہا ہے؟ یا اس کے خلاف؟ اگر طبیعت کے مطابق حرکت کر رہا ہے تو اسے حرکت طبعی کہیں گے اور اگر اس کے خلاف حرکت کر رہا ہے تو اسے حرکت قسری کہا جائے گا۔

جب تمہیں حرکت کی قسمیں معلوم ہو گئیں تو یہ سمجھ لو کہ آسمان۔ زمین اور آسمان و زمین کے اندر کی اشیاء میں جو بھی حرکت ہوگی خواہ وہ افلاک و سماوات کی حرکت ہو۔ یا سورج و چاند نجوم و ستاروں کی۔ ہوا۔ بادل۔ باران۔ نباتات۔ درخت کی حرکت ہو۔ خواہ کسی مادہ کے عمل میں سچہ کی حرکت ہو۔ تمام حرکتیں مدبرات امر۔ مقسمات امر۔ ملائکہ۔ اور فرشتوں کے واسطے اور ذریعہ سے ہی سرزد ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن و سنت کی لغوص سے اس کا ثبوت ملتا ہے اور اس پر ایمان لانے ہی سے فرشتوں پر پورا پورا ایمان ہو سکتا ہے خدا تعالیٰ قدوس نے ہم پر باتش

و بادلوں پر۔ نباتات پر۔ ہواؤں پر۔ آسمان و زمین پر۔ سورج چاند نجوم و ستاروں پر فرشتے مقرر کر رکھے ہیں اور پھر ہر انسان کے لئے خدا نے چار چار فرشتے مقرر کر دیئے ہیں۔ وائیں بائیں کرائٹا کاتبین مقرر کر دیئے ہیں۔ اور آگے پیچھے محافظ فرشتے مقرر کر دیئے ہیں۔ نیز ہر انسان کے روح قبض کرنے پر۔ اور روح کو اپنے اصل مستقر یعنی جنت یا دوزخ تک پہنچانے پر فرشتے مقرر کر دیئے ہیں۔ قبر کے امتحان۔ سوال و جواب۔ قبر کے عذاب اور قبر کی نعمتوں اور راحتوں کیلئے فرشتے مامور ہیں۔ اور پھر ایسے فرشتے بھی مقرر کر دیئے ہیں کہ حشر کے دن جب بنی آدم اپنی قبروں سے اٹھیں تو انہیں ہنکا کر میدان حشر میں لیجائیں اور حساب و کتاب کے بعد جہنم کے حقداروں کو جہنم میں لیجائیں۔ اور عذاب کے شکنجوں میں کسیں۔ اور جنت کے حقداروں کو جنت میں لے جا کر داخل کریں۔ اور خدا کے عطیات و انعامات ان تک پہنچادیں۔ پہاڑوں پر فرشتے مامور کر دیئے گئے ہیں کہ انکو مضبوط تھامے رہیں۔ بادلوں پر فرشتے مامور فرما کے کہ بادلوں کو حکم الہی کے مطابق چلائے رہیں۔ برسات پر فرشتے مامور فرما دیئے کہ امر الہی کے مطابق۔ قدر معلوم سے موافق خدا کی مشیت کے ماتحت پانی برسائیں۔ جنت اور جنت کے باغوں پر فرشتے مامور کر دیئے کہ وہ جنت میں عمدہ۔ اور خوبصورت درخت لگائیں۔ فرش و فرش۔ لباس اور کپڑے تیار کریں اور جنت کو آراستہ کرتے رہیں۔ اور جنت میں بہہ قسم کی آسائشوں کا انتظام کرتے رہیں اور اسی طرح جہنم پر بھی خدا نے فرشتے مامور کر دیئے ہیں۔

غرض! فرشتے خدائے قدوس کا شکر۔ اور اس کے نظام کو چلانے والے کارکن ہیں۔ اور لفظ "ملک" اسی امر کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ یہ ملائکہ اور فرشتے خدا کے حکم کو نافذ اور جاری کرتے ہیں۔ انہیں خود کسی قسم کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ بلکہ بہہ قسم کا اختیار صرف خدائے قدوس ہی کو حاصل ہے۔ فرشتوں کا کام صرف اس قدر ہے کہ خدا کی مخلوق کی تدبیر اور تنظیم کرتے رہیں۔ اور خدا کے عطیات خدا کی مخلوق پر خدا کے امر و حکم کے مطابق تقسیم کرتے رہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم کے اندر فرشتوں کے متعلق وارد ہے خدا کے فرشتوں کا بیان ہے۔

وما ننزل الا بالامر ربك له  
ما بین ایدینا وما خلفنا  
وما بین ذلک وما کان دین  
تسمیاء

اور ہم تمہارے پروردگار عالم کے بدون دنیا میں  
آپہیں سکتے اور جو کچھ تمہارے آگے ہونے والا ہے۔  
اور جو کچھ ہم سے پہلے ہو چکا ہے اور جو کچھ ان دونوں دینوں  
کے درمیان ہے سب کے حکم سے ہے اور تمہارا پروردگار عالم



(سورۃ مریم) بھول جانے والا نہیں ہے۔

اور خدا فرماتا ہے۔

اور کہتے ہی فرشتے آسمانوں میں ہیں کلاہی سفارش کچھ بھی  
کام نہیں آتی مگر جب خدا اجازت عطا فرمادے اس کے بعد ان  
لوگوں کے لئے جن کیلئے خدا چاہے اور راضی بھی ہو۔

وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا  
تُعْنِي شَفَاعَةُ عَمَلِهِمْ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَأْذِنَ اللَّهُ لَهُمْ بِشَأْنِهِمْ (سورۃ الحج)

خدا نے کچھ ایسے فرشتوں کی قسم بھی کھائی ہے جو مخلوق میں امر الہی اور نظام خداوندی کو جاری اور  
نافذ کیا کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَالصَّافَاتُ صَفًا فَأَلْوَاحِبَرَاتُ  
زُجَرًا فَالتَّالِيَاتُ ذِكْرًا۔

قسم ہے ان جماعتوں کی جو صاف ستھری ہیں پھر قسم ہے  
ان جماعتوں کی جو ڈانٹتی ہیں پھر قسم ہے ان جماعتوں کی جو  
تلاوت قرآن کرتی ہیں تاکہ محبت پوری ہو اور ڈرایا جائے۔

(سورۃ الصافات)

اور ارشاد ہے۔

ان ہواؤں کی قسم جو معمولی رفتار سے چلائی جاتی ہیں پھر  
نور پر ٹکرتی ہو جاتی ہیں اور بادلوں کو ابھار کر چاروں طرف  
پھیلا دیتی ہیں پھر جد لگ دیتی ہیں اور پھر دلوں میں خدا  
کا خیال ڈال دیتی ہیں۔

وَالْمُرْسَلَاتُ عُرْفًا فَأَلْوَاحِبَرَاتُ عَمَفَا  
وَالنَّاشِرَاتُ نَشْرًا فَأَلْوَاحِبَرَاتُ فَرْقًا  
فَالْمُلْقِيَاتُ ذِكْرًا عَذْرًا أُنْذِرًا۔

(سورۃ المرسلات)

اور ارشاد ہے۔

اور ان فرشتوں کی قسم جو گھس کر جان نکالتے ہیں اور  
ان فرشتوں کی قسم جو ایمان والوں کی جان ایسی  
آسانی سے نکالتے ہیں جیسے بند کھول دیتے ہیں اور فرشتوں  
کی قسم جو تیرے پھرتے ہیں پھر لپکتے ہیں پھر جیسا حکم ہوا اسکے  
مطابق انتظام کرتے ہیں۔

وَالنَّازِعَاتُ غُرُقًا وَالنَّاشِطَاتُ  
نَشْطًا۔ وَالسَّابِقَاتُ سَبْقًا خَالِصَاتُ  
سَبْقًا قَالِدَاتُ بَرَاتٍ أَمْرًا۔

(سورۃ النازعات)

ان قسموں کی حقیقت معنی۔ اسرار اور راز ہم نے اپنی کتاب ”اقسام القرآن“ کے اندر پوری تفصیل  
رفاحت سے بیان کر دیئے ہیں۔

اس حقیقت کے ذہن نشین ہونے کے بعد یہ بات تم باسانی سمجھ لو گے کہ یہ تمام تر محبتیں۔ حرکتیں  
اللہ کے افعال و اعمال۔ رب الارضی و رب السماوات کی عبادتیں ہی ہیں۔ اور طبعی اور قسری حرکتیں۔ اس

محبت کے تابع ہیں۔ اگر محبت نہ ہو تو افلاک، سماوات کا دور کسی طرح نہیں چل سکتا۔ نہ محبت کے بغیر ستارے۔ سیارے حرکت کر سکتے ہیں۔ نہ حرکت دینے والی ہوائیں حرکت کر سکتی ہیں۔ نہ یہ بارانِ رحمت کے اٹھانے والے بادل حرکت کر سکتے ہیں۔ نہ شکمِ مادر کے اندر بچے حرکت کر سکتے ہیں نہ دانے زمین کو پھاڑ کر آگ کر سکتے ہیں۔ نہ دریاؤں اور سمندروں میں جہازوں کو چلانے والی موجیں اٹھ سکتی ہیں۔ نہ عطیاتِ خداوندی کے تقسیم کرنے والے فرشتے۔ اور دنیا کی تدبیر و تنظیم پر مامور شدہ فرشتے اس کے بغیر حرکت کر سکتے ہیں۔ اور نہ یہ آسمان و زمین اور آسمان و زمین کی مخلوق حرکت کر سکتی ہے۔ نہ وہ اپنے خالق و فاعل کی تسبیح و تہلیل کر سکتے ہیں۔ پاک و مقدس ہے وہ ذات جس کی زمین و آسمان تسبیح پڑھا کرتے ہیں۔ امداد زمین و آسمان کی ہر چیز اس کی تسبیح پڑھا کرتی ہے۔

وان من شیء الا یسبح بحمدہ  
ولکن لا تفقہون تسبیحہم  
انہ کان حلیمًا غفوراً۔  
(سورۃ الاسراء)

اور جتنی چیزیں ہیں سب اس کی حمد و ثنائے ساتھ اس کی تسبیح و تقدیس کر رہی ہیں مگر تم انکی تسبیح و تقدیس نہیں سمجھ سکتے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بڑا متحمل اور بڑا ہی گذر کرنے والا ہے۔

## فصل

(موجوداتی صلاح و فلاح اسی میں ہے کہ اس کی تمام تر حرکات، احوال و تمام تر محبتیں صرف خالقِ حقیقی کیلئے ہوں۔ توحید اسی کا نام ہے کہ موصوفِ خدا ہی کو مانا جائے) مذکورہ بالا حقیقت سمجھ لینے کے بعد یہ سمجھ لو کہ ہر جاندار کے اندر ارادہ، محبت اور عمل و فعل موجود ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی اصلاح و درستگی ہوا کرتی ہے۔ اور ہر متحرک کی حرکت کی اصل محبتِ الہیہ ہے۔

مخلوقات و موجودات کی اصلاح و فلاح اسی میں ہے کہ اس کی تمام تر حرکات، احوال و محبتیں صرف اپنے خالق۔ خالق۔ باری۔ وحدہ لا شریک کے لئے ہوں۔ جس طرح کہ مخلوقات و موجودات کا وجود صرف خدائے وحدہ لا شریک کی تخلیق و تدبیر کی وجہ سے ہے۔ اس کی تمام تر حرکات اور محبتیں بھی صرف خدائے وحدہ لا شریک ہی کے لئے ہونی چاہئیں۔ اور اسی حقیقت کی بنا پر خدا نے فرمایا ہے۔



لو كان بينهما الهة الا الله فسدتا  
نسجات الشرب العرش عما  
يصفون -  
ان باتوں سے پاک ہے۔ (سورة الانبياء)

اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا اور بھی اللہ ہوتے  
تو یہ زمین و آسمان دونوں ہی برباد ہو گئے ہوتے تو جیسی  
جیسی باتیں یہ لوگ کرتے ہیں اللہ جو عرش کا مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے اندر فسدتا۔ (زمین و آسمان برباد ہو جاتے) فرمایا ہے اور  
لما وجدنا (زمین و آسمان موجود نہ ہوتے) نہیں فرمایا۔ نیز دیکھا نامعینین (زمین و آسمان معدوم  
ہوتے) یا۔ لعدمنا (زمین و آسمان معدوم ہو جاتے) نہیں فرمایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس امر پر  
قادر ہے کہ زمین و آسمان کو فساد و خرابی کی شکل میں بھی باقی رکھے۔ لیکن علی وجہ الکمال۔ علی وجہ الاصلاح  
بصورت استقامت۔ زمین و آسمان کا باقی رہنا اسی وقت ممکن ہے جبکہ خدا صرف ایک وحدہ  
لا شریک ہو۔ کیونکہ زمین و آسمان اور زمین و آسمان کی ہر چیز۔ اور زمین و آسمانی کے تمام رہنے  
بہنے والوں کا معبود صرف خدائے وحدہ لا شریک ہی ہے۔ اگر اس عالم کے دو معبود ہوتے تو نظام  
عالم کلیتہً درہم برہم ہو جاتا کیونکہ ہر تقدیر خدا ہونے کے دونوں ایک دوسرے پر غالب اور بالاتر رہتے  
اور اپنی الہیہ و انوکھیت میں متفرد۔ اور تنہا رہنے کا خواہشمند ہو گا۔ کیونکہ کمال الہیہ و انوکھیت میں کسی  
کا شریک ہونا۔ اسکی الہیت و انوکھیت کے اندر نقص ظاہر کر رہا ہے۔ اس لئے کہ جو ذات الہیہ اور معبود ہو  
وہ کبھی گوارا نہیں کرتی کہ یہ ناقص اور کمزور اللہ و معبود بنا رہے۔ اور پھر اگر ان دونوں خداؤں۔  
اور دونوں معبودوں میں سے کوئی ایک اللہ اور ایک معبود دوسرے کو مغلوب کر لیتا ہے تو وہ جو غالب اور  
قہر مان ہو گا۔ وہ اللہ اور معبود ہو گا۔ اور جو مغلوب و مقہور ہو گا وہ اللہ اور معبود نہیں ہو سکتا اور اگر  
یہ حالت ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کو مغلوب و مقہور نہیں کر سکتا۔ اور ایک دوسرے  
پر غالب نہیں آسکتا تو دونوں کا کمزور ہونا لازم آتا ہے۔ دونوں کی انوکھیت ناقص و ناتمام ہے لہذا  
اس صورت میں یہ لازم ہے کہ ان دونوں پر کوئی تیسرا اللہ اور معبود ہو۔ جو ان ہر دو پر غالب ہو۔

اور ان ہر دو پر حکومت و فرمانروائی کرے اور اگر کوئی تیسرا ان دونوں پر حاکم نہیں ہے  
تو پھر یہ ہو گا کہ یہ دونوں اپنی اپنی مخلوق کو لے کر ایک دوسرے پر حملہ کرنے۔ ایک دوسرے پر غلبہ  
پانے۔ اور ایک دوسرے کو مغلوب کر نیکی کوشش کرے اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں زمین و  
آسمان اور جو کچھ زمین و آسمان پر ہے۔ فاسد اور تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گا۔ یہ بالکل واضح بات ہے  
کہ اگر دو بادشاہ ایک ملک میں ہوں تو ملک تباہ ہو جائے گا۔ اور ایک عورت کے دو شوہر ہوں گے

تو عورت تباہ ہو جائے گی۔ ایک مادہ دونوں سے حاملہ ہو تو مادہ تباہ ہو جائے گی۔ دنیا کی بربادی اور فساد بادشاہوں اور خلیفوں کے باہمی اختلاف ہی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ دشمنان اسلام نے جب کبھی کسی اسلامی ملک پر حملہ کیا ہو گا۔ یا طمع و لالچ کی نظر سے اسلامی ملک کی طرف بڑھائی ہونگی۔ اسی وقت اٹھائی اور بڑھائی ہونگی! جبکہ مسلمان باہمی اختلاف و فساد کے اندر مبتلا ہونگے اور ایک دوسرے کے خلاف اپنی اپنی بالادستی کے لئے کوشاں ہوں گے۔

غرض! آسمان کی اؤ زمینوں کی صلاح و استقامت اور مخلوقات کا بہترین اور کامل ترین نظام۔ اس امر کی زبردست دلیل ہے کہ اس نظام کو چلانے والی وہ ذات ہے جس کی شان میں یہ کہا گیا ہے۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک  
لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی  
ویمیت وہو علی کل شیء قدیر  
عرش اعلیٰ سے لے کر تحت الشرائک خدا کی ذات کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہی ایک ہی ذات معبود ہے۔ اور بس۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ما اتخذ اللہ من ولد و مکان  
معہ الہ اذ لا ذہب کل الہ  
بما خلق ولعلی بعضہم  
علی بعض سبجان اللہ عما یصنعون  
عالم الغیب والشہادۃ فتعالی عما  
یشدکون : (سورۃ المؤمنون)

اور ارشاد ہے۔

کیا ان لوگوں نے ایسے معبود بنا رکھے ہیں جن کو یہ لوگ  
خود زمین سے بنا کھڑے کرتے ہیں۔ اگر زمین و آسمان  
میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان دونوں بھی  
بر باد ہو گئے ہوتے تو جیسی جیسی باتیں یہ لوگ بتاتے ہیں  
اللہ جو عرش کا مالک ہے وہ ان باتوں سے پاک ہے

امّا اتخذوا الہة من الدف  
ہم ینشرون : لو کان فیہما الہة  
الا اللہ لفسدتا۔ سبحان اللہ رب  
العرش عما یصنعون۔ لا یسئل عما  
یفعل وہم لیسئلون۔



(سورۃ الانبیاء) جو کچھ کہتا ہے اسکی باز پرسی اس سے نہیں کی جاسکتی۔

اور ارشاد ہوتا ہے۔

قل لو کان معہ الہة کما یقولون  
اذا لا یتغوا الی ذی العرش  
سبیلا (سودہ بنی اسرائیل)

اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہو اگر خدا کے ساتھ جیسا یہ لوگ کہتے ہیں اور معبود بھی ہوتے تو اس صورت میں ان معبودوں نے خدا تک پہنچنے کا راستہ کبھی کا ڈھونڈ نکالا ہوتا۔

یعنی یہ لوگ ایک دوسرے پر غلبہ پانے کے لئے ایک دوسرے پر حیر اور زبردستی کر نیکی راستے تلاش کر لیتے جس طرح سلاطین اور بادشاہ ایک دوسرے پر غلبہ پانے کے لئے کیا کرتے ہیں اور زبردستی کرنے کے راستے تلاش کرتے رہتے ہیں۔

اور آیت کے جو یہ معنی ہم نے بیان کئے ہیں اس پر ایک دوسری آیت دلالت کرتی ہے خدا فرماتا ہے۔

ولعلی بعضہم علی بعض  
اور بعض بعض پر غالب آجاتے۔

ہمارے شیخ حضرت نعیمیہؒ اس آیت کے معنی ادا کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں آیت کے صحیح معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ تقرب و طاعت کے ذریعے خدا تک پہنچنے کی راہ تلاش کر لیتے اب بتاؤ تم خدا کو چھوڑ کر ان کی عبادت کس طرح کرتے ہو؟

اگر وہ لوگ کہ جن کے ذریعہ تم تقرب حاصل کرتے ہو معبود ہوتے جیسا کہ ان لوگوں کا خیال ہے تو پھر بھی یہ لوگ خدا کے بندے ہی ہوتے ہیں۔ خدا تو نہیں ہوتے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں آیت کے اس معنی پر یہ آیت کسی وجہ سے دلالت کرتی ہے۔

اول۔ یہ کہ خدا ارشاد فرماتا ہے۔

ادلائک الذین یدعون، یتغفون  
الیٰ دینہم الوسیلۃ الیہم اقرب و  
یرحبون رحمۃ ربہم فوف  
عذابہ

یہ لوگ جن کو مشرکین حاجت روا سمجھ کر پکارتے ہیں ان میں سے جو دوسروں کی نسبت زیادہ تقرب میں ہیں۔ وہ اپنے پیغمبر کا کہ زیادہ قربت مال کرنے کے ذریعہ تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اور اسکی

رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اسکی عذاب سے ڈرتے ہیں (سودہ الاسراء)

یعنی تم مجھے چھوڑ کر جن دوسروں کی عبادت کرتے ہو۔ وہ تو میرے ہی بندے ہیں جس طرح کہ تم میرے بندے ہو۔ اور یہ بھی میری رحمت کے خواہاں ہیں اور میرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

بھلا جب حقیقت یہ ہے تو پھر تم خدا کو چھوڑ کر ان کی عبادت و پرستش کیا کرتے ہو؟  
دوم۔ یہ کہ حق تعالیٰ نے یہاں یہ نہیں کہا کہ۔

لا تَبْغُوا إِلَهَ سِوَالِہِ  
اس پر غلبہ پانے کا راستہ تلاش کریں گے۔  
بلکہ یہ کہتا ہے۔

لا تَبْغُوا إِلَهَ سِوَالِہِ  
اس کی طرف جائے کار راستہ تلاش کریں گے۔

لفظ الیہ اور الیٰ تقریب و نزدیکی کے لئے مستعمل ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے  
الْقَوْلَ اللّٰہِ وَابْتَغُوا إِلَہَ الْوَسِیْلَہِ  
اللہ سے ڈرتے رہو اور اس تک پہنچنے کے ذریعہ  
(سورۃ المائدہ) جستجو کرتے رہو۔

غلبہ اور قہر پانے کے مواقع میں لفظ علیٰ مستعمل ہے۔ مثلاً

فَإِنِ اطَعْتُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَیْہِمْ سِوَالِہِ  
پھر اگر تمہاری باتیں ماننے لگیں تو بھی ان پر ناجو  
(سورۃ النصار) کے پہلو نہ ڈھونڈتے پھرو۔

معلوم۔ یہ کہ کفار و مشرکین یہ قطعاً نہیں کہتے تھے کہ ان کے معبود خدا پر غلبہ کرنا چاہتے ہیں۔ خدا  
کے مقابلہ میں علو۔ رفعت و بلندی چاہتے ہیں بلکہ حق سبحانہ و تعالیٰ ان کے بائے میں یہ فرماتا ہے  
قُلْ لَوْ کَانَ مَعَهُ اِلٰہٌ مِّمَّا کُفِّرُوا  
لے پیغمبر! ان لوگوں سے کہو اگر خدا کے ساتھ  
دیۃ معلون۔ جیسا یہ کہتے ہیں اور معبود مورتے ہیں۔

ان کا کہنا یہی تو تھا کہ ان کے رب اور معبود بھی تو تقرب خداوندی کے خواستگار ہیں  
انہیں جو پوجتا ہے ان کو وہ خدا کے قریب کر دیتے ہیں تو اب خدا فرماتا ہے اگر بات یہی ہے جو تم  
کہا کرتے ہو تو تمہارے یہ معبود بھی تو خدا کے بندے ہی ہونگے۔ تو اب گویا خدا کے فرمان کے یہ معبود  
ہو چکے کہ تم لوگ خدا کو چھوڑ کر خدا کے بندوں۔ اور اس کے غلاموں کی عبادت کیوں کیا کرتے  
ہو؟ خاص خدا کی عبادت کیوں نہیں کرتے؟

## فصل

(محبت محمودہ۔ اور محبت مذمومہ)

(ہر محبت کے لئے خواہ وہ نافع ہو یا)

(مضر نہ رساں کچھ وجہ فوق حلاوت)



## (شوق لازم اور ضروری ہے)

ہر محبت کے کچھ آثار۔ توابع۔ لازم اور احکام ہوتے ہیں۔ محبت خواہ محمودہ ہو یا مذمومہ نفع بخش ہو یا مفرت رساں کیسی ہی محبت ہو اس کے آثار و احکام ضرور نمایاں ہوتے ہیں۔ چنانچہ وجد۔ رزق۔ حلاوت۔ شوق۔ نفس۔ وصل و اتصال۔ قرب۔ انفصال و بعد ہجر کے صدقات۔ وصل و قرب کا سرور و فرحت۔ بعد ہجر کا حزن و غم اور رنج و گریہ وغیرہ تمام امور محبت کے آثار۔ احکام اور لازم ہیں۔ لیکن محمود ترین۔ نافع ترین محبت وہ ہے جو محبت کو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہم آفرین کرے اور دنیا آخرت کی سعادت اور نفع کی طرف سے کچھ نہ مانگے اسی قسم کی محبت سعادت دہین کا لوازم ہے۔ اس محبت جو دنیا آخرت کی طرف سے کچھ نہ مانگے شقاوت و بد بختی کا بخوان ہے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ ایک عقلمند۔ دانشمند۔ اس محبت کو اختیار نہیں کر سکتا جو اس کے لئے مفرت رساں ہو۔ اور اسے شقاوت و بد بختی کے غار میں دھکیل دے۔ اور مفرت رساں محبت کا فائدہ در انسان سے صرف جہالت و عظمت کی وجہ سے ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ انسان کا نفس اسے مفرت رساں محبت کی طرف لیجاتا ہے۔ نفس کی یہ فاعلیت ہے کہ وہ انسان کو نقصان دہ۔ مفرت رساں چیز ہی کی طرف لیجاتا ہے جہاں میں اسے کسی قسم کا بھی نفع نہیں ہوتا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ نفس کی پیروی کرنا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ انسان محبوب کی محبت سے پیش آئے ہوئے حالات و حوادث سے بے خبر ہوتا ہے اور بغیر سوچے سمجھے اور اس کے نقصانات سے لاعلم ہو کر اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے اور اس محبوب کے اندر جو مفرتی موجود ہیں۔ یا جو خرابیاں اس کی محبت میں مظہر ہیں۔ اس کا شعور بیک (سکو نہیں ہوتا۔ اور یہ حال ان لوگوں کا ہوتا ہے۔ جو بغیر ظلم۔ بلا سوجھ بوجھ کے محض خواہشات۔ شہوات کی اتباع و پیروی کیا کرتے ہیں۔ یا پھر ان لوگوں کا یہ حال ہوتا ہے جو ایسی محبت کی مغرتوں سے تو واقف ہیں۔ اس کی مغرتوں کو جانتے پہچانتے اور سمجھتے ہیں۔ لیکن پھر بھی وہ اپنی خواہشات کو اپنی معطوات پر ترجیح دیتے ہیں اور اس صورت میں بھی یہ ہوتا ہے کہ محبت و چیزوں سے مرکب ہو جاتی ہے۔ اعتقاد۔ فاسد اور اتباع خواہشات اور محبت فاسد کی پیداوار محض جہالت و حماقت۔ اور اعتقاد فاسد کی وجہ سے ہوتی ہے اور اکثر محبتیں دنیا میں اسی قسم کی ہوتی ہیں۔ یا پھر یہ کہ جہالت اور اعتقاد فاسد سے متاثرہ بعض لوگوں سے ہے اور اس کے اندر رجحان ہو جاتا ہے۔ جو باہم ایک دوسرے کے معین و مددگار بن کر اس کو شہوات کی

طرف موڑ دیتے ہیں جس کی وجہ سے حق اور باطل اس پر مشتبہ ہو جاتے ہیں۔ اور محبوب کا معاملہ اس کے سامنے بظاہر ایک آراستہ صورت میں پیش ہوتا ہے اور ان شہادت کی تائید و معاونت سے شہادت اس کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ اور اسے کشتاں کشتاں محبوب تک کھینچ کر لے جاتی ہے۔ اور پھر شہادت و شہوات کے لشکر عقل و ایمان کے لشکروں کے مقابلہ میں پوری قوت سے ٹٹ جاتے ہیں اور پھر جانین میں پوری قوت سے معرکے شروع ہو جاتے ہیں اور بالآخر وہ غالب و ظفریاب ہوتا ہے جو قوی تر اور مضبوط ہوتا ہے۔

جب یہ حقیقت تمہارے ذہن نشین ہو گئی تو اب کچھ لو کہ محبت کی ہر نوع اور ہر قسم کے توابع اور لوازم کا حکم وہی ہوتا ہے جو اس کے متبوع کا ہوتا ہے۔ جو محبت کہ محمود و نافع ہے۔ اور اس کے لئے عنوان سعادت ہے جس سے اس کی دنیا و عجبی کی فلاح وابستہ ہے۔ اس محبت کے تمام توابع، لوازم اور آثار اس کے حق میں نافع اور سود مند ہونگے اور ان توابع و لوازم کا وہی حکم ہوگا جو ان کے متبوع کا ہے مگر انسان محبت محمودہ کے لئے رذائے تویہ و نا اس کے حق میں نافع ہے۔ اسے حزن و غم لاحق ہوتا ہے تو اسے نفع بخش ہے۔ فرح و مسرت حاصل ہوتا ہے سود مند ہے۔ انشراح و انبساط پیدا ہوتا ہے تو اس کے لئے مفید ہے۔ انقباض پیدا ہو تو موجب سعادت ہے غرض! یہ تمام امور اصل متبوع کی طرف سفر محبت کی منزل میں قرار پا جاتی ہیں۔ از دیار محبت۔ رنج محبت۔ قوت محبت! اصل محبت کے احکام میں شامل ہو جاتے ہیں۔

مفرت رساں محبت اور اس کے تمام توابع و لوازم اور آثار انسان کے لئے مفرت رساں ہیں اور اسے رب العالمین کی بارگاہ سے دور بھیں کر دیتے ہیں۔ مفرت رساں محبت جہاں کہیں اہمیں شخص میں بھی اپنے توابع و لوازم۔ اور آثار میں متقلب اور نمایاں ہوگی مفرت رساں ہی ہوگی۔ اور اپنے پروردگار سے بعد معصی ہی پیدا کریگی جس منزل جس مقام میں یہ محبت پہنچے گی خواہ ہوگا اور رب العالمین سے بعد معصی اس کے ساتھ ہی ساتھ ہوگی طاعت و معصیت کے ہر کام کی شان یہی ہے۔ طاعت و اطاعت سے جو چیز بھی پیدا ہوگی وہ طاعت و اطاعت کے لئے زیادتی اور فراوانی ثواب۔ قرب رب العالمین کا موجب ہوگی اور جو چیز معصیت اور نافرمانی سے پیدا ہوگی۔ وہ خسران۔ خذلان۔ بعد عن اللہ کا موجب ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يَهْتَدِي سَبِيلَ سَمَاءٍ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا سَبِيْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبِيْلَ الْاَشْقٰى



وَلَا نَنْصِبُ وَلَا نَخْمَصُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
وَلَا يَطُوتُ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا  
يُنَالُونَ مِنْ عَدُوِّنَا إِلَّا  
كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ  
اللَّهَ لَا يُفْسِحُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ وَلَا  
يَنْفَقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا  
يَقْطَعُونَ وَادِيًا. الْأَكْتَبُ بِهَرَجِيمٍ  
اللَّهُ أَحْسَنُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔

اور محنت اور بھوک کی تکلیف پہنچتی ہے تو اور جن  
مقامات پر کافروں کو انکا چلنا پھرنا اور گذرنا ہے۔  
وہاں چلتے ہیں تو اور دشمنوں سے کچھ مل مل رہا ہے  
تو ہر کام کے بدلے انکا ایک کام لکھا جاتا ہے جو انکا دل  
والوں کے اجر کو خالص نہیں ہے تو یا کونسا قحط آیا  
بہت کچھ راہ قدامین مرف خرب کرتے ہیں اور جو  
میدان انکو ملے کرنے پڑتے ہیں سب ان کے  
نام لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ انکو ان کے اعمال کا بہتر سے  
بہتر بدلہ عطا فرمائے۔

(سورہ توبہ)

یہاں پہلی آیت میں فدا یہ خبر دیتا ہے کہ طاعت و عمل۔ اور فعل و کردار سے ان کے حق  
میں عمل صالح لکھا جاتا ہے دوسری آیت میں یہ خبر دیتا ہے کہ جو اعمال صالحہ ان سے صادر ہوتے  
ہیں اور یہ ان کے حق میں لکھے جاتے ہیں ان ہر عمل میں تقویٰ ہے کہ یہ اعمال حاصل و عمل نہیں ہے۔ بلکہ ہر انسان  
ملا ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کیلئے عمل صالح لکھا جاتا ہے وہ ہر چیز میں انسان کا عمل فعل ہے جو ان کے حق میں لکھا جاتا ہے  
ہر قلیل محبت کو چاہیے کہ اس فعل کا مطالعہ پوری توجہ سے کرے اس سے عالم سے  
اسے معلوم ہو جائیگا کہ کونسی محبت اسکے لئے مفید اور موجب سعادت ہے اور کونسی موجب نقصان و خسران؟  
سَيَعْلَمُ لَوْمَ الْعَوْضِ أَىْ بِفَاعَةِ  
عَنْ قَرِيبٍ يَسْتَتِي كَيْ دَسْ وَهْ جَانِ يَكَا كَيْ كُنْ سِيْ بُوْجِي  
اَضْلَعْ وَعِنْدَ الْوَرْدِ مَا كَانَ حَصْلًا  
اِنْ فَضْلُ كَرُوْى اَبْعَدَنْ كَيْ دَقْتُ كُنْ سِيْ جَزِيْلُ حَاصِلُ

## فصل

(وین کے معنی میں خشرع خضرع اور خاکساری داخل ہیں)  
(اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم۔ عدل و انصاف اور خلق میں)  
(مراط مستقیم پر ہے خدا کے اسماء و صفات حین عدل و حکمت)  
(رحمت و احسان فضل و کرم۔ ثواب عقاب کے واقع میں کمال مقدر کے موجب ہیں)  
جس طرح محبت اور ارادہ ہر فعل و عمل کی اصل ہے۔ جیسا کہ تم معلوم کر چکے۔ یہ محبت و

ارادہ ہر دین کی بھی اصل ہے۔ خواہ دین حق ہو یا دین باطل۔ کیونکہ ”دین“ اعمال ظاہرہ اور باطنہ کا نام ہے اور ظاہر سے کہ ان تمام اعمال ظاہرہ و باطنہ کی اصل یہی محبت و ارادہ ہے۔ اور دین نام ہے طاعت عبادت اور خلق حق کا۔ یہ طاعت ایسی ہونی چاہیے کہ لازمی اور دائمی ہو۔ اس طرح کہ یہ انسان کا خلقی اور عادی و قلیف بن جائے۔ اور اس معنی کی رو سے اللہ تعالیٰ نے دین کو خلق سے تعبیر کیا ہے فرماتا ہے  
 وَاللّٰهُ لَعَلٰی خَلْقٍ عَظِيْمٍ (سورۃ القلم)  
 اے بیشک تمہارے اخلاق اللہ بڑے اعلیٰ درجے کے ہیں  
 اس آیت کے متعلق حضرت امام احمد بن حنبل۔ حضرت امام ابن عیینہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں لعلی خلق عظیم کے معنی میں لعلی دین عظیم۔  
 حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرتؐ کے اخلاق کیا ہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔

مکان خلق القرآن؛ آپ کے اخلاق قرآن ہے۔  
 دین کے معنی میں اذلال اور قہر و غلبہ دونوں داخل ہیں۔ نیز اس کے معنی میں ذلت و خفا کا خضوع و طاعت بھی داخل ہے اور یہی وجہ ہے۔ دین اعلیٰ سے اسفل کی طرف جھکنا ہے۔ جیسا کہ عرب کا محاورہ ہے۔

دُنتَ فادات میں نے جبراً اُسے جھکایا تو وہ جھک گیا۔  
 اور یہ بات اول سے اعلیٰ کے سامنے ہو کر کرتی ہے جیسا کہ عرب کا محاورہ ہے۔  
 دنت اللہ۔ و دنت للہ۔ میں اللہ سے آگے جھکا اور اللہ کے لئے جھکا۔  
 اور عرب کا محاورہ ہے۔  
 فلان لا یدیت اللہ دنیا۔ ولا یدین اللہ بدین۔  
 فلاں آدمی خدا کے سامنے نہیں جھکتا اور وہ اللہ کے آگے جیسا جھکتا چاہیے نہیں جھکتا۔  
 اور عرب کا محاورہ ہے۔

فندان اللہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی  
 یعنی وہ اسکی اطاعت کرتا ہے اسے محبت کرتا ہے اس سے ڈرتا ہے۔  
 اور عرب کا محاورہ ہے۔  
 ودان اللہ وہ خدا کے آگے جھک گیا۔  
 یعنی خدا کے حضور میں اس نے خضوع و خضوع کا اظہار کیا اور اپنے کو اس نے خدا کے



سامنے عاجز اور سرنگوں کر دیا اور اس کے سامنے اپنے کو جھکا دیا اور ذلیل و خاکسار کر لیا اور خدا کا مطیع و فرمانبردار ہو گیا۔

دین کی دو قسمیں ہیں۔ دین ظاہر اور دین باطن۔ دین باطن کے لئے خضوع اور محبت لازم ہے۔ جیسا کہ عبادت کے اندر ہوا کرتی ہے۔ بخلاف دین ظاہر کے کہ اس میں محبت لازم نہیں ہے۔ اگرچہ اس میں انقیاد۔ اطاعت اور ذلت پائی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کا نام ”یوم الدین“ رکھا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس دن لوگوں کو انکے اعمال کا بدلہ دیگا۔ اچھے اعمال کا اچھا بدلہ۔ اور برے اعمال کا برا بدلہ دیگا۔ اس معنی سے لحاظ سے لفظ ”دین“ جزا و بدلہ اور حساب کے معنی پر مشتمل ہے۔ اور اس معنی کی رو سے قیامت کے دن کو ”یوم الجزاء“۔ ”یوم الحساب“ کہا گیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فذلک ان کنتم غیر مدینین ترجعونہا  
ان کنتم صادقین (سورۃ الواقعہ)  
اگر تم کسی کے دلیل نہیں بنے اور سچے ہو تو جان  
کو لوٹا کیوں نہیں لاتے۔

یعنی اگر تم خدا کی ربوبیت میں نہیں ہو۔ اس کے سامنے مقہور و مغلوب نہیں ہو اور وہ تمہیں  
بزار اور بدلہ نہیں دیگا تو پھر تم اپنی روح کو واپس کیوں نہیں لوٹا لاتے؟

یہ آیت مزید تشریح کی محتاج ہے۔ یہ آیت ”منکرین بعث“۔ ”منکرین قیامت“ منکرین  
حساب کے مقابلہ میں۔ بطور حجت وارد ہوتی ہے اور یہ ضروری ہے کہ ”حجت“ ”دلیل“ اپنے ”مدلول“ کو  
مستلزم ہوتا کہ جب دلیل سامنے آجائے تو مدلول فوراً سامنے آجائے۔ ذہن اسی وقت مدلول کی طرف  
منتقل ہو جائے۔ کیونکہ دلیل و مدلول میں باہم تلازم ہوا کرتا ہے اور اسی لئے ملزم اپنے لازم کے لئے  
دلیل ہوا کرتا ہے اور اس کے برعکس ہونا ضروری نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ دلیل موجود ہو۔ لیکن مدلول  
تک نہ پہنچ سکے۔

آیت کے استدلال کی صورت یہ ہے۔ کفار عرب ”یوم البعث“ یعنی قیامت کے دن اور جزا  
و سزا کا انکار کرتے تھے اس لئے وہ رب العالمین سے کفر و انکار کرتے تھے۔ اسکی قدرت و ربوبیت اور  
حکمت کا بھی انکار کرتے تھے۔

یہاں دو باتیں لازم اور ضروری تھیں یا تو وہ اس امر کے مقرر اور معترف ہیں کہ انکا کوئی رب الہی ہے جو  
ظاہر۔ غالب اور زبردست ہے اور ایسا غالب اور زبردست ہے کہ بتوں پر اسکا پورا تصرف اور غلبہ ہے

جب چاہتا ہے بندوں کو مارتا۔ اور جلاتا ہے اور انکو جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے اور جس چیز سے منع کرنا چاہتا ہے منع کر دیتا ہے۔ نیک کاروں کو اجر و ثواب سے نوازتا ہے اور بدکاروں کو عذاب دیتا ہے۔ اور یہ اس شان اور صفات کے رب سے منکر ہیں۔ اگر وہ اس کا اقرار کرتے ہیں۔ تو یوم بعثت۔ یوم حشر و نشر اور امری جزائی دین کا اقرار کرتے ہیں۔ اور اگر وہ اس سے انکار کرتے ہیں۔ تو کفر کر رہے ہیں۔ اور خدا کا انکار کر رہے ہیں اور وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ انکا کوئی "سب" اور پروردگار نہیں ہے۔ نہ وہ کسی کے محکوم ہیں نہ انکا کوئی ایسا رب ہے اور جو ان پر متصرف، اور غالب ہے۔ اس قسم کے لوگوں سے کہا جاتا ہے اگر ایسا ہے تو پھر تم اپنی موت کو کیوں دفع نہیں کرتے؟ جب وہ تمہارے پاس آتی ہے تم اسے کیوں نہیں ہٹا دیتے؟ اور اپنی روح کو جبکہ وہ حلقوم تک پہنچ جاتی ہے اپنی جگہ واپس کیوں نہیں لے آتے؟

آیت کا خطاب ان لوگوں کو ہے جن پر نزع کا وقت طاری ہے اور وہ اپنی موت کو سامنے دیکھ رہے ہیں۔ ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تم اپنی روح کو اپنی جگہ واپس کیوں نہیں لے آتے؟ اگر تم اس پر قادر ہو۔ اور تم کسی دوسرے کی ربوبیت میں نہیں ہو۔ اور تم کسی غالب قادی کے سامنے کہ جس کے احکام تم پر جاری ہوں۔ جس کے اوامر و نواہی تم پر نافذ ہوں۔ مغلوب و مقہور نہیں ہو تو پھر تم اپنی روح کو کیوں واپس نہیں لوٹاتے؟

خدا کی وحدانیت و ربوبیت۔ بندوں پر خدا کے تصرف اور نفوذ احکام کے بابے میں یہ آیت، ایک زبردست اور قوی ترین دلیل ہے۔

دین دو قسم کا ہے۔ دین شرعی امری۔ اور دین حسابی جزائی۔ اور یہ ہر دو قسم کے دین صرف اللہ وحدہ لا شریک ہی سے لئے ہیں۔ اور دین کل کا کل یا تو امر ہے۔ یا جزا۔ اور ان ہر دو دینوں کی اصل محبت ہے۔ کیونکہ خدا نے جو کچھ بھی شروع فرمایا ہے اور جس چیز کا بھی حکم دیا ہے۔ ظاہر ہے وہی چیز ہے جو خدا کو محبوب اور پسندیدہ ہے اور جس سے وہ راضی ہے اور جس چیز سے بھی منع کرتا ہے وہ وہی چیز ہے جسے خدا مکروہ سمجھتا ہے اور جس سے وہ بغض و نفرت کرتا ہے کیونکہ یہ اس چیز کے بالکل منافی ہے جسے وہ محبوب رکھتا ہے اور جس سے وہ راضی ہے۔

دین امری کا مرجع خدا کی محبت و رضامندی ہے اور بندے کا دین اسی وقت مقبول ہے جبکہ اسکی محبت و رضامندی شامل ہو۔ جیسا کہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔

ذاق طعم الایمان من دعتی باللہ اس ایمان کاملہ چکھا جو اللہ کی ربوبیت سے



راضی ہوا اور اسلام کو اپنا دین بنا کر اور محمدؐ کو رسولؐ مان کر راضی ہوا

غرض! دین کی عمارت محبت پر قائم ہے اور محبت ہی کی وجہ سے دین شروع ہوا ہے اور محبت ہی کے لئے شروع ہوا ہے اور دین جزائی کا بھی یہی حال ہے۔ کیونکہ دین جزائی دلوں پر مشتمل ہے۔ لیکن نیکو کاروں کو احسان دینا بھی دیا جائے اور مجرم۔ بد عمل۔ بد کرداروں کو ان کے جرم کا بدلہ دیا جائے اور ہر دو باتیں خدا کو محبوب اور پسندیدہ ہیں کیونکہ یہ عین اس کا عدل و فضل ہے۔ اور عدل و فضل خدا کے صفات گالیہ ہیں اور حق سبحانہ اپنی صفات واسمہ کو محبوب رکھتا ہے اور اسے بھی محبوب رکھتا ہے جو ان صفات و اسمہ کو محبوب رکھتا ہے اور یہ ہر دو قسم کے دین خدا کی صراط مستقیم ہے جس پر خدا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ادا امر اور ای۔ ثواب و عقاب میں اسی صراط مستقیم پر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبرؐ پر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول کو نقل فرماتا ہے جو انہوں نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

یہ خدا کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے کسی کو گواہ دیا ہے کہ خدا کے

سوا تم جو شریک بناتے ہو۔ میں ان سے بالکل بیزار ہوں تو تم سب کو میرے ساتھ اپنی جہی کر چلو اور مجھے مہلت نہ دو میں تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھتا ہوں کہ وہ میرا وقتہلا پور دے گا ہے جتنے جائز اور ہیں سب ہی کی تو چوٹی اسکے ہاتھ میں ہے بے شک میرا رب مستیڈا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ

بَوَّكَ مَا تَشْرِكُ مِنْ دُونِكَ

بِجَعْلِكَ لِمَنْ تَشْفِقُ عَلَيَّ اَنْ تَكُنَّ عَلَيَّ اِلٰهًا

وَرَبِّكُمْ۔ مَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ آخِذٌ بِمَا صَنَعَتْهَا

اِنْ رُبِّيْ عَلَى الصِّرَاطِ مُسْتَقِيمٌ۔

(سورۃ ہود)

خدا کے پیغمبرؐ حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب سمجھ لیا کہ رب العالمین اپنے خلق۔ امر۔ ثواب و عقاب۔ تقاضا و قدر۔ منع و عطا۔ عاقبت و بلا۔ توفیق اور خذلان میں بالکل صراط مستقیم پر ہے اور ان امور میں وہ اپنے کمال مقدس سے خارج نہیں ہوتا جو اس کے اسماء و صفات کے مقتضیات سے ہیں۔ اور اس کے اسماء و صفات عدل و حکمت۔ رحمت و احسان۔ فضل و کرم۔ ثواب و ثواب کی جگہ اور عقوبت کو عقوبت کے مقام میں صرف کرتے ہیں۔ اور توفیق و خذلان۔ عطا و منع۔ ہدایت و ضلالت کو ٹھیک ٹھیک اپنے اپنے صحیح مقامات پر رکھتے ہیں۔ اور خدا کے اسماء و صفات جس کمال مقدس کے مقتضی ہیں۔ اس میں کامل اور مکمل ہیں کہ خدا کمال حمد و ثنا کا حقدار ہے تو حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اندر علم و عرفان کی ایسی لہر دوڑ گئی کہ اپنی قوم کے اجتماع میں ہلّاخوف و خطر کھڑے ہو گئے اور نڈر دل لے کر خدا کے قدوس کی عظمت و جلالت کو سنا منے نہ کہ کر پکارا اٹھے۔

انی اشہد اللہ - واشہد وانی

میں خدا کو گواہ بناتا ہوں۔ اور تم بھی گواہ رہو کہ

بدی ما لشرون من دوند۔ خدا کے سوا جو تم دوسرے کو شرک پہناتے

(سورۃ ہود) ہو میں اس سے بری ہوں۔

اس کے بعد خدا کا یہ پیغمبر خدا کی قدرت عامہ۔ اس کے قہر و غلبہ کی عمومیت۔ اور خدا

کے سوا تمام پر خدا کے قہر و غلبہ کی۔ اور خدا کی عظمت و جلالت کے سامنے ہر شئی کے جھکنے۔ ذلیل ہونے اور مغلوب و مقہور ہونے کی خبر دیتا ہے۔

ما من دابة الا هو آخذ بناصيته۔ جتنے جاندار ہیں سب کی چوٹی اس کے ہاتھ میں ہے

پکارا اٹھے کہ جس کی پیشانی اور چوٹی دوسرے کے ہاتھ میں ہے۔ خود دوسرے کے قبضہ

میں ہے۔ دوسرے کے قہر و غلبہ دوسرے کی سلطنت و فرمانروائی میں ہے۔ وہ ایسے لوگوں سے

کیونکر ڈر سکتا ہے۔ ایسے لوگوں سے ڈرنا انتہا درجہ کی ذلت و اوارق ترین ظلم ہے۔

اس کے بعد خدا کا یہ پیغمبر خبر دیتا ہے۔ خدا مراط مستقیم پر ہے اور ہر وہ چیز جو اس کی

تضاد و قدر فیصلہ کرے۔ مراط مستقیم پر ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ بتدرہ خدا کے ظلم و جور

سے نہیں ڈرتا۔ کیونکہ اس ذات سے ظلم و جور ممکن ہی نہیں ہے اور اس لئے میں خدا کی

ذات کے سوا کسی سے ڈرتا نہیں کیونکہ میری پیشانی "میری چوٹی" میرے اختیارات" اسی کے ہاتھ

میں ہیں۔ اس کے ظلم و جور سے میں قطعاً بے خوف ہوں کیونکہ وہ مراط مستقیم پر ہے ظلم و جور اس کی شان نہیں

حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات وہ ذات ہے کہ بندوں کے حق میں اسی کا حکم

جاری ہوتا ہے اور اس کے فیصلہ میں عدل ہے۔ ملک اسی کا ہے۔ اور یہی حمد و ثنا

کا مستحق ہے۔ بندوں پر اس کا تعریف عدل و فضل کی حدود سے باہر نہیں ہے۔ اگر وہ

دیتا ہے تو یہ اس کا کرم ہے۔ ہدایت و راہنمائی کرتا ہے۔ خیر و صلاح کی توفیق عطا

فرماتا ہے تو عین اس کا فضل اور اس کی رحمت ہے۔ اگر منع کرتا ہے پس اپنے انعامات سے

کسی کو محروم کر دیتا ہے۔ یا کسی کو ذلیل کرتا ہے۔ یا گمراہ کرتا ہے۔ رسوا کرتا ہے شقی

و بد بخت گردانتا ہے تو یہ اس کا عدل اور اس کی حکمت ہے۔

غرض دینے میں لینے ہیں۔ عطا اور بخشش میں۔ اور عطا اور بخشش سے

محروم رکھنے میں۔ خدا مراط مستقیم پر ہے۔

پناہ عہدیت میں کے اندر وارد ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔



ما اصاب عبد اقطه سم  
ولا حوت۔ فقال اللهم اني  
عبدك وابنت عبدك وابن امك  
ناصيتي بيدك۔ ما من في حكمك  
عدل في قضائك۔ اسئلك اللهم  
بكل اسم هو لك۔ سميت به  
نفسك او انزلته في كتابك۔  
او علمته احدا من خلقك او  
استأثرت به في علم الغيب عندك  
ان تجعل القرآن ربيع قلبي و  
نور صدري وجلاء همي و  
حزني وذهب غمي وغمي۔  
— الا اذهب الله همي  
وغمي۔ وابد له فديما  
مکانہ۔

جب کسی بندے کو کوئی مصیبت اور رنج  
پونچے تو وہ یہ پڑھ لے۔ اے اللہ! میں تیرا بندہ  
ہوں۔ تیرے بندے کا بیٹا ہوں تیری ہندی  
کا بیٹا ہوں۔ میری پیشانی اور چوٹی تیرے ہاتھ میں ہے  
مجھ پر تیرا ہی حکم جاری ہوتا ہے میرے حق میں تیرا  
فیصلہ عین عدل ہے۔ اے اللہ! میں تیرے نام  
سے جو تو نے اپنے لئے رکھا ہے یا جو تو نے اپنی  
کتاب میں اتارا ہے۔ یا تو نے اپنی مخلوق میں  
یہ کسی کو سکھایا ہے۔ یا جیسے تو نے اپنے علم  
غیب کے اندر محفوظ کر رکھا ہے تجھ سے سوال کرتا ہوں  
کہ تو قرآن کو میرے قلب کی شادابی اور میرے  
سینے کا نور۔ اور میرے ہم و غم۔ حزن و ملال  
کے و غم کا سبب بنادے! اس سے پڑھنے  
سے خدا اس کے ہم و غم کو دور کر دے گا اور اس کی  
جگہ فراموشی اور شادابی ملے گی۔

حدیث کا یہ حکم رب العالمین کے کوئی اور امری پمٹو حکم پر ماسوا اور اختیار ہی اور غیر  
اختیاری منہل پر جو قضاء و قدر ہو اس پر مشتمل ہے۔ یہ ہر دو قسم کے حکم بندوں کے حق میں  
جاری ہیں اور ہر دو قسم کے فیصلے بندوں کے حق میں عدل ہیں۔ پس یہ حدیث مذکورہ بالا آیت  
ہی سے مستفاد اور ماخوذ ہے۔ آیت میں اور حدیث میں انتہائی قریبی نسبت ہے

## فصل

(صورتوں سے عشق اور حسن پرستی کے دنیوی۔ اخروی مفاسد)

اب ہم عشق اور حسن پرستی کے دنیوی۔ اخروی مفاسد کو ایک مستقل فصل  
میں پیش کر کے اصل سوال کے جواب کو ختم کر دیتے ہیں اگرچہ اس کے مفاسد اس قدر

ہیں۔ کہ بیان کر غیوالا جس قدر بھی بیان کرے کم ہیں۔

عشق و حسن پرستی کا اولین اور بالذات خاصہ یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے قلب کو فاسد اور خراب کر دیتا ہے جب قلب فاسد اور خراب ہو جاتا ہے تو انسان کے تمام ارادے۔ اقوال و افعال خراب ہو جاتے ہیں اور تعبد کے تمام مورچے فاسد اور خراب ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہ تو قلم پر پڑھ چکے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم کچھ اور آگے بیان کریں گے۔

مرض عشق۔ اور صورت پرستی کے متعلق دو گروہ کی حکایت خدائے قرآن حکیم کے اندر بیان کی ہے۔ لوطیوں کا قصہ اور عورتوں کا قصہ۔ چنانچہ قرآن حکیم کے اندر حضرت یوسفؑ اور عزیزؑ کی بی بی کے عشق و محبت اور اس کی عیاری۔ مسکاری کا قصہ بیان فرمایا ہے۔ امدہ ہر حالت بیان کی ہے جو اس بالے میں حضرت یوسفؑ پر گزری۔ اور ان کے صبر و ثبات۔ عفت پاکر امنی تقویٰ و پرہیزگاری نے انکو جس مقام پر پہنچایا اس کی سرگزشت بیان کی۔ نیز وہ مصیبت بیان کی جن سے حضرت یوسفؑ کو دو چار ہونا پڑا۔ و تعزیر ہے کہ اس ہلکے میں حضرت یوسفؑ نے جس صبر و ثبات اور تقویٰ و پرہیزگاری کا ثبوت دیا دوسرا کوئی نہیں دے سکتا۔ سوائے اس شخص کے جسے دو کار عالم صبر و ثبات کے نوازے۔ کیونکہ ہر کام اپنے دعاوی و اسباب کی قوت اور بلا رکھنے والے اسباب کے ذوال حسب حال ہوا کرتا ہے۔ یہاں دعاوی جرم اور ارتکاب جرم کے اسباب کامل طور پر موجود تھے۔ اور موجود ہونے کی چند وجوہ ہیں۔

۱۔ یہ کہ مرد کی طبیعت خدائے کچھ ایسی بنائی ہے کہ وہ عورت کی طرف مائل ہوتا ہی ہے جس طرح پیاسا آدمی پانی کی طرف۔ یا سبھو کا آدمی کھانسی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ بلکہ بہت سے لوگ ایسے دیکھے گئے ہیں کہ کھانے پینے میں صبر کر جاتے ہیں۔ مگر عورت کے متعلق صبر نہیں کر سکتے۔ اور یہ بات بھی اگر حلال و جائز شکل میں ہو تو کچھ مذہب نہیں ہے۔ بلکہ قابل تعریف ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبلؒ کی کتاب الزہد کے اندر حضرت انسؓ سے ایک حدیث مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

حب الی من دنیا کم الطیب والنساء  
اصبر علی الطعام۔ والشراب۔ ولا  
اصبر عنہن۔

تمہاری دنیا میں سے دو چیزیں مجھے محبوب ہیں  
خوشبودار و عمدتیں۔ میں کھانے پینے سے صبر کر  
سکتا ہوں۔ لیکن عورتوں سے صبر نہیں کر سکتا۔

۲۔ حضرت یوسفؑ جو ان آدمی تھے۔ اور ظاہر ہے کہ لوجہان کی شہوت کی حدت اور  
مگرمی بہت زیادہ اور تیز تر ہو اُترتی ہے۔



۳۔ حضرت یوسفؑ مجروح تھے نہ کوئی بی بی تھی۔ نہ کوئی باندی جس سے اپنی شہوت پوری کر سکتے اور خواہش و شہوت کی آگ بجھا سکتے۔

۴۔ آپ غریب الوطن اور مسافر تھے اور ظاہر ہے۔ غربت و مسافرت میں اس قسم کا کام کرنے میں وہ وقتیں پیش نہیں آتیں جو وطن میں پیش آتی ہیں۔ جو وقتیں اہل و عیال۔ جانتے پہچاننے والوں میں پیش آتی ہیں۔ وہ اجنبیوں میں پیش نہیں آتیں۔

۵۔ یہ عورت صاحب منصب و جمال تھی۔ منصب و جمال کے ساتھ ہی ساتھ اس کا شوہر اس کا مطیع و فرمانبردار تھا۔ اور ہر وقت اسکی رضا جوئی میں رہتا تھا۔

۶۔ یہ کہ عورت اس فعل سے انکار نہیں کر سکتی تھی۔ بلکہ وہ خود حضرت یوسفؑ کو اس کام کے لئے مجبور کر رہی تھی۔ بعض آدمیوں کی طبیعت ہو ا کرتی ہے کہ جب عورت انکار کرتی ہے تو انکی رغبت اس سے کم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس میں وہ اپنی ذلت اور توہین سمجھتے ہیں۔ اور اس سے آگے جھکنے میں اپنی بے عزتی اور بے توقیری خیال کرتے ہیں اور بہت سے آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ انکار سے انکی آتش محبت اور تیز ہو جاتی ہے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

وذا دنی کل قافی الحب اذا منعت  
احب شیئ الی الانسان ما منعا  
اگر وہ منع کرتی ہے تو محبت کی تکلیف اور بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ جس چیز سے انسان کو منع کیا جاتا ہے وہ زیادہ محبوب ہوتا ہے۔  
غرض لوگوں کی طبیعتیں اس بارے میں مختلف ہیں۔ بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ عورت اپنی رغبت و محبت ظاہر کرتی ہے تو انکی محبت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے اور انکار کرتی ہے تو محبت مضمحل ہو جاتی ہے۔

ایک قاضی کا قصہ مجھے معلوم ہے اس کی بی بی یا باندی جب کبھی اس سے انکار یا بے توقیری ہوتی تو انکی محبت و خواہش مضمحل ہو جاتی۔ اور ایسی مضمحل ہو جاتی کہ وہ پھر کبھی اس کے پاس نہیں جاتے تھے۔

بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ منع و انکار سے انکی آتش محبت اور تیز ہو جاتی ہے اور جس قدر منع و انکار زیادہ ہوتا ہے آتش محبت اور تیز تر ہو جاتی ہے۔ اور اسے اپنی کامیابی و ظفر مندی کی کوششوں میں اور زیادہ لذت آتی ہے۔ جیسا کہ کسی چیز کو محنت و مشقت اور مشکلات کے بعد حاصل کرنے کے بعد اس میں لذت آتی ہے یا کوئی چیز بڑی منت سماجت۔ خوشامد و لجاجت سے حاصل ہوتی ہے اس میں لذت آتی ہے۔

۷۔ یہ کہ حضرت یوسفؑ کو خود اس عورت نے مجبور کر نیکی کو شیش کی تھی۔ خود اسی نے اس کا کھلے آپ کو مجبور کرنا چاہا تھا۔ اس لئے بیان طلب و سوال، منت و سماجت، خوشامد و لجاجت کی ضرورت ہی نہ تھی۔ رغبت و طلب کی ذلت اسی کے سر تھی۔ آپ کے سر نہ تھی۔ وہی عاجز و ذلیل تھی اور آپ ایک مطلوب محبوب، اور عزیز مرغوب تھے۔

۸۔ یہ کہ حضرت یوسفؑ اس عورت کے گھر میں رہتے سہتے تھے۔ اس کے حکم تھے اس کے قیام میں تھے اور اس طرح کہ اس کی اطاعت سے روگردانی کیجائے تو وہ آپ کو ہر طرح کی تکلیف پہنچا سکتی تھی اور اس لحاظ سے یہاں رغبت کا داعیہ بھی موجود ہے۔ اور خوف ہر اس کا بھی۔

۹۔ یہ کہ یہاں اس بات کا بھی کوئی خوف اور ڈر نہ تھا کہ خود یہ عورت، یا دوسرا کوئی آدمی اس راز کو افشا کر دے گا۔ کیونکہ وہ خود ہی اس کام کو چاہتی تھی۔ اور اس کی خواہش تھی اور اس کام کے ارادہ سے اس نے اپنے دودارے بند کر دیئے تھے اور تمام رقبوں اور نقیبوں کو وہاں سے الگ کر دیا تھا۔

۱۰۔ یہ کہ حضرت یوسفؑ اس عورت کے غلام اور مملوک تھے۔ ہمہ وقت گھر میں رہتے۔ ہر وقت اندھا جاتے آتے تھے۔ ہر وقت اس کے حضور میں رہا کرتے تھے۔ ان پر اس قسم کا شبہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اور عورت کی جانب سے اس خواہش کے اظہار سے پہلے ہی آتے جاتے تھے اور ہر طرح امین سمجھے جاتے تھے۔ اور ظاہر ہے یہ بات اس کام کے لئے ایک قوی ترین داعیہ ہے، جیسا کہ شریف عربی لیکر شریف خاتون نے کہلایا ہے۔ کسی نے اس سے پوچھا۔ کس بنا پر تو نے زنا کا ارتکاب کیا؟ اس نے جواب دیا۔ خدا و خرابی قریب تھی۔ اور کالی رایتیں تھیں۔ یعنی یہ آدمی میرے قریب ہی سویا کرتا تھا اور اندھیری رایتیں ہماری پردہ پوشی کرتی تھیں۔

۱۱۔ یہ کہ عزیز مصر کی بی بی نے حضرت یوسفؑ علیہ السلام کو اس کام پر مجبور کرنے کے لئے عیار، حیلہ جو، اور عیاری، مکاری، کبادی کی فنکار عورتوں کو اس کام میں مدد دینے کے لئے جمع کیا تھا۔ کہ وہ اس کام میں اس کی اسد او کریں۔ اور اپنے اپنے چہرہ تروں کو بدوئے کار لائیں۔ اس نے حضرت یوسفؑ کو ان کے سامنے پیش کیا۔ اور اپنی ناکامی اور نامسرا دی ان کے سامنے شکایت کی۔ اور ان سے اسد او کی خواہاں ہوئی۔ اور حضرت یوسفؑ نے ان وقت ان کے مقابلہ میں کامیابی کے لئے خدا کی بارگاہ سے اسد او چاہی۔ اور عرض گزار ہوئے۔



والا تصرف معی کیدھت اقصی الیقین  
داکن من الجاهلین۔

(سورۃ یوسف)

۱۲۔ یہ کہ حضرت یوسفؑ کو جیلخانہ بھیجے اور ذلیل و رسوا کر نیکی اس عورت نے دھکی دی۔ کہ اگر تم میرا مقصد پورا نہیں کرو گے تو میں تمہیں جیل بھیج دوں گی۔ اور ذلیل و رسوا کر دوں گی ظاہر ہے یہ ایک لہو دستی ہے بدکاری پر جبر و اکراہ کیا جا رہا ہے کیونکہ یہ اس عورت کی دھکی ہے جو ایسا کر سکتی ہے غور کرو یہاں داعیہ شہوت بھی موجود ہے اور جیل سے۔ اور جیل کی ذلت و تکلیف سے سلامتی تلاش کر نیکا داعیہ بھی موجود ہے۔

۱۳۔ یہ کہ اس عورت کے شوہر نے حضرت یوسفؑ کے متعلق کبھی غیرت و غوت۔ اور شبہ کا اظہار نہیں کیا تھا۔ جس سے یہ خیال کیا جائے کہ دونوں میں تفریق و جدائی پیدا کی جائیگی اور ایک دوسرے کو علیحدہ کر دیا جائے گا۔ بلکہ بی بی کا معاملہ طشت از بام ہو جاتا ہے۔ ہسوت بھی وہ اپنی بی بی اور حضرت یوسفؑ کو خطاب کر کے کہتا ہے۔ حضرت یوسفؑ سے کہتا ہے۔  
اعوض عن هذا (سورۃ یوسف)  
یوسف اس کو جانے دو  
اور بی بی سے کہتا ہے۔

استغفری لذنبک انک کنت من  
الخطائین۔ (سورۃ یوسف)  
تو اپنے قصور کی معافی مانگ لیونکہ سزا سزا تری  
ہی خطا ہے۔

یہ ظاہر ہے۔ کہ شوہر کی غیرت اس کام میں ایک زبردست رکاوٹ ہوا کرتی ہے اور یہاں یہ رکاوٹ بھی مفقود ہے۔

غرض ہم قسم کے روابط و اسباب کے ہوتے ہوئے بھی حضرت یوسفؑ خدا کی رضا مندی رضا جوئی۔ اور اس کے خوف کو مقدم رکھتے ہیں اور محبت خداوندی انکا دامن پکڑتی ہے اور خدا سے باز رکھتی ہے۔ اور زنا کے مقابلہ میں وہ جیل اور جیل کی اسیری کو پسند کر لیتے ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم آپ کے غریبانہ قول کو یوں نقل کرتا ہے۔

رب السجن احب الی مما تدعوونی  
الیہ (سورۃ یوسف)  
اے میرے رب جس کی طرف یہ عورتیں مجھے بلاتی  
ہیں۔ قیدیں اپنا مجھ اس سے رضا و ہمارہ پسند ہے۔

حضرت یوسفؑ خوب سمجھ رہے تھے کہ ۱۱ اور مصیبت جیل گئے بغیر طینے والی نہیں ہے اور

واقعہ یہ ہے کہ بہروردگار عالم آپکی دستگیری نہ فرمانا۔ تو مگر کی عورتوں نے جو کند اور پھندے آپ کے لئے بچھائے تھے ان سے بچ نکلنا بہت دشوار تھا۔ آپ طبعی طور پر اس طرف جھک پڑتے اور جاہلوں کی ہرست میں اپنا نام لکھوا دیتے۔ اور یہ حضرت یوسفؑ کا کمال علم و معرفت تھا کہ اپنے اپنے رب اور اپنے نفس اور اپنے مقام کو اچھی طرح سمجھ لیا۔ اور صبر و ثبات کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

حضرت یوسفؑ کے اس قصہ میں بڑی بڑی عبرتیں۔ اور بے شمار فوائد و حکمتیں مضمر ہیں۔ جو ہر اردو فائدہ پر مشتمل ہے۔ خدائے قدوس توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس کے فوائد کو ایک مستقل تصنیف کی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔

## فصل

### (عشاق و حسن پرستوں کا دوسرا گروہ لوطی ہے)

عشاق و حسن پرستوں کا دوسرا گروہ جس کا تذکرہ خدائے قرآن حکیم کے اندر کیا ہے۔ وہ لوطیوں کا گروہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وجاء اهل المدينة  
ليتبشرون. قال هؤلاء  
ضيفي فلا تفضحون. والفقوالله  
ولا تخزون: قالوا الم نضحك  
عن العالمين؟ قال هؤلاء  
بناتى ان كنتم فاعلين.  
لعمرك اذ هم لنفى سكرتهم  
يعمرون (سورة جبر)

ابو شہر کے لوگ بارادۃ بدخوشیاں مناتے  
ہوئے لوط کے پاس پہنچے لوط نے ان سے کہا  
یہ میرے بہان ہیں تو مجھے تم نفیحت نہ کرو اور خدا  
ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔ بولے کیا ہم تم کو  
دنیا جہان کے لوگوں کی ممانعت نہیں کر دی تھی  
لوط نے کہا اگر تم کو کرنا ہے۔ تو یہ میری بیٹیاں  
ہیں ان سے نکاح کر لو۔ اسے بیٹیوں کا ہتھیار  
جہان کی قسم یہ لوط کی قوم کے لوگ اپنی بدستی  
پر بڑے جھوم رہے تھے۔

عشق کی یہ دو صورتیں ہیں۔ جو دو قسم کے گروہ کے متعلق خدائے پیش کی ہیں۔ جن کا قصہ  
خدائے قرآن حکیم کے اندر بیان کیا ہے۔ اور ہر دو قسم کا عشق۔ اور حسن پرستی اس نے حرام  
قرار دی ہے۔ لیکن لوگوں نے اس کی پرواہ نہیں کی ہے۔ اور اس عشق اور حسن پرستی کی مغزوں اور نقصانات



کی اہمیت کو نہیں سمجھا۔

عشق و حسن پرستی ایسا لا علاج مرض ہے کہ بڑے بڑے اطباء اس کے علاج سے قاصر اور عاجز ہو چکے ہیں۔ مریضان عشق کی صحت و شفاء ناممکن ہے۔ قسم خدا کی یہ ایک مہلک مرض اور قاتل زہر ہے جس پر بھی اس نے وار کیا ختم کر کے چھوڑا۔ اور اس کی قید و بند سے نجات دلانا ساری دنیا کیلئے دشوار و ناممکن ہو گیا۔ جس جگہ بھی یہ آگ مشتعل ہوئی۔ اس سے نکلنا اور نکالنا دشوار ہو گیا۔

اس عشق و محبت اور صورت پرستی کی بہت سی قسمیں ہیں۔ یہ عشق انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ اگر انسان اپنے معشوق کو معبود بنالے۔ اور اس سے اسی قسم کی محبت کرنے لگے۔ جیسی خدا سے کی جاتی ہے تو یہ کفر ہے۔ اور اگر یہ محبت ایسی ہو کہ خدا کی محبت سے بھی زیادہ ہو تو یہ بڑی ہی خطرناک اور مہلک محبت ہے۔ یہ ایسا عشق اور ایسی محبت ہوگی۔ جسے خدا کبھی نہیں بخشے گا۔ کیونکہ یہ عظیم ترین شرک ہے اور خدا کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ شرک کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ شرک کے سوا دوسرے گناہ توبہ و استغفار سے معاف کر دیے گا۔ لیکن شرک ایسا گناہ ہے۔ جو ہرگز معاف نہیں کیا جائے گا۔

اس عشق شرکی و عشق کفری کی علامت یہ ہے کہ عاشق اپنے معشوق کی رضا مندی کو خدا کی رضا مندی کے مقابلہ میں ترجیح دے۔ جب معشوق کا حق اور خدا کا حق، معشوق کی طاعت اور خدا کی طاعت باہم ٹکرائیں تو وہ معشوق کے حق اور معشوق کی طاعت کو مقدم سمجھے۔ معشوق کی رضا مندی کو خدا کی رضا مندی کے مقابلہ میں ترجیح دے۔ اور اپنے تمام اوقات معشوق کے لئے وقف کر دے اور اگر خدا کے لئے کچھ وقت نکالے بھی تو وہی جو معشوق کے اوقات سے فاضل ہو۔

اب تم عشاق و حسن پرست لوگوں کے حالات پر غور کرو۔ کیا ٹھیک ٹھیک ان حالات پر منطبق نہیں ہوتے؟ ان لوگوں کے حالات کو تم ایک پلہ میں رکھو اور ان کی توحید کو ایک پلہ میں رکھو اور ان کے ایمان کو ایک پلہ میں رکھو۔ اور تلو اور اندازہ کر دو کہ کیا اللہ اور اس کے رسول کی رضا جوئی اور عدل الہی کے مطابق ہیں؟

بعض عشاق تو وصل معشوق کو توحید رب العالمین سے بھی زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔ جیسا کہ کسی خبیث نے کہا ہے۔

یتو شمن من فی شفات      هن اخلی فی من توحید

یہ ہے اے ہمارے عزیز! کہ چند قطرے جو ان کے منہ میں جاتے ہیں۔ یہ ان کے منہ میں تو سیدھے بھی زیادہ شیریں ہوتے ہیں۔ ایک اور خبیث کہتا ہے۔ وصل معشوق مجھے پروردگار کی رحمت سے زیادہ مرغوب ہے۔

العیاذ باللہ

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

وہ صلی اللہ علیہ وسلم اشہی الی نوادی  
من رحمۃ الخالق الجلیل  
تیرا وصل میرے دل کو خالق جلیل کی  
رحمت سے زیادہ مرغوب ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس قسم کا عشق ایک عظیم ترین شرک ہے چنانچہ بہت سے عشق  
صاف لفظوں میں اس کی تصریح کر رہے ہیں کہ ان کے قلوب میں معشوق کے سوا کسی کی جگہ نہیں  
معشوق ان کے پورے قلب کا مالک ہو جاتا ہے۔ اور یہ لوگ اپنے معشوق کے خالص غلام اور بند  
بن جاتے ہیں۔ اپنے پروردگار خالق جل جلالہ کی عبودیت و غلامی چھوڑ کر اپنے جیسے مخلوق کی عبودیت  
و غلامی پر راضی ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ عبودیت اسی کمال محبت اور خضوع انکساری ہی کا تو نام ہے ان  
لوگوں نے بھی اپنی محبت اور خضوع اور خاکساری کو اپنے معشوق تک منحصر کر دیا ہے اور اپنی عبودیت کو  
کے چرنوں میں ڈال دیا ہے اور ظاہر ہے۔ اس عظیم کے مفسدے میں اور زنا کاری کے مفسدے میں  
آسمان کا فرق ہے۔ زنا کبیرہ گناہ ہے جس طرح دوسرے کبائر ہیں۔ اور یہ شرک ہے۔ چنانچہ بعض  
کا قول ہے کہ ان صورتوں کی پرستش سے زنا کرنا میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔ اگر میں عشق و حسن  
کے امتحان و ابتلا کے مقابلہ میں کسی سے زنا کر لوں تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے۔ کیونکہ عشق میرے قلب  
معشوق کی عبادت کرا لیتا ہے اور قلب کو خدا کی طرف سے موڑ کر اپنی طرف جکالیتا ہے۔

## فصل

(عشق و حسن پرستی کے مفسد اور ان کا علاج)

عشق ایک مرضِ ہلک ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ پہلے انسان اچھی طرح سمجھ لے کہ جس مرض  
اور بیماری میں یہ مبتلا ہوا ہے۔ وہ سراسر توحیدِ خداوندی کے خلاف اور متضاد ہے۔ اس کے  
کچھ ایسی ظاہری اور باطنی عبادتیں کرتا رہے۔ جو اس کے قلب سے عشق کے افکار کا تسلسل منقطع  
بارگاہِ خداوندی میں انتہائی عاجزی اور خاکساری کے ساتھ التجا اور تضرع بہت زیادہ کرے کہ وہ  
مرض کو دفع فرمائے۔ اور اس کے قلب کو اپنی طرف موڑ دے۔

اس مرض کی دوا اس سے بہتر اور سود مند کوئی نہیں کہ اخلاص کے ساتھ خدا کی طرف رجوع کیا  
جائے اور یہی وہ دوا ہے جس کا ذکر خدا نے قرآن حکیم کے اندر فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔



کَذَٰلِكَ لَنُصِِفَ عَنِ السُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ  
 اِنَّ مِنْ عِبَادِنَا الْمَخْلُصِيْنَ :  
 اس طرح ہم نے یوسفؑ کو ثابت قدم رکھا  
 تاکہ بدکاری اور بے حیائی سے ان کو دور  
 رکھیں۔ بلاشبہ کہ وہ ہمارے نیک بندوں میں سے ہے۔  
 آیت میں خدایہ خبر دیتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کو ان کے اخلاص کی وجہ سے عشق کی مصیبت اور  
 بدکاری سے بچا لیا گیا۔ جب قلب کے اندر خلوص ہوتا ہے اور اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کے لئے  
 عمل ہوتا ہے تو عشق حرام ایسے دل میں جاگزیں نہیں ہو سکتا۔ عشق حرام اسی قلب میں جگہ بناتا ہے۔  
 جو خالی ہوتا ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

آتانی ہوا ہا قبل ان اعرف الہری  
 میں محبت کو جانتا بھی نہ تھا۔ اس سے پہلے محبوبہ  
 تصادف قلباً خالیاً فتمکنا  
 اس نے قلب کو خالی پایا تو وہ جاگزیں ہو گئی۔  
 کی محبت میرے پاس آ گئی۔

عقل مند اور ذی ہوش کو سمجھنا چاہیے کہ عقل اور شریعت تحصیل مصالح اور اس کی تکمیل اور مفاسد  
 کی مدافعت کو واجب اور لازم قرار دیتی ہے۔ جب کسی عقل مند کے سامنے کوئی ایسی چیز پیش آئے جس  
 کے اندر مصلحت بھی ہے اور مفسدہ بھی۔ تو اس وقت اس پر دو باتیں لازم ہو جاتی ہیں ایک علمی،  
 دوسری عملی، علمی یہ ہے کہ انسان مصلحت و مفسدہ میں سے رائج پہلو پر غور کرے اور پوری کوشش  
 سے رائج پہلو کو سمجھے اور جو پہلو اصل ہو اسے اختیار کرے۔ کیونکہ اصل پر عمل کرنا انسان کے لئے  
 واجب اور ضروری ہے۔

یہ معلوم ہے کہ عشق اور صورت پرستی میں نہ کوئی دینی مصلحت موجود ہے۔ نہ دنیوی اور  
 اگر اس میں کوئی مصلحت موجود بھی ہو تو اس سے کہیں زیادہ اس کے اندر دینی و دنیوی مفاسد موجود  
 ہوتے ہیں اور یہ کسی طریقوں پر ہے۔

اول یہ کہ پروردگار عالم کی محبت و ذکر کے ساتھ مخلوق کی محبت و ذکر میں اسے مشغولیت  
 ہو جاتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ دونوں چیزیں ایک قلب میں اور ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں اور اس لئے یہ  
 ہر دو چیزیں باہم ایک دوسرے پر غالب ہونے کی کوشش کرتی رہتی ہیں۔ اور بالآخر جو غالب آتا ہے۔  
 اسی کی سلطنت و حکومت قلب پر قائم ہو جاتی ہے اور قلب اسی کا ہر کردہ جاتا ہے۔

دوم یہ کہ معشوق کے عشق و محبت میں اس کا قلب بخت ترین عذاب کا شکار ہو جاتا ہے جس  
 سے اس کو کسی وقت بھی نجات نہیں ملتی۔ اور جو آدمی خدا کے رسول کسی اور سے محبت کرتا ہے۔ اس کے لئے

یہ عذاب لازم اور ضروری ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

فما فی الارض اشقی من محب  
وان وجد الهوی حلوا لمذاق  
عجبت کہ نیوالے سے زیادہ اس زمین پر کوئی بد بخت نہیں  
تراہ باکیا فی کل حین  
تم دیکھو گے کہ وہ ہر وقت روتا ہی رہے گا۔  
فیسبکی ان ناوا شرقا لیسلم  
اگر معشوق دھرم ہوتا ہے تو شوق کے مارے روتا ہے۔  
فتحن عینہ عند الفراق  
پس اس کی آنکھیں فراق کے وقت گرم آنسو پکاتی ہیں۔ اور ملاقات کے وقت بھی روتی ہیں۔  
غرض! عشق وہ مصیبت ہے کہ عاشق لذت اندوز ہوتا ہے۔ تب بھی اس کا قلب عذاب  
میں مبتلا رہتا ہے۔

سوم: یہ کہ معشوق عاشق کا اسیر اور غلام بن جاتا ہے اور ایسا اسیر و غلام کہ وہ اسے ہر  
وقت ذلیل و خوار اور سوا کرتا رہتا ہے۔ لیکن عشق کا نشہ اس پر کچھ اس طرح سوار ہوتا ہے کہ اسے اس  
ذلت و رسوائی کی مصیبت کا شعور و احساس تک نہیں ہونے پاتا اور اس کے قلب کی حالت  
اس چڑیا کی سی ہو جاتی ہے۔ جو کسی بچہ کے ہاتھ میں گرفتار ہوتی ہے۔ بچہ اسے ستاتا رہتا ہے اور  
اسے ایک کھیل و تماشہ سمجھتا ہے۔ لیکن چڑیا کی جان جاتی ہے۔ غرض! عاشق کی حالت ایک دست و  
پابستہ قیدی کی سی ہے۔ بخلاف اس کے جو اس بیماری سے آزاد ہے۔ وہ اس مصیبت سے بھی آزاد ہے۔  
عاشق کی حالت کے متعلق کسی نے کہا ہے۔

طریق برای العین و هو اسیر  
عاشق بظاہر تو آزاد نظر آتا ہے مگر وہ ایک قیدی ہے۔  
و میت میری فی صورة المحی غار یا  
وہ ایک مردہ ہے جو زندہ کی طرح چلتا پھرتا نظر آتا ہے۔  
اعوج غمرات صناع فیہن قلبہ  
وہ ایسے غاروں میں پڑا ہے جہاں اس کا قلب کھو گیا۔  
علیل علی قطب الہلاک یدور  
وہ ایک بیمار ہے جو ہلاکت کے محور پر گھوم رہا ہے۔  
ولیس لہ حتی النشور نشور  
لیکن حشر کے دن تک بھی اس کا زندہ ہونا و شوار ہے۔  
فلیس لہ حتی الممات حضور  
اب موت تک اسے پھر اس کا قلب ملنے کا نہیں۔  
چہارم: یہ کہ عشق انسان کو دینی و نبوی مصالح سے بالکل غافل اور بے خبر کر دیتا ہے۔ اور اسے



عشق کی مشغولیتوں ہی میں مصروف رکھتا ہے۔ اس لئے عشق و صورت پرستی سے بڑھ کر مصالح دین و دنیا کو ضائع کرنے والی کوئی چیز نہیں۔ کیونکہ دینی مصالح کا دار و مدار جمعیت قلب، جمعیت خاطر اور توجہ الی اللہ پر ہے اور عشق صورت پرستی قلب و نظر کو کلیتہً متفرق و مشتت کر دیتی ہے اور مصالح دنیویہ حقیقتہً مصالح دین پر موقوف ہیں۔ پس جس کے مصالح دینی ضائع ہوں گے۔ اس کے مصالح دنیوی یقیناً زیادہ سے زیادہ ضائع ہو جائیں گے۔

**پانچم :** یہ کہ عشق کے لئے دنیا و آخرت کی آفتیں اس قدر زیادہ اور تیز ہوتی ہیں۔ گویا خشک لکڑی میں آگ رکھنے کی دیر ہے۔ بلکہ خشک لکڑی میں آگ اس قدر جلد تیز نہیں ہوتی جتنی زیادہ سیاگ تیز ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عشق جب قدر قلب سے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ اور عاشق سے جس قدر اس کا اتصال بڑھتا جاتا ہے۔ اسی قدر وہ خدا سے دور ہوتا جاتا ہے۔ اور اس لئے خدا سے جس قدر عشاق کو بعد و دوری ہوتی ہے۔ کسی کو نہیں ہوتی اور جب انسان کا قلب خدا سے دور ہو جاتا ہے تو ہر طرف سے اس پر آفتیں ٹوٹ پڑتی ہیں۔ کیونکہ شیطان کا اس پر غلبہ ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے جس آدمی پر اس کا دشمن غالب آجائے۔ وہ مصائب ڈھانے میں کسی قسم کی کمی نہیں کرے گا۔ اور جس قدر بھی اس کے امکان میں ایذا رسانی اور تکلیف دینی ہوگی۔ وہ اسے ضرر پہنچائے گا۔ اب سوچو کہ اس قلب کا کیا حال ہوگا۔ جس پر اس کا قوی ترین دشمن پوری طرح غلبہ پالے۔ اور اس پر حاوی ہو جائے اور ایسا دشمن کہ ساری مخلوق سے زیادہ اس کی عیب جوئی اور تخریب میں لگا ہوا ہو۔ اور اسے اپنے حقیقی دوست سے کہ جس کی دوستی اور نزدیکی کے بغیر اسے سعادت نصیب نہیں ہو سکتی۔ نجات و نجات اور فرجیت و مسرت میسر نہیں آ سکتی، بھٹکانے پر تلا ہوا ہے۔

**ششم :** یہ کہ جب اس کا یہ دشمن اس کے قلب پر قابض ہو جاتا ہے اور اس پر اپنی سلطنت و فرمانروائی قائم کر لیتا ہے تو پھر وہ اس کے ذہن کو کلیتہً خراب کر دیتا ہے۔ اور اس کے اندر خیالات و وسوس کی گندگیاں بھر دیتا ہے اور لباقوات اسے دیوانہ بنا کر رکھ دیتا ہے اور ایسا پاگل کر دیتا ہے کہ وہ اپنی عقل سے کسی قسم کا فائدہ بھی نہیں اٹھا سکتا۔

عشاق کی یہ حالت ہر جگہ ہوتی ہے اور بعض واقعات مشاہدے سے گزرے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ انسان کے اندر اہم ترین قوت عقل ہے اس عقل کی وجہ سے انسان دیگر حیوانات کے مقابلہ میں ممتاز ہے۔ جب یہ عقل ہی ماری جائے تو وہ ایک جانور سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ بلکہ جانور بھی اس سے اچھا ہے۔ اور یہ جانور سے بھی بدتر ہے۔

عجزوں کی عقل لیلیٰ نے اور اس کے ہمنواؤں کی عقل ان کے معشوقوں نے عشق و محبت ہی کے ذریعہ خراب کی ہے۔ یا کسی اور چیز کے ذریعہ؟ عشاق کا جنون تو عجیب و غریب ہوا کرتا ہے۔ ہر ایک کا جنون دوسرے کے جنون کو مات کر دیتا ہے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

قالوا اجتت بنن تھوی فقلت لہم العشق اعظم عما بالمجانین

لوگوں نے کہا کہ تو اپنے محبوب کی محبت میں دیوانہ ہو گیا ہے: میں نے ان سے کہا عشق تو دیوانوں کے روگ سے بھی بڑا روگ ہے۔

العشق لا لشفیق الدھر صاحبہ وانما یصوع المجنون بالحنین

عشق کے مارے کو کبھی افاقہ ہی نہیں ہوتا۔ اور دیوانوں پر تو کبھی کبھی ہی دورہ پڑا کرتا ہے۔

ہفتم۔ یہ کہ عشق انسان کے حواس بگاڑ دیتا ہے۔ اور بالکل فاسد کر کے رکھ دیتا ہے۔

اور یہ فساد معنوی بھی ہوتا ہے اور صوری بھی۔ فساد معنوی، فساد قلب کے تابع ہے جب

انسان کا قلب فاسد اور خراب ہو جاتا ہے تو اس کی آنکھیں کان زبان تمام چیزیں فاسد اور خراب ہو جاتی

ہیں اور پھر وہ اپنے معشوق کی قبیح ترین چیز کو بھی اچھی سمجھنے لگتا ہے۔ جیسا کہ مسند امام احمد میں ایک مرفوع

حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

حبك الشئ یعی ویصم کسی شے کی محبت تمہیں اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے۔

محبت قلب کو اندھا کر دیتی ہے جس کی وجہ سے اسے محبوب کی برائیاں دکھائی نہیں دیتیں۔ کان کو

بہرہ کر دیتی ہے جس سے کان دنیا کی ملامت سننے نہیں پاتے۔ اور پھر معشوق کی طرف اس کی رغبت معشوق

کے عیوب کی پردہ پوشی کرتی رہتی ہے۔ کیونکہ انسان جس سے محبت کرتا ہے۔ اس کے عیوب نہیں دیکھا کرتا۔

اور عیوب اس وقت نظر آنے لگتے ہیں جبکہ اس کی محبت کم ہو جاتی ہے۔ شدید ترین رغبت و شوق اور

افراط محبت اس کی آنکھوں پر ایک زبردست پردہ بن کر چھا جاتی ہے اور چیز کو اس کی اصل حالت میں

دیکھنے سے قاصر کر دیتی ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

فلما انجلت قطعت نفسی الوملھا ہوتیک اذ عینی علیھا غشاوۃ۔

میں نے تجھ سے محبت اس وقت بھی کی جبکہ

میری آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا تھا۔

انسان جس چیز میں گھس پڑتا ہے۔ اسے اس چیز کے عیوب نظر نہیں آتے اور جو اس سے باہر ہوتا

ہے۔ اسے بھی اس کے عیوب نہیں دکھائی دیتے۔ اس کے عیوب تو اس وقت معلوم ہوتے ہیں جب اس میں

گھس کر پھر باہر آجائے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جو صحابہ کفر و جاہلیہ دیکھنے کے بعد اسلام لائے۔ ان کا درجہ



ان مسلمانوں سے بڑھا ہوا تھا۔ جو اسلام میں پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں۔  
 انما ينقض الاسلام عروۃ عروۃ اذا ولد  
 فی الاسلام من لا يعرف الجاهلیۃ :  
 اسلام میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے۔ جنہوں نے  
 جاہلیۃ کو نہیں دیکھا۔

حواس ظاہری کے فاسد و خراب ہونے کی صورت یہ ہے کہ عشق جسم کو بیمار اور لاغر کر دیتا ہے۔  
 بلکہ لہذا اوقات عاشق کو گور میں پہنچا دیتا ہے۔ جیسا کہ بہت سے عشق کے ماروں کے  
 قصے سنے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ عرفات کے میدان میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک نوجوان کو پیش کیا گیا۔  
 جو بالکل حقیر اور لاغر ہو گیا تھا۔ بڑیوں پر چمڑے کے سوا کچھ نہ تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اسے دیکھ  
 کر فرمایا۔ یہ ایسا کیوں ہو گیا ہے؟ لوگوں نے کہا۔ عشق و محبت نے اس کو ایسا کر دیا ہے۔ چنانچہ اس  
 دن سے حضرت ابن عباسؓ روزانہ عشق سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

ہشتم : یہ کہ عشق افراط محبت کا نام ہے۔ محبت اس قدر غلبہ پا جائے کہ اس کے قلب  
 اور دل پر معشوق کی حکومت قائم ہو جائے۔ اور اس کے خیالات، تصورات، ذکر و فکر پر پورا پورا  
 قابو پالے اور کسی وقت بھی اس کا دل و دماغ معشوق کے تصور سے خالی نہ ہو۔ جب اس حد تک نوبت پہنچ  
 جاتی ہے۔ تو پھر اس کا نفس خواطر نفسانیہ ہی کے اندر الجھ کر رہ جاتا ہے اور اس طرح نفس کی تمام قوتیں  
 معطل اور مختل ہو کر رہ جاتی ہیں اور اس کے تعطل و اختلال کی وجہ سے جسم و روح پر وہ آفتیں ٹوٹ  
 پڑتی ہیں۔ کہ انسان کا جینا دشوار ہو جاتا ہے اور اس کا علاج ناممکن ہو جاتا ہے اور پھر اس کے تمام افعال  
 و کردار تمام مقصد و مطالب، تمام اوصاف و اطوار متغیر اور مختل ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور انسان اپنی  
 اصلاح و بہبود سے قطعاً قاصر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر کا قول ہے۔

الحب اول ما یکون لہ حاجۃ  
 یاتی بہا د تسرقہ، الاقدار  
 محبت آغاز میں محض ایک لہر ہوتی ہے۔  
 اور پھر تقدیر اسے آگے بڑھاتی رہتی ہے۔  
 حتی اذا خاض الفتنی لہج الہری  
 جائت امو د لا تقا ق کبار

یہاں تک کہ جب کوئی جوان محبت کی لہروں میں گھس پڑتا ہے۔ تو پھر وہ حالات پیش آتے ہیں۔ جو  
 بڑے بڑوں کی طاقت سے باہر ہوتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ عشق کی ابتداء سہل و آسان ہے۔ عشق کا وسط اور درمیانی حصہ ہم و غم، حزن و

ملال اور قلب کی بیماری ہے۔ اور عشق کا انجام اگر پروردگار عالم کی مہربانی نہ ہو۔ اور اس کی عنایت و ستگیری نہ فرمائے۔ تو پریشانی، تباہی، ہلاکت اور موت ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔  
 وعش خالیا فالحب اولیٰ عنا  
 وادسطن سقم و آخره قتل  
 خالی الذہن زندگی گزارو کیونکہ محبت کی ابتداء پریشانی ہے اور وسط بیماری اور انجام موت۔  
 کسی اور شاعر نے کہا ہے۔

تولع بالعشق حتی عشق فلما استقل بمرلم لیطق  
 عشق کے خاتمہ میں اس نے گھسنے کی کوشش کی تاکہ عاشق ہو گیا۔ جب عشق نے اس کے مستقل جگہ بنالی تو سمیں بہشت کی قوت نہ رہی۔  
 رألی لجتہا موحجہ فلما تمکن عرق  
 اسنے ایک لہر دیکھی۔ گمان کیا کہ ایک موج ہی تو ہے لیکن جب اسنے قابو پا لیا تو غرق ہو کر رہ گیا۔  
 اور واقعہ یہ ہے کہ یہ خود اسی کا جرم ہے اور اسی کا گناہ ہے اس نے خود اپنی جان پر ظلم کیا ہے۔  
 اور اس پر ٹھیک ٹھیک عربی کی یہ مثل صادق آتی ہے۔

بیداك ادکتا و فوک نفخ (۱) تیرے ہاتھوں نے مشکیزہ کا منہ باندھا اور تیرے  
 ہی منہ نے پھونک ماری۔

## فصل

عاشق خود اپنے معشوق پر ظلم کرتا ہے اور بلا وجہ  
 معشوق کو رسوا کرتا ہے۔ عشق کے اسباب پاک عشق کی مثالیں۔  
 حضرت عقبہ بن الحباب بن المندرج کا قصہ۔

(۱) یہ ایک ضرب المثل ہے کسی جزیرہ میں کوئی آدمی رہتا تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ اپنی مشک کے ذریعہ دریا عبور  
 کر کے کنارہ پر جائے۔ اپنی مشک میں اس نے اپنے منہ سے پھونک کر رسوا بھری۔ اور اپنے ہاتھ سے اس کا منہ  
 باندھا لیکن اس میں جس قدر استہام کی ضرورت تھی نہیں کیا۔ مشک پر رسوا ہو کر دریا میں اتر پڑا جب وسط دریا  
 میں پہنچا تو مشک سے ہوا خارج ہونے لگی اور وہ ڈوبنے لگا۔ کسی آدمی سے جو کشتی پر اس کے قریب تھا امداد چاہی۔ اس  
 نے جواب دیا۔ ادکتا يد الف و فوک نفخ (تیرے ہاتھوں نے مشک باندھی تھی۔ اور تیرے منہ نے اس میں ہوا بھری تھی)  
 یہ ضرب المثل اس آدمی کیلئے بولی جاتی ہے جہاں پہنچے ہی ہاتھوں بلا مول لی جائے۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔



عاشق کے تین مقام ہیں۔ ابتدائی مقام۔ درمیانی مقام۔ انتہائی مقام۔ عشق کا ابتدائی مقام ہی قابل غور ہے۔ انسان کے لئے واجب ہے۔ کہ وہ غور کرے اور سوچے کہ از روئے قدر و شرع معشوق تک پہنچ سکتا ہے۔ یا نہیں؟ اگر وہ نہیں پہنچ سکتا تو ہر ممکن طریقہ سے وہ اس کی مدافعت کرے اور کسی طرح بھی اس کی غائب توجہ نہ کرے۔ اگر پوری مدافعت کے بعد بھی وہ اس کی مدافعت نہ کر سکا۔ اور محبوب کی طرف اقدام سفر جاری رکھا۔ اور درمیانی اور انتہائی مقام سامنے آ گیا۔ تو اب اس کا فرض ہے۔ کہ محبت کو چھپائے اور لوگوں پر اپنی محبت ظاہر نہ کرے۔ محبوب کو رسوا اور ذلیل نہ کرے۔ لوگوں میں یک ہنسائی نہ پھیلے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے شرک کے ساتھ ظلم بھی شامل ہو جاتا ہے اور اس بارے میں جو بھی ظلم ہوگا۔ وہ بڑے سے بڑے ظلم ہوگا۔ کیونکہ ایسا اوقات یہ ظلم معشوق اور اس کے کنبے اور متعلقین کے حق میں مال و دولت کی تباہی و بربادی سے بڑھ کر ظلم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس عشق کی وجہ سے خواہ مخواہ معشوق کی ہنگ بے عزتی ہوتی ہے۔ جا بجا چرچا ہوتا ہے۔ طرح طرح کی بے سرو پایا باتیں اس کے متعلق اڑائی جاتی ہیں۔ اور پھر ماننے والے ایسی باتیں بہت کچھ مان لیتے ہیں۔ اور جھٹلانے والے جھٹلا بھی دیتے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے۔ کہ ادنیٰ سے ادنیٰ شبہ کی بنا پر اس بات کی تصدیق کرنے والے زیادہ ہوا کرتے ہیں۔ جب کبھی کہا جائے۔ کہ فلاں مرد یا فلاں عورت نے ایسا کام کیا تو ایک ہزار میں نو سو ننانوے آدمی اس کو سچ مان لیں گے۔ اور صرف ایک ہی آدمی اس کی تکذیب کرے گا۔ خصوصاً عاشق کی بات بے گناہ معشوق کے حق میں اور معشوق کی بات کے مقابلہ میں قطعی اور یقینی مانی جاتی ہے۔ اگر معشوق کے متعلق غلط، جھوٹا، بے سرو پایا افتراء اور بہتان باز دھا جائے تو لوگ اسے مان لیتے ہیں اور اس پر یقین کر لیتے ہیں۔ اور اس بات کو ایسی یقینی مان لیتے ہیں کہ جھوٹ کا احتمال تک نہیں سمجھا جاتا اگر کہیں عاشق و معشوق اتفاق سے کسی جگہ مجتمع ہو گئے۔ تو معشوق کی شامت ہی لگتی۔ تمام لوگ یہی کہتے ہیں کہ یہ کسی عدسے کی بنا پر یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اور پھر اس بارے میں طرح طرح کی بدگمانیاں اور شبہات و خیالات پیدا ہوتے ہیں اور جھوٹی، غلط، بے سرو پایا باتوں کا یقین کر لیا جاتا ہے اور اس طرح یقین کر لیا جاتا ہے جس طرح مسوس چشم دید امور کا یقین کر لیا جاتا ہے اور یہی وہ چیز تھی جس کی بنا پر آنحضرتؐ کی محبوبہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ پر اہل انک نے تہمت لگائی تھی جس کی صفائی خدا کی جانب سے کی گئی اور یہ الزام اس شبہ کی بنا پر لگایا گیا تھا۔ کہ صفوان بن معطل تنہا اسلامی فوج کے پیچھے آرہے تھے۔ انہوں نے دور سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو دیکھا۔ اور فوراً اپنے اونٹ پر سے نیچے اتر گئے۔ اور آپ کو اس پر بٹھالیا اور خود اونٹ کی نیل پکڑ کر آگے چلنے لگے۔ اس پر مردود لوگوں نے الزام کھڑا کر دیا اور اگر خدا آپ کی برأت و صفائی

نہ فرماتا۔ پشت پناہی نہ فرماتا۔ اور تہمت لگانے والوں کی تکذیب نہ فرماتا۔ تو معاملہ کچھ اور  
ہی بن کر رہ جاتا۔

مقصود یہ ہے کہ حرام و ناجائز کے لئے عاشق کا اظہار عشق معشوق کے حق میں زبردست ظلم ہے۔  
اس پر اس کے خاندان اور قریب و اقارب پر بلا وجہ ظلم و جور ہے۔ اپنا عشق ظاہر کر کے اسے بدگمانیوں کا  
نشانہ بنایا جاتا ہے اور لوگوں کی بدگمانیوں کی تصدیق کی جاتی ہے۔

اور اگر وہ معشوق کو اپنی طرف مائل کرنے کی غرض سے کسی کو واسطہ اور ذریعہ بناتا ہے۔ تو یہ ظلم  
بالائے ظلم ہے۔ اس سے بے گناہ معشوق کی خواہ مخواہ تشہیر اور رسوائی ہوتی ہے۔ اور جو درمیانی  
واسطہ اور ذریعہ ہے وہ دیوث بنتا ہے۔

جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت ستانی، رشوت دہانی کے درمیانی واسطہ پر لعنت  
بیجی ہے تو پھر اس دیوث کے لئے کیا کچھ نہ کہا ہوگا۔ جو عاشق و معشوق کی حرام ملاقات کا ذریعہ اور  
واسطہ ہے۔ اس صورت میں معشوق پر خود عاشق تو ظلم کرتا ہے اور ان سے بھی اس پر ظلم کر رہا ہے۔ اپنی ناپاک  
غرض پوری کرنے کے لئے معشوق کی جان۔ مال۔ آبرو و عزت پر خود ظلم کرتا ہے۔ دوسروں سے بھی ظلم کرتا  
ہے۔ اور بسا اوقات اس کی یہ غرض اس وقت پوری ہوتی ہے۔ جبکہ اس آدمی کو قتل کر دیا جائے۔ جو

اس کی غرض میں خارج اور حائل ہے۔ اور افسوس ہے کہ عشق نے دنیا میں ہزاروں لاکھوں خون کرا دیے  
کسی نے اپنے شوہر کو قتل کر دیا۔ کسی نے اپنے سید و آقا کو قتل کر دیا۔ اور افسوس ہے کہ یہ خون  
بلا قصاص اور بغیر دیت و خونبہا کے اڑ گئے۔ اور کتنی ہی عورتیں اپنے شوہروں کے خلاف، کتنے ہی  
غلام اور باندیاں اپنے سید و آقاؤں کے خلاف خبیثت بن کر رہ گئے۔ اور ظاہر ہے کہ آنحضرت نے ان  
باتوں سے منع فرمایا ہے اور ایسا کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے اور اس قسم کے لوگوں سے اپنے کو بری  
و بیزار بتایا ہے۔ اور اس گناہ کو اکبر الکبائر فرمایا ہے۔ اور جبکہ آنحضرت نے اس امر کی ممانعت فرمادی

ہے کہ اپنے بھائی کے پیغام پر دوسرا پیغام نہ کرے۔ اور جب ایک بھائی کسی چیز کا نرخ اور بھاؤ  
بٹھہرا رہا ہو تو اس پر گر کر نرخ بھاؤ اور قیمت نہ بڑھائے تو بتاؤ کہ اس آدمی کا کیا حال ہوگا جو کسی عورت  
کو اس کے شوہر کے خلاف اور باندی کو سید و آقا کے خلاف درغللائے۔ اور ان میں باہم تفریق کرنے  
کی کوشش کرے۔ صورتوں کے عاشق اور حسن پرست لوگ اور ان کے معاون و مددگار جو اس جرم کو  
جرم نہیں سمجھتے، دیوث ہیں۔ کیونکہ معشوقہ کے وصل سے عاشق اس کے شوہر کا اور باندی کے آقا کا  
شریک بن جاتا ہے اور یہ دیوثی ہے اور دوسرے پر ظلم و زیادتی ہے۔ اور ایسا جرم ہے جو زنا سے کسی حال میں کم



نہیں۔ اگر دنیا سے بڑھا ہوا نہیں ہے تو اس سے کم بھی نہیں ہے۔ یہ حق غیر ہے جو دنیا سے تو بڑھ کر ہے پر بھی معاف نہیں ہو سکتا تو بڑے خدا کا حق سباقہ ہو سکتا ہے۔ بڑے کا حق سباقہ نہیں ہو سکتا۔ بندے کا حق، بندے کا مطالبہ قیامت تک باقی رہے گا۔ اگر بیٹے کو اس کے باپ کے خلاف درغلا یا جائے۔ جو دنیا میں تمام سے زیادہ اسے عزیز ہے۔ اس کے جگر کا ٹکڑا ہے۔ تو یہ باپ پر انتہائی ظلم ہے۔

اگر اپنی مجبورہ کو اس کے شوہر کے خلاف درغلا یا جائے۔ اور شوہر کے بستر پر حرم کا ارتکاب کیا جائے۔ یہ انتہائی ظلم ہے اور ایسا ظلم ہے کہ اس کا مال و متاع اور زندگی کا سارا اثاثہ اس سے چھین لیا جائے۔ تو ایسا ظلم نہ ہوگا۔ یہ ظلم ان تمام سے بڑھ کر ظلم ہے اور یہی وجہ ہے۔ جو شوہر کو اس سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس ظلم کے مساوی یہی ظلم ہو سکتا ہے کہ شوہر کو قتل کر دیا جائے۔ پس عاشق کے لئے بدکاری و زنا سے بڑھ کر کوئی جرم اور کوئی گناہ نہیں۔

اور اگر یہ حق کسی غازی۔ مجاہد فی سبیل اللہ کا ہے۔ جو جہاد کے لئے گیا ہوا ہے تو یہ مجرم قیامت کے دن اس مجاہد کے سامنے کھڑا کیا جائے گا۔ اور اسے خدا کی جانب سے حکم ہوگا۔

خذ من حسانہ ما شئت جتنا چاہو اس کی نیکیوں میں سے لے لو۔

اس جملہ کے بعد آنحضرت نے ارشاد فرمایا۔

فما ظنکم؟ اب تم کیا خیال کر سکتے ہو؟

یعنی اب تم سمجھ سکتے ہو کہ اس کے پاس اس کی نیکیاں باقی کیا رہ جائیں گی؟

اور اگر یہ منظوم اس کا پڑوسی ہے تو پتا ذی رحم محرم ہے اور اس کی بی بی کے ساتھ اس نے ایسا فعل کیا ہے تو اس ظلم کے ساتھ دوسرے کسی مظالم شامل ہو جائیں گے۔ اس نے پڑوسی پر ظلم کیا۔ ذی رحم کی حرمت توڑی۔ اور یہ معلوم ہے کہ پڑوسی کی حرمت توڑنے والا اور قاطع رحم جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

اور اگر یہ عاشق معشوق کے وصل کے لئے شیطاں سے جادو کے ذریعہ یا کسی اور طریقہ پر ادا دچا ہوتا ہے۔ تو یہ ایک اور جرم اور ظلم ہے۔ یہ ظلم اسے شرک کی طرف کھینچ لے جائیگا اور یہ ظاہر ہے کہ جادو بجائے خود کفر ہے اور اگر یہ کام خود اس نے نہیں کیا۔ اس کے لئے کسی دوسرے نے کیا ہے۔ تو یہ بات تو یقینی ہے کہ یہ اس کفر پر راضی ہے اور اس لئے یہ ضرور کہا جائے گا کہ یہ اس کفر پر راضی ہے۔ کیونکہ اسی کے مقصد کے لئے کیا گیا ہے اور یہ بلا جبر و اکراہ اس پر راضی اور رضا مند ہے اور ایسا کرنا بھی قریب بہ کفر ہے۔

مقصود یہ ہے کہ اس بارے میں کسی قسم کا بھی تعاون اور امداد کی جائے تو وہ اثم و عدوان ظلم و جور۔ جرم و گناہ میں تعاون اور اس کی امداد ہے۔

عاشق کی غرض و مطلب کے حصول کے لئے ظلم و تعدی ہوتا ہے اور اس سے جو ضرر و نقصان ہوتا ہے یہ بالکل واضح اور ظاہر ہے۔ لیکن جب عاشق اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے اور معشوق اس کا ہو جاتا ہے تو اس کے بعد معشوق کے مطالبات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور اب عاشق کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ معشوق کے مطالبات پورے کرے۔ اب دونوں عاشق و معشوق ایک دوسرے کے معین و مددگار بن جاتے ہیں۔ دونوں کے دونوں ایک دوسرے کی اعانت کی خاطر ظلم و عدوان پر اتر آتے ہیں۔ معشوق اپنے عاشق کے اہل و عیال اور قرابت داروں پر اور غلام ہے تو سیدو آقا پر اور اس کی بی بی پر ظلم و زیادتی کرنے میں اس کی شریک ہوتی ہے اور ظلم و عدوان میں اس کی اعانت کرتی ہے۔ اور اسی طرح عاشق اپنے معشوق کے اہل و عیال قرابت داروں پر ظلم کرتا ہے اور کراتا ہے۔

غرض عاشق و معشوق دونوں اپنی اپنی اغراض کی خاطر خدا کے بندوں پر ظلم کرتے اور ظلم کراتے ہیں۔ اور ظلم کرنے میں ایک دوسرے کی اعانت و امداد کرتے ہیں۔ اور سارے مظالم دونوں کے اشتراک سے ہوتے ہیں۔ اور ساری قباحتیں ایک دوسرے کے تعاون سے وقوع میں آتی ہیں۔

اور یہ تو ایک عام عادت ہو گئی ہے کہ عاشق ایسے ایسے کاموں میں اپنے معشوق کی اعانت کرتا ہے۔ جو سراسر ظلم ہیں۔ تاکہ بسا اوقات معشوق کے لئے ایسا منصب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جس کا وہ قطعی اہل نہیں ہوتا۔ نیز حرام و ناجائز مال کی تحصیل میں وہ معشوق کی اعانت و امداد کرتا ہے اور اگر اس کا معشوق کسی سے عنایت اور محبت رکھتا ہے تو عاشق اپنے معشوق ہی کی طرف داری اور جانبداری کرتا ہے۔ معشوق خواہ مخواہ ناحق پر ظالم ہو یا مظلوم یہ تمام مظالم عاشق اپنے معشوق کے حصول اور اس کی رضا مندی کے لئے کرتا ہے۔ اس کے حصول اور رضا مندی کے لئے لوگوں پر نظر ڈالتا ہے اور مال کی تحصیل کے لئے طرح طرح کے حیلے اور فریب کرتا ہے۔ معشوق تک پہنچنے اور اسے ماضی کرنے کے لئے سرقہ، چوری، غصب، خیانت، ڈاکہ زنی، نقب زنی اور اس قسم کے بے شمار جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔ تاکہ بعض اوقات یہاں تک قربت پہنچتی ہے۔ خون حرام، خون ناحق سے بھی اپنے دامن کو ملوث کر دیتا ہے۔



غرض ! یہ اور اس قسم کی بے شمار آفتیں عشق و حسن پرستی میں موجود ہیں۔ بعض واقعات یہ عشق کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ چنانچہ بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ بعض لوگ اسلام میں پیدا ہوئے تھے عشق نے ان کو نصرانی اور عیسائی بنا دیا۔ بعض مساجد کے مؤذن تک عشق کی خاطر نصرانی اور عیسائی بن گئے۔ ایک مؤذن کا واقعہ ہے۔ کہ اس نے مسجد کی چھت پر سے کسی عیسائی کی خوبصورت لڑکی کو دیکھ لیا۔ اور اس پر شیفتہ ہو گیا۔ اسی وقت وہ مسجد کی چھت سے اُترا۔ اور اس لڑکی کے پاس پہنچا۔ اور اس سے شادی کی درخواست کی۔ اس نے کہا میں عیسائی ہوں۔ اگر تم عیسائی دین قبول کر لو تو شادی ہو سکتی ہے۔ اس نے اسی وقت عیسائی دین قبول کر لیا۔ اور اس سے شادی کر لی۔ لیکن خدا کی شان کہ وہ ابھی اس سے خلوت بھی کرنے نہیں پایا تھا کہ اس دنیا سے چلتا بنا۔ وہ اس عیسائی کے مکان کی چھت پر چڑھا۔ اور پاؤں پھسل گیا اور اسی وقت گر کر مر گیا۔ خسر الدنیا والآخرۃ۔ یہ قصہ علامہ عبدالحق نے اپنی کتاب العاقبہ میں نقل کیا ہے۔

عیسائیوں کا عام دستور رہا ہے کہ جب کبھی مسلمان ان کے ہاتھوں میں گرفتار ہوئے اور اسیر و قیدی ہو کر ان کے پاس پہنچتے۔ حسین و خوبصورت عورتیں ان کے پاس پہنچاتے اور ان عورتوں سے کہا جاتا کہ ہر ممکن طریقہ سے ان کو اپنی محبت کے جال میں پھالیں۔ جب وہ محبت کے جال میں پھنس جائیں۔ ان سے کہو اگر تم بیمار دین قبول کر لو۔ تو ہم تمہارے ساتھ شادی کرنے کو تیار ہیں۔ اس موقع پر وہی خدا کا بندہ ثابت قدم رہ سکتا ہے۔ جو ایمان کی حلاوت سے سرشار ہے۔ اور جسے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں حق اور قول پر ثابت اور قائم رکھے اور خدا ظالم کو تو گمراہ ہی کر دیتا ہے اور اس کے ساتھ دہی معاملہ کرتا ہے۔ جو وہ چاہتا ہے۔

غرض ! عشق کا معاملہ بڑا نازک ہے۔ عاشق و معشوق دونوں ظلم کرتے ہیں۔ ظلم کرنے میں دونوں ایک دوسرے کی امداد کرتے ہیں۔ زنا، بدکاری میں دونوں شریک ہیں۔ اور اپنی اپنی جانوں پر ظلم کرنے میں ایک دوسرے کی معاونت و امداد کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنی جان پر اپنے ساتھ ہی ظلم کرتا ہے اور ان کا یہ حکم دوسروں تک متعدی ہوتا ہے۔ جیسا کہ تم پہلے معلوم کر چکے۔ اور سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ یہ دونوں کے دونوں ہلاکت و بربادی اور تباہی کے لانے میں ایک دوسرے کے شریک ہو جاتے ہیں۔

غرض ! عشق میں ہمہ قسم کی خرابیاں اور ہمہ قسم کے مظالم موجود ہیں۔ اور اگر کہیں معشوق ناخدا

تس ہے تو اپنے عاشق کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔

اور معشوقان عشوہ گر کا یہ تو ایک عام دستور ہے کہ عشاق کو طرح طرح کے لالچ میں ڈال دیتے ہیں۔ ہر گھڑی مختلف طریقوں سے اپنے کو مزین اور آراستہ کر کے عاشق کو اپنی طرف متوجہ اور مائل کرتے ہیں اور ہر امکانی طریقہ سے اس پر ڈورے ڈالتے اور اسے شیفتہ بناتے ہیں۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ عاشق سے مال و زر کھینچے۔ بسا اوقات اس وقت تک وہ عاشق کو اپنے پر قابو نہیں پانے دیتے۔ جب تک کہ وہ اپنی تمام غرضیں پوری نہ کر لے۔ اور یہ اس لئے کرتے ہیں کہ عاشق اپنی حاجت برآری کر کے کہیں اس سے بے پروا نہ ہو جائے۔ اس طرح معشوق اپنے عاشق پر ظلم کرتا ہے۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ عاشق کو قتل کر دیتا ہے۔ تاکہ ہمیشہ کے لئے اس سے نجات پا جائے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ معشوق کسی اور سے ملنے لگتا ہے۔

غرض! دنیا کے عاشق و معشوق بہتوں کو قتل کر چکے۔ بہتوں کو نعمتوں اور عیش آرام سے محروم کر چکے ہیں۔ بہت سے دولت مند گھرانے ان کے ہاتھوں تاراج و برباد ہو گئے۔ بہت سے ارباب مدارج منصبوں سے گرا دیئے گئے۔ بہت سے خاندان اور گھرانے ویران کر دیئے گئے۔ اور ان کے اہل و عیال بیٹے بیٹیاں تباہ حال کر دی گئیں۔

اگر ایک عورت اپنے شوہر کو دیکھتی ہے کہ وہ کسی اور پر عاشق ہو گیا ہے تو وہ بھی اپنے لئے ایک معشوق کھڑا کر لیتی ہے۔ جس سے شوہر پر یہ مصیبت ٹوٹ پڑتی ہے کہ یا تو اسے طلاق دے کر گھر کو ویران کر لے۔ یا اسے گھر میں رہنے دے۔ اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دے۔ اور خود شب و روز کڑھتا رہے۔ اس صورت میں بعض آدمی پہلی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اور بعض دوسری صورت عقل مند، ہوشمند انسانوں کا فرض ہے کہ وہ پوری ہوشیاری اور مستعدی سے عشق کے دروازے اپنے اوپر بند کر لے۔ تاکہ وہ ان مصائب و آلام اور تکالیف و اذیات کا شکار نہ بنے۔ کیونکہ عشق کا مارا بالآخر ہلاک و تباہ ہو جاتا ہے یا پھر ان مفسد کایا ان میں سے اکثر خرابیوں کا شکار تو ضرور ہوتا ہے۔ اور کم بیش کچھ نہ کچھ مصائب تو اسے بھیلنے ہی پڑتے ہیں۔ اور جو آدمی بھی ایسا کرتا ہے۔ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ عورت پر ظلم کرتا ہے۔ کیونکہ اسے گمراہ کرتا ہے۔ جس سے وہ ہلاک ہوتی ہے۔ اور اس کی ہلاکت و تباہی کا سبب یہی شخص بنتا ہے۔ اگر یہ شخص بار بار اپنے جدید معشوق کی طرف نگاہ نہ کرتا۔ تو پسندیدگی پیدا نہ ہوتی اور اس سے وصل و ملاقات کی طمع اور تمنا نہ کرتا تو اس معشوق کی اس کے قلب میں جگہ نہ ہوتی۔ کیوں کہ عشق کا



استدائی سبب یا تو نظر ڈنگاہ ہے یا کان اگر اس کے بعد وصل معشوق کی طمع نہ ہوتی اور کلیتہً ناامید ہو جاتا تو اس کے اندر یہ عشق پیدا ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اگر طمع و تمنا بھی پیدا ہو جاتی لیکن پھر وہ عقل و خرد سے کام لے کر اپنی توجہ کو اس طرف سے ہٹالیتا۔ اور دل کو ادھر مشغول نہ ہونے دیتا تو یہ عشق پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اگر وہ اپنی فکر و خیالات کی رو میں بہ گیا اور معشوق کے محاسن ہی کی طرف دیکھتا رہا۔ تو اس وقت بھی اس سے وہ خوف اس گناہ سے اس کو بچالیتا۔ جو بہت بڑا اور زبردست خوف ہے۔ اور جو اس کے نزدیک لذت وصال کے مقابلہ میں بڑا ہی خطرناک ہے۔ یہ خوف خواہ دینی ہو جیسا کہ جہنم کا خوف۔ جابر حقیقی کے غضب کا خوف۔ یہ خوف اس کی طمع و لالچ اور فکر و عشق پر غالب آ گیا ہوتا۔ تب بھی یہ عشق اس کے اندر پیدا نہ ہونے پاتا۔ اور دینی خوف نہیں تو کوئی دنیوی خوف اس کا دامن پکڑ لیتا۔ مثلاً اپنی جان و مال۔ عزت و آبرو کا خطرہ۔ لوگوں میں رسوائی اور ذلت۔ اگر یہ خوف دایہ عشق پر غالب آ جاتا۔ تب بھی وہ اس عشق سے بچ جاتا۔ اسی طرح اگر وہ اس بات سے ڈرتا کہ اگر یہ عشق جاری رہا۔ تو وہ اس محبوب کو کھو دینگا۔ جو اس معشوق کے مقابلہ میں زیادہ محبوب اور زیادہ نافع ہے۔ اور اس کی محبت کو معشوق کی محبت پر ترجیح دیتا۔ تب بھی یہ عشق کی مصیبت اس سے ٹل جاتی۔

اگر یہ تمام صورتیں مفقود ہو جاتی ہیں۔ اور یہ تمام موانعات اسے عشق سے باز رکھنے میں ناکام ثابت ہوتے ہیں۔ تو اب اس کے قلب پر پوری طرح عشق مسلط ہو جاتا ہے اور اس کا قلب پوری طرح اس معشوق کی طرف جھک پڑتا ہے۔ ادب وہ ہمہ قسم کی مصیبتوں کا شکار بن کر رہ جاتا ہے۔

اگر کہا جائے کہ ہمیشہ ہمہ گفتی، ہنرش نیز بگو !  
تم نے عشق کی ساری مصیبتیں، آفتیں، مضرتیں اور مفاسد تو بیان کر دیئے لیکن کچھ اس کے فوائد اور منافع کا بھی ذکر کر دیتے کہ عشق طبیعت میں رقت، درد، و سوز پیدا کرتا ہے۔ نفس میں لطافت پیدا کرتا ہے۔ نفس کی مروتی اور اس کی مشقت و کلفت دور ہو جاتی ہے۔ عشق انسان کو مکارم اخلاق پر آمادہ کرتا ہے اور شجاعت و بہادری، کرم و سخاوت، مروت و رقت پیدا کرتا ہے۔ جو ارح و جسم میں فروتنی پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ یحییٰ بن معاذ الرازی سے مروی ہے کسی نے ان سے کہا۔ تمہارا بیٹا فلاں عورت پر عاشق ہو گیا ہے۔ اس کے جواب میں انہوں

نے کہا الحمد للہ کہ خدا نے اسے انسان کی طبیعت عطا فرمائی۔

بعض لوگوں نے کہا ہے: "عشق شرفاء اور معزز لوگوں کے دل کی دوا ہے۔"

کسی دوسرے نے کہا ہے: "عشق کی صلاحیت اسی میں ہوتی ہے۔ جو پاک مروت، پاکیزہ اخلاق رکھتا ہو۔ یا پاکیزہ زبان اور کامل احسان رکھتا ہو۔ یا پاکیزہ ادب اور ممتاز عادات رکھتا ہو۔ کسی اور نے کہا ہے: "عشق بزدل نامرد کو مرد اور بہادر بنا دیتا ہے۔ غبی کے ذہن کو روشن کر دیتا ہے۔ بخیل کو سخاوت و کرم سکھاتا ہے۔ بادشاہوں کا غرور توڑ دیتا ہے۔ انسان میں اعلیٰ اخلاق پیدا کرتا ہے۔ عشق ان لوگوں کا انیس ہے۔ جن کا دنیا میں کوئی انیس نہیں۔ ان لوگوں کا جلیس ہے۔ جن کا کوئی جلیس نہیں۔"

کسی دوسرے نے کہا ہے: "عشق دنیا کی گرا نیاریوں کو ہلکا کر دیتا ہے۔ روح میں لطافت پیدا کرتا ہے۔ قلب کو کہ درتوں سے پاک صاف کر دیتا ہے۔ شرفاء کو نیک اعمال و کردار پر ابھارتا ہے۔ اور انسان کو مکارم اخلاق کا خوگر بناتا ہے۔"

بعض حکماء کہتے ہیں: "عشق نفس میں تازگی پیدا کرتا ہے۔ اخلاق کو مہذب بناتا ہے۔ عشق کا اظہار طبعی امر ہے۔ اور اس کا اخفاء سراسر تکلیف۔"

کسی اور نے کہا ہے: "جس کا نفس خوش الحانی، خوش گلوئی اور اچھی آواز اور خوبصورت چہرہ کو دیکھ کر اچھلنے کو دے نہ لگے۔ وہ فاسد المزاج ہے۔ اسے اپنا علاج کرنا ہے اور اسی معنی میں کسی نے یہ شعر کہا ہے۔"

اذا انت لم تعشق ولم تدس ما الهوى فمالك في طيب الحياة نصيب۔

جب تک تم کسی پر عاشق نہیں ہوتے اور تمہیں یہ خبر ہی نہیں کہ محبت کیا ہے۔

کوئی حصہ نہیں۔

کسی دوسرے شاعر نے کہا ہے۔

اذا انت لم تعشق ولم تدس ما الهوى فمما عتلت بتنا فانت حمار

جب تک تم کسی پر عاشق نہیں ہوتے۔ اور محبت کو جانا نہیں کہ محبت کیا ہے؟

تو اٹھو اور گھاس کھاؤ کہ تم گدھے ہو۔

کسی اور شاعر نے کہا ہے۔

اذا انت تشق ولم تدس ما الهوى فكن حجرا من يابس الصخر جلدا



اگر تم کسی پر عاشق نہیں ہوئے اور محبت کو  
نہیں پہچانا۔  
تو تم خشک پتھروں میں سے ایک سخت ترین  
پتھر بن جاؤ۔

بعض لوگوں نے کہا ہے۔ عاشق وہ ہیں۔ جو عقیق اور پاکیزہ نفس ہوں۔ عاشق جب  
عقیق ہوتے ہیں تو بڑے بن جاتے ہیں۔ عقیق لوگ جب عاشق ہو جاتے ہیں تو ظریف بن جاتے  
ہیں۔ جیسا کہ بعض عاشق سے پوچھا گیا کہ اگر تم اپنے محبوب پر ظفر مند ہو جاؤ۔ تو کیا کرو؟ اس  
نے جواب دیا۔ اگر میں ظفر مند ہو جاؤں تو یہ کروں کہ اس کا منہ دیکھنے سے اپنی آنکھیں سچی کر لوں اور  
اس کی یاد اس کی باتوں سے اپنے قلب کو خوش کرتا رہوں اور اس کی باتیں جو قابل کشف و اظہار  
نہ ہوں۔ ان کو مخفی رکھوں۔ اور کوئی بھی ایسی بات مجھ سے سرزد نہ ہو جو اس کے درجہ مرتبہ اور  
منصب کے خلاف ہو۔ اس کے بعد اس نے یہ شعر پڑھے۔

لخلوبہ فاعف عنہ نکرما  
اس بے تنہائی میں ملوں تو اس کے اکرام و  
خوف الدیانة لست من عشاقہ  
دیانتداری کے خوف سے کہ کہیں میں اس کے  
عاشقوں میں سے نہیں ہوں۔

کالباء فی یدھا ثمر یلتذہ  
اس طرح بچتا رہوں کہ کسی رفدیار کے ہاتھ  
ظما فیصبر عن لذیذ مذاقہ  
پیاسے کو وہ بہت لذیذ ہے۔ لیکن وہ اس  
لذیذ کے چکھنے سے صبر کرتا ہے۔

ابو سلمان بن ابراہیم نے کہا ہے۔ عاشق روحیں لطیف عطر ہیں۔ ان کے اجسام رقیق اور  
ہلکے چمکے ہیں۔ ان کی توانست پاکیزہ ہے۔ ان کی باتیں مردہ دلوں میں جان ڈال دیتی ہیں اور  
عقل میں فراوانی پیدا کر دیتی ہیں۔ اگر عشق و محبت نہ ہو تو دنیا کی ساری نعمتیں بے کار اور  
بیچ ہیں۔

کسی دوسرے نے کہا ہے۔ روح کے لئے عشق ایسا ہے۔ جیسا جسم کے لئے غذا۔ اگر تم کھانا  
چھوڑ دو گے۔ تو تمہیں نقصان ہوگا۔ اور ضرر پہنچے گا۔ اگر زیادہ کھا لو گے نقصان پہنچے گا۔ یہی  
حال عشق و روح کا ہے۔ اس معنی میں کسی شاعر نے کہا ہے۔

خلیلی ان الحب فیہ لذائذہ  
اسیر دوست و محبت میں بڑی لذت ہے۔  
وفیہ شفاء و ائم و کروب  
اور ایں دائمی بریسی اور درد و دکھ بھی ہے۔  
ولا عیش الا بالمحبیب بطیب  
علی ذالک ما عیش بطیب تعبیرہ۔

باد وجود اس کے اسکے بغیر زندگی ناگوار ہے۔ اور زندگی تو محبوب ہی سے خوشگوار بنتی ہے۔

ولاخیر فی الدنیا بخیر صبا بتی  
اور بغیر عشق و سوز و گداز کے دنیا میں کوئی خیر نہیں  
خرا نطی نے ابو عسان سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ ایک روز کسی راہ سے گزرے۔ دیکھا ایک جاریہ یہ شعر پڑھ رہی ہے۔

دھوایت من قبل قطع تھا ٹہنی  
میرے بچپن کے تعویذ ابھی کاٹے بھی نہ گئے تھے کہ  
میں اس پر عاشق ہو گیا۔  
مما یرا مثل القضیب الناعم  
اور اس طرح جھک پڑا۔ جیسے نرم ڈالی جھک  
پڑتی ہے۔

آپ نے اس جاریہ سے پوچھا۔ کیا تم حرہ ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ باندی ہوں۔ آپ نے کہا  
تو کسی سے محبت رکھتی ہے؟ وہ شرمائی۔ آپ نے اسے قسم دیکر پھر پوچھا؟ تو اس نے یہ شعر پڑھا۔  
وانا التي لعب الهوى بفوادها۔  
میں وہ ہوں جس کے دل سے محبت نے کھیل کیا ہے۔  
قتلت بحب محمد بن القاسم  
آپ نے اس باندی کو اس کے آقا سے خرید لیا۔ اور اسے محمد بن القاسم بن جعفر بن ابی طالب کے  
پاس بھیج دیا۔ اور فرمایا۔ یہ وہ عورتیں ہیں جو مردوں کو فتنوں میں ڈالا کرتی ہیں۔ قسم خدا کی ان کے ذریعے  
بہت سے اشراف موت کے گھاٹ اتر گئے۔ اور اچھے خاصے تندرست ان سے مصائب کا  
شکار ہو گئے۔

ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں ایک جاریہ آئی۔ اور ایک انصاری کے متعلق دعویٰ پیش  
کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ بتا تیرا قصہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ امیر المؤمنین اس انصاری  
کے بیٹے سے مجھے عشق ہے اور میں اس کو چھوڑ نہیں سکتی۔  
انصاری کو بلا کر کہا۔ یہ باندی تم اپنے بیٹے کو رہہ کر دو۔ یا پھر مجھ سے اس کی قیمت لے لو۔ انصاری نے  
کہا۔ امیر المؤمنین آپ ہی گواہ رہیں کہ میں نے یہ لونڈی بیٹے کو دیدی۔

عشق کی خرابیوں سے ہمیں انکار نہیں۔ لیکن یہ خرابیاں معشوق کے ساتھ بدکاری کرنے سے  
دالستہ ہیں۔ ہمارا کلام تو عقیقت و پاک عشق میں ہے۔ ایک معقول آدمی کا عشق کہ جس کے اندر  
ایمان و دین موجود ہو۔ جس میں عفت و مروت موجود ہو۔ خلا سے اچھا معاملہ رکھتا ہو معشوق  
سے حرام کاری کرنے سے قطعاً بچتا ہو۔ کیونکہ یہاں ہو سکتا ہے؟ ذرا تم اسلاف کرام اور



ائمہ اعلام کے عشق پر بھی غور کر لو۔ چند واقعات ہم آپ کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ عبداللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود مدینہ منورہ کے ان سات فقہاء میں سے ایک ہیں۔ جن کی شہرت و مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ کسی نے بھی ان کی مخالفت نہیں کی۔ بلکہ ان کو برا کہنے والے کو ظالم کہا گیا ہے۔ ان کے یہ اشعار پڑھ لیجئے۔

ولامک اقوام دلو مظلم ظلم  
اور لوگوں نے تجھ پر لامت کی۔ لیکن ان کا لامت  
کرنا تجھ پر ظلم ہے۔

کنت الصوی حتی اضربک الکتم  
تو نے اپنی محبت کو چھپایا۔ تاکہ اس کتمان نے  
تجھے بہت ضرر پہنچایا۔

علیک الصوی قد تم ما ینفع الکتم  
اور تمہاری محبت سے پہلے بھی۔ جس پر محبت  
سوار ہوئی۔ ان کا لوگوں نے راز فاش کیا۔ اور  
چھپانے سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔

فتم علیک الکاشحون و قبلہم  
تمہارے دشمنوں نے تمہارا راز افشا کر دیا۔

علی اشھدا دکن شفر سقم  
یا اس مریض کا ساجسے بیماری نے نحیف لاغر  
کر دیا ہو۔

نا صحبت کالمری اذا حسرت  
تیرا حال نمری کا سا ہو گیا۔ وہ ہند کے پیچھے  
حسرت سے مر گیا۔

الا ان هجوات الحبيب هو الاثم  
لیکن خبردار کہ محبوب کی جدائی بھی  
گناہ ہے۔

تجینت اتیان الحبيب تا شما  
تو نے گناہ سمجھ کر محبوب کے پاس جانے سے  
اجتناب کیا۔

رشاد لا بارھما کذب الوعم  
تو سیدھی راہ پر ہے۔ لیکن ابا اوقات گمان جھوٹا پڑتا ہے۔

فدق هجوها قد كنت تزعم انی  
پس اب تو محبوب کی جدائی کا مزہ چکھ کر تو سمجھتا تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنی بی بی فاطمہ بنت عبدالملک ابن مردان کی ایک باندی پر عاشق تھے۔ آپ کا قصہ تاریخ میں مشہور ہے۔ باندی کی نہایت حسین و خوبصورت تھی۔ اس سے آپ کو انتہا سے زیادہ محبت تھی۔ اکثر اپنی بی بی سے کہتے رہے کہ یہ باندی مجھے ہبہ کر دو۔ لیکن وہ انکار کرتی رہی۔ جب آپ خلیفہ ہوئے۔ آپ کی بی بی اس جاریہ کو عمدہ لباس سے مزین کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا۔ امیر المؤمنین یہ باندی حاضر ہے۔ میں ہمیشہ اسے ہبہ کرنے سے انکار کرتی رہی۔ لیکن اب میرا جی چاہتا ہے کہ آپ اسے قبول کر لیں۔ بی بی کے حملے سکر آپ کے چہرے پر تازگی آگئی۔ اور فرمایا

بہت اچھا۔ باندی سامنے آئی تو آپ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ خلوت میں لیجا کر فرمایا کپڑے اتار دو۔ اس نے کپڑے اتار دیئے۔ لیکن پھر فرمایا ابھی ٹھہرو۔ یہ بتاؤ تم پہلے کس کی ملکیت میں تھیں؟ فاطمہ کے پاس تم کس طرح اور کہاں سے پہنچیں؟ اس نے کہا۔ میں پہلے عامل کوئٹہ کے پاس تھی حجاج بن یوسف نے اس عامل کو تباہ کر دیا۔ اور اس کا سارا مال۔ سامان لوٹ لیا۔ اس لوٹ میں بھی اس کے پاس پہنچی۔ حجاج نے مجھے عبدالملک کے پاس بھیج دیا۔ عبدالملک نے مجھے فاطمہ کو ہمہ کر دیا۔ آپ نے پوچھا وہ عامل اب کہاں ہے؟ اس نے کہا وہ تو مر گیا۔ آپ نے کہا اس کی کوئی اولاد ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں لڑکا ہے۔ آپ نے کہا اس کی کیا حالت ہے؟ اس نے کہا نہایت خراب حالت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا۔ تم اپنے کپڑے پہن لو۔ اور ابھی تم وہاں چلی جاؤ۔ جہاں رہا کرتی ہو۔ اس کے بعد آپ نے عراق کے عامل کو لکھا کہ فلاں آدمی فلاں کے بیٹے کو فوراً گامد کے ہمراہ میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ وہ لڑکا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ حجاج نے جو کچھ تمہارے باپ کا چھینا ہے۔ اس کی فہرست تیار کر کے مجھے دو۔ اس نے فہرست بنا کر آپ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے تمام چیزیں اور مال واپس کرنے کا حکم دیا۔ اور پھر یہ حکم بھی دیا کہ یہ باندی بھی اس کے حوالے کر دو۔ اس لڑکے سے آپ نے کہا یہ باندی بھی لے جاؤ تمہاری ہے۔ لیکن اس کو اپنے کام میں نہ لانا۔ شاید تمہارے باپ نے اس سے خلوت کی ہو۔ اور جس سے باپ نے خلوت کی ہو وہ بیٹے کے لئے جائز نہیں۔ لڑکے نے کہا۔ امیر المؤمنین! یہ باندی آپ رکھ لیں۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ لڑکے نے کہا۔ آپ اسے خرید لیں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر میں ایسا کروں تو ان لوگوں میں میرا شمار نہیں کیا جائے گا۔ جن کے متعلق کہا گیا ہے۔

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ  
اور نفس کو ہوا اور خواہشات سے روک رکھا۔

جس وقت یہ نوجوان وہاں سے واپس کوٹا۔ باندی اس کے ہمراہ تھی۔ باندی نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سے خطاب کر کے کہا امیر المؤمنین! آپ کو مجھ سے عشق تھا۔ وہ کہاں گیا؟ آپ نے فرمایا۔ وہ اپنی جگہ پر ہے۔ بلکہ پیٹے سے زیادہ ہے۔ اس باندی کا عشق آپ کو مرتے دم تک رہا لیکن خوف خدا میری کاہل عالم تھا۔ جو تم نے پڑھ لیا۔

ابو بکر بن محمد بن داؤد ظاہری جو مختلف علوم و فنون، فقہ و حدیث، تفسیر و ادب کے ایک زبردست مشہور و معروف عالم تھے۔ ان کا عشق مشہور ہے۔ نقطہ یہ کہتے ہیں۔ ان کے مرض موت کے وقت میں ان کے پاس گیا۔ انکی حالت دیکھ کر میں نے کہا۔ آپ کا یہ حال کیوں ہو گیا؟ انہوں نے کہا۔ جس نے



مجھ سے پڑھا ہے۔ اس کی محبت نے میرا یہ حال کر دیا ہے۔ میں نے کہا۔ تم اپنے معشوق سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ پھر کیوں فائدہ نہیں اٹھاتے؟ فائدہ اٹھانے کی دو صورتیں ہیں۔ نظر مباح اور نظر حرام۔ نظر مباح نے تو میرا یہ حال کر دیا ہے۔ اور نظر حرام سے میں حضرت ابن عباسؓ کی اس حدیث کی وجہ سے بچتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔

من عشق و کتم و عفو و صبر  
عفو اللہ لہ و دخلہ الجنة۔  
جو شخص کسی پر عاشق ہو گیا۔ اور اس نے اپنے عشق کو چھپایا اور پاکدامن رہا۔ اور صبر کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا اور اسے جنت میں داخل کرے گا۔

اس کے بعد انہوں نے یہ شعر پڑھے۔

انظر الی السحر یجری من لوا حنطہ  
فدا سحر کی طرف دیکھو کہ وہ اپنی آخری جھلکیاں لے کر جا رہی ہے۔  
وانظر الی الخیج فی طرق الساجی  
اور معشوق کے سیاہ بڑے بڑے دیدے دیکھ کر وہ اپنی جگہ ساکن ہیں۔

انظر الی شعرات فوق عارضہ  
اور ان بالوں کو دیکھو جو اسکے رخساروں پر ہیں۔  
انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

ما لہم انکر داسواء الخدیسی  
اس کے رخساروں پر سیاہی نکلی ہے۔ اس سے لوگ انکار نہیں کر سکتے۔  
ولا نیکون درد الخصود  
اور ٹہنیاں نکل آئی ہیں۔ اس سے بھی انکار نہیں کر سکتے۔

ان یلغ عیب خدہ بدو الشخص  
اگر رخساروں پر بال اگنا کوئی عیب ہے۔  
فعلو یہ نے کہا۔ آپ فقر میں تو قیاس کو ناجائز کہتے ہیں۔ اور اشعار میں قیاس کو جائز رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا غلبہ عشق اور معشوق کی خور وئی اور حسن کا یہ اثر ہے کہ اس نے مجھے قیاس پر مجبور کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہ اسی دن رات میں انتقال کر گئے۔ اسی معشوق کے عشق کی وجہ سے انہوں نے کتاب الزہرہ لکھی ہے اور انہی کا یہ قول ہے "جو آدمی محبوب کی جانب سے مایوس ہو اور وہ اسی وقت نہ مر گیا۔ تو محبت اسے تازیانے نکاتی رہے گی۔"

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب محبت کا پہلا وار ہوتا ہے۔ آدمی اس کے لئے پوری طرح مستعد نہیں ہوتا۔ لیکن جب قلب پر اس کا دوبارہ وار ہوتا ہے۔ وہ اس سے روزِ ڈالتا ہے۔

انہی ابو بکر بن محمد بن داؤد ظاہری اور ابو العباس ابن شریح کے درمیان وزیر ابو الحسن علی بن عیسے کے ردِ پروایلاء کے ایک مسئلہ میں مناظرہ ہوا۔ اثناء گفتگو میں کوئی بات زیر بحث آگئی تو ابن شریح کہنے لگے۔ آپ کہتے ہیں۔ جن لوگوں کی نگاہ زیادہ گھومتی ہے۔ ان کی حسرتیں زیادہ ہوتی ہیں۔ کیا یہ آپ فقہ کے ساتھ مذاق نہیں کر رہے ہیں۔؟ انہوں نے جواب دیا۔ میں آج بھی اسی پر قائم ہوں۔ اور کہتا ہوں۔

انزہ فی ردض المحاسن مقلتی  
حسن کی کیا ریوں میں میں نے اپنی آنکھوں  
دامنغ نفسی اذ تنال محرمات  
اور اپنی جان کو حرام تک جانے سے  
روک لیا۔

دا حمل من ثقل الهوی ما لوانہ  
اور میں محبت کا ایسا بارگراں اٹھا رہا ہوں  
یصب علی الصحر الاصح تھدما  
یہ سخت سے سخت پتھر پر آگرے تو وہ بھی پارہ پارہ  
ہو جائے۔

دینطق طرفی عن مترجم خاطری  
میری نوک زبان میرے دل کی ترجمانی کرتی ہے۔  
فلولا اختلاس دودہ لتکلمنا  
اگر یہ اس کی محبت میں مبتلا نہ ہوتا تو اس  
سے باتیں کرنے لگتا۔

فلست اری دوا صحیحاً مسلماً  
لیکن میں انکی محبت کو صحیح سالم نہیں دیکھتا۔  
میں دیکھتا ہوں تمام لوگ محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔  
اس پر ابو العباس بن شریح نے کہا۔ تم کس بات پر میرے سامنے اتر رہے ہو؟ میں بھی کچھ  
کہہ سکتا ہوں۔ لیجئے سنئے۔

مطاعہ کالشهد فی نجاتہ  
اس کے نعموں میں شہد کی سی چاشنی ہے۔  
قدبت اسمعه لذیذ سناتہ  
اور میں نے اس طرح رات گزاری کہ ساری رات  
اس کی لذیذ آوازیں سناتا رہا۔

بصباۃ و بحسنہ و حد یشی  
اس کی محبت کی وجہ سے اس کے حسن اور اس کی  
وانزہ اللخطات عن وجناتہ  
اور میں نے اس کے رخساروں کی طرف نگاہ کرنے



باتوں کی وجہ سے ۔

سے اپنے کو پاک رکھا۔

حتی اذا ما الصبح لاح عموده

دلی بنائیم دہر دہر انہی

تا آنکہ صبح کی سفید دھاریاں ظاہر ہو گئیں۔

تو وہ اپنے پروردگار کا حکم نامہ بخشش اور

برائیت نامہ لے کر واپس لوٹا۔

یہ سن کر ابو بکر بن محمد بن داؤد ظاہری بولے۔ تم جو کچھ کہہ رہے ہو۔ وزیر صاحب سن رہے ہیں۔  
 وزیر صاحب آپ ان کے اس قول پر دو گواہ رکھیں۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ پروردگار کے حکم نامہ  
 بخشش اور اس کی برائیت کے وہ مالک ہیں۔ ابن شریح نے کہا۔ جو الزام آپ مجھے دے رہے  
 ہیں۔ وہی الزام آپ کے کلام سے آپ پر ہے۔ آپ کہتے ہیں۔

انزہ فی سروض المحاسن مقلتی

وزیر صاحب یہ بات سن کر متش پڑے اور کہنے لگے۔

واضع نفسی ان تنال محوما

آپ دونوں صاحبوں نے آج مجلس بطف و ظرافت

کو خوب گرم رکھا۔ بڑا لطف آیا۔ یہ قصہ ابو بکر خطیب نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔

ایک مرتبہ ابو بکر بن محمد بن ابو داؤد کے پاس اشعار میں یہ استفتاء آیا۔

یا بن داؤد یا فقیہ العراق

افتنانی فواسترا لحدائق

ان لوگوں کے متعلق آپ ہمیں فتویٰ دیجئے جو

اے ابن داؤد! اے فقیہ عراق

چتوڑوں سے قتل کیا کرتے ہیں۔

ام حلال بلہادم العشاق ؟

ھل علیہا بما انت صفت جناح

یا معشوق کے لئے عشاق کا خون حلال ہے ؟

آپ کی رائے میں وہ کچھ گنہگار ہوتے ہیں۔

اس کا جواب انہوں نے انہی دو بتیوں کے نیچے یہ لکھا۔

فا سمع من قرح الحشامشتاق

عندی جواب سائل العشاق

زخمہائے ورون سے بشوق سنو۔

عشاق کے سائل کا جواب میرے نزدیک یہ ہے۔

دارقت دم عالم یکن مہارات

لما سئلت عن الهوی ہیجنتی

اور وہ انس جو ابھی یہ نہ تھے وہ بھی تونے بہا دیئے۔

تو نے محبت کے بارے میں سوال کر کے مجھے پہچان میں ڈال دیا۔

کان المعذب انعم المشاق

ان کان معشوقا بعد ذلک عاشقا

تو یہ ستم رسیدہ سب سے زیادہ مہذب و عاشق ہو گا۔

اگر کسی عاشق کو معشوق تکلیف پہنچاتا ہے۔

ان اشعار کے بعد مصنف ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ نے اور بہت سے اشعار اور ایک قدیم کہانی

اموالہ و امسک نہ در جگہ خدا سے ڈرو اور اپنی بی بی کو روکے رکھو۔  
لیکن جب حضرت زیدؑ نے طلاق دیدی تو خود خدائے قدوس نے عرش پر حضرت زینبؑ کا نکاح  
آنحضرت صلعم سے پڑھا دیا۔ ولایت نکاح کے تمام امور خود خدائے قدوس نے انجام دیئے۔ اور  
اپنے پیغمبر صلعم پر اس نے یہ آیت اتاری۔



وَأَذِيقُوا لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ  
عَلَيْهِ أَمْسَاكَ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ  
وَتُخَفِّى فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى  
النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ  
(سورہ الاحزاب)

اے پیغمبر! اس بات کو یاد کرو جب تم اس شخص کو  
سمجھاتے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا اور تم بھی اس  
پر احسان کرتے رہے کہ اپنی بی بی کو اپنی زوجیت میں  
رہنے دو، اور اللہ سے ڈرو۔ اور تم اپنے دل  
میں چھپتے تھے جس کو آخر کار اللہ ظاہر کرنے والا  
تھا۔ اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے۔ اور خدا اس  
کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔

حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کے پیغمبر تھے۔ ان کی تانوسے<sup>(۹۹)</sup> بیبیاں تھیں۔ ایک اور  
عورت سے ان کو عشق ہو گیا تو انہوں نے اس سے بھی نکاح کر لیا۔ اور سو عورتیں لپڑی کر لیں۔  
اما زہری کہتے ہیں۔ اسلام میں سب سے پہلی محبت آنحضرت صلعم کی محبت ہے جو آنحضرت  
صلعم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تھی۔

اما مسروقؒ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو حبیبہ رسول اللہ رب العالمین کہا کرتے تھے۔  
ابوالقیس مولیٰ عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں۔ مجھے عبداللہ بن عمروؓ نے حضرت ام سلمہؓ کے پاس یہ  
بات دریافت کرنے کے لئے بھیجا تھا کہ آنحضرت صلعم روزے کی حالت میں اپنی بیبیوں کا بوسہ لیا  
کرتے تھے یا نہیں؟ حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا حضرت عائشہ صدیقہؓ تو فرماتی ہیں۔  
[آنحضرت صلعم روزے کی حالت میں میرا بوسہ لیا کرتے تھے۔ حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا: آنحضرت صلعم  
جب حضرت عائشہ صدیقہؓ کو دیکھ لیتے تو قابو سے باہر ہو جاتے تھے۔

سعید بن ابراہیم عن عامر بن سعید عن الجلیہ مردی ہے۔ حضرت جبریلؑ روزانہ براق پر سوار  
ہو کر حضرت ابراہیمؑ کی ملاقات کے لئے آیا کرتے تھے۔ حضرت جبریلؑ کو آپ سے اتنا درجہ محبت  
تھی اور آپ کی ملاقات کے بغیر نہیں چین نہیں آتا تھا۔

نواکلی کہتے ہیں عبداللہ بن عمروؓ نے ایک رومی جاریہ خریدی تھی۔ اس سے آپ کو اتنا درجہ  
محبت تھی۔ ایک دن وہ خچر پر سے گر پڑی تو آپ دوڑے۔ اور اس کے چہرے پر سے مٹی جھٹانے  
لگے۔ اور فرمانے لگے۔ میں تم پر خدا ہوا ہوا ہوں۔ اس کے بعد آپ اس کا منہ چومنے لگے۔ یہ رومی جاریہ  
اکثر آپ کی شان میں کہا کرتی تھی۔

اے میرے مولیٰ آپ بڑے اچھے آدمی ہیں۔

یا بطرون۔ انت قانون

اس کے کچھ دنوں بعد وہ بھاگ نکلی جس سے آپ کو سخت صدمہ ہوا۔ اور فرمانے لگے۔

قد کنت احسنی قالون فانصرفتم قالیوم اعلمدانی غیر قالون

اپنے کو واقعی میں اچھا آدمی سمجھتا تھا

لیکن وہ بھاگ گئی تو آج میں یہ سمجھا کہ میں

اچھا آدمی نہیں ہوں۔

ابو محمد بن حزم کہتے ہیں۔ خلفاء راشدین اور آئمہ مہتدین میں سے اکثر عشق میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ایک شخص حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا۔ امیر المومنین! میں نے اتفاق سے ایک عورت کو دیکھ لیا اور میں اس پر عاشق ہو گیا ہوں۔ آپ نے جواب دیا۔ ذالک مالا یملک (یہ وہ چیز ہے جو بندے کے اختیار سے باہر ہے)

فالجواب وباللہ التوفیق! اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس بات میں کلام کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ جائز، نافع اور مضر ناجائز محبت میں فرق و امتیاز کر لیا جائے۔ صرف عشق، محبت بحیثیت عشق و محبت کے نہ موجب مدح و قبول ہے۔ نہ قابل مذمت و انکار۔ یہاں ہم محبت نافع و جائز اور حرام و ناجائز کو واضح کر دینا چاہتے ہیں۔

سمجھ لینا چاہیے کہ علی اور طلاق نافع ترین، واجب ترین، اعلیٰ و اجل محبت اس ذات کی محبت ہے جس کی محبت کے لئے جو انسان کی فطرت و حیلت میں داخل ہے۔ اسی محبت سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ اور یہ محبت ساری مخلوق کی فطرت میں داخل ہے۔ اور یہی محبت کلمہ شہادت اشہد ان لا الہ الا اللہ کا اصل راز ہے۔ اللہ یا اللہ وہ ذات ہے جس سے محبت کی جاسکتی ہے۔ جس کا اجلال و تعظیم کی جاسکتی ہے۔ جس کے سامنے ذلت و خاکساری خضوع و خشوع کے ساتھ عبادت کی جاسکتی ہے۔ اور ظاہر ہے۔ عبادت صرف ایک ہی صحیح ہے کہ اس وحدہ لا شریک ہی کی عبادت کی جائے۔ اور عبادت اس کا نام ہے کہ خضوع و ذلت کے اظہار کے ساتھ اس سے محبت کی جائے۔ اس عبودیت میں کسی کو شریک بنانا عظیم ترین ظلم ہے۔ اور ایسا ظلم کہ خدا کبھی معاف نہیں کر سکتا۔ اگر کسی اور سے محبت کی جاسکتی ہے تو ذات الہی کی محبت کے ضمن میں کی جاسکتی ہے۔

اللہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی محبت کے وجوب پر ساری آسمانی کتابیں اور تمام انبیاء کرام کی دعوت دلالت کرتی ہے اور وہ فطرت دلالت کرتی ہے جس پر خدا نے اپنے بندوں کو پیدا کیا ہے اور وہ عقول دلالت کرتی ہیں جو انسان کے اندر خصوصی ترکیب کے ساتھ پیدا کی گئی ہیں



اور وہ نعمتیں دلالت کرتی ہیں۔ جو خدا نے اپنے بندوں پر نازل کی ہیں۔ کیونکہ یہ انسانی فطرت ہے۔ کہ اس پر جو احسان کرے۔ اسے نوازے۔ اس سے محبت کرے۔ اور اسی وجہ سے اس ذات کی محبت نہایت اہم ہے۔ انسان پر جس قدر بھی احسانات ہیں۔ وہ اسی کے احسانات ہیں۔ اگر مخلوق اس پر جو احسانات کرتی ہے۔ وہ بھی اس قدر لا شریک ہی کے احسانات ہیں۔ جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے۔  
**وَمَا يَكُونُ مِنْ نِعْمَةٍ فَلَنْ يَكُنْ مِنَ اللَّهِ إِلَّا تَيْدٍ (نمل)**  
 اور جو نعمت بھی تم کو پہونچتی ہے اللہ کی جانب سے ہے اور اس کی مصنوعات و کمالات۔ اسکی جلالت و عظمت وجوب محبت پر دلالت کرتی ہے۔

عشق و محبت کے اصل و داعی و دہان ہیں۔ جلال اور جمال۔ اور یہ دونوں امر علی الاطلاق بدرجہ اتم صرف ذات الہی کے اندر پائے جاتے ہیں۔ دوسرے کسی کے اندر نہیں پائے جاتے۔ خدا بھیل ہے۔ اور جمال کو محبوب رکھتا ہے۔ بلکہ ہمہ قسم جمال اسی کے لئے ہے اور اسی کی جانب سے ہے اور اس لئے من کل الوجوه اسی کی ذات محبت کی مستحق ہے۔ کوئی دوسرا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

**قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي**  
**يُحِبِّكُمْ اللَّهُ** (سورہ آل عمران)  
 اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو تم میری اتباع کرو۔ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

اور ارشاد ہے  
**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ**  
**فَسُوفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ سَابِقِينَ**  
 (سورہ المائدہ)  
 مسلمانو! تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو خدا ایسے لوگ موجود کرے گا جن کو وہ دوست رکھتا ہوگا۔ اور وہ اس کو دوست رکھتے ہوں گے

دلالت۔ موالات کی اصل محبت ہے۔ اور محبت کے بغیر موالات پائی نہیں جاسکتی جس طرح کہ عداوت کی اصل بغض و نفرت ہے۔ بغض و نفرت کے بغیر عداوت نہیں پائی جاسکتی۔

اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ولی ہے۔ اور ایمان والے خدا کے اولیاء ایمان والے خدا سے موالات رکھتے ہیں۔ اس لئے وہ خدا سے محبت رکھتے ہیں۔ اور خدا ان سے موالات کرتا ہے۔ اس لئے ان سے محبت کرتا ہے۔ پس خدا اپنے بندوں سے اسی قدر محبت کرتا ہے جس قدر وہ خدا سے موالات کرتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ جو خدا کو چھوڑ کر دوسرے سے موالات کرنے والوں سے خدا خفا اور ناراض ہوتا ہے۔ بخلاف خدا کے دوستوں کی محبت کے کہ یہ دوسری

چیز ہے کیونکہ خدا کے دوستوں سے موالات و محبت کرنے والے خدا کو چھوڑ کر دوسرے کی محبت نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں سے محبت و موالات کرنا خدا ہی سے محبت و موالات کرنا ہے۔ خدا ان لوگوں سے خفا اور ناراض ہوتا ہے۔ جو دوسروں کو خدا کی محبت میں خدا کا ہمسر بنا لیں۔ اور خدا خبر دیتا ہے کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں۔ وہ دوسروں کو خدا کا شریک بناتے ہیں۔

يَحْيُوْنَهُمْ كَحَيِّبِ اللّٰهِ - وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا  
اشدَّ حُبًّا لِلّٰهِ۔

وہ ان سے ایسی محبت کرتے ہیں۔ جیسی خدا سے محبت کی جاتی ہے۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں۔ اللہ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔

اور یہ بھی خدا نے خبر دی ہے کہ جو لوگ اپنے بنائے ہوئے شریکوں اور مشیوں کو خدا کی محبت کے برابر بنا دیتے ہیں۔ وہ بھی جہنم میں جائیں گے۔ یہ لوگ اپنے معبودان باطل سے کہیں گے۔

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ  
اِذْ نُسُوْكَهُم بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (سورہ الشعراء)

قسم خدا کی ہم تو صریح گمراہی میں تھے کہ ہم تم کو پروردگار کے برابر سمجھتے تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ خدا نے اپنے رسول اور پیغمبر اسی لئے بھیجے ہیں کہ توحید فی المحبت کی لوگوں کو تعلیم دیں۔ اور اپنی ماری کتابیں بھی اسی غرض سے نازل فرمائی ہیں ابتداء سے لے کر آخر تک جس قدر بھی رسول اور پیغمبر آئے۔ اسی توحید فی المحبت کی دعوت کی غرض سے آئے اور اسی توحید فی المحبت ہی کے لئے آسمان، زمین، جنت، دوزخ پیدا کئے ہیں۔ جنت خدا نے اپنی توحید والوں کے لئے بنائی ہے۔ اور اس محبت میں کسی دوسرے کو خدا کا شریک قرار دینے والے کو مشرک کہا۔ اور مشرکوں کے لئے جہنم بنائی۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے قسم کھا کر فرمایا۔

لَا يُوْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وٰلِدَيْهِ وَوَالِدَتَيْهِ وَنَاسِ اَجْمَعِيْنَ  
اس وقت تک بندہ مومن نہیں جب تک کہ رسول سے اپنی اولاد اپنے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ رکھے۔

جب رسول اللہ کی محبت سے متعلق یہ حکم ہے تو پھر پروردگار جل جلالہ کی محبت کے متعلق



کیا حکم ہو گا؟ آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ بن الخطابؓ سے فرمایا۔

لاحتی اکون احب الیک

من نفسک

جب آنحضرتؐ کی محبت اور الوعہ محبت کا یہ حکم ہے تو پھر رب العالمین جل جلالہ و تقدست اسمائہ و صفائہ و تبارک اسمہ و تعالیٰ ولا الہ غیرہ کی محبت و عبادت کا کیا حکم ہو گا؟ سب سے زیادہ اس کی محبت کیوں اقدم نہ ہوگی؟

بندوں کے پاس خدا کی جانب سے جو کچھ پہنچ رہا ہے۔ وہ اس امر کی دعوت دے رہا ہے کہ خدا ہی سے محبت کی جائے۔ اور جس سے خدا محبت کرتا ہے۔ اسی سے محبت کی جائے۔ اور جس سے خدا کراہت و نفرت کرتا ہے۔ اسی سے کراہت و نفرت کی جائے۔

خدا کی عطیات اور رکاوٹیں۔ معانات اور ابتلائیں۔ قبض و بسط عدلی و فضل و امارنا جلانا لطف و کرم، رحمت و احسان، ستر پوشی و عفو حلم و صبر، اجابت دعا و دفع کرب و تکالیف مصیبت زدوں کی اعانت و امداد۔ اس کی یہ ساری مہربانیاں اور بلا غرض مہربانیاں ہیں۔ حالانکہ بندوں سے من الوجہ مستغنی اور بے پروا ہے۔ یہ تمام باتیں انسان کو اس امر کی دعوت دے رہی ہیں کہ عبادت و محبت صرف خدا ہی کی اور خدا ہی سے کی جائے۔ بلکہ اس نے اپنے بندوں کو مصیبت و نافرمانی کی جو قوت دے دی ہے اسی سے مصیبت کے اباب ہٹیا کر دیتا ہے۔ پھر بھی ان کی ستر پوشی کرتا ہے۔ اور بندے اپنی خواہشات پوری کر لیتے ہیں۔ اس وقت تک ان کی محافظت و نگہ رانی کرتا ہے۔ بندے مصیبت و نافرمانی کرتے ہیں۔ اپنی خواہش پوری کرتے ہیں۔ پھر بھی وہ ان کی اعانت و امداد کرتا ہے۔ اور انہیں اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ یہ تمام امور متقاضی ہیں کہ بندے صرف خدا ہی سے محبت کریں۔ اگر ایسا سلوک ہوگا اس سے بھی کمتر درجہ کا سلوک بھی انسان کے ساتھ کوئی دوسرا کرے تو اپنے دل میں کوئی شخص محبت ایسے آدمی کے ساتھ باقی نہیں رکھ سکتا۔ پس بندے کامل جمعیت خاطر کے ساتھ ہمہ تن اس ذات سے محبت کیوں نہ کریں۔ جو ہمہ قسم کی نافرمانیوں اور گناہوں کے بعد بھی اپنے بندوں کے ساتھ احسان کرتی ہے؟ اور بندوں کی ہر ہر سانس اس کے احسانات سے گراں بار ہے اور خیر و فلاح کی تمام تر برکتیں اسی کی جانب سے اترتی ہیں۔ بندوں کا سر اور بد علی دیکھتا ہے۔ پھر بھی اسے نعمتیں دیتا ہے۔ اور نعمتیں دے کر خوش ہوتا ہے اور خدا تو ان سے بالکل مستغنی اور بے پروا ہے۔ بندے گناہ اور نافرمانی کرتے ہیں۔ اور اس سے بعض وعاد کا ثبوت

دیتے ہیں۔ حالانکہ بندے ہر حال میں خدا کے محتاج ہیں۔ پھر بھی بندوں کے گناہ اور معصیت خدا کی خیر خدا کے احسانات و انعامات کو نہیں روکتے۔ بندوں کی شومی اعمال اور نحوست عصیاں رب العالمین کے احسانات کو بند نہیں کر دیتی۔ پس وہ قلوب جو اس شان کے خدا سے محبت نہ کریں بلکہ دوسروں سے محبت کریں۔ وہ کس قدر منحوس و مشوم ہوں گے ؟

اگر کوئی آدمی تم سے محبت کرتا ہے یا تم اس سے محبت کرتے ہو تو اپنی اپنی اغراض کی بناء پر کرتے ہو لیکن رب العالمین اپنی غرض سے نہیں۔ تمہارے لئے اور تمہاری ہی غرض کے لئے تم سے محبت کرتا ہے جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں ہے۔

عبدی کل یریدک لنفسہ وانا  
اریدک لنفسک  
میرے بندے ! ہر شخص تجھے اپنے لئے چاہتا ہے  
اور میں تجھے تیرے لئے چاہتا ہوں۔

پس بندوں کو شرم آنی چاہیے کہ اس شان کے پروردگار سے وہ اعراض کرتے ہیں۔ اور دوسروں سے محبت کرتے ہیں۔ اور خدا کے سوا دوسروں کی محبت میں غرق اور محو ہوتے ہیں۔

نیز یہ کہ مخلوق میں سے کوئی بھی تم سے اس وقت تک بھلائی اور اچھا معاملہ نہیں کرتا جب تک کہ وہ اپنا فائدہ نہ سوچ لے۔ لیکن رب العالمین کی شان یہ ہے کہ تمہارے ہی فائدہ کے لئے اور تمہاری ہی بھلائی کے لئے۔ تمہارے ساتھ بھلائی اور اچھا معاملہ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ تمہیں بڑے بڑا فائدہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ نفع پہنچے۔ نیکی کرو تو ایک دھم کے عوض دس اور دس سے لیکر سات سو تک اور اس سے بھی زیادہ تمہیں نفع ملے۔ اور اگر گناہ کرو تو ایک کے بدلہ میں ایک ہی سزا دے۔ اور توبہ کرو تو یہ بھی معاف کر دے۔

نیز حق سبحانہ و تعالیٰ نے تم کو صرف اپنی ذات کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور ساری خدائی دنیا اور آخرت تمہارے لئے پیدا کی ہے۔ اب بناؤ محبت کس سے کی جاتے ؟ اور کس کی ضمانت و رضا جوئی کے لئے جدوجہد کی جاتے ؟

نیز تمہارے مقاصد و مطالب کی بلکہ ساری مخلوق کے مقاصد و مطالب کی کنجیاں اس کے پاس ہیں اور وہ سب سے بڑا جواد سب سے بڑا کریم و رحیم اور سب سے بڑا سخی ہے۔ سوال کرنے سے پہلے بندوں کو نوازتا ہے اور بندوں کی امیدوں سے زیادہ ان کو دیتا ہے۔ بندوں کے قلیل سے قلیل عمل سے وہ خوش ہوتا ہے اور اسے بڑھا دیتا ہے۔ بندوں کی خطاؤں لغزشوں کو معاف کرتا ہے اور محروم و پتلے آسمانوں اور زمینوں کی ساری مخلوق اس کے سامنے اپنی احتیاجات پیش



کرتی ہے۔ اس کی شان ہی کچھ عجیب و غریب ہے۔ کل یوم ہونی شان۔ وہ سب کی سنتا ہے سب کو دیتا ہے۔ کسی کو بھول نہیں جاتا۔ سائین کی کثرت نہ اسے پریشان کرتی ہے۔ نہ اسے اس سے کوئی مغالطہ ہوتا ہے۔ وہ الحاج وزاری کرنے والوں سے نہ اکتاتا ہے۔ نہ ٹھکتا ہے بلکہ زیادہ الحاج وزاری کرنے والوں کو زیادہ محبوب رکھتا ہے۔ اور زیادہ چاہتا ہے۔ اور مانگنے والوں سے خوش ہوتا ہے۔ اور جو نہ مانگے اور سوال کرنے سے جان چڑائے اس پر خفا اور ناراض ہوتا ہے۔ ایسے موقعوں پر وہ شرماتا ہے۔ جہاں بندہ نہیں شرماتا۔ اور پھر بھی اسکی ستر پوشی کرتا ہے اور ایسی ستر پوشی کہ بندہ خود اپنی ستر پوشی بھی اس طرح نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے بندوں کو اپنے عطیات و انعامات، احسانات و مواہب، بخششوں اور رضامندیوں کی طرف پکار پکار کر بلاتا ہے لیکن بندے دور بھاگتے ہیں۔ اور جب بندے دور بھاگتے ہیں تو اس نے اپنے رسول اور پیغمبر ان کے پاس بھیجے کہ وہ ان کو بلائیں اور منائیں۔ اور اپنا عہد اور معاہدہ ان رسولوں اور پیغمبروں کے ساتھ بھیجا کہ ان کے سامنے پیش کریں۔ اور اس کی طرف بلائیں۔ اور پھر صرف یہی نہیں بلکہ وہ خود نیچے اتر کر بندوں کی طرف آتا ہے اور کہتا ہے۔

مجھ سے کون مانگتا ہے؟ میں اسے دوں۔ مجھ سے کون مغفرت چاہتا ہے۔ میں اسکی مغفرت کروں؟

من لیستنی فاعطی من لیستغفرنی  
فاعفولہ  
اور کہتا ہے

میں تجھے وصل کے لئے بلاتا ہوں۔ لیکن تو انکار کرتا ہے۔ تجھے بلانے کے لئے رسول اور پیغمبر بھیجے۔ میں خود اتر کر تیرے پاس آیا۔ غنیمت میں آکر میں نے تجھ سے ملاقات کی۔

ادعوك للوصل فتأبى۔ البعث رسلی  
فی الطلب۔ انزل الیک بنفسی التلاک  
فی النوم۔

پس انسانی قلوب خدا کی ذات سے محبت کیوں نہ کریں؟ کہ وہ ایسی ذات ہے کہ اس کے سوا بندوں پر کوئی احسان کرنے والا، برائیوں کو رفع کرنے والا۔ بندوں کی دعا قبول کرنے والا گناہوں کا بخشنے والا۔ عیوب کی ستر پوشی کرنے والا، تکالیف و مصائب دور کرنے والا، مصیبتوں کی امداد کرنے والا۔ حاجت مندوں کی حاجتیں پوری کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ خدا ہی ذکر و شکر حمد و ثنا کا مستحق ہے اور پس وہی حقدار ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں۔ وہی تو ہے جو مدد مانگنے والوں کی نصرت و امداد کرتا ہے۔ مملوکوں اور غلاموں پر سب سے زیادہ مہربان ہے۔ طلب کرنے والوں کیلئے

سب سے بڑا سخی ہے اور دینے والوں میں سب سے بڑا دینے والا ہے۔ رحم کی درخواستیں کرنے والوں پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ مانگنے والوں پر سب سے زیادہ کرم اور بخشش کرنے والا ہے۔ التجا کرنے والوں کی سب سے زیادہ قدر کرنے والا ہے۔ اس پر توکل و اعتماد کرنے والوں کی کفالت کرنے والا ہے۔ بندوں پر ان کی مائول سے زیادہ مہربان ہے۔ بندوں کی توبہ سے وہ اس قدر خوش ہوتا ہے کہ کسی آدمی کی سواری گم ہو گئی۔ جس پر اس کا کھانا پینا۔ تمام سرمایہ اور مال و متاع اور سرو سامان لدا ہوا تھا، کسی مہلک سرزمین میں پہنچ کر اس کی سواری گم ہو گئی۔ اور ہر چیز سے وہ محروم ہو گیا۔ بالآخر وہ زندگی سے شک آگیا۔ اور موت کا انتظار کرنے لگا۔ اس حالت میں سواری اسے اصل حالت میں لے گئی۔ جو خوشی اس حالت میں اس اذیت والے کو حاصل ہوتی ہے، توبہ کرنے والے سے خدا اسی طرح خوش ہوتا ہے۔

خدا وہ بادشاہ اور شاہنشاہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کا کوئی مانند و مثل نہیں۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ اس کی اجازت اور حکم ہی سے اس کی اطاعت و عبادت کی جاتی ہے اس کی نافرمانی اس کے علم کے بغیر ناممکن ہے۔ اس کی عبادت کی جاتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے حالانکہ اطاعت اور عبادت کی توفیق و انعام اسی کی جانب سے ہے اور پھر بھی اگر نافرمانی کی جاتی ہے، وہ مغفرت فرماتا ہے۔ اس کا حتیٰ ضائع کیا جاتا ہے پھر بھی وہ عفو و درگزر کرتا ہے وہ قریب و نزدیک والوں کا مشاہدہ محافظ، نگراں ہے۔ سب سے بڑا عہد وفا کرنے والا۔ سب سے بڑا عادل اور سب سے بڑا منصف ہے۔ بندوں کے ساتھ ہے۔ بندوں کی پشیمانیوں اور چوٹیاں اور ان کے اختیارات اس کے ہاتھ میں ہیں۔ سارے آثار اس نے لکھ رکھے ہیں۔ بندوں کی اہل اس کے قلم سے لکھی جا چکی ہے۔ یہی ذات اور صرف یہی ذات ایسی ہے کہ قلوب خواہ مخواہ اس کی طرف کھینچتے ہیں۔ ہر مخفی چیز اس کے سامنے ظاہر اور روشن ہے۔ علانیہ اور ظاہر غائب اور منور چیزیں اس کے سامنے واضح اور روشن ہیں۔ ہر ایک اس کا محتاج ہے۔ ساری مخلوق اس کے نور کے سامنے جھکی ہوئی ہے۔ اس کی کہنہ و حقیقت معلوم کرنے سے دنیا عاجز اور قاصر ہے۔ فطرت اور دلائل دلالت کرتے ہیں کہ اس کا مثل۔ مانند، شبیہ، محقق اور محال ہے۔ ظلمتیں اس کے نور سے منور اور روشن ہیں اور زمین و آسمان اس کے نور سے منور ہیں۔ ساری مخلوق کو اس نے صانع بنایا۔ وہ سوتا نہیں، اور سونا اس کے لئے سزاوار نہیں۔ قسط و عدل کا پلہ کبھی جھکا دیتا ہے۔ کبھی اونچا کر دیتا ہے۔ بندوں کے رات کے اعمال دن بکھنے سے پہلے اور دن کے اعمال رات آنے سے پہلے اس کے سامنے پیش ہو جاتے ہیں



اس کا نور اس کا حجاب ہے۔ اگر یہ حجاب اٹھا دیا جائے تو ساری مخلوق جل کر خاک ہو جائے۔

ما اعتاض يا ذل حياء سوا لا من عوض ولو ملك الوجود باسراء  
خدا سے محبت کرنے والا جو معاوضہ پائے گا وہ معاوضہ کسی کو بھی نصیب نہ ہوگا۔ اگرچہ وہ کل موجودات کا مالک ہی کیوں نہ بن جائے۔

## فصل

لذت کا کمال محبوب کے کمال سے وابستہ ہے۔ بڑی سے بڑی نعمت دیدار الہی ہے اس کام کا سنا بھی بہت بڑی نعمت ہے۔ دنیا کی لذتیں تین قسم کی ہیں بہتر سے بہتر لذت وہ ہے جو آخرت کی لذت تک پہنچائے۔ بری لذت وہ ہے جو بندے کو آخرت کی لذت سے محروم کر دیوے۔

یہاں ایک عظیم الشان امر ہے جس کی طرف ہر عقلمند کو توجہ کرنی چاہیے اور وہ یہ کہ لذت و سرور و فرحت و مسرت اور بخت روح و چیزوں سے وابستہ ہے۔ ایک یہ کہ محبوب اور محبوب کا جمال کامل و اکمل ہو کہ خود محبوب کا جمال انسان کو اپنی طرف جذب کر لے اور دوسری طرف سے اسے ہٹا دیے۔

دوسری چیز یہ کہ محبوب سے کامل ترین محبت ہو۔ اور اس کی محبت میں تمام ممکنہ کوشش کی جائے اور اس سے تقرب و نزدیکی حاصل کرنے کی سعی کی جائے۔ اور اس تک پہنچنے میں ہمت کا اٹھار کیا جائے اور ہر چیز سے اس کے تقرب کو مقدم سمجھا جائے۔

ہر عقلمند انسان یہ سمجھتا ہے کہ حصول محبوب کی لذت باعتبار قوت محبت کے ہے۔ جس قدر محبت قوی اور زیادہ ہوگی۔ اسی قدر لذت زیادہ ہوگی۔ مثلاً جسے پیاز کی شدت زیادہ ہوگی۔ اسے ٹھنڈے پانی کی لذت زیادہ حاصل ہوگی۔ جسے بھوک زیادہ ہوگی اسے کھانا زیادہ مرغوب ہوگا۔ اور کھانے میں زیادہ لذت حاصل ہوگی ایسی بے شمار مثالیں ہم کو مل سکتی ہیں۔ نیز لذت باعتبار شوق۔ شدت ارادہ اور شدت محبت کے ہوتی ہے۔ جس قدر شوق ارادہ و محبت زیادہ اور قوی ہوگی۔ لذت زیادہ ہوگی۔

جب ہم یہ معلوم کر چکے تو اب یہ سمجھ لو کہ لذت و سرور اور فرحت و مسرت کی لذت مطلوب چیز ہے

بلکہ ہر عقلمند کی زندگی کا مقصد اعلیٰ ہے جبکہ لذت فی نفسہ ایک مطلوب چیز ہے تو وہ لذت جس کے بعد بڑا سے بڑا رنج اور تکلیف پہونچے۔ یا وہ لذت جو اس سے بڑی لذت سے محروم کر دیوے۔ وہ قابلِ مذمت لذت ہوگی۔ اب بتاؤ اس لذت کے متعلق تم کیا کہتے ہو جس کے بعد انسان کو بڑی سے بڑی بے پناہ حسرتیں برداشت کرنی پڑیں۔ اور جس کی وجہ سے وہ اعلیٰ سے اعلیٰ لذتوں سے محروم ہو جائے؟

واقعہ یہ ہے کہ لذت قابلِ تعریف اور موجبِ ستائش وہی ہے جس کے اندر کسی قسم کی تلخی اور کدورت نہ ہو۔ اور یہ لذت آخرت اور آخرت کی نعمتوں کی لذت ہے۔ انسان کی بہترین عیش اور مرغوب زندگی اسی لذت سے وابستہ ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے۔  
 بل تترکون الحیات الدنیا والاخرة  
 خیر والقی  
 (اعلیٰ)

فرعون کے جادوگروں نے ایمان لانے کے بعد یہ نعرہ لگایا تھا۔  
 فاقہی حانت قاض انہا لقضی هذه  
 الحیاة الدنیا . الماتیرہ (ظہر)  
 اے فرعون! جو تو کرنے والا ہے کہ گذر تو دنیا  
 ہی کا زندگی پر حکم چلا سکتا ہے۔

اور خدا نے مخلوق کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ اپنے بندوں کو اور اطاعت گزاروں کو جنت  
 الخلد کی اس دائمی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ دنیا ختم ہونے والی ہے۔ دنیا کی لذتیں مٹانی اور  
 کہ درتوں سے پر ہیں۔ بخلاف آخرت کی لذتوں کے کہ یہ لذتیں حقیقی لذتیں ہیں اور ہمیشہ باقی  
 رہنے والی لذتیں ہیں۔ آخرت کی لذتیں اور نعمتیں خالص صاف ستھری اور کدورتوں اور آلام  
 سے پاک ہیں۔ جنت کی لذتیں جنت کی نعمتیں اسی مرغوب ہیں کہ ہر انسان ان کی آرزو کرتا  
 ہے۔ اور انہیں ان سے لذت اندوز ہوتی ہیں اور پھر یہ لذتیں دائمی ابدی لذتیں ہیں اور کسی کو  
 معلوم نہیں کہ خدا نے اپنے بندوں کے لئے کیا کیا۔ اور کسی کیسی چیزیں پردہ غیب میں مخفی رکھ چھپی  
 ہیں؟ جنت میں تو وہ وہ چیزیں خدا نے رکھ چھپی ہیں۔ کہ آج تک نہ کسی آنکھ نے دیکھی  
 ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں۔ نہ اب تک کسی انسان کے قلب میں اس کا خطرہ اور خیال گذرا  
 ہے۔ اور واضح قوم کا مقصد اس قول سے یہی تھا۔

یا قوم! اتبعون احادیثی الرشد  
 اے میری قوم تم میری اتباع کرو۔ میں تم کو

اے یہ ناصح قوم وہ تھا جو فرعون کے گھرانے سے تھا اور ایمان سے شرف اندوز ہوئے بعد اپنی قوم کو نصیحت کر رہا تھا



یا قوم! انما هذا لا الحیاة الدنیا متاع  
وان الآخرة هی دار المقارن (مومن)  
راستہ دکھا دوں گا۔ اے قوم اس دنیا کی زندگی  
کے بس چند روزہ فائدہ سے ہیں اور آخرت  
ہی ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔

خدا اس آیت میں یہ خبر دیتا ہے کہ دنیا ایک متاع اور سامان ہے۔ جس سے انسان کو استفادہ  
استمتاع کر سکتا ہے۔ ہمیشہ کا ٹھکانہ اور جگہ تو آخرت ہے۔  
جب تم معلوم کر چکے کہ دنیا کی لذتیں ایک متاع اور سامان کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور آخرت  
کی لذتوں کا ذریعہ ہے۔ دنیا مقصود بالذات بنا کر پیدا نہیں کی گئی۔ لہذا جو لذت کہ آخرت کی  
لذت کی طرف پہنچاتے اس سے لذت اندوز ہونا قابل مذمت نہیں ہے۔ بلکہ بایں حیثیت کہ  
یہ لذت آخرت کی لذت کا ذریعہ ہے قابل تعریف ہے۔

اب یہ سمجھ لو کہ آخرت کی بڑی سے بڑی نعمت و لذت یہ ہے کہ بندہ سے کو اللہ تعالیٰ کا  
دیدار نصیب ہو۔ اور اس کا کلام سننا میسر آئے۔ اور اس سے تقرب و نزدیکی حاصل ہو۔ جیسا کہ  
حدیث روایت باری کے متعلق ایک صحیح حدیث میں مذکور ہے۔

فواللہ ما اعطاہو شیئاً احب الیہ  
من المنظر الیہ :  
قسم خدا کی انہیں اس سے زیادہ کوئی محبوب چیز  
نہیں دی گئی۔ کہ وہ اس کو دیکھیں گے۔

ایک دوسری حدیث ہے

انما انا تبلی لہو ورتوہ لستوا ماہو ضیہا  
من النعیم ۔  
جب خدا ان کے سامنے تجلی فرمائے گا تو وہ  
لوگ اپنی ساری نعمتیں بھول جائیں گے۔

نانی اور مسند احمد کے اندر حضرت عمار بن یاسر کی حدیث ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
اپنی دعاؤں میں فرماتے تھے۔

واسئلك اللہ لذات النظر الی وجہك الکریم  
والشوق الی لقاءك  
اے اللہ! میں تیرے رخِ کریم سے لذتِ نظر  
اور تیری ملاقات کا شوق تجھ سے مانگتا ہوں۔

عبداللہ بن امام احمد کی کتابت السنن کے اندر یہ معروف حدیث مروی ہے۔

كان الناس يوم القيامة لهم لسمعوا  
المقران من الرحمن، فاذا سمعوا من  
الرحمن كانوا لهم لسمعوا قبل ذلك

جن لوگوں نے کبھی خدا کا قرآن، خدا کی زبان  
سے نہیں سنا۔ جب قیامت کے دن وہ خدا  
کی زبان سے قرآن سنیں گے تو انہیں تو ایسا  
معلوم ہوگا گویا انہوں نے اس سے پہلے کبھی  
قرآن سنا ہی نہ تھا۔

جب یہ بات سمجھ لی گئی تو اب یہ سمجھ لو کہ دنیا کی جس لذت سے آخرت کی یہ لذت حاصل  
ہو وہ سب سے بڑی لذت ہے اور یہ لذت معرفت الہی، محبت خداوندی کی لذت ہے  
یہی لذت دنیا کی لذتوں میں سب سے بڑی نعمت ہے۔ دنیا کی تمام لذتیں اس لذت و  
نعمت کے مقابلہ میں ایسی ہیں گویا سمندر کے مقابلہ میں قطرہ، انسان کی روح، انسان کا  
قلب اور بدن درحقیقت اسی لذت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ پس دنیا میں سب سے بڑی لذت  
اور سب سے بڑی نعمت خدا کی معرفت اور اس کی محبت ہے۔ اور جنت میں لذت  
سے لذت ترین چیز رویت خداوندی ہے۔ کہ انسان خدا کو اپنی آنکھوں سے اپنے سامنے  
دیکھے گا۔ خدا کی محبت و معرفت انسان کی آنکھوں کی ٹھٹھک اور روح کی لذت اور قلب کی  
اصل فرحت و مسرت ہے۔ اور دنیا کی وہ نصیقتیں، سرشتیں، لذتیں جو محبت و معرفت کی لذتوں  
سے محروم کرنے والی ہوں۔ وہ سراسر مصیبت اور عذاب ہیں۔ کیونکہ یہ لذتیں عذاب سے  
منقلب ہو جائیں گی۔ اور ان سے لذت اندوز ہونے والا تنگی معیشت میں مبتلا ہو کر رہ جائے  
گا۔ پس خوشگوار زندگی وہ ہے جو خدا کے ساتھ، خدا کی رضا مندی و خوشنودی کے ساتھ گزرتی  
اور یہ زندگی کیسی ہوتی ہے؟ خدا والوں سے پوچھو۔ خدا سے محبت کرنے والوں سے پوچھو  
بعض خدا والوں کا قول ہے "بعض اوقات ہم پر ایسے گذرتے ہیں کہ اگر جنتیوں کو جنت میں  
اس جیسی لذت و نعمت ملے تو سمجھ لو وہ ایک خوشگوار زندگی ہے۔ مگر نہ جنت بیکار ہے"  
کسی اور خدا والے کا قول ہے۔ "اگر بادشاہ اور بادشاہوں کی اولاد  
وہ چمپیز پائیں جو ہمیں حاصل ہے تو رشک کے مارے وہ تلواروں سے  
ہماری گردنیں اڑا دیں"

دنیا کی باطلی محبت کے متعلق کہنے والے نے کہا ہے۔

فلا جنوفین لا یحب و بعشق

وما الناس الا العاشقون ذووا الهوى



ساری دنیا عاشقوں اور محبت کرنے والوں  
ہی سے تو بھری ہوئی ہے  
کسی اور نے کہا ہے۔

ان للدنیا متی ما لم یکن  
وہ صاحب دنیا جو کسی سے محبت نہیں کرتا  
کسی دوسرے نے کہا ہے۔

والاخییر فی الدنیا ولا فی نعیمہا  
دنیا اور دنیا کی نعمتوں میں کوئی خیر نہیں  
کسی اور شاعر نے کہا ہے

اسکن الی سکن تلذ بحبہ  
تم کسی ایسی تسکین سے تسلی حاصل کرو جس کی محبت سے تمہیں لذت حاصل ہو۔ اگر تم منفرد اور  
تنہا ہو تو زمانہ تمہارے لئے مصیبت ہے۔  
کسی اور شاعر کا قول ہے۔

لیکنی المحبون الصابنا بیتی۔  
عشاق محبت کی مصیبتوں کی شرکاتیں کرتے ہیں  
فکانت تعلی لذت الحب کلہا۔  
اگر ایسا ہوتا تو مجنوں کی ساری قوتیں تنہا مجھے حاصل ہوجاتیں۔ اور یہ لذتیں نہ مجھ سے پہلے کسی کو  
ملتی تھیں نہ میرے بعد کسی کو ملتی تھیں۔

جب اس دنیا کی محبت کا یہ حال ہے۔ تو پھر اس محبت کے متعلق کیا کہہ گے؟ جس سے  
قلب کی حقیقی زندگی وابستہ ہے۔ اور جو روح کی اصل غذا ہے؟ جس محبت کے بغیر قلب کے لئے نہ  
کوئی لذت ہے نہ نعت۔ جس کے بغیر نہ نفع ہے نہ نجات۔ نہ ہی زندگی۔ جب قلب اس محبت  
سے محروم ہو جائے۔ تو اس کے رنج و الم کا کیا مال ہوگا؟ اس کی یہ مصیبت تو آنکھوں کی  
روشنی کانوں کی سماعت، ناک کی قوت شامہ۔ زبان کی قوت ذائقہ اور قوت ناطقہ چلے جانے کی  
مصیبت سے بھی بڑھ کر مصیبت ہے۔ بلکہ جو قلب اپنے ماطر و خالوق، الہ الخلق کی محبت سے خالی ہے وہ  
اس جسم سے بھی بدتر اور خراب ہے جس سے سونخ نکل چکی ہو۔ اس حقیقت کو وہی سمجھ سکتا ہے۔ اور

اور وہی اس کی تصدیق کر سکتا ہے جس کے اندر روح اور زندگی موجود ہو۔ مردوں کو زخموں کی تکالیف کا پتہ کیونکر چل سکتا ہے ؟

مقصود یہ ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی اور کامل ترین لذت وہ ہے جو آخرت کی لذت کا ذریعہ ہو۔ اور آخرت کی لذت تک پہنچائے۔  
دنیا کی لذتیں تین قسم کی ہیں۔

پہلی۔ یہ کہ وہ لذت آخرت کی لذت کی طرف لے جائے۔ آخرت کی لذت کا ذریعہ ہو۔ اور اس لذت سے انسان کو بڑا سے بڑا اجر و ثواب ملے۔ یہ سب سے بڑی اور کامل ترین لذت ہے اور مومن بندہ اگر کھانے پینے، لباس، نکاح، جماع، شفا، اپنے اور خدا کے دشمنوں پر غصے و غضب، قہر و غصہ میں رضا راہی مقصود رکھے۔ اور اس کی یہ تمام باتیں لوجہ اللہ ہیں تو یہ چیزیں موجب اجر و ثواب ہیں۔ جب یہ لذتیں اجر و ثواب کا موجب ہیں تو بتاؤ اس لذت کا کیا کہنا۔ جو معرفت الہی، محبت الہی، شوق تقار خداوندی سے حاصل ہوتی ہے ؟ اور جو جنت نعیم میں دیت خداوندی کی موجب ہے ؟

دوسری۔ لذت وہ ہے جو بندے کو آخرت کی لذت سے محروم کر دیوے۔ اس قسم کی لذت میں بڑے بڑے مصائب و آلام موجود ہیں۔ مثلاً ان لوگوں کی لذت جو خدا کو چھوڑ کر بتوں سے رشتہ جوڑ لیتے ہیں۔ اور بتوں سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اور خدا سے جس قسم کی محبت کرنی چاہیے وہ بتوں سے کرتے ہیں اور آپس میں باہم ایک دوسرے سے متمتع ہوتے ہیں۔ آخرت میں ایسے لوگ خدا کے حضور میں کہیں گے۔

ما بنا استمتع بعضنا ببعض وبلغنا اجلنا  
الذی اجلت لنا۔ الایہ (انعام)  
اے ہمارے پروردگار دنیا میں ہم ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے رہے۔ اور جو وقت تو نے ہمارے لئے مقرر کیا تھا۔ ہم اس وعدے تک پہنچ گئے۔

اور مثلاً بدکاروں، ظالموں، مفسدوں، ہیکیدوں، سہیڑھی بازوں کی لذت کہ ایسی لذتیں استدرج اور خدا کی جانب سے امتحان ہیں۔ تاکہ انہیں بعد میں بڑے بڑے آلام و مصائب کے اندر مبتلا کر دیوے۔ اور آخرت کی بڑی سے بڑی لذت سے انہیں محروم کر دیوے جس طرح کہ کسی کے آگے لذیذ کھانا زہر آلود کر کے رکھ دیا جاتا ہے۔ اس سے کھانے والے کی موت یقینی ہے۔



لیکن یہ ایک استدراج ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ۔ اور ہم اسی طرح پر کہ ان کو خبر بھی نہ ہو آہستہ

الی قولہ ان کیدی متین (تلم) آہستہ ان کو جہنم کی طرف گھسیٹتے ہیں۔

بعض سلف صالحین نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ جب یہ لوگ گناہ اور نافرمانی کرتے ہیں تب ہم انہیں نعمتیں دیتے ہیں۔

حتیٰ اذا فرحوا بما اوتوا۔ اخذناھم

بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مَبْسُوْنَ۔ الی قولہ۔

وَالْحَدُّ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (انعام)

یہاں تک کہ جو نعمتیں ان کو دی گئی تھیں ان کو پا کر خوش ہوئے۔ یکایک ہم نے ان کو دھڑکڑایا اور عذاب کا آنا تھا کہ وہ بے آس ہو کر رہ گئے۔ الخ

اور اسی قسم کے لذت اندوز لوگوں کے حق میں خدا کا یہ ارشاد ہے۔

اِیْحٰیوْنَ اِنَّمَا اُنْفِذْنٰہُمْ بِرِیْدٍ مِّنْ مَّالٍ وَّ

بَیِّنٍ نَّسَارِعَ لَہُمْ فِی الْخَیْرٰتِ۔ یٰلَ

لَیْشَعُرُوْنَ۔ (مومنون)

ان کو فائدہ پہونچاتے ہیں، جلدی کر رہے ہیں؛

نہیں بلکہ یہ لوگ سمجھتے ہیں۔

اور ایسے ہی لوگوں کے حق میں خدا کا یہ ارشاد ہے۔

قُلْ اَتَعْبِیْکُمْ اَمْ اِلٰہُہُمْ وَاَوْلَادُہُمْ اِنَّمَا

یُرِیْدُ اللّٰہُ لَمِیْضَ سَیِّئٍ مَّہْمًا فِی الْحَیٰۃِ

الدُّنْیَا۔ (الآبہ) (توبہ)

تو اے پیغمبر! نہ تو ان کے مال تمہارے لئے

موجب حیرت ہوں۔ نہ ان کی اولاد خدا چاہتا ہے

کہ دنیا کی زندگی میں ان کو مال اور اولاد کی

وجہ سے مبتلائے عذاب ہی رکھے۔

یہ ساری لذتیں بالآخر بڑے بڑے مصائب و آلام سے تبدیل ہو جائیں گی جیسا

کہ کسی نے کہا ہے۔

یَا سَیِّدَ کَآئِنَاتِیْ فِی الْحَیٰۃِ لَا اَہْلَہَا

بہت سی چیزیں جو دنیا میں ان کو شیریں اور مرغوب تھیں، آخرت میں ان کے

لئے عذاب بن کر رہ گئیں۔

تیسری لذت وہ ہے جس سے آخرت میں اسے نہ لذت ملے گی نہ اسے تکلیف پہونچائیگی

اگرچہ آخرت کے کمال میں اس سے کچھ نقص ضرور ہوگا۔ یہ وہ مباح لذتیں ہیں جن سے آخرت کی لذتوں کے لئے استعانت نہ کی جائے۔

اس قسم کی لذتوں سے لذت اندوز ہونے کا زمانہ نہایت قلیل اور مختصر ہے بندے کو چاہیے انہی لذتوں میں اپنے کو مشغول رکھے جو اس کے لئے موجب خیر و فلاح ہوں۔ آنحضرت صلع نے اس حدیث میں اسی قسم کی لذتوں کے متعلق فرمایا ہے۔

کل لہو یلہون بہ الرجل فہو باطل  
الارمیہ۔ یقوس۔ و تادیبہ فرسہ  
وملا عتبہ امرأۃ فانہن  
من الحق۔

آدمی کا ہر کھیل باطل ہے۔ مگر کمان سے تیر  
چلانا۔ گھوڑے کو ادب سکھانا۔ اپنی بی بی  
کے ساتھ کھیلنا۔ یہ کھیل حق ہیں۔

جو لذت مطلوب لذت کی معاونت کرے وہ حق ہے۔ اور جو لذت اس لذت کی معاونت نہ کرے باطل ہے۔

## فصل

قرآن حکیم سے محبت کرنا۔ خدا کی محبت کا معیار ہے  
قرآن حکیم سنتے کے آداب۔

مذکور محبت بری اور قابل مذمت نہیں ہے۔ بلکہ محبت کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ آنحضرت صلع سے محبت کرنا بھی اسی قسم کی محبت ہے۔ محبت سے ہماری مراد ایک خاص محبت ہے اور وہ یہ کہ محبت کرنے والے کے قلب کو اس کے ذکر و فکر کی تمام قوتوں کو اپنی طرف موڑ لیوے۔ ورنہ آنحضرت صلع کی محبت تو ہر مسلمان کے قلب میں موجود ہے۔ آپ کی محبت کے بغیر تو کوئی آدمی مسلمان ہی نہیں ہو سکتا۔ اور محبت کے بے شمار درجات اور مراتب ہیں۔ جن کا احصار مشکل ہے۔

یہ محبت لطف و مہربانی کے جذبات پیدا کرتی ہے۔ مصائب و تکالیف کا بوجھ ہلکا کرتی ہے۔ بخیل کے اندر سخاوت کی روح پیدا کرتی ہے۔ بزدلوں کو بہادر و لیر بنا دیتی ہے۔ ذہن اور عقل میں لطافت و پاکیزگی پیدا کرتی ہے۔ نفس میں تازگی پیدا کرتی ہے۔ اور حقیقی عیش و زندگی کو خوشگوار بنا دیتی ہے۔ یہ تمام مقدس صفات حرام صورتوں کی محبت اور حسن پرستی سے حاصل



نہیں ہو سکتیں۔

قیمت کے دن جبکہ بندے خدا کے حضور میں حاضر ہوں گے۔ اور بندوں کے سرائے اور اعمال مخفیہ ظاہر ہوں گے۔ ایسے بندوں کے سرائے اور اعمال تمام سے بہتر ہوں گے ان کے سرائے میں سراسر خیر و فلاح ہی ہوگی۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

تجلیتی لکھنی مضموں القلب والحننا  
سریۃ حب یوم بتلی السرائر  
قلب اور اندر من شکم قلب کی محبت کے سرائے  
اس دن تک کہ جس دن سرائے ظاہر کئے جائیں گے  
باقی رہیں گے۔

یقیناً یہ محبت چہرے کو نورانی کرتی ہے۔ سینے میں انشراح و فراخی پیدا کرتی ہے۔ قلب کو زندہ کرتی ہے۔ اور جو حال محبت الہی کا ہے وہی حال محبت کلام الہی کا ہے کیونکہ کلام الہی کا محبت علامت ہے محبت الہی کی۔ اگر تم اپنے اندر یا کسی دوسرے کے اندر محبت الہی کا اندازہ کرنا چاہتے ہو تو دیکھ لو کہ تمہارے اندر یا اس کے اندر محبت کلام الہی کس قدر ہے؟ آلات طرب و سرود گانے بجانے کی سماعت کا شوق زیادہ ہے۔ یا قرآن حکیم سننے کا؟ کیونکہ جو آدمی جس سے محبت کرتا ہے اس کی باتیں اسے سب سے زیادہ محبوب اور مرغوب ہوتی ہیں جیسا کہ کہا گیا ہے۔

ان كنت حزیناً فلیم یؤت کتابی  
امانا ملت ما قبل من لذینا خطابی  
اگر تو میری محبت کا دم بھرتا ہے تو پھر تو نے میرا  
میرے لذیذ و مرغوب خطاب پر تو نے غور و تامل  
خط کیوں چاک کر دیا؟  
کیوں نہیں کیا۔

حضرت عثمانؓ کا قول ہے

لو طهرت قلوبنا لما شبعنا من كلام الله  
اگر ہمارے قلوب پاک ہوتے تو کلام الہی سے  
کبھی سیر نہ ہوتے۔

اور واقعہ بھی یہ ہے کہ ایک محبوب اپنے حقیقی محبوب کے کلام سے سیر بھی کس طرح ہو سکتا ہے؟  
ایک مرتبہ آنحضرتؐ علم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے فرمایا۔  
اقتدا علی  
کچھ قرآن مجھے پڑھ کر سناؤ۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے عرض کیا۔ قرآن تو آپؐ پر اترا ہے۔ اور میں پڑھ کر سناؤں!  
آپؐ نے فرمایا۔

انی احب ان اسمع من غیری  
میں پسند کرتا ہوں کہ دوسرے کسی سے میں سنوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سورہ نسا شروع کی۔ تاکہ اس آیت پر پہنچے۔

فکیف اذا جئنا من کل امة بشہید وقتل  
جناہک علی ہولاء شہیدا، (نسا)  
بھلا اس دن کیا حال ہو گا جب ہم ہر ام  
کے گواہ طلب کریں گے۔ اور ایسے ہی ہر ام تم  
اس امت کی گواہی کے لئے طلب کریں گے۔

آپؐ نے فرمایا۔

حبیبک الات

اب بند کرو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنا سر اونچا کر کے آنحضرتؐ کی طرف دیکھا تو دیکھا کہ  
رو رہے ہیں۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی تھری لگی ہوئی ہے۔

آنحضرتؐ علم کے صحابہ حبیب کبھی کسی جگہ بھیجے ہوئے اور ان میں حضرت ابو موسیٰ اشعر  
موجود ہوتے تو سب ہی کو فرمائش کرتے۔ ابو موسیٰؓ کچھ قرآن بنا دو۔ حضرت ابو موسیٰؓ قرآن پڑھتے  
اور صحابہ کرام سنتے۔

قرآن حکیم سے محبت رکھنے والوں کا وہ ذوق لذت، علاوت، مسرت، سماج، شہادت  
اور گانے بجانے کے وہ ذوق، لذت و علاوت اور مسرت سے لاکھوں درجے بڑھا ہوا  
ہے۔ اگر تم کسی آدمی کو دیکھو کہ اسے اشعار سننے کا شوق زیادہ ہے۔ اشعار سے اس کے اندر  
وہ کس قدر پیدا ہوتا ہے! اور پھر دیکھو اسے قرآن حکیم سننے سے ذوق و جذبہ پیدا ہوتا ہے  
یا نہیں؟ اگر قرآن حکیم سننے سے ذوق و جذبہ پیدا نہیں ہوتا تو اس کا حال وہ سمجھو جو کسی شاعر  
کو بیت من الشعر نہیں فقیہ کا فقیہ  
تیرے سامنے ہم قرآن پڑھتے ہیں تو غیر حرمی پھر کی مانند ہوتا ہے اور حبیب کوئی شعر پڑھا ہوا ہے  
تو بہتوں کی طرح جھومتا ہے۔

یہ حالت اس امر کی دلیل ہے کہ اس کا قلب محبت الہی سے خالی ہے اور اسے صرف  
شیطان سے قلعہ ہے اور انھوں نے غریب خوردہ لوگ سامع شیطانی کو بھی کوئی چیز سمجھتے ہیں۔  
حق حسن پرستی کے فوائد اور منافع پیش کرتے گئے ان سے لاکھوں درجے زیادہ خدا کا  
کلام کا خدا کے رسولؐ کی محبت میں فوائد و منافع موجود ہیں۔ بلکہ اس محبت کے منافع تمام  
صودے فائدہ اور بے نقص ہیں۔ اس محبت کے سوا جس قدر بھی چیزیں ہیں۔ اگر وہ محبت الہی میں  
نہیں کرتیں۔ اور حقیقی محبوب کی طرف راہ نمائی نہیں کرتیں تو وہ ساری چیزیں باطل و غلط اور بے



## فصل

عورتوں سے جائز محبت۔ حضرت زینب بنت جحشؓ کا قصہ  
عثمان کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی  
سفارشات۔ عورتوں سے تین قسم کی محبت ہو سکتی ہے۔  
عورتوں سے محبت کرنے میں محب قابل ملامت نہیں ہے۔ بلکہ عورتوں سے محبت کرنا مرد کا  
کمال ہے۔ خدا نے خود بندوں پر اس کا احسان بتایا ہے کہ تمہاری تسکین و تسلی کے لئے ہم نے  
تمہارے جوڑے بنا دیئے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

ومن آياته ان خلق لكم من انفسكم ازاواجا  
تسكنوا اليها. وجعل بينكم مودة  
رحمة. الایہ

اور خدا کی نشانیوں میں سے ایک یہ نشانی بھی  
ہے کہ تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی بیبیاں  
پیدا کیں تاکہ تم کو ان سے راحت ملے اور تم  
میں پیار و اخلاص پیدا کیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو مردوں کے لئے تسکین و تسلی کا موجب بتلایا ہے  
اور مرد و عورتوں میں خالص محبت رحم و مودت پیدا کر دی ہے۔ اس کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے وحشت  
کردی کہ کوئی عورتیں مرد کے لئے حلال اور جائز ہیں؟ اور کوئی حرام و ناجائز؟ ارشاد فرمایا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَکُمْ وِیْهٰذِیْکُمْ مِّنْ اَنْۢیْسٍ  
مِّنْ قَبْلِکُمْ وَیَتَوَبْ عَلَیْکُمْ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ  
اَلِی قَوْلِهِ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ضِیْعًا (نہار)

اللہ بچا ہوتا ہے۔ جو تم سے پہلے ہو گئے ہیں ان کے  
حالات کھول کھول کر بیان کر دے۔ اور تم کو  
نہی ملے گی کہ تم پر تمہاری نظر رکھے۔

امام ضیاء ثوریؒ نے اس آیت کی تفسیر میں امام طاووسؒ عن ابیہ کی روایت پیش کی ہے کہ مرد  
عورتوں کو دیکھنے کے بعد صبر نہیں کر سکتے۔

صحیح بخاری کے امام حضرت بخاریؒ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کسی عورت پر نہ پڑے گی آپ  
اک وقت حضرت زینبؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور ان سے اپنی ضرورت پوری کر لی اور فرمایا۔  
ان المرأة تبطل فی صورة شیطان وقد عرفی  
سورة شیطان فانما راہ احدکم اہ راہ  
النجیۃ فلیات اھلہ فان ذالک یدفعانی نفسی

عورت شیطان کی صورت میں ملنے آتی ہے۔ اور  
شیطان کی صورت میں واپس لوٹتی ہے جب تم میں سے  
کسی کی نگاہ کسی عورت پر پڑے۔ اور نہ ہی اس طرح

متوجہ کر لیوے تو چاہیے کہ وہ اسی وقت اپنی بی بی  
کے پاس چلا جائے۔ اس سے اس کے نفس کے  
خیالات دور ہو جائیں گے۔

اس حدیث کے اندر بہت سے فوائد ہیں ایک یہ کہ اگر کسی غیر عورت پر نگاہ پڑ جائے، اور دل  
میں اس کی جانب سے غلطرات و خیالات پیدا ہو جائیں تو اپنی بی بی سے جو اسی عورت کی ہم جنس ہے اپنی  
حاجت پوری کر لی جائے۔ اس سے انسان کو تسکین و تسلی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ایک کھانے کی بجائے دوسرا  
کھانا کھالینے سے۔ اور ایک کپڑے کی بجائے دوسرا کپڑا پہن لینے سے تسکین و تسلی حاصل ہو جاتی ہے۔ دوسرا  
یہ کہ آنحضرت صلعم نے حکم فرمایا کہ اگر کسی عورت کی خوبصورتی شہوت برانگیزہ کر دیوے، تو اسی وقت  
اس کا علاج کر لیا جائے۔ اور اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ اپنی بی بی سے اپنی خواہش پوری کر لی  
جائے اس سے اس کی شہوت کم ہو جاتی ہے۔

آپ کا یہ حکم ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ آپ نے دو باہم محبت کرنے والوں کے متعلق عقد نکاح کر  
دینے کا حکم دیا تھا۔ جیسا کہ سنن ابن ماجہ کے اندر ایک مرفوع حدیث میں مروی ہے۔

لمیر للتماہین مثل النکاح  
باہم محبت کرنے والوں کے لئے نکاح سے  
بہتر کوئی چیز نہیں۔

عاشق کا نکاح معشوق سے کر دینا اس سے بہتر عشق کی کوئی دوا نہیں۔ اس مرض کی یہ دوا  
خدا نے از روئے شرع اور قدر مقرر کر دی ہے۔

یہ دوا خدا کے پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی کی کہ حرام سے احتراز کرتے ہوئے  
نکاح سے کام لیا۔ کبھی عورت سے محبت ہو گئی تو اسے اپنے نکاح میں لے لیا۔ اس بارے میں  
حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ تو بارگاہ خداوندی میں ان کی قدر و منزلت اور عالی درجہ کے اعتبار سے  
تھی۔ اس سے زیادہ ہم اس بارے میں یہاں کچھ نہیں کہنا چاہتے۔

حضرت زینب بنت جحشؓ کے قصہ پر بھی ہم کچھ روشنی ڈال دیتے ہیں۔ قصہ یہ ہے کہ حضرت  
زینبؓ حضرت زینبؓ کو طلاق دینا چاہتے تھے۔ ان میں باہم موافقت نہیں تھی حضرت زینبؓ حضرت زینبؓ میں  
حاضر ہوئے اور ان کو علیحدہ کرنے کے متعلق آپؐ کی رائے طلب کی۔ آپؐ نے ان کو طلاق دینے سے روک دیا  
لیکن آپؐ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ حضرت زینبؓ جلد انہیں چھوڑ دیں گے۔ اور یہ بھی آپؐ کو معلوم تھا کہ ان کی علیحدگی کے  
بعد آپؐ ان سے نکاح کریں گے۔ لیکن یہ بات آپؐ اپنے دل میں چھپی رکھتے تھے کہ لوگ ان باہم



چہرہ چاکری گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے کی بی بی سے نکاح کیا۔ حضرت زینبؓ آپ کے بیٹے نہیں تھے۔ متنی تھے۔ لیکن عرب متنی کو مٹا کہتے تھے۔ رب العالمین کا یہ مقصد تھا کہ بندوں کی مصلحتوں کے پیش نظر اس بارے میں ایک عام قانون بنا دیا جائے۔ جب حضرت زینبؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دیدی اور ان کی عدت طلاق پوری ہوگئی تو آپ نے اپنے لئے حضرت زینبؓ کو پیغام دے کر بھیجا۔ حضرت زینبؓ حضرت زینبؓ کے مکان پر پہنچے۔ اور دروازے کی طرف پیٹھ کر کے کھڑے ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لے کر گئے تھے۔ غیرت نے تقاضا نہ کیا کہ منہ سامنے کر کے کھڑے ہوں۔ دروازے سے دُور رہ کر آواز دی زینبؓ میں تمہارے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام کے کر آیا ہوں۔ حضرت زینبؓ نے کہا جب تک رب العالمین کا حکم نہیں ملتا۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ اس کے بعد حضرت زینبؓ اپنے گھر کی مسجد کی محراب میں کھڑی ہو گئیں۔ اور نماز شروع کر دی۔ چنانچہ آپ کے نکاح کی دلالت خود خدائے قدوس نے کی اور عرش معلیٰ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا نکاح کر دیا اور خدا کی جانب سے یہ وحی اتری۔

فلما قضی زینباً منہا و طراز و جنا کھا۔  
پھر حبیب زینبؓ اس عورت سے بے تعلقی کر چکا تو  
ہم نے تمہارے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔

اس آیت کے اترنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوراً حضرت زینبؓ کے پاس تشریف لے لئے حضرت زینبؓ اس بات پر ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیبیوں کے سامنے فخر کیا کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے گھر والوں نے پڑھایا ہے لیکن میرا نکاح تو عرش معلیٰ پر خود اللہ تعالیٰ نے پڑھایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت زینبؓ کا قصہ یہ ہے۔

یہ امر یقینی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے محبت رکھتے تھے۔ جیسا کہ صحیح بخاری کے اندر حضرت انسؓ سے مروی ہے جسے نسائی نے اپنے سنن میں اور طبرانی نے اپنی اوسط میں بھی روایت کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حبیب الی من دنیا کبر۔ النساء والطیب وجعلت  
قرۃ عینی فی الصلاة  
تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں مجھے محبوب ہیں عورتیں  
خوشبو اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

یہ الفاظ بالکل ٹھیک ٹھیک حدیث کے الفاظ ہیں۔ باہر کا ایک لفظ نہیں۔ جیسا کہ بعض نے یہ الفاظ بڑھائے ہیں۔

حبیب الی من دنیا کبر ثلاث۔  
تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں محبوب ہیں۔  
امام احمدؒ نے اپنی تصنیف کتاب الزہد کے اندر کچھ اور الفاظ بھی روایت کئے ہیں۔

اصبر عن الطعام والشراب۔ ولا اصبر عنہن  
میں کھانے پینے سے صبر کر سکتا ہوں لیکن عورتوں سے صبر نہیں کر سکتا

خدا کے دشمن یہودی آنحضرت صلعم سے حد کرتے تھے اور کہتے تھے محمد کا بڑا مقصد یہ ہے کہ عورتوں سے شادیاں کرتے رہیں۔ خدا نے یہود کے خیالات کی تردید فرمائی اور جلا دیا کہ آپ کی شان نہایت بلند ہے۔ فرمایا۔

ام یحسدون الناس علی ما اتاهم من فضلہ یا خدا نے جو اپنے فضل سے لوگوں کو نعمت عطا (الائتہ - نسا)

فرمائی ہے اس پر جل مرتے ہیں الخ

امام انصار حضرت ابراہیم خلیلؑ کے نکاح میں حضرت سارہ جیسی حسین و جمیل اور دنیا جہان کی عورتوں سے زیادہ خوبصورت عورت تھیں۔ پھر بھی آپ نے حضرت ہاجرہ سے اپنا رشتہ قائم کیا۔ حضرت داؤدؑ کے پاس تنانوے بیبیاں تھیں۔ لیکن ایک ہور عورت سے محبت ہو گئی تو اس سے نکاح کر کے تنہا پوری کر لیں۔

حضرت داؤدؑ کے بیٹے حضرت سلیمانؑ ایک رات میں تنانوے بیبیوں کے پاس جا کر تے تھے کہ حضرت صلعم سے کسی نے پوچھا آپ کو کس بی بی سے زیادہ محبت ہے؟ آپ نے فرمایا عائشہ سے۔ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔

ان فی رزقت جہا مجھے ان کی محبت دی گئی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ عورتوں سے محبت کرنا انسانی کمالات میں سے ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔

خید هذه الامۃ اکثرهم نساۃ اس محبت میں بہترین آدمی دو ہے جس کی عورتیں زیادہ ہوں۔ امام احمدؒ نے فرمایا ہے۔ جلولاءؓ کی فتح کے موقع پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے حصہ میں ایک باندی آئی تھی۔ نہایت خوبصورت تھی۔ اس کی گردن ایسی تھی گویا چاندی کی صراحی۔ اسے دیکھ کر حضرت عبداللہؓ سے صبر نہ ہو سکا۔ اور لوگوں کی موجودگی میں اسے چومنا شروع کر دیا۔

اس واقعہ سے امام احمدؒ نے اسیر شدہ باندیوں سے فائدہ اٹھانے کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ استبراء رحم سے قبل جماع و ہم بستری کے سوا دوسرا فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ بخلاف اس باندی کے جو چند آدمیوں میں مشترک ہو اس سے کسی قسم کا بھی فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ مشترک باندی میں یہ امکان ہے کہ کسی کا

(۱) جلولاء غر اسان جاتے ہوئے راستہ میں پڑتا ہے۔ اس میں سلاونی اور ایرانیوں میں یہاں سخت جنگ ہوئی تھی اس جنگ میں یہ جاریہ بھی گرفتار ہو کر آئی تھی۔ اور تقسیم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے حصہ میں آئی تھی۔ ۱۲



حصہ نسخ ہو جائے۔ اور ایسا ہو تو غیر کی باندی سے فائدہ اٹھانا لازم آئے گا۔ اور یہ حرام ہے۔  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشق کے حق میں معشوقہ سے سفارش فرمائی ہے کہ اس سے نکاح کر لو لیکن  
معشوقہ نے انکار کر دیا۔ یہ بات معیثؓ اور برہنہؓ کے قصہ میں موجود ہے۔ معیثؓ نے برہنہؓ کو طلاق  
دے دی۔ طلاق دینے کو تو دیدی۔ لیکن اب اس کے پیچھے پھرنے لگے۔ اور اس کے فراق میں زار زار روتے  
اور ایسے روتے کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگسا جاتیں۔ معیثؓ کی یہ حالت دیکھ کر آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے برہنہؓ سے کہا۔

لورا جعیتہ ؟  
برہنہؓ اگر پھر تم معیثؓ کے نکاح میں چلی جاؤ تو؟  
برہنہؓ نے کہا یا رسول اللہ آپ مجھے حکم دے رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں میں سفارش کر رہا ہوں۔  
برہنہؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ اب مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
اپنے چچا حضرت عباسؓ سے کہا۔

یا عباس ! الایحب من حب معیث  
ایہ عباس ! معیثؓ کی محبت اور برہنہؓ کی ان سے  
برہنہؓ؟ ومن یفضلہا  
نقوت پر آپ کو تعجب نہیں ہوتا؟  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معیثؓ کو اس محبت کی وجہ سے برا بھلا نہیں کہا۔ کیونکہ عشق و محبت شیراقتیاری  
ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام بیبیوں میں باری تقسیم کر دی تھی۔ اور سب سے مساوات برت رہے تھے۔  
لیکن پھر بھی بارگاہ الہی میں اتھا کرتے ہیں۔

هذا قسمی۔ فیما لک فلا تلمنی  
ایہ خدا! جو میرے اختیار میں ہے میں نے اس  
طرح تقسیم کر دی لیکن جو میرے اختیار میں نہیں ہے  
اس میں مجھے علامت نہ کر۔

یعنی محبت و تقیاری کا پیر ہے۔ اس میں علامت نہ کرنا اور یہ اس آیت کی اتباع ہے۔ اور  
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

والن تمطیعوا ان تصد او بین النساء  
ولو هرستم دنام  
اور تم پیرا چاہو لیکن یہ تو تم سے ہو نہیں سکتا  
کہ کئی بیبیوں میں پوری پوری برابری کر سکو۔

یعنی محبت و جوارح میں مساوات و برابری کرنا بہت دشوار ہے۔ اور اس لئے خدا نے اس فرمان  
کے بعد ہی ارشاد فرمادیا کہ مساوات دشوار ہے لیکن تم ایک ہی عورت کی جانب کھینچنے نہ جھک پڑنا۔ فرمایا۔  
فلا تہیلوا کل الیل (نار)  
تربا کل ایک ہی طرف مت جھک پڑ۔

خلفاء راشدین جو سب سے زیادہ رحمدل تھے عشاق کے حق میں جانز معشوقوں سے سفارش کر دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عثمانؓ کا عمل نہیں پہلے معلوم ہو چکا۔ حضرت علیؓ کا بھی یہی عمل تھا۔ ایک مرتبہ رات کے وقت کس عرب کے لڑکے کو کسی کے گھر میں پالیا جیسے لوگوں نے پکڑ لیا تھا۔ لڑکے سے آپ نے پوچھا، تیرا کیا قصہ ہے؟ اس نے کہا میں چور نہیں ہوں، سچا قصہ یہ ہے۔

تعلقت فی داس الریاحی خسر میده  
لہا فی نبات الروم حسن و منظر  
فلما طرقت الدار من حب ملجتی  
تبادر اهل الدار بی شد مسجوا  
یذل لہا من حسن منظر ہا المدار  
انما افتخرت بالحسن عاتقہا الفخر  
آبت و فیہا من یوقد ہا الحجر  
ہو اللص محتوم لہ القتل والاسر

جب حضرت علیؓ نے اس کا قصہ سنا تو آپ پر رقت طاری ہو گئی۔ اور مہلب بن رباح سے کہا اس عورت کے بارے میں اس پر رحم کرو۔ مہلب نے کہا، اس سے پوچھئے کہ یہ کون شخص ہے؟ آپ نے کہا یہ نہاس بن عینیہ ہے۔ اس نے کہا، اچھا جاؤ۔ مے جاؤ یہ باندھا میں نے اسے بچھڑی۔ حضرت معاویہؓ نے ایک باندی خریدی۔ اس سے آپ کو انتہا درجہ محبت تھی، ایک دن آپ نے اسے یہ شعر پڑھتے سنا۔

وفارقتہ کالقض یفتقر فی الشوی  
طریا و سیمایا بعد ما طر شام ربہ

حضرت معاویہؓ نے اس سے پوچھا، ایسا کون شخص ہے؟ اس نے کہا مجھے میرے پہلے کا قاتل محبت ہے۔ حضرت معاویہؓ نے اسی وقت اسے واپس کر دیا۔ اور اس جاریہ کا داغ محبت ہمیشہ آپ کے دل پر رہا۔

زخم شری نے اپنی ربیعہ کے اندر ایک واقعہ لکھا ہے کہ زبیدہ جب مکہ منظمہ جا رہی تھی۔ مگر منظمہ کے راستہ میں ایک دیوار پر یہ شعر لکھے دیکھے۔

امانی عباد اللہ اونی امانہ  
لہم قلۃ اما الما و فقر بیۃ  
کریم بچی الہم عن لاهل العقل؟  
واما الحشا فالنار منہ علی رجل

زبیدہ نے نذر مانی کہ اگر میں اس لکھے والے کو پاؤں کی تو میں ضرور اسے اس کے محبوب سے ملا دوں گی۔ چنانچہ زبیدہ منظمہ میں تھی۔ اس نے سنا کوئی یہی شعر پڑھ رہا ہے۔ زبیدہ نے اسے بلا یا اور اس سے پوچھا، اس نے کہا یہ شعر میں نے اپنے چچا کی لڑکی کے متعلق لکھے ہیں۔ میرے چچا کے گھر والے اس لڑکی کا نکاح مجھ سے کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔ ان لوگوں نے قسم کھائی ہے کہ



اس کا نکاح میرے ساتھ نہیں کریں گے۔ یہ قصہ سننے کے بعد زبیدہ نے اس کے قبیلہ کے لوگوں کو بلایا اور تمام کو مال مال کر دیا۔ اور انہیں مناکر اس لڑکی کا نکاح اس سے کرا دیا۔ نکاح کے بعد زبیدہ نے لڑکی کی جانچ کی تو معلوم ہوا یہ بھی اس نوجوان پر عاشق اور شفیقہ تھی۔ بلکہ اس نوجوان کو جس قدر اس سے عشق تھا۔ اس سے کہیں زیادہ اسے اس نوجوان سے عشق تھا۔ زبیدہ ہمیشہ اپنے اس کام کو اپنے تمام نیک کاموں سے بہتر سمجھتی رہی اور اس پر فخر کرتی رہی۔ اور کہا کرتی تھی کہ مجھے اس کام سے جس قدر خوشی ہوئی کسی کام سے نہیں ہوئی۔ میں نے ایک نوجوان لڑکے اور لڑکی کو ان کے مقصد تک پہنچا دیا۔ اور دونوں کا نکاح کر کے ایک جگہ جمع کر دیا۔

خوالطی نے کہا ہے سلیمان بن عبد الملک کے پاس ایک غلام اور ایک باندی تھی۔ ان دونوں میں انتہا سے زیادہ عشق و محبت تھی۔ ایک دن اس غلام اس جاریہ کے نام پر اشعار لکھ بھیجے۔

استقیتی من ماء فیک البارد

بتنا جمیعاً فی فراشی واحد

لاراک فی نومی ولست براقدا

ولقدس آتیک فی المنام کانہا

وکان کفک فی یدی وکانتا

فطفقت نومی کلام متراقدا

اس باندی نے اس کے جواب میں یہ لکھ بھیجا۔

متنالم متی بو غم الحاسد

وتبیت منی فوق ثلثی ناہد

واراک فوق تلوی و مجاسدی

خیر اس آیت و کلی ما ابصودتہ

انی لاسرجوان ستکون، معانقی

واراک بین خلاخلی وما یحی

سلیمان کو جب یہ قصہ معلوم ہوا تو اس نے ان دونوں کا نکاح کرا دیا۔ اور دونوں کو خلعت و مال سے خوب خوب نوازا۔

جامع بن مرجیہ نے کہا ہے۔ میں نے عفتہ مدینہ سعید بن المسیب سے دریافت کیا۔ آدمی کسی سے عشق و محبت رکھے تو کوئی گناہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ ملامت اس پر ہے جو تمہارے اختیار میں ہو۔ اس کے بعد سعید نے فرمایا۔ قسم خدا کی یہ مسئلہ مجھ سے کسی نے نہیں پوچھا اور اگر کوئی دوسرا پوچھتا تو میں جواب بھی نہ دیتا۔ اور دیتا تو یہی دیتا جو تمہیں دیا ہے۔

عورتوں سے عشق تین قسم کا ہے۔

ایک وہ جو عین تقرب الہی اور اطاعت و ثواب کا موجب ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مرد اپنی

بانی یا باندی سے محبت کرے۔ یہ عشق مفید اور موجب اجر و ثواب ہے۔ یہ عشق انسان کو ان مقاصد

کی طرف لے جاتا ہے۔ جن مقاصد کے لئے نکاح شروع ہوا ہے۔ یہ عشق اسے اس کی آنکھ اور قلب کو غیر کی جانب مائل ہونے سے روکتا ہے۔ اور اسی سبب سے یہ عشق عند اللہ اور عند الناس قابلِ تعریف سمجھا جاتا ہے۔

دوسرا عشق وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی خفگی، ناراضگی اور دوری رحمت کا موجب ہے یہ عشق دین و دنیا دونوں کے لئے مضر ہے۔ اور سخت مضر ہے۔ اور وہ امر و دول کا عشق ہے۔ امر و دول کے عشق میں جو بھی مبتلا ہوا۔ خدا کی نگاہ سے گم گیا۔ اور خدا نے اسے اپنے دروازے سے نکال دیا۔ اس کے قلب کو اپنے سے دور پھینک دیا۔ یہ بندے کے لئے بڑا سے بڑا حجاب ہے جو اسے خدا سے دور رکھتا ہے۔ جیسا کہ بعض اسلاف کا قول ہے۔

اذا سقط العبد من عين الله ابتلاه بحبة المردان۔  
جو بندہ خدا کی نگاہ سے گر جاتا ہے۔ خدا اسے  
امردوں کی محبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

یہ محبت قوم لوط میں عام تھی۔ اور اس قوم کی یہ حیلست بن چکی تھی۔ یہ مرض اس قوم میں عام طور پر پھیل گیا تھا۔ اور اس قوم پر جو کچھ عذاب اترا۔ اسی عشق کی وجہ سے اترا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لعمرك انهم لنفي سكو تهم يجمعون (حجر)  
تمہاری عمر کی قسم یہ لوطی لوگ اپنی بدستی میں  
پڑے جھوم رہے تھے۔

اس مرض کا علاج اور دوا یہ ہے کہ بندہ خدا نے مغلوب القلوب کی بارگاہ میں دعا اور التجا اور فریاد و زاری کرے۔ اور خدا سے قریب ہونے کی کوشش کرے۔ اور اپنے کو ہمیشہ ذکر الہی میں مشغول رکھے اور اپوری صدق دلی کے ساتھ خدا کے سامنے روئے۔ اور گڑگڑائے اور خدا سے تعلق جوڑے اور اس عشق سے جو مصائب و آلام پہنچتے ہیں۔ اور اس لذت سے جو لذتیں فوت ہوتی ہیں ان پر غور کرے اور خوب غور کرے کہ اس محبت سے محبوب اعظم سے رشتہ ٹوٹ جائے گا اور بڑا سے بڑا عذاب اس پر مسلط ہو جائے گا۔ ان تمام باتوں کے بعد بھی یہ آدمی اپنے محبوب اعظم کے مقابلہ میں اس محبوب کو ترجیح دیتا ہے۔ تو اب اسے چاہیے کہ اپنی جان پر تکبیر خازنہ پڑھ لے اور سمجھ لے کہ یہ بلا اور مصیبت پوری طرح اس پر قابو پا چکی ہے۔ جس سے نجات و رستگاری دشوار ہے۔ تیسرا عشق وہ ہے جو مباح ہے اور غیر اختیاری ہے مثلاً کسی کے سامنے ناگہانی طور پر کوئی عورت آگئی۔ اور بلا مقصد و ارادہ ناگہانی طور پر اس پر اس کی نگاہ پڑ گئی اور اس سے اس کے اندر عشق



کی آگ بھڑک اٹھی۔ لیکن اس عشق کی وجہ سے اس سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ اس نے کوئی نافرمانی نہیں کی۔ یہ عشق غیر اختیاری ہے جس پر کوئی مولغذہ نہیں ہے نہ ملامت ہے۔ لیکن اس قسم کے عاشق کے حق میں زیادہ سے زیادہ مفید بات یہ ہے کہ تا امکان اس کی مدافعت کرے۔ اور خدا سے عشق و محبت کا رشتہ مضبوط کرنے کی کوشش کرے۔ یہ چیز اس کے حق میں سب سے زیادہ مفید اور سودمند ہے۔ نیز اس پر فرض ہے کہ اپنے عشق کو چھپائے اور اس کی ابتلاؤں پر صبر کرے صبر کرنے سے خدا سے بہت بڑے اجر و ثواب سے نوازے گا۔ اور اس نے جو کچھ صبر کیا۔ گناہ سے بچتا رہا۔ خواہشات سے اجتناب کیا۔ اللہ کی رضا مندی تلاش کی۔ اور خدا اس کے صلہ میں جو کچھ عطا فرمائے گا۔ اسے مقدم سمجھا تو خدا اسے بہت کچھ دے گا۔ اس کا عوض و بدلہ بہت بھاری اور قیمتی ہوگا۔

## فصل

عشاق کی قسمیں — عشق کی تحقیق

عشاق کی تین قسمیں ہیں۔ اول وہ جو جمال مطلق سے عشق رکھتا ہے۔ دوم وہ جو جمال تجید پر عاشق ہوتا ہے۔ چاہے وصل کی طمع و آرزو ہو یا نہ ہو۔ سوم۔ وہ عاشق جو صرف وصل کی تمنا اور طلب رکھتا ہے۔

عشق کی یہ ہر قسم قسمیں باعتبار قوت و صنعت بلحاظ شدت و خفت مختلف ہیں اور اس کے بے شمار درجات و مراتب ہیں۔

جمال مطلق کے عاشق کا عشق ایسا ہوتا ہے کہ وہ ہر وادی ہر میدان میں گھومتا پھرتا ہے۔ ہر صاحب جمال۔ ہر خوب و اس کا معشوق و مطلوب ہوتا ہے۔

فیوما بحزوی و یوما بالعقیق و بالعذیب یوما و یوما بالخلصاء  
وتارة ینحی بنجد او دیہ شعب العقیق و طوراً قصر بیتما

اس قسم کے عاشق کا میدان بہت وسیع ہوتا ہے۔ اس کا عشق قائم، دائم اور ثابت نہیں ہوتا کبھی یہاں کبھی وہاں، کبھی ادھر کبھی ادھر

تم ہر جانی سہی ہمسار یہ طور سہی

تم نہ سہی ابد سہی اور نہیں اور سہی

ولیلہم من وقتہ حین یصبح

یہی ہر دن اشد ریشوق غیورہ

جمال مقید۔ یعنی کسی ایک معشوق کا عاشق اپنے معشوق کے جمال پر قائم اور ثابت قدم ہوتا ہے۔ اس کی محبت دیرپا اور محبت کی پہلی قسم کے مقابلہ میں زیادہ قوی اور سخت ہوتی ہے کیونکہ یہاں جمال اور محبت دونوں جمع ہو جاتے ہیں لیکن اس میں یہ بات ہے کہ حب وصل کی امید منقطع ہو جاتی ہے تو یہ عشق کمزور ہو جاتا ہے۔

وہ عاشق جمال جو وصل کی امید اور آرزو رکھتا ہے۔ وہ عقلمند سمجھا اور دانشمند عاشق ہے۔ اور اس کی محبت قوی اور سخت ہوتی ہے۔ کیونکہ وصل کی امید اس عشق کی اجانت کرتی ہے اور اسے تقویت پہنچاتی ہے۔

## فصل

سوید بن سعید کی روایت پر تنقید و تبصرہ

اب رہی وہ حدیث جو عشق کے بارے میں سوید بن سعید سے مروی ہے کہ۔

من عشق وعفت۔ الخ جو عاشق ہوا اور پاکدامن رہا۔ الخ

تو اس روایت کے حدیث ہونے سے تمام حفاظ اسلام اور ماہرین حدیث نے انکار کیا ہے چنانچہ ابن عدی نے کتاب کمال میں لکھا ہے

هذا الحديث اعدناه انكره على سويد

سوید کی یہ بھی ایک حدیث ہے جس کی بنا پر

اسے منکر الحدیث کہا گیا ہے۔

اہم بیہقی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ ابن طاہر نے ذخیرہ اور تذکرہ کے اندر یہی لکھا ہے۔ ابو

الفرج ابن الجوزی نے بھی یہی لکھا ہے۔ اور اس حدیث کا شمار موضوعات میں کیا ہے۔ اور ابو

عبد اللہ الحاکم نے بھی سوید کے اس تساہل پر انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

انی اتعجب منه

مجھے سوید پر تعجب ہو رہا ہے۔

اب میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث نہیں بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول

ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع نہیں ہے۔ سوید نے اسے مرفوع کہنے میں

غلط کی ہے۔ چنانچہ ابو محمد بن خلف بن المرزبان کہتے ہیں۔ حدثنا ابی یوسف عن ابی الازرق عن سويد الخ

اس اسناد پر میں نے ابو بکر کو ڈانٹا تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر چھوڑ دیا۔ چنانچہ بعد میں جب کبھی بھی

ان سے اس حدیث کے متعلق پوچھا گیا۔ تو کبھی انہوں نے اسے مرفوع نہیں کہا۔ اور واقعہ بھی یہ



ہے کہ ایسی حدیث کلام نبوت ہو ہی نہیں سکتی۔

اب رہی خطیب کی روایت جو زہری سے مروی ہے کہ حدیثنا المعافی بن ذکرہ قال حدثنا قطیب بن الفضل۔ قال حدثنا احمد بن مسروق عن هشام بن عروة عن ابیہ عن عائشة مرفوعاً۔ یہ ایک ناش غلطی ہے۔ جس کے اندر علم حدیث کی بوجہ ہوگی وہ اس روایت کو سوید عن ہشام عن ابیہ۔ عن عائشہ کی اسناد کو تسلیم نہیں کرے گا۔ خود ہماری شہادت یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آنحضرتؐ سے یہ الفاظ کبھی روایت نہیں کئے۔ نہ عروہ نے کبھی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے یہ الفاظ روایت کئے ہیں۔ نہ ہی ہشام نے کبھی یہ الفاظ روایت کئے ہیں۔

رہ گئی ابن الماجشون کی حدیث جو انہوں نے عن عبد اللہ بن ابی عاززہ عن ابن ابی نجیم عن مجاہد۔ عن ابن عباس۔ مرفوعاً روایت کی ہے کہ یہ ابن الماجشون پر صریح اتہام ہے۔ انہوں نے کبھی یہ حدیث بیان نہیں کی۔ نہ ان سے زہری بن کبار نے کبھی یہ حدیث روایت کی یہ وہاں حدیث کی خصوصی کارستانیاں ہیں۔ سبحان اللہ ! اس اسناد کے ساتھ یہ حدیث تعجب کی بات ہے۔ فبحم اللہ الوضاعین۔

یہ حدیث ابوالفرج ابن الجوزی نے من حدیث محمد بن جعفر بن سہل۔ قال حدثنا یعقوب بن عوف عن ابن ابی نجیم عن مجاہد۔ مرفوعاً۔ روایت کی ہے۔ یہ ایک ناش غلطی ہے۔ یہ محمد بن جعفر وہی خوالطی تو ہے جس کا انتقال ۲۷۷ھ میں ہوا ہے۔ یہ یعقوب بن ابی نجیم کو جن کو وہ اپنا استاد کہہ رہے ہیں۔ کیونکہ پاسکنا ہے ؟ اور کس طرح یہ اس کے استاد ہو سکتے ہیں ؟ جبکہ دونوں کی ملاقات ہی ممکن نہیں ہے۔ خصوصاً جبکہ انہوں نے اس حدیث کو کتاب الاعتلال کے اندر اس اسناد سے پیش کیا ہو۔ عن یعقوب بن سہل عن ابیہ عن عبد الملك عن عبد العزيز عن ابی نجیم۔

نیز خوالطی حدیث کے بارے میں ضعیف الروایت مشہور ہے۔ جیسا کہ ابوالفرج نے کتاب الصغائر کے اندر بیان کیا ہے۔

حدیث کے انکار پر حفاظ اسلام اور مقلدین حدیث کا قول میزان عدل کا حکم رکھتا ہے پس اس حدیث کے متعلق بھی ان ہی کے قول کی طرف رجوع کرنا چاہیے جس کی طرف علم حدیث کے بارے میں رجوع کیا جاتا ہے۔ جس کے قول پر صحیح و غلط ہونے کا فیصلہ کیا جاسکتا ہو اور جس حدیث



کے بارے میں تسامح اور تساہل کی عادت نہ ہو۔ ایسے لوگوں میں سے کس نے اس حدیث کو صحیح یا حسن نہیں کہا۔ یہاں اس قدر کہنا کافی ہے کہ ابن طاہر وہ شخص ہے جس نے تصوف کی احادیث میں بہت کچھ تساہل ہوتا ہے۔ ساری غف و سمین، رطب و یابس حدیثیں جمع کر دی ہیں خصوصاً ایسی احادیث جو صحیح البطلان اور منکر ہیں۔

البتہ حضرت ابن عباسؓ پر انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ ان کا قول ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ابو محمد بن حزم نے حضرت ابن عباسؓ سے عشق کے بارے میں ایک قول نقل کیا ہے۔ جو اس قول کے قریب قریب ہے کہ ایک آدمی عشق کی بیماری میں مر گیا تو لوگوں نے اس کی موت کے متعلق آپ سے سوال کیا۔ آپ نے اس کا یہ جواب دیا۔

قتل الملوی لا عقل ولا قود محبت کے مقتول کی دیت ہے۔ نہ قصاص۔

آپ سے ایک اور روایت بھی مروی ہے۔ میدان عرفات میں ایک نوجوان کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ جو کبوتر کی طرح تڑپ رہا تھا۔ آپ نے پوچھا۔ اسے کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا۔ یہ عشق کا مارا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ اس کے بعد ہمیشہ بارگاہ خدادندی میں عشق سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

یہ ہے حدیث من عشق۔ وعف وکتہ دما ت فہو شہید کی تفسیر و تشریح۔ اگر اس کی مزید توضیح و تشریح درکار ہے تو اور سن لو۔ آنحضرت صلی علیہ وسلم کی ایک حدیث میں شہدار کا ذکر کیا ہے۔ حدیث بالکل صحیح ہے۔ اس حدیث میں آپ نے فرمایا ہے۔ مقتول فی الجہاد شہید ہے بیضہ سے مرجائے وہ شہید ہے، جل کر مرجائے وہ شہید ہے، بچہ کی پیدائش کے بعد جو عورت حالت نقاس میں مرجائے وہ شہید ہے، پانی میں ڈوب کر مرجائے وہ شہید ہے۔ اس حدیث میں عشق سے مرجانے والے کا کہیں ذکر نہیں۔

اور پھر یہ کہ اگر حضرت ابن عباسؓ سے یہ اثر ثابت ہو جائے تب بھی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عاشق اس وقت جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خدا کے خوف کے واسطے میں صبر نہ کرے۔ خدا کے خوف سے پاکدامن نہ رہے۔ جب تک کہ وہ خدا کے لئے اپنا عشق دنیا والوں سے نہ چھپائے۔ اور یہ تمام باتیں بھی اس وقت پائی جاسکتی ہیں جبکہ وہ اپنے معشوق پر قدرت پاتے۔ اور باوجود قدرت و قابو کے محبت الہی اور رضائے الہی کو ترجیح دیتے اور صبر و پاکدامنی سے کام لے۔ اس قسم کا عاشق قرآن حکیم کے اس حکم میں شامل ہو سکتا ہے۔



اور جو اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑے ہونے  
سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہشوں سے  
روکنا رہا۔ اس کا ٹھکانہ بہشت ہے۔

واما من خاف مقام ربه ونهى النفس  
عن الهوى فان الجنة هي الماوى۔  
(سورة النازعات)

نیز اس فرمان کے ماتحت آسکنا ہے۔

جو شخص اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑے  
ہونے سے ڈرتا رہا اس کے لئے دو باغ ہیں۔

وطن خات مقام ربه حنان۔  
(سورة الرحمن)

ہم اللہ العظیم رب العرش العظیم کی جناب میں دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان لوگوں میں  
شامل کرے جو ہمیں پرستی کے مقابلہ میں خدا کی محبت کو خدا کی خشکی کے مقابلہ میں اسکی رضامندی  
کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور خدا سے اس کا تقرب و رضامندی چاہتے ہیں۔ آمین یا رب العالمین  
وصلی اللہ علی محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ آمین

(تمت بالخیر)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



# دَوَائِ شَانِی

ترجمہ

الجواب الکافی

لین سأل عن الدواء الشانی

مصنف

شیخ الاسلام امام محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ

(۶۹۱ھ — ۷۵۱ھ)

مترجم

ابوالعلاء محمد اسماعیل گودھروی

(المتوفی ۱۳۸۳ھ)

تصحیح و تحقیق

مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی

ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

(پاکستان)